

دعوت وانذار
سیرۃ المزمل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جلد نہم
www.KitaboSunnat.com
افتخار احمد افتخار



افتخار احمد افتخار

رہائش؛ ڈنگہ ضلع گجرات تحصیل کھاریاں

فون ؛ 03006281898

میل ایڈریس ؛ ift1167@gmail.com

نام کتاب؛ سیرۃ المزمل ﷺ

جلد نمبر؛ جلد نہم (دعوت وانذار)

سنہ تحریر؛ فروری 2011ء

کمپوزر و ڈیزائنر؛ افتخار احمد افتخار

اہتمام؛ کتاب وسنت ڈاٹ کام

مطالعہ کے لیے؛ https://kitabosunnat.com

ڈاؤنلوڈ کے لیے؛ (محدث لائبریری)https://kitabosunnat.com



وہ زرق جس سے عرفان کے در کھلتے ہیں ، آگہی کے چشمے رواں ہوتے ہیں ، قدم آسودگی کی منزل کو چھوتے ہیں،تمنا وصل میں بدلتی ہے ، خزاں بہار کا خوشبودار پیرہن اُوڑھتی ہے ،گلوں میں رنگ بھرتے ہیں ، اَشک مراد حاصل کرتے ہیں شرف کا احساس جاگتا ہے اور زندگی کروٹ لیتی ہے ، انسان پہچان کی چوکھٹ پہ قدم رکھتا ہے ، احساس دھیرے دھیرے سانس لیتا ہے اور بدن کے زنداں میں مقید روح اپنے زخمی وجود پہ اِک نظر ڈالتی ہے اور انسان کی کج روی پہ

ششدر رہ جاتی ہے کہ اگر انسان جانتا تو سمجھتا کہ اسے زندگی کے ہر سانس کے لیے علم کی ضرورت ہے اور علم کی جو چادر ہے وہ حرفوں سے بنی گئی ، حرف جب ملتے ہیں تو لفظ بنتے ہیں اور لفظ جب جڑتے ہیں تو وہ دستك بنتے ہیں اور دستك جب مسلسل ہو تو حرکت ِقلب میں اضطراب پیدا کرتی ہے اور یہی اضطراب انسان کو عرفان اور تلاش کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور قرآن ایك مسلسل دستك کی صورت ہے جو بند دروازوں کو آتش شوق سے سلگا رہا ہے تاکہ انسان عرفانِ ذات کی طرف قدم اٹھائے اور انہی اٹھتے قدموں کی چاپ سے رات کا سکوت ٹوٹتا ہے یہ راہ اگرچہ کٹھن ہے مگر اس پہ چلنے والے ہر دور میں موجود رہے ہیں ۔دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے انقلابات پہ نظر ڈالیں تو وہ غرض کی تبدیلی محسوس ہوتے ہیں جو اگرچہ فرد اور معاشرے پہ اثر انداز ہوتے ہیں مگر دیرپا نہیں ہوتے جب کہ وہ تبدیلی جس کا محور انسان کے اندر ہو وہ ہمیشہ پائیدار ہوتی ہے اس لیے آج کی اس مادی دنیا میں بھی چاہے نہ چاہے دنیا کے اسی فیصد لوگ اسی بات کے دعویدار ہیں کہ وہ خالق کے وجود پر مستحکم یقین رکھتے ہیں مگر یقین کے اس معیار میں ماحولیاتی تبدیلیاں اثر پذیر ہوتی ہیں جس سے معاشرتی اقدار وضع ہوتی ہیں اور یہی قدریں انسان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرتی ہیں ان اقدار کی تعمیر میں جب انسانی فلسفہ بنیاد بنتا ہے تو انسان اس سماج کو جنم دیتا ہے جو شکر سے عاری ہوتاہے اور شکر سے عاری

معاشرہ عرفان اور پہچان سے تو یقینا دور ہی رہتا ہے کہ سر سے پاؤں تک مادیت میں ڈوبے لوگ اپنی مردہ روحوں کے لاشے کندھوں پہ اٹھائے اس پیغام کے حرفِ آغاز تک کو بھلا بیٹھے ہیں جو منزل کا عنواں ہے، جو راستی کا نشاں ہے، جو رازِ پنہاں ہے، جو ذکرِ شبستاں ہے، جو نگاہ جولاں ہے، جو متاع انساں ہے، جو فکر عرفاں ہے، جو تسبیح کون ومکاں ہے، مگر لوگ ہیں کہ وہ اس بات کی طرف راغب ہی نہیں ہوتے جس میں کل کا فائدہ بیان کیا جائے وہ آج کے فائدے کے متمنی ہیں اور کسی صورت آج سے آگے دیکھنے کی خواہش نہیں رکھتے۔انسان کو دنیا کی رونق اور ہما ہمی نے اس دھوکے میں ڈال رکھا ہے کہ اُس نے ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور دوسرے لوگ چاہے روز اس کی نظروں کے سامنے مرتے رہیں اس نے بہر حال نہیں مرنا اور یہی شیطان کی وہ چال ہے جسے انسان اپنے سہل کی بنا سمجھنے سے قاصر ہے اور وہ لگاتار ریت کے وہ گروندے تعمیر کر رہا ہے جس کے متعلق اس کا خیال ہے کہ وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں چنانچہ یہی وہ انسانی رویہ ہے اور یہی وہ غفلت سے جس سے بچانے کے لیے قرآن کا ساتھ ضروری قرار دیا گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ پہ قرآن اتارا گیا اور بہتر اسلوب یہی ہے کہ انسان نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اسی کو سیرت کہتے ہیں سیرۃ المزل اردو زبان کی سب سے طویل کتاب سیرت ہے جس کے مطالعے سے نہ صرف قرآن بلکہ دین اسلام کا حقیقی عکس واضح ہو

جاتا ہے اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو میرے لیے بخشش کا ذریعہ بنا دے۔

حقیر
(افتخار احمد افتخار)

حسن ترتیب

اشک قلم 4

حسن ترتیب 9

3 نبوی 16

دعوت وانذار 17

اسلام کا شہید اول 28

3 نبوی کچھ دیگر واقعات 35

4 نبوی 37

حضرت حصین کا اسلام لانا 38

قریش کا وفد ابو طالب کے پاس 67

حضرت عبداللہ اُم مکتومؓ 50
قریش کی زبان درازیاں 55
قریش کی دست درازیاں 62
حضرت بلال حبشیؓ 65
حضرت خباب بن ارتؓ 70
حضرت عمار بن یاسرؓ 76
حضرت مصعب بن عمیرؓ 80
حضرت زنیرہؓ 83
حضرت نہدیہؓ 85
کچھ دیگر وفا پیشہ 88
ابوفقیہہؓ 90
حضرت لبنیہؓ 92

خالد بن سعیدؓ 94
حضرت زبیر بن عوامؓ 96
حضرت حمامہؓ 98
اُم انیسؓ 99
حضرت ولید ابن ولیدؓ 100
۴ نبوی، دیگر واقعات 102
۵ نبوی 104
قریش اور محمد رسول اللہ ﷺ 105
اشرارِ قریش 123
قریش کا دوسرا وفد 137
اہل نجران کا وفد 142
حضرت ضماد الازدیؓ کا اسلام 146

اعشیٰ بن قیس کی آمد 150

تبع حمیری کا خط 158

ہجرت حبشہ 163

قریش کی سازش 179

حضرت ابو بکر کی ہجرت 188

رسول اللہ ﷺ کے دشمن 193

شیطان اعظم، ولید بن مغیرہ 210

قریش کے احمقانہ مطالبات 213

قریش مدینہ میں 224

شق قمر 236

٦ نبوی 248

حضرت حمزہؓ کا اسلام لانا 249

جب عمرؓ نے حق کو پہچانا 256

نیا جال پرانے شکاری 266

نبوت کی عام شہرت 271

مہاجرین حبشہ کی واپسی 283

قریش کا تیسرا وفد 291

سات شیروں کی ماں 295

قریش اور بنو ہاشم 298

تجدید عہد 301

۷ نبوی 326

بنو ہاشم کی مستعدی 327

انتہائے عداوت 333

شعب ابی طالب میں 340

۸ نبوی	343
محصورین کی حالت زار	344
حضرت ابوبکر کا یقین	348
اسلام کی کرنیں مدینے میں	356
جنگ بعاث	360
۹ نبوی	364
شعب والے	365
۱۰ نبوی	367
شعب سے واپسی	368
قریش کا آخری وفد	377
اور آزمائش بڑھ گئی	381
ابوطالب کا ایمان	386

ابوطالب کا اسلام، تحقیقی مطالعہ 396
روایات کی روشنی میں 401
اہل طائف نے بھی انکار کردیا 406
ملائکہ کی حاضری 413
جنوں کا قرآن سننا 415
معطم بن عدی کی پناہ 417
سعودہ بنت زمعہ سے نکاح 420
حضرت عائشہ سے نکاح 423
ابتدایہ 427
حجیت حدیث 431
نکاح ورخصتی کے وقت حضرت عائشہ کی عمر 448
سوال یہ ہے کہ؟؟؟ 466

قرآن اور قریش 473

روایات کی روشنی میں 401

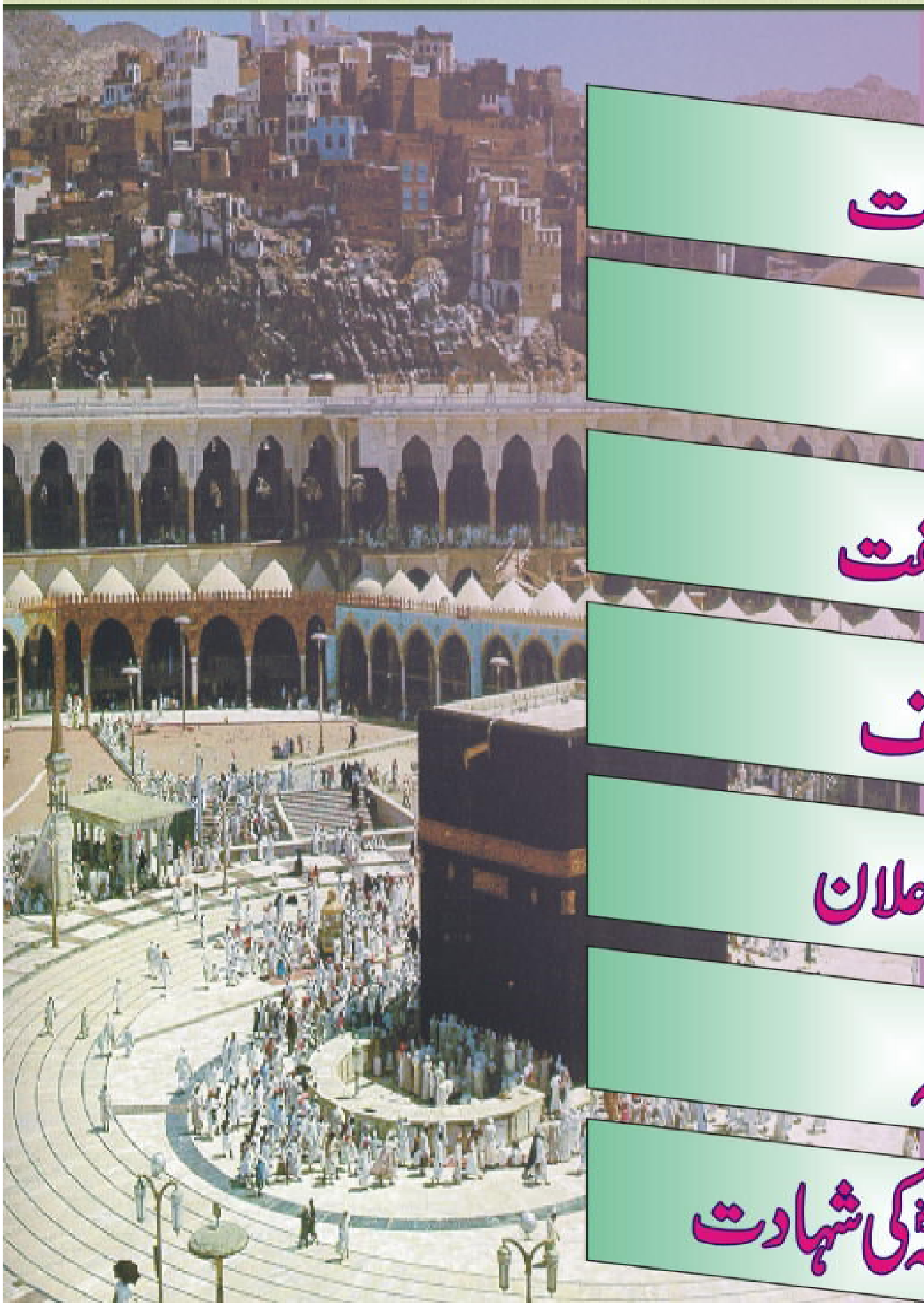
طفیل بن عمرو دوسیؓ 490

اشاریہ 497

ماخذ و مصادر و مراجع 516

اختتام 556

3 نبوی بمطابق رمضان 10 قبل ہجرت 21 جولائی 612ء



بنو ہاشم کو دعوت

عام دعوت

قریش کی مخالفت

بنو ہاشم کا توقف

صحن حرم میں اعلان

قریش کا حملہ

حضرت ابو ہالہؓ کی شہادت

3 نبوی، رمضان.... 10 قبل ہجرت ... جولائی 612ء ... 613ء



تین نبوی تک نبی اکرم ﷺ نے خاموشی سے دین اسلام کی تبلیغ کی ۔لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا ۔مگر اس سارے عرصے میں ایک بار بھی آپ ﷺ نے پوری قوم قریش کو اسلام کی دعوت نہیں دی۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کو ابھی اِس بات کا حکم ہی نہیں دیا گیا تھا۔آپ ﷺ نے انفرادی حیثیت سے اُن لوگوں کو مخاطب کیا جو آپ ﷺ کے قریب تھے یا کسی حوالے سے آپ ﷺ یہ بات جانتے تھے کہ یہ لوگ عمدہ کردار واخلاق کے حامل ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اُن کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔لوگوں کا ایک گروہ اللہ کے دین پہ ایمان لا چکا تھا اور اُن میں ایسے لوگ شامل تھے جنھوں نے دل وجان سے نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کی اور اُن پہ ایمان لائے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ آیات آتاریں جن میں آپ ﷺ کو کھلی

دعوت کا حکم دیا گیا تھا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ!

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ O وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
O

القرآن الحکیم (سورۃ الشعراء ۲۶ ؛آیات ۲۱۴)

ترجمہ؛

''اور آپ ﷺ ڈرایئے اپنے قریبی رشتے داروں کو اور نیچے کیجئے اپنے پروں کو مومنوں کے لیے''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

مزید ارشاد ہوتا ہے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُوْا اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔۔

القرآن الحکیم (سورۃاالحجر ۱۵ ؛آیات ۹۴)

ترجمہ؛

''سو آپ ﷺ اعلان کر دیجئے اُس کا جس کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے اور منہ پھر لیجئے مشرکوں سے''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

مزید ارشاد ہوتا ہے کہ!

وَقُلْ اِنِّيْ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ

القرآن الحکیم (سورۃ الحجر ۱۵ آیات ۸۹)

ترجمہ؛

’’اور بلاشبہ میں تم کو کھلے عذاب سے ڈرانے والا ہوں‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

تب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو دین اسلام کی عام دعوت دی اور اللہ رب العزت کے حکم کے مطابق دین اسلام کی اعلانیہ تبلیغ شروع کر دی جس کی بنا پہ قوم قریش آپ ﷺ سے دشمنی پر اتر آئی۔ اگر چہ ابتداء میں قوم قریش نے آپ ﷺ سے زیادہ تعرض نہ کیا مگر جب آپ ﷺ نے اُن کے معبودوں کی ملامت کی، اُن کو جھوٹا بتایا، اپنی قوم کو پتھر کے اِن بے جان بتوں کے عیب بتانے شروع کیے اور اُن کے معبودانِ باطل کی شدت کے ساتھ تردید فرمائی تو اُن کو یہ بات انتہائی ناگوار محسوس ہوئی اور قریش آپ ﷺ کے ساتھ کھلی عداوت پر اتر آئے اور اہل مکہ اکثر و بیشتر آپ ﷺ کے ساتھ بغض و عداوت پر متفق ہو گئے۔ مگر قوم قریش کو اس بات کا ادراک حاصل تھا کہ نبی اکرم ﷺ کا خاندان اُن کی پشت پہ موجود ہے اور بنو ہاشم باہم متحد و متفق ہیں۔

اس لیے انھوں نے بے آسرا اور کمزور مسلمانوں کو ہدف ستم بنا لیا، اُن کی وحشت و بربریت سے انسانیت کا سر شرم سے جھک گیا۔ اہل مکہ پریشان تھے کیونکہ لوگ رفتہ رفتہ اسلام کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ اُن کی دوسری پریشانی یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ بدستور اُن کے آباء کی جہالت اور اُن کے معبودوں کی ہجو کیے جا رہے تھے اور کفار یہ بات ماننے کے لیے تیار نہ تھے کہ جھوٹے کو جھوٹا کہنا ہی عدل ہے۔ اب جب کہ اللہ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو وحی کی روشنی عطا کر دی گئی تھی تو نبی اکرم ﷺ کا یہ فرض تھا کہ وہ لوگوں کو اس روشنی کی طرف دعوت دیتے۔ مگر جو لوگ اندھیرے میں رہنا چاہتے مسلمان اُن سے زبردستی نہ کرتے تھے۔ البتہ کفار کو اس بات پر بھی اعتراض تھا مسلمان روشنی میں کیوں ہیں اور یہ اُن کی سراسر بے عدلی تھی۔ دن گزرتے جا رہے تھے اور اہل قریش نبی اکرم ﷺ کے بغض و عناد میں مزید آگے بڑھ رہے تھے۔

حضرت صفیہؓ سے روایت ہے کہ؛

جب نبی اکرم ﷺ کو اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرانے کا حکم دیا گیا تب آپ ﷺ قدرے فکرمند ہو گئے تھے، آپ ﷺ کئی دن تک گھر سے نہ نکلے تو آپ ﷺ کی پھوپھیاں سمجھیں کہ آپ ﷺ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے آپ ﷺ گھر سے باہر نہیں آتے۔

چنانچہ وہ آپ ﷺ کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لائیں۔

نبی اکرم ﷺ کی پھوپھیوں میں حضرت صفیہؓ آپ ﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں۔[*1]

آپ ﷺ نے انھیں اپنا زار دار بنایا اور کہا:

میں دراصل اس بات سے پریشان ہوں کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے رشتے داروں کو سب سے پہلے ڈراؤں۔

حضرت صفیہؓ نے کہا:

اس میں مشکل کیا ہے؟ آپ ﷺ بنو عبدالمطلب کو جمع کریں اور جو کچھ اُن سے کہنا چاہیں کہہ دیں۔مگر یاد رکھیں ابولہب کو مت بلانا۔اس لیے کہ آپ ﷺ جانتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کے بدترین دشمنوں میں شامل ہے۔

ابولہب آپ ﷺ کا چچا تھا وہ اسلام اور آپ ﷺ کا بدترین دشمن ثابت ہوا تھا۔اس کا نام عبدالعزیٰ تھا اور وہ ایک خوبصورت آدمی تھا۔اُس کے سرخ و سفید رخساروں سے شعلے سے نکلتے محسوس ہوتے تھے جس کی وجہ سے اُس کا نام ابولہب پڑ گیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

میں نے خاندان کے لوگوں کی دعوت کی ہے اُن کے لیے کھانے کا انتظام کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقررہ دِن سب کے لیے کھانا تیار کرا دیا۔

بنو عبدالمطلب کو دعوت دی جا چکی تھی۔

وہ سب لوگ حضرت ابوطالب کے گھر میں جمع ہوئے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ؛

نبی اکرم ﷺ کی دعوت میں بنو ہاشم کے پینتالیس آدمیوں نے شرکت کی اور اِن میں سے کچھ لوگ بنی مطلب بن عبدمناف کے بھی تھے۔

اس دعوت میں شامل ہونے والے لوگوں میں سے اکثر و بیشتر آپ ﷺ کے اقربا تھے جن کو ڈرانے کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو دیا گیا تھا۔ اِن میں آپ ﷺ کے چچا تھے تائے تھے، اُن کے بیٹے تھے، خاندان کے دیگر لوگ تھے اور ابولہب بھی تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اِن لوگوں کو عمدہ کھانا کھلایا اور عمدہ مشروب سے اِن کی تواضع کی۔ اس کے بعد قبل اس کے کہ آپ ﷺ اس دعوت کے پس منظر سے اپنے خاندان کے لوگوں کو آگاہ کرتے اور اُن کو دین حق کی طرف بلاتے ابولہب اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے تقریر شروع کر دی۔

اُس نے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کیا اور کہا:

اے میرے بھتیجے؛

''یہاں تمھارے تمام رشتے دار جمع ہیں جن میں تمھارے چچا ہیں، تائے ہیں، چچا کے بیٹے ہیں اور دیگر اقربا ہیں، میں اِن سب کے سامنے تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اُس بات سے باز آجاؤ جس کو تم گذشتہ کئی سال سے اٹھائے پھرتے ہو۔ تم نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا۔ ہمارے آباء کو جاہل کہا اور پورے عرب کو بنو ہاشم کا دشمن بنا کے رکھ دیا ہے۔ اگر آپ (ﷺ) اس معاملے پر اڑے رہے تو اس سے قبل کہ قوم کے ہاتھ آپ گریبان تک پہنچیں ہم خود آپ ﷺ کو قید کر دیں گے۔ اس لیے کہ ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا کہ ہم اپنے قبیلے کی عزت اور عظمت کی حفاظت کریں۔ آپ یہ بھی جان لیں کہ اگر آپ نے ہمارے معبودوں لات و عزیٰ کو برا بھلا کہنا نہ چھوڑا تو عنقریب سارا عرب تلواریں لیے بنو ہاشم کے دروازوں پہ کھڑا ہوگا اور ہم سب جانتے ہیں کہ بنو ہاشم میں سارے عرب سے لڑنے کی سکت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے آج تک ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جس نے آپ سے زیادہ بدترین چیز اپنی قوم پہ پیش کی ہو''۔

❖❖❖❖❖❖❖

لوگ کھانا کھا چکے تھے اس لیے جب ابولہب نے اپنی بات ختم کی تب وہ ایک ایک کر رخصت ہوتے

گئے۔ابولہب کی خباثت کی وجہ سے نبی اکرمﷺ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت نہ دے سکے تھے۔

تاہم ابولہب جیسے لوگوں کی وجہ سے نبی اکرمﷺ اپنا فرض کیسے بھول سکتے تھے۔اس لیے کچھ ہی دِنوں بعد آپﷺ نے پھر بنو ہاشم کی دعوت کی۔خاندان کے تمام لوگ پھر نبی اکرمﷺ کی دعوت پہ آ پہنچے۔

اور اُن میں ابولہب بھی تھا۔

کھانے کے بعد نبی اکرمﷺ نے اپنے خاندان والوں کو دین اسلام کی دعوت دی۔

آپﷺ نے فرمایا:

’’قافلے کا سالار اپنے آدمیوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتا۔خدا کی قسم اگر میں ساری دنیا سے جھوٹ بولوں بھی تب بھی تم لوگوں سے کبھی جھوٹ نہ کہوں گا۔اگر میں ساری دنیا کو دھوکہ دوں تو بھی تمھیں ہرگز دھوکہ نہ دوں گا۔اس لیے مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں خاص طور پہ تمھاری طرف اور عام طور پہ سارے انسانوں کی طرف اللہ کی جانب سے رسول بنا کر اتارا گیا ہوں۔خدا کی قسم!جس طرح تم سو جاتے ہو اسی طرح ایک دن تم مر جاؤ گے اور جس طرح جاگتے ہو اسی طرح ایک دن تمھیں جزا و سزا کے لیے زندہ کیا جائے گا اور تم اٹھا لیے جاؤ گے موت کی نیند سے۔پھر تم سے تمھارے اعمال کا حساب مانگا جائے گا اور تم لوگوں کو تمھارے اچھے اعمال کا عمدہ صلہ دیا جائے گا اور بد اعمالی پہ نہایت ہی برے عذاب کو تم پہ مسلط کر دیا جائے گا اور اس کے بعد بلاشبہ یا جنت ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے،یا جہنم ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

خدا کی قسم!اے بنی عبدالمطلب۔

میرے علم میں کوئی ایسا نوجوان نہیں ہے جو اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر پیغام لے کر اُن کی طرف اترا ہو جتنا بہتر پیغام لے کر میں تمھاری طرف اتارا گیا ہوں۔

بنو ہاشم نے عام طور پہ آپ ﷺ کی اس دعوت کے جواب میں نرم رویہ اختیار کیا اور آپ ﷺ کی دعوت کو شدت کے ساتھ رد کرنے کے بجائے توقف کیا۔یعنی نہ تو واضح انکار کیا اور نہ ہی اقرار کیا۔

اس بات نے ابولہب کو آگ بگولا کر دیا۔

چنانچہ وہ اٹھا اور اُس نے کہنا شروع کر دیا:

اے خاندان عبدالمطلب؛

خدا کی قسم! محمد (ﷺ) کا دین ایک ایسا فتنہ ہے جس نے ہماری قوم کو متفرق کر دیا ہے۔

اے اولاد عبدالمطلب؛

اس سے پہلے کہ کوئی تمھارے گریبان پہ ہاتھ ڈالے تم اس سے پہلے ہی محمد (ﷺ) پہ قابو پالو کیونکہ اِن کو آزاد چھوڑنے کی صورت میں ہر طرح تم خسارے میں رہو گے۔

یعنی اگر تم لوگ نبی اکرم ﷺ پہ ایمان لے آتے ہو تو اپنے بزرگوں کی توہین کرو گے اور اگر تم اِن کا انکار کرتے ہو تو اِن کی حفاظت کرتے ہوئے عربوں کے ہاتھوں قتل ہو جاؤ گے۔

ابولہب اپنی بات کو جاری رکھنا چاہتا تھا مگر آنحضرت محمد ﷺ کی پھوپھی اور ابولہب کی بہن حضرت صفیہ نے اُس کو ٹوکا اور کہا:

بھائی! تمھارے لیے اپنے بھتیجے کو یوں رسوا کرنا مناسب نہیں ہے۔

ابولہب نے کہا:

ہم اس کے دین کو نہیں مانتے۔

حضرت صفیہؓ نے کہا:

خدا کی قسم! ہم اپنے بچپن سے یہ بات سنتے چلے آئے ہیں کہ اولادِ عبدالمطلب میں نبوت ہے اور میں سمجھتی ہوں محمد ﷺ وہی ہیں''۔[*2]

ابولہب نے کہا:

یہ عورتوں کی باتیں ہیں کل جب سارا عرب ہمارے خلاف اٹھ کھڑا ہو گا تب تم کہاں ہو گی۔

تو تب ہم ہوں گے۔حضرت ابوطالب نے اُٹھ کے کہا:

پھر ابولہب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

آپ یہ بات بھول جائیں کہ ہم بنو ہاشم کے ایک جوان کے رہتے ہوئے بھی نبی اکرم ﷺ کو کبھی اُن کے دشمن کے حوالے کریں گے۔

ابولہب جل کے رہ گیا اور وہاں سے نکل گیا۔

اللہ کے حکم کے مطابق نبی اکرم ﷺ اپنے گھر والوں کو دین کی دعوت دے چکے تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اس کے بعد آپ ﷺ نے قریش کو دعوت عام دی۔

وہ ایک اجلی صبح تھی جس کی سپیدی ابھی اپنے پر پھیلا رہی تھی۔

تب نبی اکرم ﷺ نے کوہ صفا سے اپنی قوم کو پکارا:

یاصباحاہ! یاصباحاہ!

یعنی! (ہائے صبح کی آفت) (ہائے صبح کی آفت)۔

عرب دستور کے مطابق جب کوئی صبح ہی صبح اپنی قوم کو اِن الفاظ کے ساتھ پکارے تو قوم سمجھ جایا کرتی تھی کہ اُن کی قوم کا کوئی شخص مصیبت میں ہے یا وہ کوئی اہم پیغام قوم تک پہنچانا چاہتا ہے۔

تب قوم اپنے سارے کام چھوڑ کر اس پکار کی طرف متوجہ ہو جایا کرتی۔

چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی قوم کو پکارا تو ساری قوم کوہ صفا کے دامن میں اکٹھا ہونا شروع ہوگئی۔اُن میں سے جو خود نہ جا سکا اس نے اپنی جگہ کسی اور کو بھیج دیا۔

جب بہت سے لوگ اکٹھے ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا:

اے میری قوم:

اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے دوسری طرف ایک لشکر ہے جو تم پہ حملہ کرنے کے لیے تیار ہے تو تم کیا سمجھو گے۔

اہل قریش نے کہا:

ہم نے ہمیشہ آپ ﷺ کو سچا پایا ہے اس لیے ہم آپ ﷺ کی بات پہ یقین کریں گے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا:

اے میری قوم کے لوگو:

اے کعب بن لوئی کے بیٹو۔

اے مرہ بن کعب کے فرزندو۔

اے بنو ہاشم۔

اے بنی عبد شمس۔

اے بنی عبد مناف۔

اے بنی زہرہ۔

اے فاطمہ۔

اے صفیہ۔

خود کو آگ کے عذاب سے بچا لو!'' اللہ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس لیے تم اُس کی اطاعت قبول کر لو اور اس بات کو مان لو کہ میں اللہ کا رسول ہوں جو اللہ کی کتاب لے کر تمھاری طرف اترا ہوں اور اسلام میں داخل ہو جاو۔ جو جائے عافیت ہے دین سلامتی ہے۔

یہ سن کر ابولہب نے کہا:

تو برباد ہو، کیا آج اسی بات کے لیے تم نے اپنی قوم کو جمع کیا تھا۔

آپ ﷺ نے ابولہب کی خرافات کے مقابل سکوت اختیار کیا کہ یہی آپ ﷺ کے شایان شان تھا۔ لوگوں نے بالعموم آپ ﷺ کی دعوت پہ کان نہ دھرے تھے۔ وہ ایک ایک کر کے وہاں سے جا رہے تھے۔ مگر نبی اکرم ﷺ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اس لیے کہ انھوں نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ اللہ رب العزت کا پیغام اپنی قوم تک پہنچا دیا تھا۔ اب اُن کے قبول کرنے یا انکار کرنے سے نہ تو اللہ تعالیٰ کی کبریائی میں کوئی فرق پڑنے والا تھا اور نہ محمد ﷺ کی شان ورفعت کم ہونے والی تھی۔ قریش کئی صدیوں سے بت پرستی میں ملوث چلے آ رہے تھے اس لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ اتنی جلدی آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کر لیتے۔

ایک بات یہ بھی تھی کہ اُس وقت تک عربوں میں سے کوئی قابل ذکر شخصیت ایمان نہ لائی تھی جس کی وجہ سے قریش نبی اکرم ﷺ کی عداوت پہ تو متفق ہو چکے تھے مگر یہ سمجھنے کے لیے ہرگز تیار نہ تھے کہ کل

کو اسلام اُن پر غلبہ بھی حاصل کر سکتا ہے۔ پھر ابولہب، ابوجہل اور عقبہ بن ابی معیط جیسے لوگ تھے جو اپنی قوم کو اس بات کا یقین دلانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قوم کو جس بات کی طرف بلا رہے ہیں وہ جھوٹ ہے۔ چونکہ وہ اپنی قوم کے سردار تھے، معاشی طور پہ انتہائی آسودہ تھے اور اُن کے پاس بیٹے تھے جو عربوں میں اُن کی شان اونچی کیے ہوئے تھے، اور اموال تھے جس کو وہ لوگوں کے مابین بانٹتے رہتے تھے جس کی وجہ سے لوگ اُن کی تکریم کرتے تھے۔ اس لیے جو باتیں وہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق کہتے لوگ اُن کو بھی درست مان لیتے۔

عرب معاشرے میں بت پرستی کی جڑیں گہری تھیں۔ اس لیے جب نبی اکرم ﷺ نے اُن کے بتوں کی مذمت کی، اُن کا انکار کیا تو عرب ضد میں آ گئے۔ اُن کے اندر سے یہ دکھ ہی نہیں جاتا تھا کہ آپ ﷺ اُن کے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اس لیے وہ آپ ﷺ کی دعوت پہ غور ہی نہ کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ سے خود کو دور رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ تاکہ مبادا آپ ﷺ کی زبان مبارک سے بہتا کلام الٰہی اِن کے دلوں میں اتر جائے۔ عربوں نے بارہا اس بات کا مشاہدہ کیا تھا کہ انھوں نے کسی شخص کو اس غرض سے نبی اکرم ﷺ کے پاس بھیجا کہ وہ آپ ﷺ کو اس بات پہ راضی کرے کہ آپ ﷺ اُن کے معبودوں کی ہجو کرنے سے باز آ جائیں مگر وہ دیکھتے کہ جس آدمی کو انھوں نے تھوڑی دیر پہلے اپنے مقاصد کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تھا وہ جب واپس آیا ہے تو اس چہرے کے ساتھ واپس نہیں آیا جس کے ساتھ گیا تھا۔ اِن میں بعض تو قرآن سنتے ہی سرنگوں ہو جاتے اور بعض اپنے بغض کی بنا پہ قرآن کی برتری کو تو تسلیم کر لیتے مگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعاون کرنے پہ تیار نہ ہوتے کہ اس سے اُن کی دنیا، اُن کا وقار، اُن کی سرداری اور اُن کا تعصب اُن کے لیے زیادہ اہم تھا۔ اس لیے قریش جہاں نبی اکرم ﷺ کے خلاف بغض و عناد سے بھر چکے تھے وہیں وہ اپنے لوگوں کو آپ ﷺ سے دور رہنے کی تلقین بھی کرتے رہتے۔

❖ ❖ ❖

قریش اب زبانی کلامی مخالفت سے آگے بڑھ کے عملی عداوت کی راہ اختیار کر چکے تھے، وہ اپنے نوجوانوں کو رسول اللہ ﷺ کے قریب نہ جانے دیتے، اسلام قبول کرنے والے لوگوں پر ظلم کرتے اور بعض اوقات اپنے ظلم میں حد سے بڑھ جاتے۔

3 نبوی، رمضان.... 10 قبل ہجرت ... جولائی 612ء ... 613ء

اسلام کا شہید اول

نبی اکرم ﷺ پوری جانفشانی سے اپنے فرض کی تکمیل میں مصروف رہے۔آپ ﷺ دین الٰہی کا اظہار فرماتے ،لوگوں کو اللہ کا کلام سناتے اور اُن کو دین اسلام کی دعوت دیتے۔قریش بھی اس امر سے آگاہ تھے ۔چنانچہ اُن کے دل بغض وعناد سے بھرتے جا رہے تھے۔آپ ﷺ شہر مکہ میں گھومتے عام طور پہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے اور جہاں بھی آپ ﷺ کو دو چار عرب اکٹھے کھڑے نظر آتے آپ ﷺ اُن کو اسلام کی دعوت دیتے۔آپ ﷺ اُن کو بتاتے کہ اے اہل قریش: خدا کی قسم !تم گمراہی پہ ہو اور اللہ نے مجھے تمہاری ہدایت کے بھیجا ہے اس لیے میری بات غور سے سنو،تم اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین سے ہٹ گئے ہو اور بتوں کی پوجا میں ملوث ہو گئے ہو جن کی کوئی اصل نہیں۔

کفار قریش نبی اکرم ﷺ سے کہتے:

مگر ہم تو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہی بتوں کی پوجا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہمارے رب کے قریب کر دیں۔ اُن کے اس موقف کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ آیات اتاریں تا کہ وہ ہدایت حاصل کریں۔ اور سوچنے والے کے لیے تو ہدایت بہت قریب تھی۔

چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ؛

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O قُلْ اَطِيْعُوااللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَO

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران 3 /آیات 31.32)

ترجمہ؛

”آپ ﷺ اُن سے فرما دیجئے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، تب اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کریں گے اور تمھارے تمام گناہ معاف فرما دیں گے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نہایت غفور و رحیم ہیں اور آپ ﷺ اُن سے کہہ دیں کہ اگر اطاعت کرو گے اللہ کی اور اللہ کے رسول کی، اور اگر یہ لوگ پھر بھی نہ مانیں تو اُن سے کہہ دیں اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے“۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

مگر بات اُن کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ قریش کے تمام سردار اس بات کے خلاف تھے کہ کوئی اسلام قبول کرے۔ چنانچہ عام لوگوں کو اس بات کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ اپنے سرداروں کو چھوڑ کر اُن غلاموں اور یتیموں کے ساتھ ہو جائیں جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت قبول کر لی تھی۔ کفار قریش کے پاس پوری قوت اور طاقت تھی جسے انھوں نے اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس لیے معاشرے کا عام آدمی اسلام قبول کرنے سے گریزاں تھا۔

ایک دوسری وجہ یہ تھی کہ؛

کفارِ قریش کے دلوں میں کفر رچ بس چکا تھا اور بتوں کی محبت اُن کے دلوں میں سما چکی تھی اس لیے اُن کے دل کفر و شرک کے بجائے ہدایت قبول کرنے کے لیے ہرگز تیار نہ تھے۔ کفر ایک بیماری کی طرح اُن کی رگوں میں سما چکا تھا۔ مگر اِن تمام رکاوٹوں اور اہل قریش کے تمام تر بغض و عداوت کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے فریضہ رسالت ادا کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ پوری تن دہی سے لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلا رہے تھے۔

قصیدہ ہمزیہ میں آپ ﷺ کے اس عزم کا اشارہ ملتا ہے۔

ثُمَّ قَامَ النَّبِیُ یَدْعُوْا اِلَی
اللّٰہِ وَفِی الْکُفْرِ شِدَّۃٌ وَاَبَاءُ

یعنی پھر تو آنحضرت محمد ﷺ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلانے کا تہیہ کر لیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اُمَمًا اَشْرَبَتْ قُلُوبَھُمُ الْکُفْرُ
دَاءَ الضَّلَالَ فِھِمْ عَیَاءُ

اور آپ ﷺ لوگوں کو یوں دعوت دینے لگے جیسا کہ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا[3*]

۞۞۞۞۞۞۞۞

ایک دن آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ضد پہ تمام مسلمانوں کو لے کر حرم پاک میں داخل ہوئے اور دین توحید کا اعلان کیا۔ تب دفعتاً ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، لوگ ہر طرف سے نبی اکرم ﷺ پہ ٹوٹ پڑے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو کفار مکہ کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ تب حارث ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ جو حضرت خدیجہؓ کے بیٹے تھے اور گھر میں تھے، انھوں نے سنا کہ کفار قریش نے نبی اکرم ﷺ پہ حملہ کر دیا ہے تو وہ دوڑتے ہوئے حرم پاک میں آئے۔ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی مدافعت کی کوشش کی اور اس کوشش

میں انھیں شدید زخم آئے جس کی وجہ سے تھوڑی دیر بعد وہ شہید ہو گئے۔ اُن کو کفار کی تلواروں کے اَنگنت زخم لگے تھے۔ تاہم وہ نبی اکرم ﷺ کو کفارِ قریش سے محفوظ رکھنے میں کامیاب رہے اور یہ پہلا خون تھا جو اسلام کی خاطر بہا[4*]۔

کفار مکہ نے شاید یہ جانا کہ اس خون سے مسلمانوں کا جوش و خروش کچھ کم ہو جائے گا مگر اُن کی توقعات عبث تھیں۔ اس لیے کہ اتنے چھوٹے چھوٹے واقعات بڑے بڑے انقلابوں کا راستہ نہیں روک سکتے۔ اگرچہ انقلاب میں خون بہنا لازمی ہے اور خون بہہ چکا تھا جس کا سرخ رنگ کسی بڑے انقلاب کی نوید سنا رہا تھا۔ کفارِ قریش کے صاحب دانش لوگ جان چکے تھے کہ دراصل نبی اکرم ﷺ جس چیز کو لے کر آئے ہیں اُس کی پیروی کرنے کی صورت میں اُن کی حکمرانی، سیادت، سیاست، معیشت، حیثیت، وقار، عقائد اور سرداریاں سب کچھ مٹ سکتا ہے اس لیے وہ پوری قوت کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے مقابلے پہ اتر آئے تھے۔ اُن میں ابوسفیان بن حرب، ابولہب، ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل سہمی اور عتبہ بن ربیعہ جیسے لوگ شامل تھے۔ جو مکہ کے صاحبِ حیثیت لوگ تھے جن کی بات کو غور سے سنا جاتا تھا۔

اس لیے جب اِن سب لوگوں نے دین اسلام کی مخالفت کی تو اہل مکہ خاص طور پہ قریش اسلام سے گریز کرنے لگے اور بعض وہ لوگ جو سلیم الفطرت تھے وہ بھی خود کو اِن لوگوں کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے فوری طور پہ اسلام قبول کرنے سے باز رہے۔[5*] یہ سب لوگ اپنے اپنے قبائل کے سردار تھے، دولت مند تھے اور صاحب حکم تھے، اس لیے اُن کو جلد ہی مکہ کے بہت سے شریر لوگوں کی حمایت بھی حاصل ہو گئی جنھوں نے اپنے اِن سرداروں کے ساتھ مل کر اسلام دشمنی کو اُس کی انتہا تک پہنچا دیا۔ اِن شریر لوگوں میں اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث، نضر بن الحرث، امیہ بن خلف، نضر بن حارث، ابن زبعری، اخنس بن شریک، عقبہ بن ابی معیط جیسے لوگ شامل تھے جو قبل ازیں اپنی فطرت کے لحاظ سے بھی بدکردار تھے [6*]۔ یہ عربوں سرشت تھی کہ وہ تُند خو تھے، بہادر تھے، سخی تھے اور خود کو دین ابراہیم کا پیرو مانتے تھے اسی لیے تو مدتوں سے ایران کی زبردست مجوسی ریاست اور روم کی طاقتور عیسائی ریاست کے ہمسائے ہونے کے باوجود انھوں نے خود کو اِن کے ادیان سے دور رکھا تھا۔ عیسائیوں سے تو وہ اس لیے شدید نفرت کرتے تھے کہ ابرہہ نے بیت اللہ کو مسمار کرنے کی کوشش کی تھی اور یہودیت سے وہ اس لیے دور تھے کہ یہودی بخیل، بددیانت اور بزدل تھے اور عربوں کو اِن رذائل سے نفرت تھی۔ اہل قریش کو سارے عرب کی دینی

سیادت بھی حاصل تھی جس کے تحفظ کے لیے وہ سرگرم ہو چکے تھے اور اس عداوت میں وہ ہر حد سے گزر گئے تھے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے بدترین مخالف ثابت ہوئے انھوں نے طرح طرح کی باتیں کیں، نبی اکرم ﷺ اور اسلام سے لوگوں کو بدگماں کرنے کے لیے رنگ رنگ کے دھوکے تیار کیے اور اِن میں ایک یہ بھی تھا کہ؛

نبوت نبی اکرم ﷺ پہ ہی کیوں اتری مکہ یا طائف کے کسی رئیس یا سردار پہ کیوں نہ اتری۔
قرآن حکیم میں اس کا جواب اِن آیات کی صورت میں دیا گیا"۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ○

القرآن الحکیم (سورۃ زخرف 43 /آیات 3)

ترجمہ؛

"وہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کو اترنا تھا تو اِن دو شہروں مکہ اور طائف میں سے کسی رئیس اعظم پہ اترتا"۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اس سے اُن کا مطلب یہ ہوتا کہ قرآن یا تو مکہ کے رئیس ولید بن ربیعہ یا طائف کے رئیس ابو مسعود ثقفی پہ اترتا۔ یوں تو اہل عرب کی اسلام دشمنی کی کئی وجوہات بیان کی گئیں ہیں مگر ایک بہت اہم وجہ اُن کی قبائلی عصبیت بھی تھی قریش میں دو قبیلے نہایت ممتاز اور حریف یک دِیگر تھے اور وہ تھے بنو ہاشم اور بنو امیہ۔

جب تک حضرت عبدالمطلب زندہ رہے انھوں نے اپنی سخاوت اور سیادت سے بنو ہاشم کا پلڑا بھاری رکھا۔ مگر اُن کی وفات کے بعد اُن کا خاندان قدرے کمزوری کا شکار ہو گیا اور اُن کا اثر بنو امیہ کی نسبت کم ہو گیا تھا اس لیے کہ حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں سے حضرت ابو طالب اگرچہ صاحبِ دانش تھے مگر اُن کی معاشی حیثیت کمزور تھی۔

حضرت عباسؓ کی معاشی حیثیت اگرچہ اچھی تھی مگر وہ مال کو سمیٹ سمیٹ کر رکھنے والوں میں شمار کیے جاتے تھے اور یہ امر عربوں میں ایک عیب جانا جاتا تھا۔

باقی بچا ابولہب تو وہ بدچلن تھا، وہ شرابی تھا، چور تھا۔ اُس کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ اُس نے حرم محترم کے خزانے سے قیمتی غزال چرا کر بیچ کھائے تھے۔

اس لیے بنوامیہ کا اقتدار مستحکم ہوتا رہا۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے جب اپنی نبوت کا اعلان کیا تو بنو ہاشم عزت اور سیادت میں ایک بار پھر بنوامیہ سے بازی لے گئے۔ چنانچہ یہی دکھ تھا جس نے بنوامیہ کے لوگوں کے سینوں کو بغض کی آگ سے بھر دیا اور بنوامیہ ہر میدان میں اسلام کے مقابل اترے اگرچہ اُن کو ہمیشہ شکست کا سامنا رہا۔

چنانچہ بدر کے سوا مسلمانوں کے خلاف مبازرت کے تمام میدانوں میں قریش کی قیادت بنوامیہ نے ہی کی اور اُن کا سردار ابوسفیان تھا جو امیہ کا بیٹا اور حضرت امیر معاویہؓ کا باپ تھا۔

عقبہ بن ابی معیط جو نبی اکرم ﷺ کا بدترین دشمن تھا اُس کا تعلق بھی بنوامیہ سے ہی تھا۔

قبیلہ کے قریش میں سے ایک خاندان بنی مخزوم تھا جو بنو ہاشم اور بنوامیہ کے بعد قریش کا ایک اہم خاندان تھا۔ مگر اِس خاندان نے بھی نبی اکرم ﷺ سے دشمنی کی انتہا کر دی۔ اس خاندان کا سردار اگرچہ ولید بن مغیرہ تھا مگر اس خانوادے کے بدفطرت لوگوں کا سردار ابوجہل تھا۔ جو نبی اکرم ﷺ کے دشمنوں میں سرفہرست تھا جس نے مسلمانوں پہ ظلم ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ یہ بھی بنو ہاشم سے برابری کا دعویٰ کرتے تھے مگر حقیقت میں اُن سے بہت پست تھے جس کا اظہار خود ابوجہل نے بھی کیا ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ؛

ایک دفعہ اخنس بن شریک نے ابوجہل سے پوچھا؟

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟

ابوجہل نے جواب دیا:

ہم اور بنو عبد مناف یعنی بنو ہاشم ہمیشہ ایک دوسرے کے مدمقابل رہے اور ہم نے ایک دوسرے کے شرف تک پہنچنے کی کوشش جاری رکھی۔ جب انھوں نے مہمانداریاں کیں تو ہم نے بھی مہمانداری کی

،جب انھوں نے خون بہا دیئے تو ہم نے بھی خون بہا دیئے ، جب انھوں نے سخاوت کے خیمے گاڑے تو ہم نے بھی اُن کی مسابقت کی ، یہاں تک کہ جب ہم نے اُن کے کاندھے سے کاندھا ملا لیا تو بنو ہاشم نے کہا ہم پہ نبوت اور رسالت اتاردی گئی ہے اب تم بتاؤ ہم اُن کے مقابلے میں نبی کہاں سے لائیں؟؟؟

اس لیے خدا کی قسم! جب تک زندہ رہیں گے اُن سے عداوت کرتے رہیں گے۔

نبی اکرمﷺ نے اپنے معاشرے کو شرک سے انکار کی طرف بلایا اور توحید کی دعوت دی تا کہ اُن کا باطن صاف ہو سکے پھر اُن کی ظاہری صفائی اور طہارت پہ بھی زور دیا اسی لیے تو شراب سود جوئے اور زنا کو اسلام میں حرام قرار دے دیا گیا۔قریش کے اسلام سے گریز کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ بہت سی ظاہری غلاظتوں میں لتھڑے ہوئے تھے اس لیے راہ راست پہ آنے کے لیے تیار نہ تھے۔ بیان کیا گیا کہ اہل مکہ بہت سی بداخلاقیوں سے میں ملوث تھے،وہ شراب ، جوئے اور زنا کے عادی تھے، جھوٹ بولنا اُن کا پسندیدہ فعل تھا اس لیے اسلام اُن کے لیے پسندیدہ مذہب ہرگز نہ تھا چنانچہ وہ اسلام دشمنی پہ متفق ہو گئے۔

❖ ❖ ❖

3 نبوی، رمضان.... 10 قبل ہجرت ... جولائی 612ء ... 613ء

۳ نبوی، دیگر واقعات

تین نبوی میں رسول اللہ ﷺ نے قریش کو کھل کر اسلام کی دعوت دی۔ نتیجے کے طور پر قریش مکہ کھل کر اسلام کی مخالفت پر اتر آئے۔ قریش اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے پریشان ہو چکے تھے۔ وہ مسلمانوں کو مٹانے کے درپئے ہو گئے اور اسلام کے خلاف متحد و متفق ہو گئے۔ تاہم اُن کے اس اتحاد سے رسول اللہ ﷺ کے عزمِ دعوت یا مسلمانوں کے جذبہ ایمانی کو کوئی فرق نہ پڑا تھا۔ اس لیے کہ مسلمان دین اسلام کی حقانیت پر یقین کی منزل کو پہنچ چکے تھے اور قریش مکہ جہالت کی اندھی غار میں گر چکے تھے یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے مسلمانوں کے خلاف ظلم و جبر کا بازار گرم کر دیا تھا۔ تین نبوی کے دیگر واقعات ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

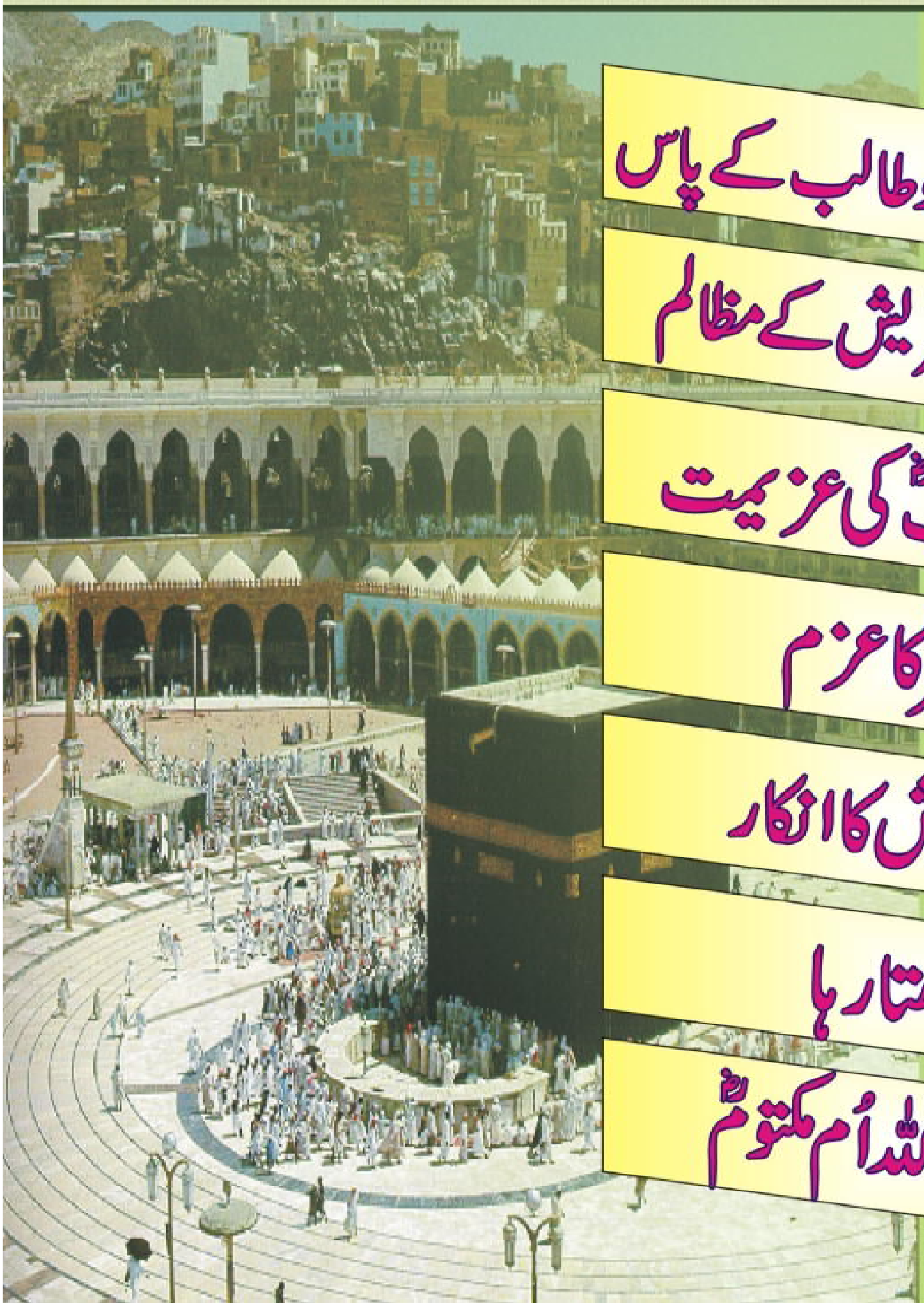
☜ رسول اللہﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کی شادی اُم ایمنؓ سے کرائی تھی حضرت اُم ایمنؓ کو برکتہ بھی کہا جاتا ہے۔اُم ایمن کی والدہ حضرت ایمن نے نبی اکرمﷺ کو گود میں کھلایا تھا اُن کا شمار آپﷺ کے خاندانی غلاموں میں ہوتا تھا جو آپﷺ کو اپنے باپ کی وراثت میں ملے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس جوڑے کو بیٹے سے نوازا۔نبی اکرمﷺ نے اُن کا نام اسامہ رکھا۔حضرت اسامہ بن زیدؓ کا شمار رسول اللہ ﷺ کے اکابر صحابہ میں کیا جاتا ہے۔رسول اللہﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اُس لشکر کا سربراہ مقرر کیا جس نے مملکت روم پر حملہ آور ہونا تھا۔حضرت اسامہ بن زیدؓ فاتح کی حیثیت سے واپس لوٹے۔قبل ازیں حضرت زید بن حارثہؓ جنگ موتہ میں تاج شہادت پہن چکے تھے۔حضرت اسامہ کو رسول اللہﷺ کی رحلت کا اس قدر دُکھ ہوا کہ کچھ عرصہ کے لیے شہر مدینہ کو چھوڑ گئے ازاں بعد حضرت عمرؓ کے حکم سے واپس تشریف لے آئے ۔حضرت فاروق اعظمؓ نے اُن کے لیے پانچ ہزار درہم کا وظیفہ مقرر کیا۔جب اس بات کا علم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ہوا تو انھوں نے اپنے باپ سے شکایت کہ آپ نے میرا وظیفہ دو ہزار درہم مقرر کیا ہے اور اسامہ کا پانچ ہزار تو حضرت عمرؓ نے انھیں جھڑک دیا اور فرمایا:سن وہ رسول اللہﷺ کو تجھ سے زیادہ محبوب تھے اور اُن کا باپ رسول اللہﷺ کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب تھا اس لیے ایسی بات نہ کہو۔حضرت اسامہ بن زیدؓ حضرت امیر معاویہ کے عہد تک زندہ تھے انھوں نے 54 ہجری میں انتقال فرمایا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☜ تین نبوی میں حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن یزید کی ولادت ہوئی۔اُن کا تعلق بنو خطمہ سے تھا۔صلح حدیبیہ کے موقع پر اُن کی عمر سترہ سال تھی اُن کے والد بھی رسول اللہﷺ کے صحابہ میں شامل تھے۔حضرت ابوموسیٰ بعد کی تمام مہمات میں شامل رہے۔

❖❖❖

4 نبوی بمطابق رمضان 9 قبل ہجرت 11 جولائی 613ء



وفدِ قریش ابو طالب کے پاس

مسلمانوں پر قریش کے مظالم

بلالؓ و صہیبؓ کی عزیمت

خبابؓ و یاسرؓ کا عزم

سردارانِ قریش کا انکار

قافلہ حق بڑھتا رہا

حضرت عبداللہ اُم مکتومؓ

4 نبوی، رمضان.... 9 قبل ہجرت ... جولائی 613ء ... 614ء

حضرت حصینؓ کا اسلام لانا

وہ مکہ کے باعزت لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور اُن لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے ابھی اسلام قبول نہ کیا تھا۔ دراصل وہ اپنی قوم کے مذہب ہی کو درست جانتے تھے اور اپنی قوم اور قبیلے کی عصبیت کی وجہ سے وہ کوئی نیا مذہب اختیار کرنے پہ تیار نہ تھے اور نہ انھیں اس بات میں دلچسپی تھی کہ حق کیا ہے۔ مگر حق کی روشنی ہمیشہ تیز اور خیرہ کن ہوتی ہے اس لیے وہ نہیں جانتے تھے کہ خود اُن کے اپنے بیٹے عمران بن حصین بھی اسلام کی دولت سے اپنے دامن کو بھر چکے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے جب اہل مکہ کو اسلام کی طرف بلایا تو یہ امر یقینی تھا کہ آپ ﷺ اُن کی بت پرستی کی مذمت کرتے اس لیے جب نبی اکرم ﷺ نے اہل مکہ کو اس بات کی طرف بلایا کہ اپنے بتوں کو چھوڑ دو یہ نہ نفع پہنچانے پہ قادر ہیں نہ نقصان۔ تو اس کے نتیجے میں عرب اُن کے دشمن ہو گئے جس کی کئی ایک وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔

مورخین نے لکھا ہے کہ؛

☚ کچھ عرب تو آپ ﷺ کے اس لیے خلاف ہو گئے کہ وہ ایمانداری سے اس بات پہ یقین رکھتے تھے کہ اُن کا مذہب ہی درست ہے اور باقی تمام مذاہب باطل ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اُن میں سے ایک طبقہ وہ تھا جن کا رزق اور آسودگی اس بات میں تھی کہ عرب بت پرستی جاری رکھیں۔ اِن میں عربوں کے پروہت اور پجاری تھے جو لوگوں کی طرف سے بتوں کو ڈالے گئے نذرانوں کو ہڑپ کر جاتے تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اور اُن میں کچھ لوگ وہ تھے جن کی سیاسی مصلحتیں انھیں اس بات کی اجازت نہ دیتی تھیں کہ وہ اُس بنے بنائے نظام کو اجاڑ دیں جس میں اُن کو حکومت اور سیادت بھی حاصل تھی اور یہ اہل قریش تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اور اُن میں کچھ وہ تھے جن کو بت پرستی سے تو خاص دلچسپی نہ تھی مگر وہ خاص بنو ہاشم کے ساتھ حسد میں مبتلا تھے۔ جیسا کہ ابو جہل نے کہا ہم نے ہر معاملے میں بنو ہاشم کی مسابقت کی اب وہ کہتے ہیں کہ اُن پہ نبوت اتری ہے تو ہم نبوت کہاں سے لائیں اس لیے چاہے وہ حق پہ ہی کیوں نہ ہوں ہم اُن پر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور یہ بنو امیہ تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اُن میں سے کچھ عرب ایسے تھے جن کو نہ قبائلی عصبیت سے علاقہ تھا اور نہ بتوں سے اُن کا

کوئی مفاد وابستہ تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی دعوت سے اس لیے چڑتے تھے کہ چونکہ اُن کے آباء بتوں کی پوجا کرتے ہوئے مر چکے تھے اس لیے اگر وہ بت پرستی کو کفر و شرک تصور کر کے نبی اکرم ﷺ کی پیروی اختیار کر لیں تو یہ لازمی امر ہے کہ اُن کو یہ بات تسلیم کرنا پڑتی کہ اُن کے آباء دین جاہلیت پہ مرے ہیں اور انھیں یہ گوارا نہ تھا کہ اُن کے بزرگوں کے مرنے کے بعد کوئی اُن پہ حرف رکھے اور اِن میں عام عربوں کی اکثریت تھی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اِن میں کچھ وہ بھی تھے جو اس لیے اسلام قبول کرنے سے گریزاں تھے کہ اسلام بے حیائی اور بری باتوں جیسا کہ شراب نوشی وغیرہ سے روکتا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اور اُن میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن کا کاروبار سود لینا تھا اس لیے وہ یہ تصور کرتے تھے اسلام قبول کرنے کی صورت میں وہ معاشی طور پہ تباہ ہو جائیں گے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اور اُن میں سے کچھ وہ بھی تھے جن کی فطرت میں کجی تھی اور وہ بغیر کسی وجہ کے ہی نبی اکرم ﷺ کی عداوت پہ اتر آئے تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اِن میں کچھ وہ بھی تھے جو جانتے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اُن کی سرداری جاتی رہے گی اور وہ عام آدمی بن کے رہ جائیں گے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اور قریش کے بعض سردار یہ کہتے تھے ہم آپ ﷺ پہ ایمان لے آئیں گے پہلے آپ ﷺ اپنے پاس سے اُن لوگوں کو اٹھائیں جو غریب ہیں نادار ہیں اور معاشرے میں جن کا کوئی مقام نہیں ہے، جن کے کپڑے پھٹے ہوئے ہوتے ہیں اور جن میں سے اکثر غلام ہیں پھر ہم آپ ﷺ کے پاس آئیں گے اور آپ ﷺ کی بات سنیں گے اور یہ کہ ہمیں اِن غلاموں کے ساتھ بیٹھنے میں شرم آتی ہے اور یہ عربوں کے متکبرین تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اور اُن میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن پہ اسلام کا حق ہونا واضح ہو چکا تھا مگر وہ کہتے تھے نبی اکرم ﷺ پہلے اپنے خاندان یعنی قریش سے نمٹ لیں اُس کے بعد وہ اسلام قبول کر لیں گے ابھی اسلام قبول کر کے وہ قریش کی دشمنی مول لینے کو دانشمندی نہیں سمجھتے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اور اُن میں سے کچھ وہ بھی تھے جو اسلام سے اس لیے گریزاں تھے کہ اُن کے خیال میں اتنی بڑی اور بارونق کائنات کو ایک خدا چلا ہی نہیں سکتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس کے کئی مددگار اور شریک ہوں مگر چونکہ یہ بات اسلام کی بنیاد کے خلاف تھی اس لیے اُن لوگوں کے استدلال کو رد کر دیا گیا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اُن میں سے کچھ وہ بھی تھے جو چاہتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ اُن سے وعدہ کریں کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد حکومت اُن کو مل جائے گی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اورعربوں میں سے کچھ وہ بھی تھے جو نبی اکرم ﷺ کو عربوں کے عظیم تاریخی ورثہ سے محروم کرنے والا قرار دے کر اسلام سے منہ موڑے ہوئے تھے۔اُن کے خیال میں وہ دین ابرہیم کے پیرو ہیں اس لیے انھیں مزید کسی راہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔وہ اس بات کو ماننے سے انکاری تھے کہ دین ابراہیم سے اب اِن کے دامن میں کچھ بھی نہیں بچا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اورانھی میں سے کچھ وہ بھی تھے جن کے خبث باطن کی وجہ سے خود اللہ تعالیٰ نے اِن کے دلوں پہ مہر لگا رکھی تھی اور وہ اسلام قبول کرنے سے قاصر تھے اِن میں ابولہب، ابو جہل اور عقبہ بن ابی معیط اور دیگر کئی عرب شامل تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☚ اوراُن میں سے کچھ وہ بھی تھے جو اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے پیرو تھے اور اسلام کو اپنے مذہب پہ فوقیت دینے کے لیے تیار نہ تھے اِن میں عربوں کے کچھ عیسائی اور یہودی شامل تھے اگرچہ یہودیوں کی تعداد کثیر تھی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

ہم حصین کے قبول اسلام کا تذکرہ کررہے تھے کہ بات ذرا دور نکل گئی۔جب نبی اکرم ﷺ نے بت پرستی کی مذمت کی اوراُن کے آباء کو جاہل اور گمراہ کہا تو عرب آپ ﷺ سے دشمنی پہ اتر آئے۔مگر چونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کا خاندان بنو ہاشم اُن کی پشت پہ ہے اور نبی اکرم ﷺ سے کوئی زیادتی برداشت نہیں کرے گا اس لیے وہ آپ ﷺ پہ براہ راست ہاتھ ڈالنے سے ڈرتے تھے اور مذاکرات کو ترجیح دیتے تھے۔چنانچہ اہل مکہ کے کچھ لوگ حضرت حصین کے پاس حاضر ہوئے اوراُن سے کہا: محمد ﷺ نے ہمارے آباء کو جاہل قرار دیا ہے اُن کو گالی دی ہے وہ ہمارے معبودوں کو دن

رات برا کہتے ہیں ہم اس لیے آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں کہ آپ اُن سے بات کریں اور انھیں سمجھائیں۔

حضرت حصین نے کہا:

تمھاری بات درست ہے چلو اُن سے بات کرتے ہیں۔

تب نبی اکرم ﷺ دارِ ارقم میں مقیم ہو چکے تھے۔

حصین دارِ ارقم پہنچے اور قریش کے لوگوں سے کہا:

تم لوگ یہیں رکو: میں اندر جا کر اُن سے اس معاملے پہ تفصیلاً بات کرتا ہوں۔

چنانچہ قریش باہر ہی ٹھہر گئے۔

جب حصین اندر داخل ہوئے تو دربارِ نبوی کے ماحول سے متاثر ہوئے اور ساتھ ہی نبی اکرم ﷺ کے حسن سلوک نے بھی اُن کا دِل موہ لیا۔

جب حصین اندر داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے لوگوں سے کہا:

اپنے اس بزرگ سردار کے لیے جگہ بناؤ۔

لوگ اِدھر اُدھر ہو گئے اور حصین نبی اکرم ﷺ کے سامنے جا بیٹھے۔

حضرت حصین نے محسوس کیا کہ وہ کچھ مرعوب سے ہو گئے ہیں تا ہم انھیں اپنی دانش پہ مکمل اعتماد تھا اس لیے انھوں نے آپ ﷺ سے بات چیت شروع کی۔

حصین نے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کیا اور کہا:

ہم نے سنا ہے کہ آپ ﷺ ہمارے معبودوں کی توہین کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حصین تم کتنے معبودوں کی پرستش کرتے ہو؟

حصین نے کہا:

سات معبودوں کی اِن میں چھ معبود تو زمین میں ہیں اور ایک آسمان میں ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے حصین سے اگلا سوال کیا؟

سنو حصین جب تم کسی بھاری مصیبت میں مبتلا ہوتے ہو اور کوئی چارۂ کار نہیں پاتے تو اِن سارے

معبودوں میں سے کس پہ زیادہ اعتماد کرتے ہو، کس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو، کون تمھاری ضروریات پوری کرتا ہے؟

حصین نے جواب دیا: وہ جو آسمانوں میں ہے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے کہا:

حصین کیا تم اس بات کو عدل جانتے ہو کہ تمھاری ضروریات وہ آسمانوں والا پورا کرے، دکھ کے وقت وہ تمھارا ہاتھ تھامے، مصیبت میں وہ تمھاری مدد کو آئے اور جب سجدے کا وقت آئے تو تم آسمان والے کو چھوڑ کر زمین والوں کو سجدہ کرو؟

حصین کے پاس چونکہ اس بات کا کوئی جواب نہ تھا اس لیے وہ خاموش ہو رہا اور اسی خاموشی کے دوران ہی اس کے دل کے اندر روشنی ہوتی چلی گئی اور اُس نے سوچا کیوں نہ میں اُس عدل والی بات کی طرف آ جاؤں جس میں کوئی شبہ نہیں۔

اس لیے جب نبی اکرم ﷺ نے اُس کو کہا:

حصین اسلام قبول کر لو اس میں تم کو سلامتی حاصل ہو گی۔

تو حصین نے بغیر کچھ کہے خاموشی سے بیعت کرنے کے لیے اپنا ہاتھ نبی اکرم ﷺ کی طرف بڑھا دیا۔ لوگ اس امر سے بہت خوش ہوئے زور سے تکبیر کہی گئی۔ اس لیے کہ اگرچہ اب اُن کی تعداد چالیس پچاس کے قریب تھی مگر اُن میں کوئی قابل ذکر آدمی موجود نہ تھا اور حصین بلا شبہ مکہ کا قابل ذکر آدمی تھا۔ لوگ آگے بڑھے اور والہانہ انداز میں اُن کو مبارک دینے لگے۔

اور مبارک دینے والوں میں جو شخص سب سے پہلے آگے بڑھا وہ عمران بن حصین تھا جس کو حصین نے اس مجلس میں ابھی دیکھا تک نہ تھا۔ عمران رو رہا تھا اور اُس نے اپنے باپ کے ہاتھ چومے اور سر کو بوسہ دیا۔

ماحول انتہائی جذباتی ہو چکا تھا۔

خود نبی اکرم ﷺ کے بھی آنسو نکل آئے تھے اور ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ نبی اکرم ﷺ روئے ہوں۔

صحابہؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

میں دراصل اس لیے رویا تھا کہ جب حصین یہاں داخل ہوئے ہیں تو لوگوں نے اِن کی عزت و تکریم

کی، اِن کے لیے جگہ بنائی مگر خود اُن کے بیٹے عمران ٹس سے مس نہ ہوئے۔ نہ وہ اپنی جگہ سے ہلے اور نہ ہی اپنے باپ کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے۔ چنانچہ عمران نے پہلے اپنا وہ فرض ادا کیا جس میں دین کی غیرت پائی جاتی ہے اور جب اُن کے باپ اسلام لے آئے تو انھوں نے وہ فرض ادا کیا جو اُن کا حق تھا اس لیے میرے آنسو نکل آئے۔

چنانچہ حصین اپنے اسلام سے مسرور تھے اور اس بات پہ بھی خوش تھے کہ اُن کا بیٹا تو اُن سے پہلے ہی راہ ہدایت پہ آ چکا ہے۔

تب اُن کو وہ قریشی لوگ یاد آئے جو اُن کے انتظار میں باہر کھڑے تھے۔

تب حضرت حصین نے رسول اللہﷺ کو بتایا کہ میں تو آپﷺ کی محفل میں آ کے اس بات کو بھول ہی چکا تھا کہ میں آپﷺ کے پاس قریش کا نمائندہ بن کے آیا ہوں۔ اور اب وہ باہر میرا انتظار کر رہے ہیں۔

ادھر قریش کے لوگ اُن کا انتظار کر رہے تھے۔

وہ اُنھی کے متعلق بات کر رہے تھے۔

اُن میں سے ایک بولا:

محمد رسول اللہﷺ کے پاس جو شخص اتنی دیر بیٹھا رہے سمجھو کہ وہ بد دین ہو گیا ہے۔

کچھ دوسرے لوگوں نے اس سے اختلاف کیا اور کہا:

نہیں حصین ایسا نہیں ہے۔

وہ بہت سمجھدار آدمی ہے ہم اُس سے یہی توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے معاملے کا کوئی حل تلاش کر رہے ہوں گے۔

پھر حضرت حصین باہر آئے۔

اور آگے آگے اُن کا بیٹا عمران تھا جس نے اپنی تلوار ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور وہ بے نیام تھی اور قریش کو اُن کے متعلق شک تھا کہ وہ بھی "بے دینوں" میں شامل ہے۔

پھر اُن کا شک پختہ ہو گیا۔

عمران نے اُن کو للکارا اور کہا:

اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ میں اور میرا باپ محمد ﷺ کے دین پہ ہیں۔

حضرت حصین اور حضرت عمران کے ساتھ کئی اور صحابہ بھی موجود تھے جن کو نبی اکرم ﷺ نے اس بات پہ معمور کیا تھا کہ وہ حصین کو اُن کے گھر تک پہنچا کے آئیں مبادا کہ قریش اُن کو ایذا پہنچانے کی کوشش کریں۔اور یہ وہ مناظر ہیں جن سے ایمان کو پختگی اور حلاوت حاصل ہوتی ہے۔سرزمین مکہ میں اُن دِنوں کفار قریش کی جو ہیبت تھی اور اسلام دشمنوں کا جو اتحاد تھا اُن دِنوں میں اسلام قبول کرنا بڑے دل گردے کا سودا تھا۔مگر یہ بات عربوں کی سرشت میں شامل تھی کہ جب وہ حق بات کو جان جاتے تب اُن کو اس سے دور رکھنا ممکن نہ تھا چاہے انھیں اِس کی کوئی بھی قیمت ادا کرنا پڑے۔

❖ ❖ ❖

4 نبوی، رمضان.... 9 قبل ہجرت ... جولائی 613ء ... 614ء



یاد رہے کہ دنیا میں رونما ہونے والا ہر انقلاب اول اول زیر زمین جنم لیتا ہے۔ چنانچہ تحریک اسلامی کی بنا پہ بپا ہونے والے عظیم الشان اسلامی انقلاب کی بنیاد بھی دارِ ارقم میں رکھی گئی جو مکہ کے ایک کونے میں کوہ صفا کے دامن میں تھا۔ مسلمان وہاں دین اسلام کی ترویج کے لیے مشاورت کرتے اور اس کے بعد عرب معاشرے میں اپنے اثرات ثبت کرتے۔ چنانچہ مکہ میں اسلام ایک ہموار آہستگی کے ساتھ پھیل رہا تھا جس کو کفار مکہ بھی محسوس کر رہے تھے اس لیے مسلمانوں کی بڑھتی تعداد کفار قریش کے تعصب اور عناد کو مزید بڑھاوا دے رہی تھی۔ قریش براہ راست نبی اکرم ﷺ پہ ہاتھ ڈالنے سے گریزاں تھے اس لیے کہ انھیں بنی ہاشم کا خوف لاحق تھا۔

چنانچہ انھوں نے باہم مشاورت سے طے کیا کہ اس بارے میں حضرت ابوطالب سے بات کی

جائے جو بنو ہاشم کے سردار اور محمد ﷺ کے پشت پناہ تھے۔ چنانچہ قریش کا ایک وفد حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اس وفد میں اہل مکہ کی اکثر اہم شخصیات شامل تھیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اُن میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، عاص بن ہشام، اسود بن مطلب، ابوجہل ابن ہشام، ہشام بن مغیرہ، عبداللہ بن عمرو بن مخزوم، حجاج بن عامر اور عاص بن وائل شامل تھے۔

انھوں نے حضرت ابوطالب سے کہا:

آپ ہمارے بڑے ہیں اور آپ کا جتنا احترام ہمارے دلوں میں ہے اس کو آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں اور آپ ہمارے دین پر بھی ہیں۔ اس لیے ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں کہ آپ اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو سمجھائیں کہ وہ ہمارے معبودوں کی توہین کرنا چھوڑ دیں۔ ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہنا چھوڑ دیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ درمیان سے ہٹ جائیں تب ہم جانے اور وہ جانیں۔

حضرت ابوطالب نے اپنی قوم کے اِن بااثر افراد کی بات غور سے سنی اور انھیں خوبصورتی سے ٹال دیا۔

قریش وہاں سے چلے گئے۔

تاہم حضرت ابوطالب نے نبی اکرم ﷺ سے کچھ نہیں کہا۔

رسول اللہ ﷺ بدستور اپنے مقصد کو نظر میں رکھے لوگوں کو گمراہی سے ہدایت کے اجالوں کی طرف بلا رہے۔ قرآن کی دلنشیں آیات لوگوں کے دلوں میں چھید کر رہی تھیں، اور اسلام کی سادہ اور سہل تعلیمات دل کو موہ لینے والی تھیں اس لیے وہ لوگ جو حق پسند تھے قافلہ حق کے ساتھ شامل ہو رہے تھے، ایک ایک کر کے اسلام کا قافلہ نمو پا رہا تھا اور قریش بھی اس بات کو نہایت غور سے دیکھ رہے تھے اور یہی بات اُن کی سب سے بڑی پریشانی بن گئی تھی۔ وہ دیکھتے کہ کبھی اِس کا بیٹا اسلام لے آیا ہے تو اُس کا بیٹا مسلمان ہو گیا ہے، وہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں پر نظر رکھتے اور اُن کو رسول اللہ ﷺ سے دور رکھنے کی کوشش کرتے۔ اسی طرح اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے جو تدبیر بھی اُن کی سمجھ میں آتی وہ اس کو اختیار کرتے مگر اُن کی تمام تدبیروں کے الرغم شہر مکہ میں اسلام کی روشنی پھیلتی اور اسی

بات نے اُن کی راتوں کی نینداور دن کا چین چھین لیا تھا۔

❖ ❖ ❖

4 نبوی، رمضان.... 9 قبل ہجرت ... جولائی 613ء ... 614ء

حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ

انھی دِنوں نبی اکرم ﷺ کا گزر قریش کی ایک محفل سے ہوا جس میں قریش کے بڑے بڑے مشرک موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ اگر یہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو اِن کے بعد اُن کی قوم اسلام قبول کرنے میں دیر نہ لگائے گی اور لوگوں میں اللہ کا دین پھیل جائے گا۔ قریش کی اِس محفل میں ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ ابن ربیعہ، امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ بھی شامل تھے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ چلتے چلتے رُک گئے اور اپنا رخ قریش کی اس مجلس کی طرف کر دیا۔ آپ ﷺ نے اہل قریش کو مخاطب کیا اور کہا' اے میری قوم کے لوگو! کیا اُس پیغام میں جو میں لے کر تمھاری طرف اترا ہوں تم کو اس میں کوئی بھلائی نظر نہیں آتی۔

لوگوں نے کہا: کیوں نہیں۔

خدا کی قسم وہ پیغام تو بہت ہی عمدہ ہے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے میری قوم کے لوگو:

میں جو کچھ کہتا ہوں اس میں تمہیں برائی کی کوئی بات نظر آتی ہے۔

قوم نے کہا: بخدا! بالکل نہیں۔

اسی وقت جب آپ ﷺ اہل قریش کے سرداروں سے بات چیت کر رہے تھے حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ اُن کے پاس پہنچے اور آپ ﷺ کا بازو پکڑ لیا تا کہ آپ ﷺ اُن کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

انھوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ

اللہ نے جو کچھ آپ ﷺ پہ اتارا ہے اُس میں سے کچھ مجھے بتائیے؟

مورخین نے لکھا ہے کہ:

حضرت عبداللہ ابن مکتومؓ نابینا تھے اور وہ حضرت خدیجہؓ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ انھوں نے ابتداء میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ یہ اُس وقت آپ ﷺ کے پاس پہنچے جب آپ ﷺ ولید بن مغیرہ سے بات چیت میں مصروف تھے۔ آپ ﷺ نے جب دیکھا کہ آج قریش آپ ﷺ کے ساتھ ترشی کے بجائے بھلائی سے پیش آ رہے ہیں اور آپ ﷺ کی باتوں کا جواب بھی عمدگی سے دے رہے ہیں تو آپ ﷺ کے دل میں یہ بات آئی کہ شاید قریش کے یہ اہم لوگ اُن کی باتوں سے متاثر ہو کر دین اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے اپنی پوری توجہ اہل قریش پہ مذکور کر رکھی تھی۔ اِدھر عبداللہ بن اُم مکتوم بار بار آپ ﷺ کے بازو کو ہلا رہے تھے اور آپ ﷺ سے قرآن سننے کی درخواست کر رہے تھے۔

آپ ﷺ کو اُن کا یہ عمل گراں گزر رہا تھا۔

اس لیے آپ ﷺ نے عبداللہ بن اُم مکتوم نے سے اپنا بازو چھڑا لیا اور پوری طرح اہل قریش کی طرف متوجہ ہو گئے۔

مگر حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ چونکہ اندھے تھے اس لیے وہ اس ماحول سے نا آشنا تھے چنانچہ وہ پھر آگے بڑھے اور آپ ﷺ کا بازو تھام لیا۔ نبی اکرم ﷺ چونکہ قریش کے سرداروں کے ساتھ پوری توجہ کے ساتھ محو گفتگو تھے اس لیے آپ ﷺ کو حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کا یہ عمل ناگوار گزرا اور آپ ﷺ نے اُس شخص کو اشارہ کیا جو حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کو تھامے ہوا تھا کہ اِن کو ابھی مجھ سے دور رکھو۔

اس کے بعد آپ ﷺ پھر سے اہل قریش کی طرف متوجہ ہو گئے۔

مگر حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کی قرآن سمجھنے کی بے چینی آسمانوں کو پار کر گئی اور اس کا جواب بھی آسمانوں کے پار سے ہی آیا۔یعنی اس واقعے پہ قرآن نازل ہوا جس میں نبی اکرم ﷺ کو اُن کے رویہ بھی متنبہ کیا گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۝ أَن جَاءَهُ الْأَعْمَى ۝ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى ۝ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَى ۝ أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَى ۝ فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّى ۝ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّى ۝ وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَى ۝ وَهُوَ يَخْشَى ۝ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّى ۝ كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ۝ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ عبس 80 ؛آیات 1-14)

ترجمہ :

”چیں بہ چیں ہوئے اور منہ پھیر لیا (اس وجہ سے) کہ اُن کے پاس ایک نابینا آیا اور آپ کیا جانیں کہ وہ پاکیزہ تر ہو جاتا یا وہ غور کرتا تو نفع پہنچاتی اسے یہ نصیحت ،لیکن وہ جو پرواہ نہیں کرتا آپ اس کی طرف تو توجہ کرتے ہیں اور آپ ﷺ پہ کوئی ضرر نہیں اگر وہ ہدایت قبول نہ کرے اور جو آپ ﷺ کے پاس آیا ہے دوڑتا ہوا وہ بھی ڈر رہا ہے تو آپ اُس سے بے رخی برتتے ہیں ایسا نہ چاہیے کہ یہ تو نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اسے قبول کرے ایسے صحیفوں میں ثبت ہے جو معزز ہیں بلند مرتبہ اور پاکیزہ ہیں“۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

یعنی اللہ تعالیٰ نے ولید ابن مغیرہ پہ حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کو برتری عطا فرمائی۔اس لیے کہ اُن کا جذبہ اعلیٰ اور قابل قدر تھا،اسی لیے کہ وہ تو نابینا تھے اور تکلیف اٹھا کے آئے تھے جو اسلام سے اُس کی

زبردست دلچسپی کی دلیل تھی۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کی تکریم فرمائی اور اُن کے لیے قرآن اتارا گیا۔

چنانچہ قرآن اترنے کے بعد خود نبی اکرم ﷺ کے دل میں اُن کی عزت بڑھ گئی تھی۔اس لیے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ جب بھی آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ﷺ اُن کے لیے اپنی چادر بچھاتے اور اُن سے کہتے خوش آمدید وہ شخص آیا ہے جس کی وجہ سے میرے پروردگار نے مجھ پہ عتاب فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کے رتبے کے متعلق حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے بھی کچھ اندازہ ہوتا ہے۔علامہ شبعیؒ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک شخص حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس حاضر ہوا۔

تب حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ اُن کے پاس بیٹھے تھے۔اور حضرت عائشہ صدیقہؓ اُن کے لیے لیموں کاٹ کاٹ کر شہد ملا رہی تھیں اور انھیں کھانے کے لیے دے رہی تھیں۔

اس شخص نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا؟

ایسا کس لیے؟(یعنی آپ اس شخص کی اتنی تکریم کیوں فرما رہی ہیں)؟

تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا:یہ اس لیے کہ جب نبی اکرم ﷺ پر سورۃ عبس کی آیات اتریں تب سے ہمارے گھروں میں اِن کی اسی طرح تکریم کی جاتی ہے۔

آنحضرت محمد ﷺ جب مدینہ تشریف لے گئے اور اسلام کے دشمنوں سے نمٹنے یا لوگوں کو دعوت دینے یا قریش سے جنگوں کے وقت جب بھی آپ ﷺ کو مدینے سے باہر جانا پڑتا تو اکثر و بیشتر آپ ﷺ عبداللہ بن اُم مکتومؓ کو ہی مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا کرتے تھے اور یہ آپ ﷺ کی اُن سے محبت تھی کہ آپ ﷺ اُن کو اپنا نائب مقرر کرتے اور آپ ﷺ کے جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ ہی اہل مدینہ کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔

اہل قریش کی جہالت کی وجہ سے شہر مکہ کی فضا کشیدہ ہو چکی تھی، مسلمان عام طور پہ مغلوب تھے اس لیے اسلام قبول کرنے والوں میں اکثر غلام یا غریب لوگ شامل تھے جن کی اس معاشرے میں کوئی حیثیت نہ تھی اور وہ کافروں کا آسان ہدف تھے۔

4 نبوی، رمضان.... 9 قبل ہجرت ... جولائی 613ء ... 614ء

قریش کی زبان درازیاں

اہل قریش پر بنو ہاشم کا بہت رعب تھا اور اسلام کی حقانیت دلوں کو تسخیر کرتی جارہی تھی جس کی وجہ سے قریش کا غیظ وغضب بھی بڑھ رہا تھا۔ مکہ کی صورتِ حال قدرے کشیدہ تھی۔ تاہم نبی اکرم ﷺ کو دعوت دینے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی کیونکہ بنو ہاشم کمر بستہ اُن کی پشت پہ تھے۔ اس لیے کفار نے آپ ﷺ کو اذیت دینے کے لیے اب نیا حربہ اپنایا تھا۔ وہ جہاں بیٹھتے آنحضرت محمد ﷺ کی برائی کرتے۔ لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے کے لیے طرح طرح کی بودی دلیلیں پیش کرتے۔ وہ کہتے چھوڑو وہ تو ایک بے اولاد شخص ہیں (اگرچہ آنحضرت محمد ﷺ کی چار بیٹیاں اُس وقت موجود تھیں لیکن عرب عام طور پہ اولاد سے مراد بیٹے لیا کرتے تھے)۔

چونکہ آنحضرت کے دونوں بیٹے طاہر اور طیب بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے اس لیے کفار اس طرح

کی باتیں کرتے۔عام طور پہ ابوجہل اس قسم کی باتیں کرنے میں پیش پیش تھا۔
تاہم ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ یہ بات سب سے پہلے عاص بن وائل سہمی نے کہی تھی کہ اُن کی باتوں پہ غور کرنا چھوڑ دو وہ تو ایک بےاولاد شخص ہیں۔
مگر اکثر مورخین کا خیال ہے کہ یہ بات ابوجہل نے کہی تھی۔
وہ کہتا کہ چونکہ اُن کے کوئی بیٹا نہیں ہے اس لیے نہ اُن کی نسل نے آگے چلنا ہے اور نہ ہی وہ بات باقی رہے گی جسے وہ پیش کر رہے ہیں۔
تب اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ سورہ اتاری۔

اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ؕ O فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ ؕ O اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ O

القرآن الحکیم (سورۃ کوثر108/ آیت ؛ 1-3)

ترجمہ؛

''بے شک ہم نے آپ ﷺ کو کوثر (ایک حوض، یا ایک نہر) عطا فرمایا ہے اور ہر خیر کثیر عطا فرمایا سو ان نعمتوں کے شکر میں آپ ﷺ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے یقیناً آپ ﷺ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

امام سہیلی نے لکھا کہ آنحضرت محمد ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسم جس کی وجہ آپ ﷺ کی کنیت ابو قاسم ہو گئی تھی نے جب وہ سواری کرنے کے قابل ہوئے تو وفات پائی جس کی وجہ سے آپ ﷺ بہت پر ملال تھے۔
تب عاص بن وائل سہمی اور بعض کے مطابق ابوجہل نے یہ بات کہی کہ آپ ﷺ بے اولاد ہو گئے ہیں۔چنانچہ اس صدمے کے مداوے اور کفار کی زبان درازی کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ کوثر اتاری۔جس میں آپ ﷺ کو کوثر کی بشارت دی گئی۔
بعض لوگوں نے کہا کہ؛

کوثر ایک بہت بڑا حوض ہے جس کا پانی خوشبودار اور مصفا ہے اور آنحضرت محمد ﷺ روز قیامت مومنین کی پیاس اس حوض کے پانی بجھائیں گے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو بتایا کہ کفار کی باتوں اور حضرت قاسم کی وفات سے جو تکلیف آپ ﷺ کو پہنچی ہے جس پر آپ ﷺ نے صبر کیا تو یہ کوثر اُس صبر کا انعام ہے۔

امام سہیلی کے بیان سے ہم متفق نہیں کہ انھی ایام میں حضرت قاسم فوت ہوئے اور یہ کہ وہ سوار ہونے کی عمر کو پہنچے تھے۔ حقیقت یہ کہ وہ شیر خوار تھے جب انھوں نے وفات پائی تھی اور یہ بھی ثابت شدہ امر ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل وفات پائی تھی۔ تاہم بہت سی روایات اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں کہ سورہ کوثر رسول اللہ ﷺ کی حوصلہ افزائی کے لیے ہی نازل کی گئی تھی۔ چنانچہ بات صرف اس قدر ہے کہ قریش آپ ﷺ کو اس بات کا طعنہ دیا کرتے کہ آپ ﷺ کسی بیٹے کے باپ نہیں ہیں اسی طعنے کے جواب میں سورہ کوثر نازل کی گئی۔

آپ ﷺ کو مزید ہدایات دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ پس آپ ﷺ نماز پڑھا کریں اور اللہ کی راہ میں قربانی کریں یقیناً آپ ﷺ کا دشمن بے نام ونشان ہو جائے گا۔

مفسرین نے اِن آیات کی تشریح میں لکھا ہے کہ؛

اس سے یہ مراد نہ تھا کہ عاص یا ابو جہل کی نسل نہ چلے گی بلکہ اُس سے مراد یہ تھی کہ اُن کی اولاد اپنے باپوں سے پھر جائے گی۔ جیسا کہ عاص کے بیٹے اپنے باپ کے وارث نہ بنے بلکہ انھوں نے اپنے باپ سے اپنا تعلق توڑ لیا تھا اور آنحضرت محمد ﷺ کے دین میں آ گئے تھے اور اسلام نے اُن کو اُن کے باپ سے روک لیا تھا۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ اُن کے بیٹے آنحضرت محمد ﷺ کی امت میں داخل ہو گئے۔ امہات المومنین اُن کی مائیں بن گئیں اور نبی اکرم ﷺ اُن کے باپ کی طرح ہو گئے۔ عاص بن وائل جیسے لوگ ہی بے نام نشان اور بے اولاد ثابت ہوئے۔ چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ کو کوثر عطا کیا گیا تو اس سے یہی مراد ہے کہ آپ ﷺ کی امت کثیر ہو گی۔ دنیا میں کوثر سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ اس سے یعنی اپنے علم سے اپنے متبعین کو وہ غذا دیں جو اُن کی روحوں کو حیات نو بخش دے اور آخرت میں آپ ﷺ انھیں آبِ کوثر سے سیراب کر کے حیاتِ جاوداں عطا فرما دیں اور یہی حقیقی کامیابی ہے جس کی طرف اسلام لوگوں کو بلاتا ہے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ؛

عام طور پہ جب نبی اکرم ﷺ حرم پاک میں جلوہ افروز ہوتے تو آپ ﷺ کے ساتھ حضرت خباب بن الارتؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابوفکیہؓ، حضرت صہیب رومیؓ اور حضرت بلالؓ جیسے لوگ ہوتے جنھیں قریش معاشرے کے سب سے نچلے درجے کے لوگ جانتے تھے

چنانچہ آپ ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے وہ یہ کہتے کہ کیا یہی وہ کنگال لوگ ہیں جن پہ اللہ تعالیٰ نے حق وصداقت کی راہیں فروزاں کی ہیں؟

کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے چن لیا ہے؟

کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت صرف اِن لوگوں کے لیے مختص کر دی ہے؟

حالانکہ بظاہر تو ہم اُن سے بہت آسودہ اور طاقتور ہیں تو پھر کیوں نہ اللہ تعالیٰ نے مکے کے اُن لوگوں کو ہدایت فرمائی جو آسودہ حال اور صاحب ثروت تھے اپنے اپنے قبیلوں کے سردار تھے اور جن کی بات ہر جگہ سنی جاتی ہے۔ آنحضرت محمد ﷺ کے پیروی کرنے والوں میں اکثر غلام بے آسرا اور نادار لوگ شامل ہیں جن کو معاشرے اور سماج میں کو اہمیت ہی حاصل نہیں۔ مگر یہ اہل کفار کی ایک بہت بڑی غلط فہمی تھی اور وہ اللہ کی نعمتوں پہ شکر ادا کرنے کی بجائے ضد کی راہ پہ تھے جس نے بالآخر انھیں تباہ و برباد کر دیا۔ اُن میں سے تھوڑے ہی ایمان لائے باقی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح مٹا دیا جس طرح آندھی صحرا میں نظروں کو مٹا دیتی ہے۔

اور وہ لوگ کہتے کہ؛

اگر آپ ﷺ کا پیغام حق ہوتا تو اِن نادار لوگوں سے پہلے ہم ایمان لاتے اس کی تصدیق کرتے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اِن ناداروں کو چھوڑ کر ہمارے لیے مختص فرماتا۔

اہل قریش مال و دولت اور اولاد کو ہی کامیابی کی ضمانت جانتے تھے۔

وہ بلالؓ و صہیبؓ جیسے لوگوں سے جو غلام تھے کراہت کھاتے تھے۔

مگر نہیں جانتے تھے کہ بلالؓ، صہیبؓ اور خبابؓ جیسے لوگوں کا ذکر تو آسمانوں میں کیا جاتا ہے اور اُن کے درجات کس قدر بلند ہیں یہی تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے حوصلوں کو کفار کے جبر کے مقابل آزمایا اور جنت کی اُن رفعتوں کو حاصل کیا جن کو بیان کر دیا گیا ہے۔ کفار جن کی عقلوں پہ پتھر پڑ

چکے تھے اور جن کے دلوں پہ مہر لگائی جا چکی تھی وہ کس طرح جان سکتے تھے کہ بظاہر اِن پھٹے پرانے کپڑے والوں کی آسمانوں میں کتنی تکریم ہے کتنا تذکرہ ہے۔

اُن کا استہزاء اُن کے درجے کو کم نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے باطل خیالات کی تردید میں قرآن حکیم کی یہ آیات نازل فرمائیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ؛

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ○ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا ۢ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

القرآن الحکیم (سورۃ الانعام6/آیت ؛ 56-52)

ترجمہ؛

''اور دور نہ کرو انھیں، جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام اور اُس کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں، تم پر اُن کے حساب سے کچھ نہیں اور اُن پر تمھارے حساب سے کچھ نہیں پھر تم انھیں دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے اور یونہی ہم نے اُن میں سے ایک کو دوسرے کے لیے فتنہ بنایا ہے کہ مالدار کافر محتاج مسلمان کو دیکھ کر کہیں کیا یہ ہیں جن پہ اللہ نے یہ احسان کیا ہے ہم میں سے کیا اللہ خوب نہیں جانتا ؟حق سے ماننے والوں کو اور جب تمھارے حضور وہ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پہ ایمان لاتے ہیں تو اُن سے فرماؤ تم پہ سلام ہے تمھارے رب نے اپنے ذمہ کرم و رحمت لازم کر لی ہے کہ تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو بے شک اللہ عزوجل بخشنے والا اور

معاف فرمانے والا ہے"۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

چنانچہ کفار کا یہی وہ رویہ تھا جن کا رد اِن آیات میں کیا گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ اُن لوگوں کے ساتھ نرمی اور مروت کے ساتھ پیش آئیں جو آپ ﷺ پہ ایمان لا چکے ہیں اور اُن لوگوں کی پرواہ کرنا چھوڑ دیں جو آپ ﷺ کی راہ میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔ چنانچہ ابوجہل جیسے بدبخت اور عاص بن وائل جیسے کوڑھ مغز انسانوں سے دور رہنے ہی میں مصلحت تھی۔ تاہم وہ نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ہدایات اور مسلمانوں کے ہراول دستے کی دلجوئی کے لیے قرآن حکیم میں یہ آیات تاریں۔

اور اِن آیات میں آپ ﷺ کو یہ بھی بتایا گیا کہ؛

اُن کے دشمنوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی دردناک عذاب کا فیصلہ کیا ہے جس میں عنقریب ہی اِن کو مبتلا کر دیا جائے گا اور یہ کہ اُن کی مہلت کا وقت اب تمام ہونے کو ہے اس لیے آپ ﷺ کسی قسم کی فکر کیے بغیر دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھیں۔

قصدہ ہمزیہ میں شاعر نے کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا استہزاء اور مذاق آپ ﷺ کی توہین نہ تھی بلکہ یہ تو خود اُن لوگوں کی توہین تھی جن کی عقلوں پہ پتھر پڑ چکے تھے اس ضمن میں قصیدہ ہمزیہ سے کچھ اشعار پیش ہیں۔

لا نخل جانب النبی مضا ما

حین مستہ منھم الاسواء

توہین آمیز باتیں اور مخالفین کی سختی انبیاء کو اپنے عظیم مقصد سے دور نہیں کر سکتیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تمام نبیوں کو اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے صبر آزما حالت سے گزرنا ہی پڑا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

کل امر ناب النبین فائشدہ

فیہ محمودہ و الرخاء

انبیاء پہ آنے والی ہر ابتلا اُن کے درجے بلند کرتی ہے اور اُن کو جو بھی تنگی پیش آتی ہے وہ خوش آئندہ ہوتی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لویمس النصار ھو من النار

لما اختیر للنضارا للصلاء

اُس آگ کی طرح جو اگرچہ سونے کو جلاتی ہے مگر اس سے سونے کی چمک میں مزید نکھار آتا ہے۔[*7]

۞۞۞۞۞۞۞۞

4 نبوی، رمضان.... 9 قبل ہجرت ... جولائی 613ء ... 614ء



سچ کو اختیار کرنا کسی بھی دور میں آسان نہیں رہا اور سچ نے ہر دور میں خون مانگا ہے اس لیے کہ ہر دور میں اور ہر جگہ سچ بولنے والے کم اور جھوٹ بولنے والے زیادہ ہوتے ہیں اس کے باوجود سچ ہمیشہ طاقتور اور بلند و بالا ہوتا ہے جب کہ جھوٹ اس کے مقابل پست اور سرنگوں ہوتا ہے۔ مگر عام طور پہ معاشرے کا چلن انسان کو سچ بولنے سے روکتا ہے اور اس کو متنبہ کرتا ہے کہ اگر اس نے سچ بولا تو اس کو سچ کی یہ اور یہ قیمت ادا کرنا پڑے گی، سچ بولنے سچ بولتے ہی رہے چاہے انھیں اس کے بدلے اپنے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالنا پڑے۔ سقراط ہو یا منصور سچ کی لذت سے آشنا سچ سے کبھی گریز کی راہ اختیار نہیں کرتے۔ حقیقت یہی ہے کہ سچ ختم ہوا نہ سچ بولنے والے۔

مگر قریش کا معاشرہ جھوٹ کا معاشرہ تھا۔

قریش کا معاشرہ شرک کا معاشرہ تھا۔

قریش کا معاشرہ بت پرستی کا معاشرہ تھا۔

قریش کا معاشرہ طاقتور کا معاشرہ تھا۔

قریش کا معاشرہ بددیانتی کا معاشرہ تھا۔

قریش کا معاشرہ خیانت کا معاشرہ تھا۔

قریش کا معاشرہ بے عدلی کا معاشرہ تھا۔

قریش کا معاشرہ تعصب کا معاشرہ تھا۔

قریش کا معاشرہ زنا کا معاشرہ تھا۔

قریش کا معاشرہ شراب کا معاشرہ تھا۔

قریش کا معاشرہ بے دینی کا معاشرہ تھا۔

قریش کا معاشرہ لغویت کا معاشرہ تھا۔

قریش کا معاشرہ فخر و مباہت کا معاشرہ تھا۔

قریش کا معاشرہ شعر و ہجو کا معاشرہ تھا۔

ایسے معاشرے میں سچ کا علم بلند کرنا؛ سبحان اللہ!

چنانچہ شہر مکہ میں چھائے جھوٹ کی گھٹا میں ایک روشنی سی چمکی اور پل بھر اس سے اجالا رہا اور یہ پہلا سچ تھا جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پہ اتارا۔ تب کچھ لوگوں کے اندر اس تمنا نے جنم لیا کہ پل بھر کا یہ اجالا اگر ہمیشہ کے لیے اُن کے دالانوں میں اتر آئے تو کیسا ہو!

اور اس تمنا نے اگرچہ اُن کو زخم دیئے مگر وہ باز آنے والے کب تھے۔

وہ اس سحر میں مبتلا ہو چکے تھے جہاں منزل کا تصور ہی منزل کی مہمیز فراہم کرتا ہے۔

جھوٹ کی اس سیاہ اندھیری رات میں قرآن کی شمع روشن ہوئی تو اس کا نور کسی فسوں کی طرح دلوں میں چھید کرنے لگا۔ اپنے دلوں میں ایک دلکش احساس لیے سچ کے کچھ پیروکار اس شمع کی طرف لپکے۔

مگر اُن کی راہ جھوٹ کے شیدائیوں اور تاریکی کے پیروکاروں نے روکی۔

مگر وہ رکنے والے کب تھے۔

چنانچہ ایک تصادم درآیا۔

اور اس تصادم سے وہ داستانِ عزیمت ابھری جس کا تذکرہ ذیل کی سطروں میں کیا جائے گا! ان شاء اللہ

نبی اکرم ﷺ نے اپنے قریبی لوگوں کو اسلام کی دعوت دی مگر انھوں نے انکار کیا تاہم بہت سے لوگ تھے جو آپ ﷺ پہ ایمان لے آئے اور اُن کا ایمان لانا قریش کو اپنی شکست محسوس ہوا اور اپنی اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے انھوں نے ظلم وستم کا ایک بازار گرم کر دیا اور اسلام قبول کرنے والوں پہ عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ جبر کے سائے بہت طویل اور صبر کے یہ نظائر بے انت ہیں۔ چنانچہ ہم اختصار کے ساتھ سچ کے پروانوں اور جھوٹ کے پجاریوں کی داستانِ کشمکش کو بیان کرتے ہیں۔ اللہ ہمارا حامی وناصر ہو۔

❖ ❖ ❖



وہ بنو جمح کے ایک سردار کے غلام تھا اور حبشی النسل تھے، سچ اُن کے سینے میں تھا اس لیے انھوں نے نے آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دین قبول کرلیا۔ اِن دِنوں شہر مکہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ایک جرم تھا مگر یہ جرم بلال حبشی سے سرزد ہو چکا تھا، مگر بلال حبشی کو اب اس بات کی زیادہ پرواہ نہ تھی کہ انھیں اس سچ کی کیا قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ وہ بے پرواہ سے ہو گئے تھے۔

اس لیے جب اُن کے مالک امیہ نے اُن سے پوچھا؟[8*]

بلال تو نے محمد رسول اللہ ﷺ کا دین اختیار کرلیا ہے تو حضرت بلال نے جھٹ سے جواب دیا۔

ہاں، مجھے اللہ نے یہ سعادت عطا فرما دی ہے۔

کیا تم لات وعزیٰ کا انکار کر رہے ہو، امیہ کے چہرے پہ حیرت ثبت ہو گئی۔

اللہ تو بس ایک ہی ہے۔ حضرت بلالؓ نے دھیرے سے کہا؛

اور امیہ ششدر رہ گیا۔ اُس نے اپنے دوسرے غلاموں کو بلایا اور اُن کو حکم دیا اس بدبخت کو باندھ دو ،اس کو کھانے یا پینے کے لیے کچھ نہ دیا جائے۔

حضرت بلالؓ کو قید کر دیا گیا مگر اُن کے چہرے پہ ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی جو امیہ کے دل کو اُن پر مزید ظلم کرنے پہ اکسا رہی تھی۔

اگلے روز امیہ نے حضرت بلالؓ کو قید خانے سے نکالا اور کہا:

کیا اب بھی تم لات و عزیٰ پہ ایمان لاتے ہو یا نہیں۔

اور آج بھی حضرت بلالؓ کے چہرے پہ وہی فاتحانہ سی مسکراہٹ تھی۔ انھوں نے آج بھی دھیرے سے کل والے الفاظ دہرائے۔

اللہ تو بس ایک ہی ہے۔

اسے پھر قید کر دو اور اس کو بھوکا پیاسا رکھو، امیہ نے حکم دیا۔

اگلے روز امیہ نے اپنا مطالبہ پھر دوہرایا مگر اسے وہی جواب ملا جو اس سے پہلے تھا۔ امیہ نے اُن کو مارنا شروع کر دیا۔

وہ حضرت بلالؓ کو جتنا مار سکتا تھا اتنا مارا، اور مار مار کے تھک گیا۔

مگر اب بھی حضرت بلالؓ کے لب پہ وہی الفاظ تھے، اللہ تو بس ایک ہی ہے۔ احد، احد۔۔

امیہ بن خلف نے جب یہ محسوس کیا کہ حضرت بلالؓ اُس اکیلے کے بس کا معاملہ ہے تو اس نے اپنے دیگر غلاموں کو بلا لیا جنھوں نے حضرت بلالؓ پہ تشدد کی انتہا کر دی۔ امیہ بن ابی خلف کے دل میں حضرت بلالؓ کے لیے شدید بغض پیدا ہو گیا تھا اس لیے رات بھر وہ ایسے بے ایمانہ طریقوں پہ غور کرتا رہتا جن پہ عمل کر کے وہ حضرت بلالؓ کو دین توحید سے ہٹا سکے۔ چنانچہ اُس نے حضرت بلالؓ کو دوسرے غلاموں اور مسلمانوں کی نظر میں نمونہ عبرت بنانے کے لیے اُن پر وحشیانہ تشدد کی حد کر دی۔

وہ حضرت بلالؓ کو صحرائے عرب کی تپتی دھوپ میں چت لٹا دیتا اور اُن کے سینے پہ ایک وزنی پتھر رکھ دیتا تا کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی سے انکار کر دیں۔ مگر امیہ کا کوئی بھی حربہ حضرت بلالؓ کو نشہ توحید سے بیزار نہ کر سکا کہ اُس کا کوئی بھی ظلم حضرت بلالؓ کے یقین پہ بھاری نہ تھا۔

برہان الدین حلبیؒ نے سیرت حلبیہ میں حضرت بلالؓ کے متعلق کچھ اور معلومات بھی فراہم کی ہیں ،انھوں نے لکھا ہے کہ؛

حضرت بلالؓ کا پورا نام بلال بن رباح تھا۔ اُن کی والدہ ماجدہ کا نام حمامہ تھا جن کو حضرت ابو بکرؓ نے آزادی دلوائی تھی۔

علامہ برہان الدین حلبیؒ اُن کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ حضرت بلالؓ دراصل امیہ بن ابی خلف

کے غلام نہ تھے بلکہ وہ شہر مکہ کے ایک قریشی رئیس عبداللہ بن جدعان کے سو غلاموں میں سے ایک تھے۔ جب آنحضرت محمدﷺ نے مکہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا تو غریب اور نادار لوگ آپﷺ کی پیروی اختیار کرنے لگے تو عبداللہ بن جدعان نے اپنے سارے غلاموں کو مکہ سے کہیں دور بھیج دیا دراصل اس کے دل میں یہ ڈر بیٹھ گیا تھا کہ کہیں اُس کے یہ قیمتی غلام آنحضرت محمدﷺ کی اطاعت نہ قبول کر لیں۔ پھر جب غلاموں کے بغیر اُس کو کچھ دقت ہوئی تو اس نے محض چند غلاموں کو مکہ واپس بلا لیا۔ اور اُن میں حضرت بلالؓ بھی تھے جو عبداللہ بن جدعان کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔

پھر انھوں نے اسلام قبول کر لیا اور اپنی توحید کا ثبوت پیش کرنے کے لیے وہ حرم پاک میں داخل ہوئے اور وہ بت جن کی عرب پرستش کرتے تھے اُن پہ گندگی ڈال دی۔ کچھ لوگوں نے حضرت بلالؓ کو یہ حرکت کرتے دیکھ لیا۔ حضرت بلالؓ بتوں پہ تھوکتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ جس نے تمھاری عبادت کی وہ تباہ ہوا۔

اہل قریش کا ایک وفد عبداللہ بن جدعان کے پاس پہنچا اور اُس سے پوچھا؟

کیا آپ بے دین ہوگئے ہیں؟ کیا آپ نے محمد رسول اللہﷺ کا دین اختیار کر لیا ہے۔

عبداللہ بن جدعان شدید حیران ہوا اور کہا:

تم کو کس بدبخت نے یہ بات کہہ دی ہے۔

تب لوگوں نے اسے بتایا کہ انھوں نے اِن کے غلام بلالؓ کو بتوں پہ گندگی ڈالتے دیکھا تو یہ سمجھا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

عبداللہ بن جدعان نے اُن سے کہا:

میں نے آنحضرت محمدﷺ کا دین قبول نہیں کیا پھر اُس نے قریش کے اِن لوگوں کو سو دینار دیئے تا کہ وہ اس کی طرف سے بتوں پر چڑھا دیں اور بتوں کی جو توہین ہوئی ہے اس کا کچھ ازالہ ہو جائے۔ پھر اُس نے قریش کو یہ اجازت بھی دے دی کہ وہ بلال کے ساتھ جو چاہیں کریں۔ اسی محفل میں امیہ بن ابی خلف بھی موجود تھا۔ اُس نے حضرت بلالؓ کو اپنے دین میں واپس لانے کی ذمہ داری قبول کی۔ چنانچہ امیہ بن خلف کبھی تو حضرت بلالؓ کا کھانا پینا بند کرا دیتا اور اُن کو قید کر دیتا اور کبھی اُن کو عرب کی تپتی ریت پہ لٹا کر اُن کے سینے پہ پتھر رکھ دیا جاتا اور کبھی اُن کے گلے میں رسی ڈال کر مکہ

کے آوارہ لونڈوں کے ہاتھ میں دے دی جاتی تا کہ وہ اسے شہر بھر میں گھماتے پھریں اور انھیں جس طرح کی چاہئیں اذیت دیں۔ امیہ بن ابی خلف نے حضرت بلالؓ کے صبر کی آخری حد جاننے کا تہیہ کیا ہوا تھا مگر وہ شاید نہیں جانتا تھا کہ عشق کی کوئی آخری حد تک نہیں ہوتی۔

ایک دن اسی طرح امیہ نے حضرت بلالؓ کو مکہ کی تپتی چٹانوں پہ لٹا رکھا تھا اور اُن کے سینے پہ پتھر بھی رکھا تھا تب اُن کے قریب سے آنحضرت محمدﷺ کا گزر ہوا آپﷺ رُک گئے اور وہ حضرت بلالؓ کے سرہانے بیٹھ گئے۔

آنحضرت محمدﷺ نے بلالؓ کے سر پہ ہاتھ رکھا اور محبت بھرے لہجے میں فرمایا۔توحید سے تیری محبت تجھے جنت میں لے جائے گی۔

اس وقت آنحضرت محمدﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ بھی تھے۔

تب نبی اکرمﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا اگر میرے پاس کچھ پیسے ہوتے تو میں بلالؓ کو آزاد کرا لیتا۔

تھوڑی دور جانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت محمدﷺ سے کہا؛

مجھے اجازت دیجئے، مجھے کچھ کام ہے۔

آنحضرت محمدﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف قدرے حیرت سے دیکھا اور فرمایا: اچھا ایسی بات ہے تو تم جاؤ۔حضرت ابوبکر صدیقؓ فوراً واپس اُس جگہ پہنچے جہاں امیہ ابن ابی خلف حضرت بلالؓ پہ ظلم کر رہا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے امیہ سے کہا:

تم کب تک اس مسکین پہ ظلم کے پہاڑ توڑتے رہو گے۔

امیہ نے کہا؛تم نے ہی اسے خراب کیا ہے اب تم ہی اس کا کوئی حل نکالو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا:

تم بلالؓ کو میرے آگے بیچ دو یا پھر میرے سب سے طاقتور غلام قسطاس کے بدل میں دے دو۔

امیہ حیران رہ گیا اس لیے کہ قسطاس اور حضرت بلالؓ میں کوئی جوڑ نہ تھا،قسطاس بہت ہی طاقتور اور مہنگا غلام تھا اس کی قیمت دس ہزار دینار بیان کی جاتی ہے۔

امیہ کے دل میں لالچ نے سر اٹھایا اور اُس نے کہا:
میں قسطاس کے ساتھ اُس کی بیوی بھی لوں گا۔
حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا:
میں نے وہ بھی تمھیں دی۔
امیہ نے کہا:
ابھی سودا پکا کہاں ہوا ہے میں بلال کے بدلے قسطاس کی بیٹی بھی لوں گا۔
حضرت ابو بکرؓ نے، میں نے وہ بھی دی، اب بلالؓ کو چھوڑ دو۔
ابھی سودا پکا کہاں ہوا ہے امیہ نے کہا:
میں تو سو دینار بھی لوں گا۔حضرت ابو بکرؓ نے امیہ سے کہا:
تم ایک نہایت ہی بے غیرت انسان ہو، اس کے باوجود مجھے تمھاری یہ شرط بھی منظور ہے۔
اس طرح حضرت ابو بکرؓ نے ایک بھاری قیمت دے کر حضرت بلالؓ کو آزادی دلوائی اور اسی دن جس دن آنحضرت محمد ﷺ نے کہا تھا کہ اگر میرے پاس پیسے ہوتے تو میں بلال کو آزاد کرا لیتا انھوں نے حضرت بلالؓ کو آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت پیش کر دیا۔
اور حضرت ابو بکر صدیق کی اس سخاوت پہ نبی پاک ﷺ بہت خوش ہوئے۔
حضرت بلالؓ کا شمار نبی اکرم ﷺ کے بہت پیارے صحابہ میں کیا جاتا ہے اور آنحضرت محمد ﷺ بھی حضرت بلالؓ سے بہت محبت کرتے تھے۔

❖ ❖ ❖



اور جبر کے اس سائے تلے حضرت بلالؓ اکیلے نہ تھے، اُن جیسے بہت سے تھے جنھوں نے عشق پیالہ پی لیا تھا اور اب وہ اس کی جزا پا رہے تھے۔ وہ جھوٹ کے معاشرے میں سچ اور وفا کی علامت تھے ، وہ سیاہ اندھیری رات میں یکبارگی چمک جانے والی بجلی کی طرح تھے جس کی روشنی اگرچہ ایک لمحے کے لیے ہوتی ہے مگر اُس کی تاثیر کو بیان تک کرنا مشکل ہے، وہ جھلستے صحراؤں میں بادِ نسیم کی طرح تھے جو بن دیکھے رگوں میں کسی سرور کی طرح دوڑ جاتی ہے اُن کی مثال اِس جگنو کی سی تھی جس کی روشنی اگرچہ کمزور مگر اس کا منزل پہ یقین نہایت مستحکم ہوتا ہے، اُن کی مثال اُس خوشبو کی طرح تھی جو پھیلتی ہے تو حدوں کا تعین بھول جاتی ہے، اُن کی مثال اُس پرندے کی سی تھی جس کو اگرچہ تیز ہواؤں کا سامنا ہوتا ہے مگر پھر بھی اُس کا وجدان ہر دم اُس کی راہنمائی درست منزل کی جانب ہی کرتا ہے، اُن کی مثال اُس ستارے کی مانند تھی جس کو اگرچہ یقین ہوتا ہے کہ اُس نے کچھ ہی دیر میں مٹ جانا ہے اس کے باوجود وہ صدق دل سے لوگوں کو منزل دکھانے میں محو رہتا ہے، اُن کی مثال اُس صدائے جرس کی مانند تھی جو ہر دم قافلے کو منزل کی مہمیز عطا کرتی رہتی ہے، اُن کی مثال اُن چٹانوں جیسی تھی جن کے وجود زمانے کے ظلم وستم کے سامنے سینہ تانے کھڑے رہتے ہیں اور اُن کا عزم اُن کے وجود کو برقرار رکھتا ہے، اُن کی مثال ایسی تھی جن کا ذکر نہ مٹنے والا تھا جن کا عزم تاریخ کا

تسلسل قائم رکھنے کے کام آتا ہے اور ایسے ہی روشن اور اجلے لوگوں میں سے ایک کا نام خباب بن الارتؓ تھا۔

اور وہ انھی میں سے تھے جن کے دلوں میں روشنی کے چراغ جلتے تھے۔

زمانہ انھیں اپنی ناتواں پھونکوں سے بجھانے کی کوشش میں مصروف تھا اور راہ وفا کے یہ مسافر اُن کو حیرت سے دیکھتے تھے کہ!

بھلا سچ کا چراغ بھی کبھی بجھا ہے؟

وفا بھی کبھی نامراد ہوئی ہے؟

ہوا بھی کبھی منزل بھولی ہے؟

سورج نے بھی کبھی روشنی کھوئی ہے؟

بہار بھی کبھی اداس ہوئی ہے؟

دریا بھی کبھی روانی بھولے ہیں؟

پنکھو بھی کبھی رستہ بھولے ہیں؟

چاند بھی کبھی دن کو نکلا ہے؟

شام حزن بھی کبھی بے وجہ ہوئی ہے؟

پہاڑ بھی کبھی کمزور ہوئے ہیں؟

صحرا بھی کبھی منزل دیتے ہیں؟

بگولے بھی کبھی راہنما ہوئے ہیں؟

شعلے بھی کبھی مہرباں ہوئے ہیں؟

اور جب یہ سب نہیں ہوتا تو راہ وفا کے مسافر بھی بنا منزل رقاب نہیں چھوڑتے مگر کفار قریش کو اس بات کا ادراک نہ تھا۔اس لیے وہ دین حق کے ماننے والوں کے صبر کو آمازنے کے درپے تھے۔وہ اس بحرِ بے کراں کی آخری حد جاننے کے متمنی تھے جہاں آج تک کوئی نہ پہنچا تھا۔

خباب بن الارتؓ کے ماضی کے بارے میں،ہم زیادہ نہیں جانتے صرف اس قدر معلوم ہوسکا ہے کہ

وہ آزاد ماں باپ کی اولاد تھے۔ زمانہ جاہلیت میں وہ کسی قافلے کے ساتھ محوِسفر تھے کہ غارت گری کی کسی مہم میں اپنے ماں باپ سے بچھڑ گئے اور اس کے بعد اُن کو غلام بنا کر بیچ ڈالا گیا۔ پھر شہر مکہ کے گردونواح میں لگنے والے میلوں میں سے کسی بازار سے انھیں مکہ کی ایک خاتون ام انمار نے خرید لیا [*9]۔

پھر جب سے مکہ میں نبی اکرمﷺ نے اپنی نبوت کا علان کیا تھا تب سے حضرت خباب بن ارتؓ کا آپﷺ کے پاس آنا جانا تھا۔ جلد ہی حضرت خباب بن ارتؓ اس بات کو جان گئے کہ نبی اکرمﷺ کی زبانِ مبارک سے صرف سچ نکلتا ہے اور اُن کے پاس وحی آتی ہے۔ خباب بن ارتؓ مکہ میں ہی پروان چڑھے تھے اس لیے جانتے تھے کہ عمدہ زبان و اسلوب کیا ہوتا ہے اور قرآن تو عمدہ زبان و اسلوب کی انتہا پہ تھا۔ نبی اکرمﷺ کی محبت اس پہ سوا تھی۔ چنانچہ جلد ہی حضرت خباب بن ارتؓ نے اسلام قبول کر لیا۔

جب یہ بات اُن کی مالکہ ام انمار کو معلوم ہوئی تب اُس نے حضرت خباب بن ارتؓ پہ ظلم و ستم شروع کر دیا۔ حضرت خباب بن ارتؓ لوہار تھے اور تلواریں بنانے کا کام کرتے تھے۔ کئی صحابہ نے حضرت خباب بن ارتؓ کی بنائی ہوئی تلواروں کی تعریف کی ہے۔ ام انمار لوہے کی ایک سلاخ کو گرم کرتی اور اس سے خباب بن ارتؓ کے سر کو داغتی۔

اور یہ ظلم اس نے نجانے کتنا عرصہ روا رکھا۔

پھر ایک دن حضرت خباب بن ارتؓ نے اپنی مالکہ کے اس ظلم کا تذکرہ آنحضرت محمدﷺ سے کیا۔ اور لب مصطفیٰ میں حرکت ہوئی اور آپﷺ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ انْصُرْ خُبَابًا "اے اللہ خباب کی مدد فرما"۔

اور اس کے بعد وہی سلاخ تھی اور آگ میں سرخ ہوتی تھی مگر اب کے وہ ام انمار کے سر پہ داغی جاتی تھی۔

ہوا یوں کہ جونہی نبی اکرمﷺ کے ہاتھ حضرت خباب بن ارتؓ کی مدد کے لیے اٹھے تو اس عورت ام انمار کے سر میں کوئی نقص ہو گیا جس کی وجہ سے اسے شدید درد محسوس ہوتا۔ اس کے طبیب نے اسے

مشورہ دیا کہ اگر آگ میں گرم کی گئی سلاخ سے اس کا سر داغا جائے تو شاید اسے افاقہ ہو۔

اور اسے افاقہ ہوا۔

اس لیے اب وہی سلاخ تھی اور وہی آگ تھی مگر وہ خباب بن الارتؓ کے بجائے ام انمار کے سر کو جلاتی تھی۔

اور حسنِ واقعہ تو یہ ہے کہ ام انمار کے سر کو جلانے کی ذمہ داری بھی حضرت خباب بن الارتؓ پہ تھی۔

حضرت خباب بن الارتؓ کے بارے میں مورخین نے مزید لکھا ہے؛

کہ ایک بار وہ نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس وقت آپﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ حرم پاک کے سائے تلے تکیے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔

حضرت خباب بن الارتؓ آئے اور سلام عرض کیا۔

یاد رہے کہ یہ وہ دور تھا جب صحابہ کرام پہ اہل قریش نے ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

خباب بن الارتؓ کے دل میں نہ جانے کیا بات آئی کہ انھوں نے رسول اللہﷺ سے کہا! یا رسول اللہﷺ۔

آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کیوں نہیں فرماتے۔

نبی اکرمﷺ نے فوراً ہی تکیے کی ٹیک چھوڑ دی اور سیدھے ہو گئے۔

صحابہؓ نے کہا کہ ہم نے آپﷺ کے چہرے پہ ناگواری اور غصے کو محسوس کیا۔

آپﷺ نے رخ انور حضرت خباب بن الارتؓ کی طرف کیا اور فرمایا:

تم سے پہلی امتوں کو اپنا دین بچانے کے لیے ایسی ایسی اذیتوں سے گذارا گیا جن کو بیان تک کرنا مشکل ہے۔ وہ لوگ لوہے کی کنگھیوں سے اُن کے بدن سے سارا گوشت نوچ لیتے اور بعض کو تو لوہے کے آروں کے بیچ رکھ کر اُن کے جسم کو دو حصوں میں کاٹ دیا جاتا مگر یہ مظالم بھی اُن لوگوں کو دین حق کی گواہی سے نہ روک سکے۔

خدا کی قسم! بہت جلد اللہ تعالیٰ دین اسلام کو دنیا میں اس طرح پھیلا دے گا کہ صنعا کے مقام سے ایک شتر سوار عورت حضر موت تک جائے گی مگر اُس کو سوائے اللہ کے کسی اور بات کا ڈر نہ ہوگا۔

بخاری میں کچھ اضافے کے ساتھ یہ روایت اس طرح مروی ہے کہ؛

یہاں تک کہ چرواہے کو اپنی بکریوں کے متعلق بھیڑیے کا ڈر بھی نہ ہوگا۔

اور خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار سابقون الاولون میں کیا جاتا ہے

اور اپنی موت تک وہ ایک عمدہ مسلمان کی زندگی جیے۔

حضرت خباب بن الارتؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کا عہد خلافت پایا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ؛

ایک دفعہ حضرت عمرؓ دربارِ خلافت سجائے بیٹھے تھے اور آپ کے ارد گرد بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت خباب بن الارتؓ تشریف لائے۔

حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا: حضرت خبابؓ کے لیے جگہ بناؤ۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت خباب بن الارتؓ کو اپنے دائیں جانب اس طرح بٹھایا کہ اُن کا کندھا حضرت عمرؓ کے کندھے کو چھو رہا تھا۔

پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

خبابؓ اللہ کی زمین پہ صرف ایک شخص اور ہے جو تجھ سے زیادہ اس جگہ بیٹھنے کا حقدار ہے جہاں میں نے تجھے بٹھایا ہے۔

اور وہ بلالؓ ہے۔

تب حضرت خباب بن الارتؓ نے کہا:

خدا کی قسم! میں اُن سے زیادہ اس جگہ کا حقدار ہوں اس لیے کہ جب کفار اُن پہ ظلم و ستم کرتے تو حضرت بلالؓ کے کئی معاون تھے جو لوگوں کو اُن پہ ظلم کرنے سے روکتے تھے اور مسلمانوں میں فقط میں تھا جس کی پشت پہ سوائے اللہ کی ذات اور میرے یقین کے اور کوئی نہ تھا۔

پھر انھوں نے اپنی قمیض اتاری اور حضرت عمرؓ سے کہا: میری کمر دیکھیں۔

اور وہاں برص کی طرح کے سینکڑوں سفید داغ تھے۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ کیا ہے؟

تو حضرت خباب بن الارتؓ نے بتایا کہ کفار نے ایک مرتبہ بھری دوپہر کو خوب آگ جلائی جب اُس

آگ سے دہکتے کوئلے تیار ہو گئے تو انھوں نے مجھے اُن پہ لٹا دیا اور اُن میں سے کوئی میرے سینے پہ کھڑا ہو گیا تا کہ میں حرکت نہ کر سکوں تب میرے جسم کی چربی پگھلتی تھی اور اُن کوئلوں پہ گرتی تھی جس کی بنا پہ وہ آہستہ آہستہ بجھتے تھے۔

راوی نے کہا کہ!

حضرت عمرؓ سمیت وہاں کوئی نہ تھا جو رویا نہ ہو۔

❖ ❖ ❖



اور وفا کیشوں کے اس قبیلے کے سرخیل حضرت عمار بن یاسرؓ تھے۔ہم نے اُن کے درجے کو اس لیے بلند جانا ہے کہ دوسرے اکثر مسلمان غلام تو انفرادی طور پہ قریش کے ظلم وستم کا شکار تھے مگر حضرت عمار بن یاسرؓ کا پورا خاندان اہل مکہ کے ظلم کا شکار تھا۔

اور اس لیے بھی کہ؛

حضرت عمارؓ کے سامنے اُن کی والدہ حضرت سمیہؓ کو شہید کیا گیا۔

اس کے بعد اُن کے والد حضرت یاسرؓ کو شہید کر دیا گیا۔

اور اسی وقت اُن کے بھائی حضرت عبداللہؓ کو بھی شہید کیا گیا۔

اور ابوجہل نے تو یہی جانا کہ حضرت عمارؓ بھی شہید ہو چکے ہیں مگر ابھی اللہ کی طرف سے اُن کی زندگی باقی تھی۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ؛

آلِ یاسر کا تعلق یمن سے تھا ایک دفعہ جب وہ مکہ میں آئے تو وہیں کے ہو رہے، وہ ابوحذیفہ کے حلیف تھے۔

چنانچہ ابوحذیفہ نے اپنی ایک لونڈی سمیہ سے یاسر کی شادی کر دی اور یاسر مکہ کے ہی ہو کر رہ گئے

۔تاہم اُن کا درجہ قریش سے بہت کم تھا۔

جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو اس گھرانے میں سب سے پہلے عمار نے اسلام قبول کیا اور انھیں کی دعوت پہ اُن کے ماں باپ بھی مسلمان ہو گئے۔وہ بنو مخزوم کے ساتھ رہتے تھے جو ابوجہل کا خاندان تھا۔چنانچہ جب اُن لوگوں کو اس سارے خاندان کے اسلام کا علم ہوا تب انھوں نے اس پورے خاندان کو ظلم وستم کا ہدف بنا لیا۔

اور ابوجہل تو سارے مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔

امام عبداللہ سہیلی نے لکھا ہے کہ؛

بنو مخزوم خاص طور پہ ابوجہل آوارہ لونڈوں کو ساتھ لیتا اور اس پورے خاندان کو مکہ کی پہاڑیوں میں لے جاتا جہاں عرب کی دہکتی دوپہروں میں وہ اِن لوگوں کے جسم پہ آہنی زرہیں ڈال دیتے۔کبھی وہ اِن لوگوں کو آگ سے عذاب دیتے۔کئی بار ایسا بھی ہوا کہ؛

عمار بن یاسرؓ کے پورے خاندان کو عذاب دیا جا رہا ہوتا تب نبی اکرم ﷺ اُن کے قریب سے گزرتے اور دور سے اُن کو تسلی دیتے۔آلِ یاسر آگ کو تم پہ حرام کر دیا گیا ہے اور جنت تمھارا مقدر ہے تم ثابت قدم رہنا۔ابوجہل اس خاندان کو مکہ کے بازاروں میں لیے پھرتا اور زنجیروں سے بندھے یہ مظلوم اس کے پیچھے پیچھے گھسٹتے چلے آتے۔

مکہ کے آوارہ لونڈے بھی اِن پہ ظلم کرتے اور ابوجہل اُن کو شاباش دیتا۔

ابوجہل ہر مسلمان سے الجھتا رہتا تھا۔اگر وہ کسی طاقتور خاندان سے ہوتا تو وہ اس کی بے عزتی کر دیتا اُس کو سلام قبول کرنے پہ لعنت و ملامت کرتا۔اگر وہ تاجر ہوتا تو اس کو دھمکی دیتا کہ اگر اس نے محمد ﷺ کی پیروی سے انکار نہ کیا تو وہ اس کے کاروبار تباہ کر دے گا۔اور اگر مسلمان غریب یا غلام ہوتا تو ابوجہل اُس کو مارنا شروع کر دیتا۔عمار بن یاسرؓ بھی چونکہ غریب الوطن تھے اور مکہ میں اُن کا کوئی پشت پناہ نہ تھا اس لیے اُس بدبخت کو آل یاسر پہ مکمل دسترس حاصل تھی اور اس بدفطرت نے اس امر کا پورا فائدہ اٹھایا۔

علامہ ابن جوزیؒ نے آلِ یاسرؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ؛

وہ پورا خاندان اہل مکہ کی بہیمت کی نظر ہو گیا۔صرف عمار بچے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو

غالب کر دیا تو عمار لوگوں کو اپنی پشت دکھایا کرتے تھے جہاں ابو جہل کے ظلموں کے نشان تھے۔اُن کی کمر پہ برص کے سینکڑوں نشان تھے جو در اصل اُس آگ کے تھے جو ابو جہل نے اِن کا مقدر کر دی تھی۔

عمار بن یاسرؓ کے متعلق یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ؛

ایک دفعہ جب اُن کو آگ کا عذاب دیا جا رہا تھا اُن کے قریب سے آنحضرت محمد ﷺ گزرے۔

آپ ﷺ نے پہلے تو آلِ یاسر کو جنت کی بشارت دی۔

پھر اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ؛

اے اللہ! آگ کو اِن کے لیے اسی طرح ٹھنڈی کر دے جس طرح کہ تُو نے اسے حضرت ابراہیمؑ کے لیے ٹھنڈا کیا تھا۔

حضرت عمارؓ کہتے ہیں اس کے بعد ہمیں آگ کی اذیت نہ ستاتی۔

مگر ابو جہل پہ ہم یہی ظاہر کرتے کہ آگ ہمیں دکھ پہنچا رہی ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ ہمیں آگ سے اذیت نہیں ہوتی تو وہ ہم پہ کوئی اور حربہ آزماتا۔اور اُس دن بھی ابو جہل نے اس پورے خاندان کو ایک کھلی جگہ پہ زنجیروں سے باندھ رکھا تھا۔

اُس نے حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ سے کہا:

تمھارے پاس اب بھی وقت ہے کہ تو لات و عزیٰ کی اطاعت کر لے تب تجھے اس عذاب سے نجات مل جائے گی۔

مگر حضرت سمیہؓ نے اسے ایک کڑوا سا جواب دیا۔

جس کی وجہ سے وہ طیش میں آ گیا اور اس نے اپنا نیزہ اُن کے پیٹ کے نچلے حصے میں اتار دیا جس سے اُن کی موت ہو گئی اور وہ اسلام کی پہلی شہیدہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے سر پہ شہادت کا تاج سجا کے اُن سے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا تھا۔اُسی دن اُس بد بخت نے اپنے دوسرے لوگوں سے مل کر حضرت یاسرؓ پہ بے ایمانہ تشدد کیا جس کی وجہ سے وہ بھی شہید ہو گئے۔اور اسی روز انھوں نے عمارؓ کے چھوٹے بھائی حضرت عبداللہؓ کو بھی شہید کر دیا تھا۔تب حضرت عمارؓ کفار کے تشدد کی وجہ سے بے ہوش پڑے تھے اس لیے کفار نے جانا کہ وہ بھی شہید

ہو گئے ہیں۔اس لیے وہ انھیں اسی حالت میں چھوڑ کے چلے گئے تھے۔عمار بن یاسرؓ کا پورا خاندان اسلام کی محبت میں شہید ہوا صرف عمارؓ باقی بچے تھے اور دیر تک اُن کے ظلم و ستم کا شکار رہے اور صبر و یقین کے ساتھ اُس وقت کا انتظار کرتے رہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ اُن کے حق میں خیر کا کوئی فیصلہ نہ کر لے پھر تاریخ کے صفحات نے ہم کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں لوگوں کو پوری دنیا پہ حکمران کر دیا اور اسلام کو وہ غلبہ عطا فرمایا جس کی مثال دنیا کے کسی اور دین سے نہیں دی جا سکتی پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا تو ان لوگوں کو بھولی بسری داستان بنا دیا جو اہل وفا کے اس قافلے پہ دستِ جفا آزماتے رہے اور اُن ہاتھوں کو نیست و نابود کر دیا جو اِن وفا کیشوں پہ اٹھے تھے۔

❖ ❖ ❖



مورخین نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کا شمار بھی سابقون الاولون میں کیا ہے۔مصعب بن عمیرؓ کا تعلق بنو عبدالدار کے ایک تاجر گھرانے سے تھا جہاں آسودگی نے ڈیرے ڈال رکھے تھے [10*] ۔مصعب بن عمیرؓ کا تعلق بھی وفا شعاروں کے اسی قبیلے سے تھا جنھوں نے اسلام کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیا تھا۔

ایک دن جب صحابہ نبی اکرمﷺ کو اپنے جلو میں لیے بیٹھے تھے۔تب وہاں ایک نوجوان آیا جس کے کپڑے بہت پھٹے پرانے تھے اور اُس پہ جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے۔نبی اکرمﷺ اُس نوجوان کو اس حالت میں دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے۔جو صحابہؓ نبی اکرمﷺ کے ساتھ تشریف فرما تھے اُن میں سے بعض حضرت مصعب بن عمیرؓ کو نہیں جانتے تھے اس لیے جب نبی اکرمﷺ نے اُس نوجوان کی بہت تکریم کی اور اسے اپنے ساتھ بٹھایا تب کچھ لوگوں نے اُن کی بابت سوال کیا کہ یہ نوجوان کون ہے جس کی نبی اکرمﷺ اتنی تعظیم کر رہے ہیں۔تب اُن کو بتایا گیا کہ یہ بنو عبدالدار کے ایک امیر گھرانے کا نوجوان ہے اُس کا خاندان بیت اللہ کا کلید بردار ہے اور اِس کا نام مصعب بن عمیرؓ ہے۔

جب اِس نے اسلام قبول کیا تب اِس کے گھر والوں نے پہلے تو اِن پہ خوب تشدد کیا مگر جب وہ دین حق سے منہ موڑنے پہ راضی نہ ہوئے تب انھوں نے اسے گھر سے نکال دیا۔

مورخین نے اُن کے بارے میں لکھا ہے کہ؛

کعبہ کی چابی حضرت معصب بن عمیرؓ کے چچا عثمان بن طلحہ کے پاس ہوتی تھی اس نے ایک دن حضرت معصب بن عمیرؓ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا اور اُس کو معلوم ہو گیا کہ معصبؓ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔اُس نے حضرت معصبؓ پہ بہت تشدد کیا[11*]۔وہ حضرت معصبؓ کو ایک چٹائی میں رسیوں سے باندھ کر ایک طرف ڈال دیا کرتا تھا اور جب اس کا جی چاہتا وہ آپ کو لاٹھی کے ساتھ مارنا شروع کر دیتا۔

حضرت معصبؓ کی ماں آتی اور انھیں کھولتی۔

جب اُن کے گھر والوں نے اُن پہ ہر طریقہ آزما لیا تب انھوں نے حضرت معصبؓ کو گھر سے نکال دیا ۔حضرت معصبؓ اپنے دین سے مطمئن تھے اُن کو اپنے اللہ پہ گہرا یقین تھا اس لیے انھیں اِن باتوں کی کوئی خاص پرواہ نہ تھی ۔مگر آنحضرت محمد ﷺ جانتے تھے اور انھوں نے یہ امر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ عہد جاہلیت میں معصب بن عمیرؓ ایک نہایت خوبصورت آدمی تھے اور وہ ہمیشہ عمدہ اور مہنگا لباس استعمال کرتے تھے۔معصبؓ جس گلی سے گزر جاتے اس گلی میں دیر تک اُن کی خوشبو ٹھہری رہتی۔اُن کا ایک سوٹ بعض اوقات دوسو درہم کا ہوتا تھا اس کے باوجود وہ اپنے لباس کو صرف ایک ہی بار استعمال کرتے تھے۔چنانچہ ایک طرف ناز و نعمت کے وہ دن اور اب معصبؓ کا یہ حلیہ نبی اکرم ﷺ کو آبدیدہ کر دیتا تھا۔

اب معصبؓ کا لباس پھٹا پرانا اور پیوند لگا ہوا کرتا اور نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ انھوں یہ سب محض اللہ اور اُس کے رسول کی محبت میں سہا ہے۔چنانچہ حضرت معصبؓ بن عمیر کے چچا اور اُن کے باپ کے لوگ اکثر اُن کو پریشان کرتے رہتے تھے جس کی وجہ سے وہ کافروں کے ہاتھوں ستائے ہوئے مسلمانوں کے اُس گروہ میں شامل ہو گئے جنھوں نے آنحضرت محمد ﷺ کی ہدایت پہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی ۔چنانچہ جب وہ حبشہ سے واپس آئے تب حضرت معصبؓ کی صحت گر چکی تھی اُن کا رنگ سیاہ پڑھ چکا تھا اور اُن کے کپڑے پھٹے پرانے تھے اس لیے آنحضرت محمد ﷺ کو انھیں اس حال میں دیکھ کے دکھ ہوا تھا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت معصبؓ بن عمیر سے کہا:

معصبؓ تم نے ایک عمدہ سودا کیا ہے کہ اس دنیا کی آسودگی پہ آخرت کی آسودگی کو ترجیح دی

ہے۔حضرت معصبؓ بن عمیر اور آپ جیسے دوسرے بہت سے صحابہ جو اہل قریش کے دستِ ستم کا نشانہ بنے انھوں نے اپنے حوصلے اور عزم سے ثابت قدمی اور وفا کی وہ مثالیں قائم کیں جنھیں تحریر کرتے ہوئے مورخ نے ہمیشہ اس بات کا فخر اپنے اندر پھیلتا محسوس کیا ہے کہ دین اسلام کی حقانیت انسان کو اُس متاع فخر سے نوازتی ہے کہ اس کے بعد اُسے اللہ کی طرف سے مزید کسی نعمت کی چاہت نہیں رہتی اور صحابہ کی ثابت قدمی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ حقیقت کھل جانے کے بعد انسان اس سے پلٹنا پسند نہیں کرتا چاہے اسے اس کی کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔حضرت معصبؓ بن عمیر اُس وفا پیشہ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے جو ابتدا میں اگر چہ بہت قلیل تھا مگر اُن قلیل لوگوں کے صبر و ثبات ہی نے آج اسلام کو دنیا کا بہت بڑا دین بنایا ہے۔

❖ ❖ ❖

حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا

حضرت زنیرہؓ خاندانِ بنومخزوم کی ایک لونڈی تھیں اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی رسالت اور اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کرلیا تھا جس کی انھیں بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔بعض مورخین نے لکھا ہے کہ وہ بنوزہرہ کی کسی عورت کی لونڈی تھیں جس نے حضرت زنیرہؓ کو ابوجہل کے حوالے کر دیا تھا تا کہ وہ اُن کو دین جاہلیت میں واپس لائے۔ چنانچہ ابوجہل نے اس بے آسرا لونڈی پہ بے پناہ تشدد کیا تھا مگر ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔اس کا کوئی بھی ظالمانہ حربہ اس بے کس لونڈی کو دین اسلام سے نہ پھیر سکا تھا۔ابوجہل مسلمانوں خاص طور پہ کمزور مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اور جس پہ بھی اُس کا بس چلتا وہ اس کو اسلام سے واپس پھیرنے کی کوشش کرتا مگر اس کو ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

ایک دن بدبخت ابوجہل نے حضرت زنیرہؓ پہ بے پناہ تشدد کیا اور سر پہ لگنے والی کسی چوٹ سے اُن کی بینائی جاتی رہی۔

تب ابوجہل بہت خوش ہوا اور اُس نے کہا:

یہ لات وعزیٰ سے انکار کی وجہ سے ہوا ہے کہ انھوں نے تمھاری بینائی سلب کر لی ہے۔مگر عزم ویقین سے پُر اس نرم ونازک سی عورت کے لہجے سے چٹانوں کی سختی جھلکتی تھی اُس نے کڑک کے ابوجہل کو جواب دیا:

كَلَّا لَا تَمْلِكُ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا هٰذَا اَمْرٌ مِنَ السَّمَاءِ وَرَبِّی قَادِرٌ عَلٰی اَنْ يَرُدَّ بَصَرِیْ

ترجمہ ؛

"ہرگز نہیں! بخدا تمھارے لات وعزیٰ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان یہ فیصلے تو آسمانوں پہ ہوتے ہیں اور میرا رب اس بات پہ قادر ہے کہ وہ میری بینائی لوٹا دے"۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اُس سے اگلی رات جب زنیرہؓ نیند سے بیدار ہوئی تب اُن کی آنکھوں کی روشنی واپس آ چکی تھی۔

تب ابوجہل کھسیانہ سا ہو کے رہ گیا۔

مگر وہ اب بھی حقیقت قبول کرنے کو تیار نہ تھا بلکہ اُس نے بے شرمی سے کہا:

یہ تو محمد (ﷺ) کا ایک اور جادو ہے ۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زنیرہؓ کو خرید کر آزاد کر دیا تھا[12*]۔چنانچہ یہ اور اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن میں ہدایت قبول کرنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت سی نشانیاں موجود تھیں۔مگر اہل قریش ایک بے جا ضد پہ اڑے تھے جس کی قیمت اِن کو بہر حال ادا کرنا تھی اور آنے والے دنوں میں لوگوں نے ابوجہل اور عقبہ بن ابی معیط جیسے لوگوں کے انجام بد کو کھلی آنکھوں سے دیکھا۔

❖❖❖



النہد یہ اوراس کی بیٹی ولید بن مغیرہ کی لونڈیاں تھیں۔اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان کی دولت عطا فرمادی جس کی بنا پہ ولید نے انھیں بہت کم قیمت میں قریش کی ایک بوڑھی عورت کے ہاتھ بیچ دیا،اس عورت کو جب اِن ماں بیٹی کے اسلام کی خبر ہوئی تو اُس نے اہلِ قریش کے دستور کے مطابق ان کی زندگی مشکل کر دی ۔وہ اِن پہ تشدد کرتی اور دن رات انھیں مختلف کاموں میں الجھائے رکھتی۔اس کا حضرت نہدیہ اور اُن کی بیٹی سے صرف ایک ہی مطالبہ تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کا انکار کر دیں۔

مگر انھوں نے ہمیشہ اس بات سے انکار کیا اور اپنی مالکن سے کہا:

تم جتنا چاہے ہمارے صبر کو آزمالو ہم دینِ حق سے پھرنے والی نہیں ہیں۔

ایک دن اُس عورت نے اِن ماں بیٹی سے کہا: یہ آٹا لو اور اس سے روٹی پکاؤ،اور ساتھ ہی وہ اُن سے ایمان سے پھر جانے کا مطالبہ بھی کرتی جارہی تھی اور انھیں کوستی بھی جارہی تھی کہ اتفاقاً حضرت ابوبکر صدیقؓ اس طرف سے گزرے۔

حضرت ابوبکرؓ اُس عورت کے پاس کھڑے ہو گئے جو نہدیہ اور اس کی بیٹی کی مالکہ تھی۔حضرت ابوبکرؓ نے اس عورت سے کہا:

تم اس پریشانی سے نجات کیوں نہیں حاصل کرلیتیں جس کی وجہ سے تم دن رات پریشان رہتی ہو۔

اُس عورت نے کہا:

تم لوگوں نے ہی اِن کے دماغ خراب کیے ہیں تم ہی انھیں کیوں نہیں خرید لیتے۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے دل میں کہا یہی تو میں چاہتا ہوں۔

پھر آپ نے اس عورت سے پوچھا تا میں تمہیں اِن دونوں کی کیا قیمت دوں۔

اُس عورت نے کچھ مطالبہ کیا جو حضرت ابوبکرؓ نے فوراً قبول کرلیا۔

النہد یہ اور اس کی بیٹی کے ہاتھ آٹے سے بھرے تھے جب حضرت ابوبکرؓ نے اُن کو یہ خوش خبری سنائی کہ اب وہ آزاد ہیں۔

اب اس آٹے کا کیا کریں؟ الہندیہ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔

جو تمھاری مرضی ہو وہ کرو۔

حضرت ابوبکرؓ نے اُن سے کہا اور وہاں سے چل دیئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ کے بہت ہی کامیاب تاجر تھے اور ایک امیر آدمی تھے انھوں نے بہت سے غلام مسلمان عورتوں اور مردوں کو اپنی دولت کے زور سے آزاد کرایا تھا۔ النہد یہ اور اس کی بیٹی کے علاوہ انھوں نے حضرت بلالؓ اور اُن کی والدہ حمامہ کو بھی آزادی دلوائی تھی۔ انھوں نے عامر بن فہیرہؓ کو بھی آزاد کرایا تھا۔ اس کے علاوہ انھوں نے ابوفکیہؓ کو بھی آزادی عطا کی تھی اور حضرت زنیرہؓ جن کا تذکرہ ابھی گزرا ہے اُن کو بھی حضرت ابوبکر صدیق نے آزادی عطا کرائی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے باپ ابوقحافہ نے اُن سے کہا:

بیٹا میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنی دولت سے وہ غلام خریدتے ہو جو کمزور ہیں اور ایسے غلام بیچ دیتے ہو جو تمھارا دستِ بازو بننے کے قابل ہوں بیٹا کچھ تو سوچو!

حضرت ابوبکرؓ نے نہایت ہی مختصر مگر بلیغ جواب دیا:

میں یہ سب اپنے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کر رہا ہوں۔

❖ ❖ ❖

قریش کی جہالت عروج پہ تھی ۔مظلوم اور نادار مسلمان اُن کے نشانے پہ تھے۔وہ مسلمانوں کے صبر کو آزمارہے تھے مگر شاید وہ نہیں جانتے تھے جس طرح عشق کی کوئی حد نہیں ہوتی اسی طرح صبر کی بھی کوئی حد نہیں ہوتی اور مسلمانوں نے اس بات کو ثابت کردیا۔

4 نبوی، رمضان.... 9 قبل ہجرت ... جولائی 613ء ... 614ء

کچھ دیگر وفا پیشہ

وفا کیشوں کا کچھ تذکرہ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے اور کچھ کا ذکر کرنا ابھی باقی ہے۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اسلام کی خاطر اِس قبیلے نے اہل قریش اور دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں جو اذیت برداشت کی اس کا ذکر کرتے ہوئے قلم لرزتی ہے اور انسانیت سے اعتماد اٹھ جاتا ہے کہ انسان پستی کی اس حد تک بھی جا سکتا ہے جہاں وہ اپنے ہی جیسے دوسرے لوگوں پہ محض اس لیے ظلم وستم کا بازار گرم کردے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے عقیدے کو استوار کرنا چاہتے ہیں۔ وہ انسانوں کا ایک گروہ تھا جس نے کفر کے اندھیروں میں اسلام کی روشنی کو پہچان لیا اور اس میں اپنی منزل کو دیکھا۔ جس کی بھاری قیمت اُن کو قریش اور دیگر اہل مکہ کے ظلم وستم کی صورت ملی۔

انھوں نے سچ کو اپنایا اور یہ جانتے ہوئے اپنایا کہ یہ ایک مہنگا سودا ہے اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اصحابِ رسول کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے۔

اِن ستاروں میں سے ایک عامر بن فہیرہؓ تھے۔ یہ قبیلہ بنی تیم سے تھے جو حضرت ابوبکرؓ کا قبیلہ تھا اور یہ

بھی غلام تھے۔ عامر بن فہیرہ کا مالک اُن کو دین اسلام کی پیروی اختیار کرنے کی وجہ سے بہت دکھ پہنچایا کرتا تھا۔ وہ اِن پہ اتنا تشدد کرتا کہ آپ بے ہوش ہو جاتے۔

پھر انھیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خرید لیا اور وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اُن غلاموں میں سے تھے جن پہ آپ کو پورا اعتماد تھا۔ اسی لیے جب کفارِ قریش کے ظلم و ستم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مدینے کی طرف ہجرت کی تب یہ عامر بن فہیرہؓ ہی تھے جو غار ثور میں نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نہ صرف کھانا پہنچاتے تھے بلکہ اُن کو اہل مکہ کی سرگرمیوں سے بھی آگاہ رکھتے تھے۔

❖ ❖ ❖



اورانھی وفا کیشوں میں سے ایک ابوفکیہہؓ بھی تھے،ابوفکیہہؓ صفوان بن امیہ کے غلام تھے جواُن پہ ظلم وستم کی انتہا کرتا رہتا۔ابوفکیہہؓ نے حضرت بلالؓ کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا،صفوان اسلام کے بہت بڑے دشمن امیہ کا بیٹا تھا جس کے دل میں اسلام کے خلاف بغض بھرا ہوا تھا۔ایک دن امیہ حضرت ابوفکیہہؓ کو عذاب دے رہا تھا،اس نے آپ کو صحرا کی تپتی ریت پہ ننگے جسم کے ساتھ لٹا رکھا تھا اور خود اُن کے پیٹ پہ کھڑا تھا ۔اُس کا مطالبہ تھا کہ ابوفکیہہؓ دوبارہ لات وعزیٰ پہ ایمان لے آئے۔مگر اسلام قبول کر لینے کے بعد عرب کے ظلم وستم کے سامنے کسی ایک صحابی نے بھی سر نہ جھکایا تھا اُن میں سے کوئی بھی دین جاہلیت کی طرف نہ پلٹا تھا کہ مبادا اُس کی بدولت یہ رسم پڑ جائے کہ اسلام کے بعد کفر اختیار کیا جا سکتا ہے۔چنانچہ ابوفکیہہؓ کا دل بھی اسلام کی روشنی سے پوری طرح لبریز تھا اس لیے انھوں نے بھی صبر وثبات کا راستہ اختیار کیا۔امیہ نے ابوفکیہہؓ کو اذیت ناک سزاؤں سے گذارا مگر اُن کے پائے ثبات میں ذرا سی لغزش بھی نہ آئی۔ایک دن جب امیہ کے دوسرے غلام حضرت ابوفکیہہؓ کی گردن میں رسی ڈالے انھیں مکہ کی سنگریزوں سے اٹی زمین پہ گھسیٹ رہے تھے۔تب امیہ نے دیکھا کہ ابوفکیہہؓ کے قریب سے گوبر کا ایک کیڑا گزر رہا تھا۔

امیہ نے ابوفکیہہؓ سے کہا: کہو یہ کیڑا تمھارا رب ہے۔مگر ابوفکیہہؓ نے اطمینان سے جواب دیا میرا رب

تو وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور اس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور اس گوبر کے کیڑے کو بھی اُسی نے پیدا کیا ہے۔

امیہ اس جواب سے آگ بگولا ہو گیا اور اُس نے آپ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔

یہاں تک کہ ابوفکیہہؓ بے ہوش ہو گئے، امیہ نے سمجھا کہ وہ مر گئے ہیں اس لیے وہ انھیں پھینک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس سے قبل صفوان بن امیہ اُن کو عرب کی تپتی دوپہروں میں صحرا کی ریت پہ لٹا کر اُن کے سینے پہ بھاری پتھر رکھ دیا کرتا تھا اور ابوفکیہہؓ سے مطالبہ کرتا کہ وہ پھر سے لات وعزیٰ کو رب مان لے مگر اسے ہمیشہ مایوسی کا منہ ہی دیکھنا پڑا۔ تب امیہ اور صفوان بن امیہ حضرت ابوفکیہہؓ کو اذیت دیتے دیتے تھک گئے تھے چنانچہ ایک دن حضرت ابوبکرؓ نے امیہ سے کہا: کیوں نہ میں تمھاری اس پریشانی کا کوئی حل کروں۔

امیہ نے اس پر آمادگی ظاہر کر دی اور ایک طاقتور غلام کے بدلے حضرت ابوفکیہہؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حوالے کر دیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انھیں اللہ کے نام پہ آزاد کر دیا۔

❖ ❖ ❖



بنوعدی کی ایک لونڈی بھی مسلمان ہوگئی تھی۔اس کا نام لبنیہ تھااور وہ حضرت عمر کی دسترس میں تھی۔حضرت عمر نے چونکہ ابھی اسلام قبول نہ کیا تھا اس لیے وہ اس لونڈی کو خوب مارا کرتے۔جب وہ اسے مارتے مارتے تھک جاتے تو اس سے کہتے میں نے تجھے اس لیے نہیں چھوڑا کہ تیری سزا مکمل ہوگئی ہے بلکہ اس لیے چھوڑا ہے کہ میں فی الحال تھک گیا ہوں۔

اس پہ لبنیہؓ جواب دیتی کہ تیری یہ حالت میرے اللہ کے حکم سے ہوئی ہے۔
حضرت عمر انھیں پھر مارنے لگتے۔اور اُن کا لبنیہ سے وہی مطالبہ تھا جو عام طور پر قریش مسلمانوں سے کرتے تھے کہ وہ عالم نور سے پھر عالم تاریکی کی طرف لوٹ آئے مگر اب یہ ممکن نہ تھا۔
اور لبنیہ اُن سے کہا کرتی:
خدا کی قسم! تیری اذیت میں بھی اِک لذت ہے جس کا تجھ کو ادراک نہیں۔

مگر یادرکھ!

دین حق وہ حقیقت ہے جس سے منہ نہیں موڑا جاسکتا۔لبنیہؓ کو بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر کے ظلم وستم سے نجات دلائی اور انھیں خرید کر اللہ کی راہ میں آزاد کردیا۔

❖ ❖ ❖



اور انھی میں حضرت خالدؓ بن سعید تھے۔جن کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں اُن کے والد اور چچا نہایت سخت اذیت پہنچایا کرتے۔خالد بن سعیدؓ کے والد کو جب اُن کے اسلام لانے کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے دوسرے بیٹوں سے کہا:

اسے تلاش کرو اور اٹھا لاؤ۔

انھوں نے حضرت خالدؓ بن سعید کو اپنے باپ کے سامنے پیش کر دیا۔

باپ نے اپنے عصاء سے اُن کو اتنا مارا کہ وہ عصاء حضرت خالدؓ بن سعید کے سر پہ ہی ٹوٹا۔خالد کا باپ اُن مارتا جاتا اور کہتا جاتا، تو نے اپنے آباء کو احمق جانا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت قبول کر کے اپنے آباء کی توہین کی ہے۔تو نے لات وعزیٰ کا انکار کیا ہے تجھ پہ اُن کی مار پڑے گی۔

اُن کا خیال تھا کہ حضرت خالدؓ اُن کے تشدد کے آگے ہتھیار ڈال دیں گے۔

مگر حضرت خالدؓ کا تعلق بھی وفا پیشہ قبیلہ سے تھا اس لیے اُن کی طرف جواب بالکل صاف تھا کہ انھیں رسول ﷺ کی غلامی سے کوئی نہیں نکال سکتا اور وہ اس اعزاز کو برقرار رکھیں گے چاہے انھیں اس کی کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔کئی دن کے تشدد کے بعد جب خالدؓ کے والدین اکتا گئے تو انھوں نے حضرت خالدؓ کو ایک کمرے میں قید کر دیا۔

وہ حضرت خالدؓ کو بھوک اور پیاس سے مار دینا چاہتے تھے۔

حضرت خالدؓ اُس کمرے میں تین دن بھوکے پیاسے پڑے رہے پھر اُن کی والدہ نے دوسرے لوگوں کی نظر بچا کے انھیں وہاں سے فرار کرا دیا۔حضرت خالدؓ بہت دن تک مکہ کی بالائی پہاڑیوں میں چھپے رہے پھر جب اُن کو پتا چلا کہ تمام مسلمان دارِارقم میں اٹھ آئے ہیں تب وہ بھی وہاں تشریف لے آئے۔انھوں نے بھی دیگر بہت سے مظلومین کی طرح اہل کفار کی جفا کے مقابل اپنی وفا کا علم بلند رکھا۔

اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر سے نوازے۔

❖ ❖ ❖



انھی میں حضرت زبیرؓ بن عوام بھی تھے۔حضرت زبیرؓ بن عوام بھی اُن خوش نصیبوں میں سے تھے جنھیں اول اول دولتِ اسلام سے نواز دیا گیا تھا۔حضرت زبیرؓ بن عوام خوبصورت نوجوان تھے اور آنحضرت محمد ﷺ کے پھوپھی زاد تھے وہ حضرت صفیہؓ کے بیٹے تھے۔

حضرت زبیرؓ جب ابھی بچے ہی تھے تب اُن کے والد عوام نے وفات پائی۔

عوام اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھائی تھے تاہم اُن کی وفات کے بعد حضرت زبیرؓ کی پرورش حضرت خدیجہؓ کے دوسرے بھائی نوفل نے کی۔نوفل اُن کو اپنے سگے بیٹوں کی طرح جانتے تھے اسی لیے تو ایک بار جب زبیرؓ کی ماں حضرت صفیہؓ نے انھیں کسی شرارت کی سزا دی تو نوفل نے بہت برا مانا۔مگر جب حضرت زبیرؓ آنحضرت محمد ﷺ پہ ایمان لائے تو یہی نوفل تھا جو اُن پہ دن رات تشدد کرتے نہ تھکتا تھا۔وہ اپنے بھتیجے کو ایک چٹائی میں باندھ دیتا اور انھیں کڑوے دھوئیں سے دھونی دیا کرتا۔

وہ حضرت زبیرؓ سے کہتا: یا تو حضرت محمد ﷺ کے دین کا انکار کر دو یا پھر موت کے لیے تیار ہو جاؤ۔

مگر حضرت زبیرؓ بھی وفا پیشہ قبیلے سے تھے اس لیے اُن کے چہرے پہ ہمیشہ ایک پر اسرار مسکراہٹ کھیلتی رہتی جو نوفل کو اس کی شکست کا احساس دلاتی اور نوفل مزید تعیش میں آ جاتا۔وہ پھر سے انھیں

اذیت دینے لگتا۔

اور حضرت زبیرؓ پھر سے مسکرانے لگتے۔ آنحضرت محمد ﷺ کو حضرت زبیرؓ پہ تشدد کی اطلاعات پہنچتی رہتی تھیں اس لیے جب انھوں نے کچھ صحابہ سے کہا:

کہ اللہ کی زمین میں وسعت پہ غور کریں تو پہلے صحابہ آپ ﷺ کی اس بات کو نہ سمجھے۔

تب آپ ﷺ نے صاف لفظوں میں اُن سے کہا:

اپنے دین کی حفاظت اور کفارِ قریش کے ظلم و ستم سے نجات کے لیے وہ اللہ کی وسیع زمین میں کہیں نکل جائیں۔ بعد میں آپ ﷺ نے اُن کو یہ بھی بتادیا کہ وہ حبشہ کی طرف جائیں کہ وہاں ایک عادل حکمران حکومت کرتا ہے۔ چنانچہ حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والوں میں حضرت زبیرؓ بن عوام بھی شامل تھے۔ حضرت زبیرؓ بن عوام نے بھی اپنے چچا کے ظلم و ستم کو شکست فاش دی تھی اور اپنا دین بچانے میں کامیاب رہے تھے۔ اللہ اُن کو جزائے خیر سے نوازے۔

❖ ❖ ❖



اور انھی وفا شعاروں میں ایک حضرت حمامہؓ بھی تھیں۔ یہ سیّدنا بلالؓ کی والدہ تھیں۔ اُن پر بھی اُن کا مالک اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بے پناہ تشدد کیا کرتا تھا۔ مگر وہ بھی آخر حضرت بلالؓ کی والدہ تھیں جو صبر و رضا کا پیکر تھے۔ اس لیے یہ کس طرح ممکن تھا کہ اُن کا بیٹا تو اللہ کی راہ میں ایذائیں برداشت کرتا رہے اور اُن کی ماں دینِ حق سے انکار کر دے۔ اس لیے حضرت حمامہؓ نے اپنے بد فطرت مالک کے ہر تشدد کو صبر و یقین سے برداشت کیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اُن کہ یہ اذیت ختم کر دی اور حضرت ابوبکرؓ کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ وہ اس مظلومہ کی دادرسی کی وجہ بنیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے حمامہؓ کو بھی اُن کے مالک سے منہ بولی قیمت ادا کر کے خرید لیا اور اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔



اسی وفا کیش قبیلے سے اُم عنیس ؓ بھی تھیں جن کا نام بعض مورخین نے اُم عبیس ؓ بھی لکھا ہے۔ وہ بھی صبر و ورضا کی پیکر نکلیں اور حق کی خاطر نا قابل یقین تشدد کو برداشت کیا۔ صبر و عزیمت کی داستانوں میں اُن کا نام ہمیشہ بیان کیا جاتا رہے گا۔ اُن کے متعلق مورخین نے زیادہ معلومات فراہم نہیں کی جا سکیں تاہم اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ اُن کا مالک بھی اُن پہ بے پناہ تشدد کرتا تھا اور اُن سے مطالبہ کرتا کہ وہ دین توحید کا انکار کر دیں مگر انھوں نے ثابت قدمی کا ثبوت دیا اور دین اسلام پہ قائم رہیں۔
بعض مورخین نے اُن کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بنو زہرہ کے خاندان میں عبد یغوث نامی شخص کی لونڈی تھیں انھیں بھی حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے آزاد کرایا تھا۔



بنومخزوم کے ولید بن الولیدؓ بھی تھے جنھوں نے اسلام قبول کرلیا تھا وہ آنحضرت محمد ﷺ پہ پختہ ایمان لائے تھے اور اس کی ہر قیمت ادا کرنے کو تیار تھے کیونکہ وہ دیکھتے کہ اسلام قبول کرنے والوں پر اُن کے اقربا کس قدر بے ایمانہ تشدد کررہے ہیں۔ اُن کا اسلام ابھی پوشیدہ تھا اس کے باوجود انھیں اپنے بھائی ہاشم پہ یقین سا تھا کہ وہ انھیں سزا نہ دیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ دونوں بھائیوں میں بہت محبت تھی۔

سلمہ بن ہاشم اپنے قبیلے کا سردار تھا اور ولید اُن کے چھوٹے بھائی تھے۔

ابوجہل نے مکہ میں ایک مہم چلا رکھی تھی کہ قریش کے اعلیٰ خاندانوں کے جن نوجوانوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اُن کو حالت کفر کی طرف واپس لانا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلے میں حضرت خالد بن سعیدؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ پہ بے پناہ تشدد کیا گیا تھا۔

اس کے بعد ابوجہل اپنے لوگوں کے ساتھ ہاشم کے پاس پہنچا اور اُس سے کہا:

کہ وہ اپنے بھائی ولید کو ہمارے حوالے کردے تا کہ اُن کو اہل مکہ کے آبائی دین کی طرف واپس لایا جاسکے۔

ہاشم نے اُن سے کہا: تم ولید کو بے شک لے جاؤ اور اس سے بات کر دیکھو۔

مگر یاد رکھنا اگر تم لوگوں نے اسے اذیت پہنچائی تو میں تمھارے سب سے اہم آدمی کو قتل کر دوں گا ۔اور ابوجہل جانتا تھا کہ وہ بنومخزوم کا اہم سردار ہے اور جو بات اس نے کی ہے اس پہ عمل کر گزرنے

پہ بھی قادر ہے۔

چنانچہ ابو جہل مایوس ہو گیا اور وہاں سے اٹھ آیا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

قریش کے سامنے یہ ایک نیا مسئلہ تھا جس کا کوئی حل اُن کی سمجھ میں نہیں آتا تھا اور ہاشم کے علاوہ بھی کچھ لوگ تھے جو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں اپنے عزیزوں پہ تشدد کرنے پہ آمادہ نہ تھے جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ جان گئے تھے کہ تشدد کسی انسان کی سوچ کو تبدیل نہیں کر سکتا اور اُن کے سامنے سینکڑوں مثالیں تھیں، ابو جہل کا وحشیانہ تشدد تھا مگر انھوں نے دیکھا کہ قریش کسی بھی غلام لونڈی یا نادار مسلمان کو دینِ حق سے برگشتہ نہیں کر سکے۔ ادھر قریش کی پریشانی روز بروز بڑھ رہی تھی اس لیے کہ اِن کے انسانیت سوز مظالم کے باوجود لوگ نہ صرف اسلام قبول کر رہے تھے بلکہ اُن کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا تھا اور خود اِن کے اپنے گھروں میں ایک ایسا طبقہ قوت پکڑ رہا تھا جو اِن کے بتوں کی پوجا پہ آمادہ تھا نہ اُن کی سرداری اور برتری تسلیم کرنے کو تیار تھا وہ نہ صدیوں سے چلے آ رہے رسموں رواج پہ یقین رکھتا تھا اور نہ قریش کے جاہلانہ اصولوں پہ سمجھوتا کرنے کو تیار تھا۔

چنانچہ عربوں کا معاشرہ منقسم ہو کے رہ گیا تھا اور یہی اُن کے لیے تکلیف کی سب سے بڑی بات تھی۔ چنانچہ ایک طرف بتوں کی پوجا کی جا رہی تھی تو دوسری طرف توحید کی آوازیں بھی بلند ہو رہی تھیں ایک طرف عربوں کے سردار تھے اُن کا قبائلی نظام تھا تو دوسری طرف مسلمانوں کی مساوات تھی جس میں نہ کوئی غلام نہ تھا نہ کوئی آقا بلکہ وہ سب ایک اللہ ایک رسول اور ایک کتاب پہ ایمان لے آئے تھے اور عرب جانتے تھے کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے مکہ پہ قریش کا قبضہ کمزور ہو رہا تھا اور وہ سیاسی مذہبی اور انتظامی سطح پہ آنے والی اُس شکست کو دیکھ رہے تھے جو اُن کا مقدر بننے والی تھی اس لیے انھوں نے اسلام کی راہ روکنے کے لیے اپنی قوت کا آخری قطرہ تک استعمال کرنے کا عہد کر لیا۔

❖❖❖

4 نبوی، رمضان.... 9 قبل ہجرت ... جولائی 613ء ... 614ء

۴ نبوی، دیگر واقعات

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو دین اسلام کی بلایا، اُن کے بتوں کی بے بسی کو عیاں کیا اور اُن کو حق کی طرف مراجعت کا حکم دیا تو سارا شہر مکہ اُن کا دشمن ہو گیا۔ قریش نے غریب اور غلام مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور اُن پر طرح طرح کے ظلم و ستم کیے۔ مسلمانوں نے اس ظلم جبر کے مقابل ثابت قدمی کا ثبوت دیا اور دین حق پر ڈٹ گئے۔ کفار قریش سے مسلمان غلاموں کی یہ ثابت قدمی برداشت نہ ہوتی تھی اور وہ مزید ظلم کرنے پر آمادہ ہو جاتے۔ تاہم اُن کا یہ خواب کہ اُن کا بے انتہا تشدد مسلمانوں کو پھر سے بتوں کی پوجا پر مجبور کر دے گا پورا نہ ہو سکا۔ چار نبوی کو پیش آنے والے دیگر واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

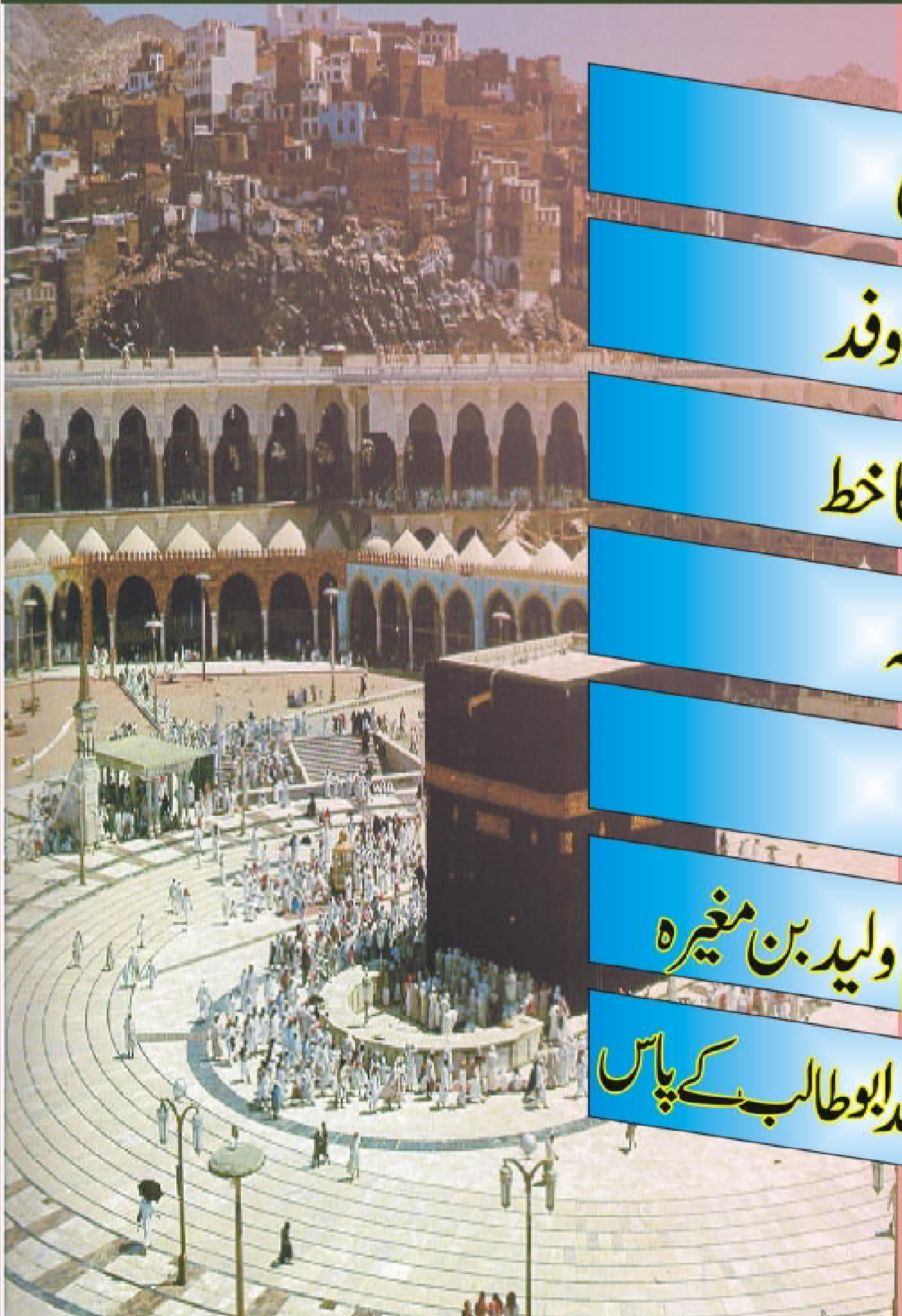
❖❖❖❖❖❖❖❖

☜ اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی حضرت ورقہ بن نوفلؓ نے ۴ نبوی کو وفات پائی۔ حضرت

ورقہ بن نوفلؓ کا شمار اُن لوگوں میں کیا جاتا ہے جو عہد جاہلیت سے ہی حق کی تلاش میں تھے۔ چنانچہ حق کی تلاش میں وہ ہمیشہ سفر کرتے رہتے یہی وجہ ہے کہ اُن کو نکاح تک کی فرصت نہ ملی اور وہ بغیر کوئی اولاد چھوڑے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے جو اہل عرب کے لیے قدرے اجنبی بات تھی۔ حق کی تلاش میں اُن کے شام و مصر و یمن کے سفروں کا تذکرہ ملتا ہے۔ انھی سفروں کے درمیان انھوں نے دیگر مذاہب کا مطالعہ کیا پہلے انھوں نے یہودی مذہب اختیار کیا۔ اس کے بعد وہ عیسائی ہو گئے پھر یہودی عالموں سے ہی اُن کو علم ہوا کہ دین ابراہیمؑ کی تکمیل تو شہر مکہ میں ہو گی تب وہ اپنے وطن یعنی مکہ لوٹ آئے۔ حضرت خدیجہؓ سے انھیں علم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر ناموس مبارک اترنے لگا ہے تو حضرت ورقہ بن نوفلؓ جان گئے کہ یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء پر اترا کرتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کو منصب نبوت عطا فرمایا تو پہلے ہی سال حضرت ورقہ بن نوفلؓ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔ اگرچہ کچھ مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ورقہ بن نوفلؓ نبوت کے پہلے سال ہی انتقال فرما گئے تھے مگر صحیح بات وہی ہے جسے ہم نے تحریر کیا ہے کہ حضرت ورقہ بن نوفلؓ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اُن کا انتقال ۴ نبوی کو ہوا تھا انھیں مکہ میں ہی دفن کیا گیا۔

❖ ❖ ❖

5 نبوی بمطابق رمضان 8 قبل ہجرت 1 جولائی 614ء



اشرارِ قریش

اہل نجران کا وفد

تبع حمیری کا خط

ہجرت حبشہ

شق قمر

شیطان اعظم ولید بن مغیرہ

قریش کا دوسرا وفد ابو طالب کے پاس

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء

قریش اور محمد رسول اللہ ﷺ

ہر آتی صبح اہل قریش کے لیے نئی اور پریشان کن خبروں سے مزین ہوتی۔ اس لیے کہ دین اسلام دور دور تک اُن کے معاشرے میں سرایت کر چکا تھا اور قبیلہ قریش کے مختلف خاندانوں میں اسلام اپنی جڑیں پختہ کر رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی مسلسل جہد و سعی اب اپنا رنگ دکھانے لگی تھی۔ قریش کو اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ خود اُن کے اپنے گھروں کے بہت سے نوجوان اسلام لا چکے ہیں۔ وہ اس بات سے بھی پریشان تھے کہ اُن کے بہت سے لوگ اسلام لے آئے تھے مگر وہ اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے اور قریش نہیں جانتے تھے کہ وہ کتنے ہیں اور کہاں ہیں۔ ردِ عمل کے طور پر وہ تشدد پر اتر آئے تھے اور اُن کے دستِ ستم سے کوئی بھی محفوظ و مامون نہ رہا تھا حتیٰ کہ اُن بدبختوں نے خود آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھ بھی سخت رویہ اپنا لیا تھا۔ اُن کے اس رویے سے اُس داستانِ ظلم نے جنم لیا جس کا تذکرہ مورخین کے ہاں محفوظ رہا۔ اُن کے مظالم کی داستان طویل ہے اس لیے ہم یہاں اُن کی وحشت کے محض کچھ نظائر پیش کریں گے۔ اگرچہ اُن کے مظالم کا ہدف عام طور پہ وہ مسلمان تھے جو غلام تھے یا بے آسرا تھے یا نادار تھے مگر اس کا یہ مطلب

ہرگز نہیں کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے دیگر اصحاب اس مصیبت سے بری تھے۔انھوں نے خود نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کی ذات مبارک کو بھی ایذا پہنچانے سے گریز نہ کیا تھا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ؛

قریش کے سرداروں نے آوارہ منش لونڈے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے لگا رکھے تھے۔اس لیے نبی اکرم ﷺ جس طرف جاتے وہ آپ ﷺ پہ آوازے کستے اور آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے بھاگتے، انگلیوں سے آپ ﷺ کی طرف اشارے کرتے اور آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتے۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو کبھی کاہن کہا۔

تو کبھی جادوگر کہا، کبھی مجنون کہا، تو کبھی شاعر کہا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نبوت کے پانچویں سال تک قریش مکہ کی حضور ﷺ اور صحابہ کرام سے عداوت شدت اختیار کر گئی تھی۔انھوں نے نبی اکرم ﷺ پہ ہر قسم کے الزام لگائے۔آپ ﷺ کو کاہن مجنون جادوگر اور نجانے کیا کیا کہا۔مگر نبی اکرم ﷺ اپنی دھن میں مگن رہے، لوگوں کو دین حق کی طرف بلاتے رہے، لوگوں کے دامن خیر سے بھرتے رہے، لوگوں کے اندھیروں میں اجالا کرتے رہے، لوگوں کی دنیا اور آخرت سنوارتے رہے، مگر بدلے میں اُن بدبختوں نے کیا کیا؟ انھوں نے آپ ﷺ سے زبان درازی کی آپ ﷺ پر دست اندازی کی۔

ابن اسحاق نے یحیٰی بن عروہ بن زبیر اور انھوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن العاصؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا میں اُس وقت بیت اللہ شریف میں موجود تھا اور قریش کے سردار مقام حجر میں جمع تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ ہی کا تذکرہ کر رہے تھے۔

انھوں نے کہا:

ہم نے اس شخص کے بارے میں جتنے تحمل کا مظاہرہ کیا ہے ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔اس شخص نے ہمارے معبودوں کی توہین کی، ہمارے آباء کو جاہل کہا، ہمارے خاندانوں کو منتشر کیا اور ہمیں ایک عظیم اضطراب سے دوچار کیا۔دراصل وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ عداوت میں اپنی انتہا تک پہنچ چکے تھے اُن کا بس نہ چلتا تھا ورنہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل ہی کر دیتے۔حضرت عبداللہؓ بن عاص

فرماتے ہیں کہ اسی اثناء میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ بھی حرم پاک میں تشریف لا رہے ہیں اور اُن کا اس وقت یہاں تشریف لانا میرے لیے تکلیف کی بات تھی اور میں نے سوچا کہ کاش اس وقت نبی اکرم ﷺ تشریف نہ لائے ہوتے۔ دراصل میں جانتا تھا کہ نبی اکرم ﷺ اکیلے ہیں قریش اُن کے خلاف غصے سے بھرے ہوئے ہیں اس لیے وہ یقیناً آپ ﷺ کو ایذا پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

اور ایسا ہی ہوا۔

نبی اکرم ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور پھر اللہ کے گھر کا طواف کرنے میں مصروف ہو گئے۔ جب آپ ﷺ پہلے پھیرے میں قریش مکہ کے قریب سے گزرے تو انھوں نے آپ ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات کہے۔ دوسرے چکر میں جب آپ ﷺ اُن کے قریب سے گزرے تو انھوں نے پھر آپ ﷺ کی شان میں تہذیب سے گری ہوئی زبان استعمال کی مگر آپ ﷺ خاموش رہے اور بدستور طواف کرتے رہے۔

اہل قریش نے تیسرے پھیرے میں بھی ایسا ہی کیا۔

اب کی بار آپ ﷺ رک گئے، تب آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ تھیں اور آپ ﷺ نہایت غصے میں تھے ۔آپ ﷺ نے فرمایا:

اے کفار قریش سنو! اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمھارے لیے تمھاری موت بن کے آیا ہوں۔

اور نبی اکرم ﷺ شاذ ہی ایسا لہجہ اختیار کرتے تھے۔ قریش آپ ﷺ کے اس انداز سے آشنا نہ تھے اس لیے وہ سہم سے گئے اور اُن کے اوسان خطا ہو گئے وہ اتنے ساکت کھڑے تھے جیسے اُن کے کندھوں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

پھر اُن میں سے کسی نے نہایت ملائمت سے کہا:

اے ابوالقاسم (ﷺ) آپ تشریف لے جائیں، بخدا یہ جاہل لوگ ہیں۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

حضرت عبداللہؓ بن عاص فرماتے ہیں کہ اس سے اگلے روز قریش نے نبی اکرم ﷺ کو ایذا پہنچانے کا

منصوبہ بنایا اور تب اُن کے تمام شریر بیت اللہ میں جمع تھے۔اور میں سوچ رہا تھا کہ کہیں نبی اکرم ﷺ تشریف نہ لے آئیں۔اس لیے کہ عام طور پہ اس وقت نبی اکرمﷺ حرم پاک میں تشریف لایا کرتے تھے۔

میرا خدشہ درست ثابت ہوا اور نبی اکرمﷺ حرم پاک میں تشریف لے آئے اور کفار قریش اُن پہ حملہ کرنے کا منصوبہ بنائے ہوئے تھے۔پھر جب نبی اکرمﷺ اُس جگہ پہنچے جہاں حجر اسود نسب تھا تو اُن سب نے نبی اکرمﷺ کو گھیر لیا۔

اُن میں سے ایک بولا:

آپ وہی ہیں جو ہمارے معبودوں کے بارے میں یہ اور یہ کہتے ہیں اور ہمارے آباء کو جاہل اور گمراہ کہتے ہیں۔

نبی اکرمﷺ نے اطمینان سے فرمایا:

ہاں میں وہی شخص ہوں جو تمھارے معبودوں کو یہ اور یہ کہتا ہے۔

تب اُن میں سے عقبہ بن ابی معیط نے آپﷺ کی گردن میں اپنا کپڑا ڈال دیا اور اُس کو بل دینا شروع کر دیا حتیٰ کہ نبی اکرمﷺ کی آنکھیں ابل کر باہر کو آنے لگیں۔

تب حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ ﷺ کی مدد کو آگے بڑھے اور یہ کہتے ہوئے کفار سے بھڑ گئے کہ تم اُس شخص کو اذیت دیتے ہو جو تمھیں شرک اور گناہ سے بچانا چاہتا ہے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت محمدﷺ کو تو اُن سے چھڑا لیا مگر اس کے بدلے کفار قریش نے اُن پہ بے انتہا تشدد کیا۔ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی اُم کلثومؓ کی اولاد میں سے کسی نے کہا کہ اس روز صدیق اکبرؓ کے سر میں شدید درد رہا تھا کیونکہ کفار مکہ نے اُن کے سر اور داڑھی کے بال نوچ لیے تھے۔اُس دن نبی اکرمﷺ اپنے گھر لوٹ آئے اور تکلیف کی وجہ سے چادر اوڑھ کر لیٹ رہے تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ؛

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ O قُمْ فَاَنْذِرْO وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ ۔۔

القرآن الحکیم (سورۃ المدثر 74 / آیات ۳)

ترجمہ ؛

"اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو اور مستعد ہو کر کافروں کو اللہ سے ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو"۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

ایک دفعہ اہل قریش نے نبی اکرم ﷺ کو حرم پاک میں بلایا۔ نبی اکرم ﷺ اس خیال سے بہت جلدی میں وہاں پہنچے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں کو ہدایت کی طرف مائل کر دیا ہو۔ تاہم جب نبی اکرم ﷺ بیت اللہ شریف میں تشریف لے آئے تب کفار قریش نے نبی اکرم ﷺ کو تنگ کرنے کے لیے آپ ﷺ پہ لایعنی اور لغو مطالبات کی بوچھاڑ کر دی۔

کسی نے کہا؛ آپ ہمیں جبل نور چلا کے دکھا دیں ہم ایمان لے آئیں گے۔

کسی اور نے کہا' آپ اس سامنے والے پہاڑ کو سونے کا بنا دیں ہم ایمان لے آئیں گے۔

کسی نے سوال کیا؛ یمن کی طرح شہر مکہ میں بھی نہریں بہنے لگیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو بتایا:

میرا یہ منصب نہیں ہے کہ تم کو پہاڑ چلا کے دکھا دوں یا پہاڑ کو سونے کا بنا دوں یا وادیٔ مکہ میں نہریں جاری کر دوں میں تو تمھارے عقائد کی کجی اور تمھارے اعمال کی ٹیڑھ دور کرنے آیا ہوں اس لیے تمھیں چاہیے کہ مجھ پہ ایمان لے آؤ اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔

مگر قریش نے حسبِ سابق انکار کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ اُن سے مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔

تب کفارِ قریش میں سے ابوجہل بولا:

اے گروہ قریش! تم نے دیکھا محمد (ﷺ) نے ایک بار پھر ہمارے مطالبات رد کر دیئے ہیں۔ خدا کی قسم جتنا صبر ہم نے اِن کے معاملے میں کیا ہے پہلے شاید ہی کبھی ایسا ہوا ہو۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ ہمارے دین میں عیب نکالتے ہیں ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتے ہیں اور ہمارے اجداد کو جاہل

کہتے ہیں اور ہمیں عقل و دانش سے عاری جانتے ہیں۔

خدا کی قسم: تم سب گواہ رہنا کہ کل جب وہ نماز کے لیے آئیں گے تو میں ایک بڑا پتھر اُن کے سر پہ دے ماروں گا اور اُن کا قصہ تمام کر دوں گا اس کے بعد تمھاری مرضی ہے کہ تم مجھے بنو عبد مناف کے حوالے کر دو یا میری مدافعت کرو۔ وہاں پر موجود قریش کے تمام سرداروں نے ابو جہل کو یقین دلایا کہ وہ انھیں کبھی بنو عبد مناف کے حوالے نہ کریں گے بلکہ اُن سے جنگ کریں گے اگر تم ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا دو جس نے قریش کے ہر گھر میں نقب لگا لی ہے۔ چنانچہ اُس سے اگلی صبح جب نبی اکرم ﷺ حرم پاک میں تشریف لائے تو ابو جہل اپنے وعدے کے مطابق ایک بھاری پتھر لیے آپ ﷺ کے انتظار میں ایک طرف چھپ کے بیٹھ چکا تھا۔ اور قریش کے بہت سے سردار ایک عمدہ نظارے کی آس اپنے دل میں لیے اُس صبح حرم پاک میں موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور پھر آپ ﷺ نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ؛

حرم پاک میں آپ ﷺ نماز میں اپنا منہ بیت المقدس کی طرف کیا کرتے تھے۔ اس لیے جب آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوا کرتے تو آپ ﷺ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان نماز ادا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اُس صبح بھی آپ ﷺ حسب معمول اُسی جگہ نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ تب قریش مکہ اپنی اپنی محافل میں بیٹھ چکے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں کہ ابو جہل کیا کرتا ہے ۔ پھر جب نبی اکرم ﷺ سجدے میں تشریف لے گئے تو ابو جہل اپنی کمین گاہ سے دبے پاؤں نکلا اور اس کے ایک ہاتھ میں ایک بڑا پتھر بھی موجود تھا۔ پھر لوگوں نے وہ دیکھا جس کی انھیں توقع نہ تھی۔

جب وہ نبی اکرم ﷺ کے قریب پہنچا تو یوں پیچھے بھاگا جیسے اُس نے کسی آسیب کو دیکھ لیا ہو۔ پتھر اُس کے ہاتھ سے گر چکا تھا اور اُس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اُس کا جسم کانپ رہا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ وہ ابھی گرے گا اور مر جائے گا۔

لوگ اُس کی طرف لپکے اور اسے سنبھالا۔

اے ابوالحکم، تجھے کیا ہوا تھا، انھوں نے ابوجہل سے پوچھا؟

ابوجہل نے اُن سے کہا: جب میں نبی اکرم ﷺ کے قریب ہوا تو ایک نر اونٹ اپنا بڑا سا منہ کھولے ہوئے میری طرف بھاگا اور اُس کا منہ بہت ہی بڑا تھا اتنا بڑا کہ میں نے آج تک اتنی موٹی گردن اور بڑے جبڑے والا اونٹ نہ دیکھا تھا۔ قریب تھا کہ وہ میرے چہرے کو اپنے جبڑے میں دبوچ لیتا اس لیے میں پیچھے کو بھاگا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے بعد میں صحابہ کو بتایا کہ وہ جبرائیل تھے اگر ابوجہل ایک بھی قدم اور اٹھاتا تو حضرت جبرائیل اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اور بیان کیا گیا کہ؛

آپ ﷺ کا چچا ابولہب اور اُس کی بیوی ام جمیل نبی اکرم ﷺ کے بدترین دشمنوں میں شامل تھے ۔ نبی اکرم ﷺ فریضہ رسالت ادا کرنے میں ایک لمحے کی بھی کوتاہی نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ اکثر و بیشتر لوگوں کو دعوت اسلام دیتے دکھائی دیا کرتے، کہیں جا رہے ہوتے تو راہ میں جس شخص سے بھی ملاقات ہو جاتی خواہ آزاد شخص ہو یا غلام ہو، خواہ کمزور یا توانا ہو، خواہ غریب یا امیر ہو، خواہ مسافر ہو یا مقیم، خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو ہر ایک کو نبی اکرم ﷺ ایک ہی بات کی طرف بلاتے تھے کہ کہو!

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

جس کے بدلے میں کفار قریش نے آپ ﷺ کو ایذائیں دینا شروع کر دی تھیں لیکن اُن کی ہر رکاوٹ اور ہر ظلم کے بدلے نبی اکرم ﷺ کا ذوق بندگی اور شوق محبت پہلے سے فزوں تر ہوتا جا رہا تھا۔

امام بیہقی نے ربیعہ بن عباد سے روایت کی ہے کہ؛

میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا۔[*13]

حضور ﷺ ایک ایک آدمی کے پاس جاتے اور دین کی دعوت دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ

ایک شخص تھا جس کی آنکھیں بھینگی تھیں اور جس کے رخسار چمک رہے تھے۔میں نے دیکھا کہ جب بھی نبی اکرم ﷺ کسی شخص کو دین اسلام کی دعوت دیتے اور کہتے۔

یٰاَیُّھَا النَّاس قُوْلُوْا اَلاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا

اے لوگو! کہولا الہ الا اللہ کامیاب ہو جاؤ گے۔

تو یہ بھینگا شخص کہتا؛

یٰاَ یُّھَا النَّاس لَا یَغُرَّنَّکُمْ ھٰذَا عَنْ دِیْنِکُمْ دِیْنِ اٰبَآءِ کُمْ۔

اے لوگو! یہ شخص تم کو تمھارے باپ دادا کے دین سے گمراہ نہ کرنے پائے۔

میں نے دیکھا کہ وہ بھینگا شخص حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے آتا ہے اور آپ ﷺ پہ مٹی ڈالتا ہے۔پس میں نے غور کیا تو وہ شخص ابولہب تھا۔

وہ لوگوں سے کہتا جا رہا تھا کہ خیال رکھنا یہ شخص تم کو تمھارے باپ دادا کے دین سے گمراہ کردے گا۔اس کی مرضی یہ ہے کہ تم لات وعزیٰ کی پرستش چھوڑ دو۔

ابولہب کی طرح اُس کی بیوی بھی ام جمیل اروی بنت حرب بھی نبی اکرم ﷺ کی عداوت میں اندھی ہو چکی تھی۔

جب یہ سورت تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ نازل ہوئی تو اس کا جذبہ عناد سہ آتشہ ہو گیا۔مکہ کے لوگوں نے اس سے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے تمھاری ہجو کی ہے یعنی قرآن میں اُس کے متعلق سورت اتری ہے تو ام جمیل غصے سے پاگل ہو گئی۔اُس نے اپنے ہاتھ میں ایک لمبا سا پتھر لیا اور نبی اکرم ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔نبی اکرم ﷺ اُس وقت حرم پاک میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔پھر وہ آپ ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے حرم پاک میں آئی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُس کو دیکھا تو کہا: یارسول اللہ (ﷺ)

یہ بڑی بدزبان اور فحش کلام عورت ہے آپ ﷺ یہاں سے تشریف لے جائیں مبادا یہ آپ ﷺ کے ساتھ بدتمیزی کرے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا: اسے آنے دو کچھ بھی نہیں ہوگا وہ مجھے دیکھ ہی نہ سکے گی، اور پھر ایسا ہی ہوا۔

ابولہب کی بیوی نے حضرت ابوبکرؓاور حضرت عمرؓ کو دیکھ لیا تھا اس لیے وہ سیدھی انھی کی طرف آئی اور اس کے ہاتھ میں ایک لمبوترا پتھر موجود تھا۔

اُس نے حضرت ابوبکرؓ سے سوال کیا تمھارے صاحب کہاں ہیں؟

کیوں تمھیں اُن سے کیا کام ہے؟

حضرت ابوبکرؓ نے نرمی سے سوال کیا؟

ام جمیل نے کہا میں نے سنا ہے کہ انھوں نے میری ہجو کی ہے اس لیے اگر میں اُن کو پالوں تو اس پتھر سے اُن کا چہرہ لہولوہان کردوں۔

اب حضرت عمرؓ کو اس پہ غصہ آ گیا اس لیے انھوں نے کہا:

اے بدتمیز عورت ہجو شاعر کیا کرتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ شاعر نہیں ہیں۔

اے ابن خطاب میں تم سے مخاطب نہیں ہوں۔

اس لیے کہ وہ جانتی تھی کہ حضرت عمرؓ ذرا تیز مزاج کے ہیں۔

حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ حیران تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ تو اُن کے ساتھ بیٹھے ہیں مگر ام جمیل کو اس بات کا احساس ہی نہیں اور وہ آپ ﷺ کو بالکل نہیں دیکھ سکی تھی۔ پھر اسے آزمانے کے لیے حضرت ابوبکرؓ نے اُس سے پوچھا؟ تمھیں نبی اکرم ﷺ یہاں کہیں نظر نہیں آ رہے۔

اُم جمیل نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اے عتیق! تمھاری تو یہ عادت نہ تھی (یعنی تم نے تو کبھی مجھ سے مذاق نہیں کیا)۔

حضرت ابوبکرؓ نے اُسے ٹال دیا اور کہا![14*]

میرا مطلب یہ ہے کہ تم نے سارا حرم پاک دیکھ لیا ہے۔

ام اروی نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا: اِن ستاروں کی قسم! اُن سے کہنا۔

کہ اگر انھوں نے میری ہجو کی ہے تو میں بھی ایک عمدہ شاعرہ ہوں میں بھی اُن کی ہجو کرکے رہوں گی

پھر وہ وہاں سے چلی گئی۔

تب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یہ کیا راز ہے وہ آپ ﷺ کو کیوں نہ دیکھ سکی تھی۔

آنحضرت محمد ﷺ مسکرائے اور اپنے دوستوں سے کہا:

وہ مجھے اس لیے نہ دیکھ سکی تھی کہ حضرت جبرائیلؑ نے مجھے اپنے پروں میں سے ایک پر کے نیچے چھپا لیا تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

ابولہب اور ام جمیل نبی اکرم ﷺ کے پڑوسی تھے اور آپ ﷺ کا دوسرا پڑوسی عقبہ بن ابی معیط تھا۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے کہ میں نے بدترین پڑوس کا سامنا کیا ہے۔ ام جمیل جو رسول اللہ ﷺ کی چچی تھی، کا معمول تھا کہ وہ جب جنگل میں لکڑیاں چننے جایا کرتی تو خاردار جھاڑیوں سے کانٹے والی جھاڑیاں الگ کرلیا کرتی اور انھیں رسول اللہ ﷺ کے راستے میں پھینک دیا کرتی [15*]۔ اِن کانٹے دار جھاڑیوں نے کئی دفعہ رسول پاک ﷺ کے مقدس قدموں کو صدمہ پہنچایا تھا۔ دوسری طرف عقبہ بن ابی معیط تھا جس کی بیوی گھر کا سارا کوڑا اکٹھا کر کے چھت سے نبی اکرم ﷺ کے صحن میں ڈال دیا کرتی تھی۔ کبھی کبھی وہ دونوں پڑوسی اپنے گھر کا کوڑا اکٹھا کر کے نبی اکرم ﷺ کے گھر کے بیرونی دروازے کے سامنے پھینک دیا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی نبی اکرم ﷺ کی بیٹیاں جب کھانا پکا رہی ہوتیں تو ام جمیل نبی اکرم ﷺ کے کھانے میں کوڑا ڈال دیا کرتیں۔

نبی اکرم ﷺ جب کبھی اپنے دونوں پڑوسیوں سے بہت تنگ آجاتے تو باہر نکل کے اُن کو پکارتے اور فرماتے؛

یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَیُّ جِوَارٍ ھٰذَا

اے عبد مناف کے بیٹو! تم ہمسائیگی کا حق خوب ادا کرتے ہو۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اُم جمیل حرب بن امیہ کی بیٹی اور ابوسفیان کی بہن تھی۔

جب سورہ لہب نازل ہوئی اور ام جمیل کو نبی اکرم ﷺ بھی نہ مل سکے کہ وہ اُن سے انتقام لے سکے تب وہ اپنے بھائی ابوسفیان کی طرف گئی اور اُس سے کہا، تم حرب کے بیٹے ہو میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا

کہ تم اتنے بے غیرت نکلو گے۔

ابوسفیان حیران رہ گیا اور کہا:

بہن پہلے ماجرا تو بیان کر جس کی وجہ سے تو نے مجھے اتنے سخت الفاظ کہے ہیں۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل نے ابوسفیان سے کہا کہ محمد ﷺ نے میری ہجو کی ہے۔

تب ابوسفیان نے کہا: اچھا یہ بات ہے۔ تب اُس نے ہتھیار لگائے اور تیزی سے باہر نکلا جیسے ابھی محمد ﷺ کو قتل کر دے گا۔ مگر فوراً ہی واپس آ گیا اور ہتھیار پھینک دیئے۔

ام جمیل نے پوچھا بھائی کیا ہوا ہے ابھی تو بڑی شان سے نکلے تھے؟

ابوسفیان نے جواب دیا: کیا تو اس امر کو پسند کرتی ہے کہ تیرے بھائی کے چہرے کو اژدھا ہڑپ کر جائے۔

نہیں کبھی نہیں! ام جمیل نے گھبرا کر کہا:

تب میری بات سن میں نے تیری بات سنتے ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ آج محمد ﷺ کا کام تمام کر کے ہی رہوں گا چاہے اس کا انجام کوئی بھی ہو مگر جونہی میں گھر سے نکلا تو ایک بڑے سے اژدھے نے میرا سر چبا جانا چاہا اور جب تک میں نے اپنے گھر کی چوکھٹ نہ پھلانگ لی وہ میرے پیچھے ہی تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

حقیقت یہ ہے کہ اہل قریش نبی اکرم ﷺ کو ایذا پہنچانے کی کوشش کرتے ضرور تھے مگر اکثر و بیشتر اس میں کامیاب نہ ہوتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی حفاظت کا بھرپور انتظام موجود تھا۔ وہ صرف ایک حد تک ہی نبی اکرم ﷺ کو ایذا پہنچانے پہ قادر تھے اس سے آگے نہیں جا سکتے تھے۔ اس بات کا اظہار حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی کئی مرتبہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تھا اور آپ ﷺ کے مبارک لبوں سے بھی یہ بات بارہا نکلی تھی کہ اگر وہ میرے قریب آنے کی کوشش کرتا تو جبرائیل اس کے ٹکرے ٹکرے کر دیتے۔ چنانچہ اہل مکہ اپنی وحشت میں مگن تھے اور آنحضرت محمد ﷺ کو اپنے فرض کی ادائیگی کے سوا کسی چیز کی پرواہ نہ تھی۔ اس لیے دونوں فریق اپنے اپنے کام میں پوری طرح

منہمک تھے۔ نبی اکرم ﷺ ہر وقت یہ سوچتے رہتے کہ کس طرح وہ اپنی قوم کو اس بات کی طرف مائل کریں کہ وہ حق بات جاننے کے لیے آمادہ ہو سکیں اور اہل قریش اس سوچ میں مگن تھے کہ وہ کونے سا طریقہ ہو جس کے ذریعے وہ بنو ہاشم سے بھی بچ جائیں اور نبی اکرم ﷺ کو بھی قتل کر دیں۔ مگر کفار قریش کے تمام منصوبوں کو اللہ تعالیٰ نے خاک میں ملا دیا اور بالآخر نبی اکرم ﷺ کو اُن پہ غلبہ عطا فرمایا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

جیسا کہ ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں کہ ابو جہل نبی اکرم ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا اور وہ ایک کمینہ انسان تھا۔ دن رات اُس کو ایک ہی کام تھا کہ وہ لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کے خلاف بھڑکا تا رہے ۔خود نبی اکرم ﷺ کا سامنا جب بھی اُس بد بخت سے ہوتا تو وہ آپ ﷺ کو ایذا پہنچانے سے باز نہ رہتا۔ ایک دفعہ جب آپ ﷺ حرم پاک میں نماز ادا کر رہے تھے تو اُس نے آپ ﷺ کے قریب آ کر کہا؛

میں نے آپ کو یہاں نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا تھا، کیا تو نہیں جانتا کہ میرا جتھہ سب سے بڑا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے تو ابو جہل کی اس جہالت کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور بدستور نماز میں مشغول رہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ابو جہل کی اس جہالت کی مذمت میں مندرجہ ذیل آیات اتاریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ!

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغٰى ○ أَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ○ إِنَّ إِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ○ أَرَأَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ○ عَبْدًا إِذَا صَلّٰى ○ أَرَءَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰى ○ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوٰى ○ أَرَءَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ○ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ○ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ○ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ○ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ○ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ○ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ○

القرآن الحکیم (سورۃالعلق 96 / آیات 19 -5)

ترجمہ:

”انسان اس بنا پہ سرکشی کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے حالانکہ یقیناً اُس نے تیرے رب ہی کی طرف پلٹنا ہے تم نے دیکھا اُس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھتا ہو، تمھارا کیا خیال ہے اگر وہ راہ راست پہ ہو یا پرہیز گاری کی تلقین کرتا ہو تمھارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا شخص حق کو) جھٹلاتا اور منہ موڑتا ہو، کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ ہرگز نہیں! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے گھسیٹیں گے اُس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطا کار ہے وہ بلا لے اپنے حامیوں کو اپنے جتھے کو ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔ ہرگز نہیں، اُس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور (اپنے رب) کا قرب حاصل کرو“۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

ابولہب کا پورا خاندان ایسا بد بخت تھا جس نے نبی اکرم ﷺ کو ایذا پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا تھا۔ جب ابھی نبی اکرم ﷺ پہ نبوت نہ اتری تھی تب آنحضرت محمد ﷺ کی دو بیٹیوں حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ کا نکاح ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ ہوا تھا مگر ابھی رخصتی ہونی باقی تھی۔ ابولہب چونکہ آپ ﷺ کا بدترین دشمن تھا اس لیے وہ آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کے نت نئے طریقے سوچا کرتا تھا۔ ایک بار جب اُس کا تجارتی قافلہ ملک شام کے لیے روانہ ہونے والا تھا تب اُس نے اپنے بیٹے عتیبہ کو طلب کیا اور کہا، اب اُس وقت تک مجھے اپنا باپ مت کہنا جب تک کہ تُو محمد ﷺ کی بیٹی کو طلاق نہ دے لے۔[16*]

عتیبہ نے کہا: اس میں بڑی کیا بات ہے میں آپ کا یہ حکم ابھی پورا کیے دیتا ہوں۔ وہ آپ ﷺ کے گھر پہنچا اور اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوطالب بھی موجود تھے۔

عتیبہ نے آپ ﷺ کے دروازے پہ آ کے پکارا:

آنحضرت محمد ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو طالب بھی تھے۔

عتیبہ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بدتمیزی شروع کر دی۔

بھتیجے یہ تم کیا کر رہے ہو۔ حضرت ابو طالب نے عتیبہ کو ٹوکا۔

عتیبہ نے کہا:

میں اس لیے یہاں آیا ہوں کہ تاکہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کو بتا سکوں کہ مجھے اُن کی بیٹی کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور میں نے اُس کو طلاق دے دی ہے۔ یہ واقعتاً ایک بڑا صدمہ تھا جو ابولہب کی طرف سے آنحضرت محمد ﷺ کو پہنچا تھا۔

حتیٰ کہ اس پہ حضرت ابو طالب بھی شدید غصے میں آ گئے۔ اس دوران وہاں عربوں کے کئی لوگ اکٹھے ہو چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ اس صدمے سے نڈھال سے ہو گئے اور حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ کو اُن کے کندھوں سے پکڑ رکھا تھا۔ حضرت ابو طالب نے جب دیکھا کہ عتیبہ واپس جانے لگا ہے تب حضرت ابو طالب نے آنحضرت محمد ﷺ کے کندھوں کو جھنجوڑا اور کہا؛

محمد یہ خالی نہ جانے پائے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت ابو طالب کی طرف دیکھا اور اُن کے اشارے کا مفہوم سمجھتے ہوئے ہاتھ اٹھا لیے۔ آپ ﷺ نے اُس کے لیے بدترین بددعا کی حالانکہ آپ ﷺ شاذ ہی ایسا کیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کی اے میرے اللہ!

اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پہ مسلط کر دے۔

اتنا کہہ کر آنحضرت محمد ﷺ تو اندر چلے گئے مگر حضرت ابو طالب وہیں تھے اور انھوں نے واپس مڑتے عتیبہ کو پکڑ لیا جس کے چہرے کا رنگ خوف کی وجہ سے سیاہ پڑنے لگا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آج تک جو کچھ بھی محمد ﷺ کے منہ سے نکلا ہے وہ ضرور پورا ہوا ہے۔

حضرت ابو طالب نے اُس سے کہا؛

تو نے محمد ﷺ کو جو دکھ دیا ہے اب اس کے بدلے ایک عبرت ناک موت کے لیے تیار ہو جا۔ خود عتیبہ کا خوف کے مارے برا حال تھا اور جب وہ اپنے باپ تک پہنچا تو اس کی آنکھوں سے آنسو

جاری تھے۔

ابولہب نے کہا؛

میں نے تمھیں محمدﷺ کو دکھ پہنچانے کے لیے بھیجا تھا اور تو خود دکھی ہو کے آ گیا ہے۔

عتیبہ نے کہا؛ میں نے تیرا حکم پورا کر دیا ہے مگر میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے پھر اس نے اپنے باپ کو وہاں کی گئی تمام باتوں سے آگاہ کیا۔ جب عتیبہ نے اپنے باپ کو اس بات سے مطلع کیا کہ محمد رسول اللہﷺ نے اُس کو یہ بد دعا دی ہے تو ابولہب کا چہرہ بھی خوف سے بگڑنے لگا۔

پھر اُس کا قافلہ روانہ ہو گیا۔ راستے میں انھوں نے ایک جگہ قیام کیا اور وہاں ایک راہب کی عبادت گاہ تھی۔

راہب اُن کی طرف آیا اور اُن سے کہا؛

یہ تم لوگوں نے کہاں قیام کیا ہے یہاں لوگ کم ہی اترتے ہیں اس لیے کہ یہاں جنگلی درندے بہت زیادہ ہیں۔

راہب کی یہ بات سن کر ابولہب کا رنگ اڑ گیا اور اسے نبی اکرمﷺ کی بد دعا یاد آ گئی مگر اُس کا قافلہ اب اتر چکا تھا اس کے لیے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ وہ رک جاتا۔ تاہم اُس نے پھر بھی اپنی سی کوشش کی۔

اس نے قافلے کے تمام لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور اُن سے کہا؛

اے گروہ قریش!

تم لوگوں کو میری حیثیت معلوم ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میرا تمھارے اوپر حق ہے میں تمھارا بڑا ہوں اور یہ قافلہ بھی میرا ہے اس لیے بخدا آج کی رات تم لوگ محمد (ﷺ) کے خلاف میری مدد کرو۔

کچھ لوگوں نے بے زاری سے پوچھا؟ اب محمد (ﷺ) یہاں کہاں سے آ گئے۔

تب ابولہب نے اُن لوگوں کو نبی اکرمﷺ کی بد دعا سے آگاہ کیا؛

لوگوں نے اُس سے کہا؛

ہم ضرور تمھاری مدد کریں گے مگر یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ محمدﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ واپس نہیں لیے جاتے۔ تاہم انھوں نے ابولہب کے بیٹے کو بچانے کی پھر بھی کوشش کی کہ آخر وہ اُن

کا سردار تھا۔

انھوں نے راہب کی عبادت گاہ کی دیوار کے ساتھ اپنا سامان اس طرح جوڑا کہ وہ ایک اونچی پہاڑی کی طرح نظر آنے لگا اس کے بعد انھوں نے اس پہاڑ کی چوٹی پہ عتیبہ بن ابولہب کا بستر کیا۔اور خود اس پہاڑ کے چاروں طرف پھیل گئے تا کہ وہ اس کی حفاظت کر سکیں مگر اُن میں سے کئی ایسے بھی تھے جن کو ابولہب کے بیٹے سے کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ وہ اس کھیل میں محض اس لیے شریک ہوئے تھے تا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے لفظوں کی تاثیر دیکھ سکیں کہ آخر وہ بھی مکہ کے شہری تھے اُسی قوم اور قبیلے سے تھے جس سے محمد ﷺ تھے۔

چنانچہ اُن کی اس امر کے ساتھ دلچسپی فطری تھی اور بہت سے لوگ اس رات سوئے نہ تھے بلکہ صرف سونے کا ناٹک کر رہے تھے وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ آخر ہوتا کیا ہے اور ابولہب اور اُس کا بیٹا اتنا خوفزدہ کیوں ہیں۔

رات اپنی دھیمی رفتار سے گزر رہی تھی اور وہاں مہیب خاموشی تھی اتنی کہ لوگوں کے سانس لینے تک کی آواز سنائی دے جاتی۔

پھر لوگوں نے ایک زور کی دھاڑ سنی!

اور انھوں نے دیکھا کہ وہ ایک شیر تھا۔[*17]

وہ اتنا بڑا تھا کہ اُسے دیکھنے والوں کی سانسیں رکنے لگتی تھی''۔

اس لیے سونے والے تو سوتے رہے مگر جاگنے والوں کی جرأت بھی سوگئی تھی اور انھوں نے صرف اپنی آنکھوں کے کناروں کو کھلا رکھا ہوا تھا تا کہ وہ عتیبہ بن ابولہب کا انجام دیکھ سکیں اور بعد میں اسے لوگوں سے بیان کر سکیں۔

وہ شیر قافلے کی طرف آیا اُس نے کئی لوگوں کو سونگھا؛

مگر وہ اپنے شکار کو اچھی طرح پہچانتا تھا اس لیے اُس نے کسی میں کوئی دلچسپی ظاہر نہ کی اور ایک بڑی چھلانگ لگا کر اُس پہاڑی پہ چڑھ گیا جو لوگوں نے عتیبہ کی حفاظت کے لیے بنائی تھی۔

ابولہب سب کچھ دیکھ رہا تھا اور جان چکا تھا کہ بس اب اُس کے بیٹے کی زندگی ختم ہونے کو ہے۔اُس نے اٹھ کر لوگوں کو مدد کے لیے پکارنا شروع کر دیا۔

مگراب لوگ اُس کی مدد کو آمادہ نہ تھے اس لیے کہ وہ عتیبہ کی موت کا یقین کرنے کو تیار ہو چکے تھے۔
شیر عتیبہ کے سر پہ پہنچا اسے سونگھا اور وہ جان گیا کہ یہی میرا شکار ہے۔
اُس نے اپنا پنجہ ہوا میں لہرایا اور اس زور کا تھپڑ عتیبہ کے منہ پہ مارا کہ اُس کی گردن کٹ کے سامان کے پہاڑ پہ لڑھکتی ہوئی ابولہب کے قدموں پہ آ گری۔
یقیناً یہ ایک وحشت ناک منظر تھا۔
خاص طور پہ ابولہب کے لیے کہ یہ سر جو اس کے قدموں میں پڑا تھا اُس کے پیارے بیٹے عتیبہ کا تھا جس کو محمد رسول اللہ ﷺ کے کتے نے پھاڑ دیا تھا۔

❖ ❖ ❖

اشرار قریش کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ ساتھ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی دست درازیوں سے باز نہ آتے تھے۔ دراصل یہ وہ لوگ تھے جن کے لیے جہنم کی آگ دہکائی جا رہی تھی اور صدیوں سے دہکائی جا رہی تھی۔

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء

اشرارِ قریش

قریش اپنی وحشت میں حد سے بڑھتے جا رہے تھے۔ وہ اسلام دشمنی میں عرب کی اخلاقی روایات اور رسم و رواج تک کو بھلا بیٹھے تھے۔ عرب تمدن میں دشمن کو نیچا دکھانے کے لیے اگرچہ وہ بے دریغ طاقت استعمال کرتے تھے تاہم جب وہ اپنے دشمن پر غلبہ حاصل کر لیتے تو اُسے مزید ذلیل نہ کرتے۔ تاہم مسلمانوں کے خلاف انھوں نے جو محاذ کھولا تھا اُس میں وہ کسی اخلاقی روایت کی پاسداری کرنے کو بھی تیار نہ تھے۔ چنانچہ صحابہ تو صحابہ خود آنحضرت محمد ﷺ بھی اب اُن کی بہیمت سے محفوظ نہ رہے تھے۔ آنحضرت محمد ﷺ کو اہل قریش کی طرف سے جو بہت سی تکالیف پہنچیں تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی جس کا احوال اکثر مورخین نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے حوالے سے درج کیا ہے۔ ہم نے اس واقعہ کی جزیات کو علامہ برہان الدین حلبی کی کتاب سیرت حلبیہ سے درج کیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا کہ؛

اس روز میں حرم پاک ہی میں تھا اور نبی اکرم ﷺ حجر اسود ور رکن یمانی کے مابین نماز ادا کرنے میں

مصروف تھے۔کفار قریش بھی صحن حرم میں اپنی مجالس سجائے بیٹھے تھے۔

پھر نے دیکھا کہ قریش کے شریروں نے اپنا رخ محمد ﷺ کی طرف کرلیا ہے۔

اوروہ آپ ﷺ کے بارے میں کوئی بات کررہے تھے مجھے اُن سے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ برے سلوک کا خدشہ تھا لیکن میں کچھ بھی نہ کرسکتا تھا اس لیے کہ میں خود مکہ میں بے یارومددگار تھا،ایک بے کس اور بے وقعت غلام تھا۔

تاہم میں اُن کی باتیں سننے کے لیےاُن کے قدرے قریب چلا گیا:

اور شیطان اعظم ابوجہل کھل کر ہنس رہا تھااوراپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ وہ کون سا بہادر نوجوان ہے جو جائے اور وہ اوجھ اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کے سر پہ ڈال آئے۔میں نے دیکھا کہ صحن حرم میں قربانی کی جگہ پہ تازہ قربان کیے گئے اونٹوں کے کئی اوجھ پڑے تھے۔وہ تصور ہی تصور میں اس منظر کا لطف لے رہے تھے۔اگرچہ ابھی تک انھوں نے اپنے خیال کو عملی جامع نہ پہنایا تھا پھراُن میں سے ایک خبیث اٹھا۔

اوروہ اپنی خباثت اور نبی اکرم ﷺ سے دشمنی میں بہت بڑھا ہوا تھااوراُس کا نام عقبہ بن ابی معیط تھا۔

اُس نے کہا: میں وہ بہادر ہوں جو یہ کام کرے گا۔

تمام عربوں نے اسے داد دی، چنانچہ وہ گیا اور اوجھ اٹھا لایا اور انتظار کرنے لگا کہ نبی اکرم ﷺ اپنا سر سجدے میں لے جائیں اور وہ آپ ﷺ کے سر مبارک پہ اوجھ ڈال دے۔

اوراُس بدبخت نے ایسا ہی کیا۔

جب اُس نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ یہ ذلیل حرکت کرڈالی تب کفار قریش ہنس ہنس کر دوہرے ہونے لگے۔

میں دور کھڑا اُن کی وحشت کا یہ تماشا دیکھ رہا تھااور میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے مگر جانتا تھا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا اس لیے کہ اگر میں ایسا کرتا تو وہ یقیناً مجھے وہیں قتل کرڈالتے۔

اورآپ ﷺ نے وہ سجدہ بڑھا دیا۔

پھر کسی نے حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کو اس بہیمیت کی اطلاع دی۔

اور وہ دوڑتی چلی آئیں اور اُس وقت اُن کی عمر بہت ہی کم تھی اور وہ دس سال کی بچی تھیں وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اوجھ آپ ﷺ کے سر سے ہٹاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں اور کفار اس منظر سے محفوظ ہو رہے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے آخر وہ اوجھ آپ ﷺ کے سر سے ہٹا دی آپ ﷺ نے اپنی باقی نماز اطمینان سے پوری کی اور پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ نے وہ الفاظ یاد رکھے اور انھیں روایت کیا؛

نبی اکرم ﷺ نے کہا؛

اے میرے اللہ! بنی مضر کو سخت سزا دے۔

اُن پہ ایسا قحط نازل فرما جیسا تو نے حضرت یوسفؑ کی قوم پہ نازل فرمایا تھا۔

اے میرے اللہ!

ابوالحکم ابن ہشام (یعنی ابوجہل کو جکڑ لے)

اے اللہ! عقبہ بن بر یعہ کو جکڑ لے"۔

اے اللہ! عقبہ بن ابی معیط کو جکڑ لے"۔

اے اللہ! امیہ بن ابی خلف کو جکڑ لے"۔

اے اللہ! شیبہ ابن ابوربیعہ کو جکڑ لے"۔

اے اللہ! ولید بن عتبہ کو جکڑ لے"۔

اے اللہ! عمارہ ابن ولید کو جکڑ لے"۔

اور یہ پہلی دفعہ تھا کہ آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کے نام لے کر اپنے رب سے التجا کی تھی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا؛

اے میرے اللہ! قریش کو ضرور سزا دے"۔

اے میرے اللہ! قریش کو ضرور سزا دے"۔

اے میرے اللہ! قریش کو ضرور سزا دے"۔

یہ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ جب آپ ﷺ اپنے رب سے کوئی خاص بات کرتے تو تین دفعہ کرتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تب میں نے دیکھا کہ قریش کے چہروں سے مسکراہٹ غائب ہوگئی تھی اور آپ ﷺ کی بددعا سے وہ قدرے دہشت زدہ ہوگئے تھے اور ایک ایک کر کے وہاں سے کھسک گئے تھے۔مگر جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ اللہ کے نبیوں کی زبان سے نکلے لفظ واپس نہیں لوٹائے جاتے اس لیے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا؛

خدا کی قسم! اُس دن صحن حرم میں نبی اکرم ﷺ نے جس جس شخص کا نام لے کے اُس کو بددعا دی تھی اُن سب کو روز بدر میں نے اپنی آنکھوں سے خاک وخون سے لتھڑا دیکھا لیا۔اور جہاں تک آپ ﷺ کی اُس بدعا کا تعلق ہے جس میں آپ ﷺ نے قریش کے لیے بہ حیثیت مجموعی قحط کی بدعا کی تھی تو میں نے وہ قحط بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔کہ بہت سال تک بارش رک گئی جس کی وجہ سے قریش کی آسودگی اُن کی بدترین عسرت میں بدل گئی۔قریش اُس بدترین قحط کا شکار ہوئے کہ اس سے قبل انھوں نے اس شدت کا قحط نہ دیکھا تھا[18*]۔تب بھوک کی وجہ سے لوگوں نے بال، چمڑا ،ہڈیاں، خون اور گندگی تک کھائی تھی۔بھوک اور پیاس کی وجہ سے لوگوں کا یہ عالم ہوگیا تھا کہ اُن کو آسمان دھواں دھواں سا نظر آتا تھا۔

آخر نبی اکرم ﷺ کی قوم کو آپ ﷺ کے آگے سر جھکانا پڑا اور ابوسفیان دیگر قریشی سرداروں کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا؛

اے محمد(ﷺ)!

آپ تو لوگوں سے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو رحمت العالمین بنا کر بھیجا گیا ہے تو یہ کیسی رحمت ہے کہ خود آپ ﷺ کی اپنی قوم تباہ ہو چلی ہے۔باقی لوگوں نے جو ابوسفیان کے ساتھ آئے تھے انھوں نے آپ ﷺ کی منتیں کرنا شروع کر دیں۔

انھوں نے کہا؛

حضور اپنی قوم پہ رحم فرمائیں آپ ﷺ اپنے اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اس قحط سے نجات دلائے ہم یقیناً آپ ﷺ پہ ایمان لے آئیں گے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے دُعا فرمائی۔

آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور اپنے رب سے کہا؛

اے میرے اللہ! میری قوم پہ رحم فرما، اور اِن کو اس مصیبت سے نجات دے۔

جو لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس ابوسفیان کے ساتھ اُس وفد میں شامل تھے اُن میں سے کسی نے کہا ؛خدا کی قسم! ہم ابھی اپنے گھروں تک بھی نہ پہنچے تھے اللہ تعالیٰ نے سیاہ گھنیرے بادل ہماری طرف بھیجے جو ہم پہ کھل کے برسے اور ہمارے تمام دکھ دور ہو گئے مگر ہماری بدقسمتی دیکھئے کہ آسودگی آتے ہی ہم اپنے اُس وعدے سے ایک بار پھر گئے جس کا اظہار ہم نے نبی اکرم ﷺ سے کیا تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

کفار قریش سے جو اذیتیں خود نبی اکرم ﷺ کو پیش آئیں اُن میں سے ایک واقعہ کا بیان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم ﷺ حرم پاک میں آئے۔

تب ہم نے دیکھا کہ عربوں کے تین بڑے شیطان حجر اسود کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ابوجہل ابن ہشام، عقبہ ابن ابومعیط اور امیہ بن خلف تھے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا؛

واپس چلیں مجھے شک ہے کہ یہ لوگ آپ ﷺ کو ایذا پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے کہا؛

نہیں! میں جب بھی حرم پاک میں آیا ہوں تو طواف کیے بغیر واپس نہیں گیا اور نہ آج جاؤں گا۔ چنانچہ بادل نخواستہ ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہی بیت اللہ کے طواف میں شامل ہو گئے۔ جب ہم نے پہلا چکر مکمل کیا تو میرے خدشے کے عین مطابق اِن شیطانوں نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہے اور اونچی آواز میں ایسی باتیں کیں جن سے آنحضرت محمد ﷺ کو تکلیف پہنچی۔ یہاں تک کہ ہم نے اس کا اثر آپ ﷺ کے رخ مبارک پہ بھی محسوس کیا مگر اس کے باوجود ہم چلتے رہے اور اپنے طواف میں محو رہے۔ اس سے اگلے چکر میں بھی جب ہم اُن شیطانوں کے قریب سے گزرے تو توقع کے مطابق انھوں نے آپ ﷺ کو ایذا پہنچائی۔

ابوجہل نے بلند آواز میں کہا؛

اگر آپ ہمیں بتوں کی پوجا سے اسی طرح روکتے رہے تو ہم آپ ﷺ سے اُس وقت تک صلح نہ کریں گے جب تک کہ دریائے صوفہ میں پانی کا ایک قطرہ بھی باقی ہے۔

یہ سن کر نبی اکرم ﷺ رک گئے اور ابوجہل کو مخاطب کر کے کہا؛

میں تم سے صلح کا خواہش مند بھی نہیں ہوں۔

اس کے بعد پھر سے آپ ﷺ طواف میں مصروف ہو گئے۔

مگر اس سے اگلے چکر میں جو ہوا اس کی ہمیں کوئی توقع نہ تھی جب ہم طواف کے چوتھے چکر میں تھے تب وہ ہمیں دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے ہمیں گھیر لیا۔ ابوجہل نے چند نازیبا باتیں کیں اور نبی اکرم ﷺ کی طرف بڑھا۔ اس نے نبی اکرم ﷺ کے کپڑے پکڑ لیے اور وہ انھیں اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ تب مجھے اس پہ بہت غصہ آیا اور میں نے اپنی پوری قوت سے ابوجہل کے سینے پہ گھونسا مارا اور وہ دور جا کے گرا۔

ادھر حضرت ابوبکرؓ نے امیہ بن ابی خلف کو پکڑ لیا تھا اور اس کو گرا بھی لیا تھا۔

ادھر آنحضرت محمد ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط کو ہلکا سا دھکا دیا اور وہ دور جا گرا۔ چنانچہ جب ہم اُن سے فارغ ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ فارغ کھڑے ہیں اور عقبہ بن ابی معیط دور گرا ہوا تھا۔ ابوجہل امیہ بن ابی خلف اور عقبہ بن ابی معیط مسلمانوں کے اس رویے پہ حیران تھے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اُن کو مخاطب کیا اور کہا؛ تم لوگ اس وقت تک باز آنے والے نہیں ہو جب تک کہ خدا کی طرف سے اس کی سزا نہ بھگت لو گے اور میں سمجھتا ہوں کہ تم جلد ہی سزا بھگت لو گے۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ اُن تینوں کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور وہ خوف سے کانپنے لگے اور بغیر کچھ کہے وہاں سے چلے گئے۔ اس کے بعد ہم بھی حرم پاک سے نکل آئے اور اس بات کے پیش نظر کے کہ کفار کہیں راستے میں ہی نہ چھپے ہوں ہم نبی اکرم ﷺ کو اُن کے گھر تک چھوڑنے آئے اور جب ہم نبی اکرم ﷺ کے گھر پہنچے تو نبی اکرم ﷺ مڑے اور ہم سے مخاطب ہو کے کہا؛

سنو ابوبکرؓ، سنو عثمانؓ، تم لوگ ذرا بھی غم نہ کرو کیونکہ اللہ عزوجل خود اپنے دین کو پھیلانے والا ہے اپنے

کلمے کو پورا کرنے والا ہے اور عنقریب تم دیکھو گے اللہ تعالیٰ اِن کی گردنیں تمھارے آگے جھکا دے گا اور تم اِن کو کاٹ رہے ہو گے۔

حضرت عثمانؓ کہتے ہیں خدا کی قسم پھر ایسا ہی ہوا اور روز بدر ہم نے دیکھا کہ ہم اُن کی گردنیں کاٹ رہے ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

برہان الدین حلبیؒ نے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ؛

ایک دفعہ قریش کے ایک بد باطن شخص عقبہ بن ابی معیط نے نبی اکرم ﷺ کی گردن پہ پاؤں رکھ دیا جب کہ آپ ﷺ نماز میں مصروف تھے اور ایک دفعہ اسی عقبہ بن ابی معیط نے نبی اکرم ﷺ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اس کو بل دیئے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کی آنکھیں ابل پڑیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

برہان الدین حلبیؒ نے ہی حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ سے یہ واقعہ روایت کیا ہے کہ؛

نبی اکرم ﷺ اپنے گھر میں وضو کر رہے تھے کہ حضرت فاطمہؓ تیزی سے دوڑتی ہوئیں اپنے گھر میں داخل ہوئیں اور آنحضرت محمد ﷺ سے کہا؛

میں نے اُن کو آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بناتے سنا ہے چنانچہ خدا کے لیے آج آپ ﷺ حرم پاک نہ جائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی کو کندھوں سے پکڑا اور کہا؛

بیٹی تو کیوں اتنی زیادہ پریشان ہے تیرے باپ کے ساتھ اللہ رب العزت ہے اس لیے تو مت رو۔ تو فکر مند نہ ہو تیرے باپ کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

مگر حضرت فاطمہؓ نے کہا:

خدا کی قسم! جب میں وہاں سے گزر رہی تھی تو میں نے دیکھا کہ قریش کے مشرکین حجر اسود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اُن میں امیہ بن ابی خلف، ابو جہل، ولید بن مغیرہ اور عقبہ بن ابی معیط شامل تھے۔ انھوں نے عزیٰ مناۃ اساف اور نائلہ کے نام پہ قسم کھائی ہے کہ جب آپ ﷺ حرم پاک میں تشریف لائیں گے تو اِن میں سے ہر ایک اپنی تلوار سے آپ ﷺ پہ وار کرے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو تسلی دی اور خود حرم پاک کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ کی اطلاع درست تھی اور وہ لوگ واقعی آپ ﷺ کی گھات میں ننگی تلواریں لیے بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ اُن کے قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے مٹی اور کنکروں سے بھری مٹھی اُن کی طرف اچھال دی جو اُن کی آنکھوں میں اس طرح پیوست ہوگئی کہ جب تک نبی اکرم ﷺ اطمینان سے طواف کعبہ پورا کر کے اپنے گھر پہنچ گئے تب بھی وہ اندھے ہی تھے اور اُن کو مشکل ہی سے دکھائی دیتا تھا، اُن کی آنکھوں میں شدید جلن تھی اور وہ ایک دوسرے سے شرمندہ تھے کہ وہ آج بھی نبی اکرم ﷺ کو ایذا پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

نضر بن حارث آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو یوں اذیت پہنچایا کرتا کہ وہ آپ ﷺ کو اپنی نگاہ میں رکھتا کہ کب آپ ﷺ اپنے گھر سے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانے کے لیے نکلتے ہیں اور جب نبی اکرم ﷺ تبلیغ دین کے ارادے سے اپنے گھر سے باہر تشریف لاتے تو یہ بد بخت بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا آتا۔

نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ جہاں چار آدمی اکٹھے دیکھتے ان کے ساتھ نرمی اور ملائمت کے ساتھ پیش آتے اُن سے باتیں کرتے انھیں قرآن سناتے اور اُن کو دین اسلام کی دعوت دیتے۔

تب فوراً ہی وہاں نضر بن حارث پہنچ جاتا اور لوگوں کو مخاطب کر کے اُن سے کہتا:

لوگو یہ باتیں جو تمھیں محمد ﷺ نے بتائی ہیں اگر تم میرے پاس چلے آؤ میں تمھیں سے زیادہ عمدہ باتیں بتاؤں گا میرے پاس رستم اور اسفندیار کے قصے ہیں جو اِن باتوں سے زیادہ مزیدار ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ تم سے کرتے ہیں۔

مورخین نے نضر بن حارث کے متعلق لکھا ہے کہ وہ دور دراز کے ملکوں کے سفر پہ رہا کرتا تھا۔ایک بار جب وہ ایران گیا تو وہاں اس نے رستم اور اسفندیار کے قصوں پہ مشتمل کتاب دیکھی اور اسے وہ اپنے ساتھ لے آیا اور اب وہ قصے کہانیوں کی اسی کتاب کو قرآن کے مثل بلکہ اُس سے بہتر بتاتا تھا اور یہ اُس کی انتہائی نادانی تھی۔

کچھ لوگ اُس کی بات مان لیتے اور نبی اکرم ﷺ کی بجائے اُس کی باتیں سننا شروع کر دیتے۔

کفار قریش نضر بن حارث کے اس کارنامے پہ از حد خوش تھے۔تب اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں قرآن کی کچھ آیات اتاریں جنھیں ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ!

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

القرآن الحکیم (سورۃ الفرقان25/ آیات 5.6)

ترجمہ؛

’’اور کفار نے کہا! یہ افسانے ہیں پہلے لوگوں کے اس شخص نے لکھوالیا ہے انھیں کسی سے پھر یہ پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اسے ہر صبح وشام (تا کہ ازبر ہو جائیں) آپ فرمایئے اتارا ہے اِس کو اُس خدا نے جو جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے سارے رازوں کو اور حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بعض مورخین نے کہا کہ سورۃ الجاثیہ کی یہ آیات بھی نضر بن حارث کی مذمت میں اتریں تھیں۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ الجاثیہ45/ آیات 7.8)

ترجمہ:

''ہلاکت ہے ہر جھوٹے بدکار کے لیے جو سنتا ہے اللہ کی آیتوں کو جو پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے پھر بھی وہ کفر پہ اڑا رہتا ہے غرور کرتے ہوئے گویا اس نے انھیں سنا ہی نہیں جیسے اس کے دونوں کان بہرے ہوں سو آپ اسے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

نبی اکرم ﷺ سے ابوجہل کی دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی بات نہ تھی اس لیے اُس بدبخت کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا کہ وہ کسی طرح آپ ﷺ کو پریشان کرتا رہے۔ چنانچہ اب اس نے آپ ﷺ کو پریشان کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب بھی آپ ﷺ پہ قرآن کی نئی آیات اترتیں وہ اِن کی ہجو کرتا۔اس لیے جب قرآن اترا کہ اللہ تعالیٰ کے انیس فرشتے جہنم کو گھیرے ہوئے ہیں تو ابوجہل نے قرآن کی اس آیت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا:

اچھا تو بس اللہ نے جہنم پہ بس انیس فرشتے ہی مقرر کیے ہیں۔

پھر اس نے کفار قریش کو پکارا اور کہا:

کیا تمھارے سینکڑوں لوگ انیس فرشتوں پہ بھی قابو نہ پا سکیں گے۔

ابوجہل نے اس سے قبل لوگوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ کس طرح وہ اپنے کانوں کو اللہ کے کلام سے محفوظ رکھیں چنانچہ قریش مکہ اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیا کرتے تھے تاکہ اُن کے کانوں میں قرآن کی آواز نہ جائے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ:

قریش کے جو لوگ نادار تھے یعنی نچلے طبقے سے تھے اُن میں سے اگر کسی کو ابوجہل قرآن سنتا پالیتا تو وہیں اس کو مارنا شروع کر دیتا اس لیے لوگ اس سے ڈرتے تھے اور نبی مکرم ﷺ سے دور دور رہتے تھے۔

قریش نبی اکرم ﷺ پہ یہ الزام بھی لگاتے کہ؛

اِن پہ قرآن اللہ کی طرف سے نہیں اترتا بلکہ کوئی شخص انھیں قرآن سکھا جاتا ہے اور وہ کہتے کہ یمامہ کا رحمان نامی ایک شخص نبی اکرم ﷺ کو قرآن سکھاتا ہے۔

اس لیے وہ کہتے خدا کی قسم ہم تو کبھی بھی یمامہ کے رحمان پہ ایمان نہ لائیں گے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

عقبہ بن ابی معیط کے خبث باطن کے کچھ تذکرے پیچھے گزر چکے ہیں یہاں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ اس بدبخت نے رسول اللہ ﷺ کے رخ روشن کی طرف تھوکنے کی گستاخی کی مگر وہ تھوک انگارہ بن کے اسی کے چہرے کی طرف لوٹ آیا اور اس کے چہرے کو جلا دیا۔ مورخین نے کہا کہ اس کے بعد جب تک وہ زندہ رہا اس کے چہرے پہ انگارے سے جلنے کا یہ داغ موجود رہا اور یہ برص کی طرح کا ایک سفید داغ تھا جو دور سے نظر آتا تھا۔

اس واقعہ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ؛

ایک دفعہ جب عقبہ بن ابی معیط ایک کامیاب تجارتی سفر سے واپس آیا تب اُس نے قریش کے معزز لوگوں کی دعوت کی۔

اس کے مہمانوں میں نبی اکرم ﷺ بھی شامل تھے۔

روسائے قریش کی اس محفل میں میزبان نے عمدہ کھانے کا اہتمام کیا تھا۔

جب کھانے کا وقت آیا تو نبی اکرم ﷺ نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے۔

عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ سے پوچھا؟

کیا وجہ ہے آپ ﷺ کھانا نہیں کھا رہے؟

نبی اکرم ﷺ نے اُس سے فرمایا:

میں تیرا کھانا اُس وقت تک نہیں کھا سکتا جب تک کہ تو اس بات کی گواہی نہ دے کہ اللہ ایک ہے۔

عربوں میں رواج تھا کہ اگر کوئی کسی کا کھانا کھانے سے انکار کرتا تو وہ اس کی توہین گنا جاتا۔

چنانچہ عقبہ بن ابی معیط نے اپنی بے عزتی سے بچنے کے لیے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اللہ کی

واحدانیت کا اقرار کیا۔

اِس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اُس کا کھانا کھالیا۔

اس محفل کے بعد لوگوں نے عقبہ بن ابی معیط کے گہرے دوست ابی بن خلف کو بتایا کہ عقبہ بے دین ہوگیا ہے یا اُس نے محمد رسول اللہ ﷺ کا دین اختیار کرلیا ہے۔ابی بن خلف نے جب یہ بات سنی تو وہ عقبہ سے سخت ناراض ہوگیا۔

عقبہ اپنے دوست کی ناراضگی کی وجہ سے پریشان تھا اس لیے وہ اسے منانے کے لیے اُس کے گھر گیا ۔اس نے ابی بن خلف کو بتایا کہ وہ کلمات تو اس نے اس لیے کہہ دیئے تھے تا کہ محمد ﷺ اس کا کھانا کھا لیں ورنہ میں دل سے مسلمان تھوڑا ہی ہوا تھا۔

ابی بن خلف نے کہا:

اگر تم نے سچ کہا ہے تب میری شرط یہ ہے کہ اب تیرا جب اُن سے سامنا ہو تو اُن پہ تھوکے گا

(اللہ اِن کو گہرے عذاب میں مبتلا رکھے)

عقبہ بن ابی معیط نے ابی بن خلف سے وعدہ کرلیا۔

اور پھر وہ واقعہ پیش آیا جس کو اوپر بیان کر دیا گیا ہے کہ ایسے ناگوار الفاظ مجھ سے بار بار نہیں لکھے جاتے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اُس روز صحن حرم میں قریش کی محفل لگی ہوئی تھی جس میں شیطان اعظم ابو جہل بھی موجود تھا۔اُن کا دکھ وہی پرانا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اُن کی قوم کو متفرق کر دیا ہے اُن کی جمعیت کو منتشر کر دیا اُن کے نوجوان اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور گھر گھر اسلام قبول کرنے والوں کا چرچا ہو رہا ہے ۔اور اُن کے دل دکھ سے بھرے ہوئے تھے۔

اُن میں سے کسی نے کہا ابوالحکم؛

وہ دیکھو محمد رسول اللہ ﷺ نماز ادا کر رہے ہیں۔

ابو جہل نے کہا تم دیکھنا میں ابھی اپنے پاؤں سے اِن کی گردن روندتا ہوں۔

پھر وہ اٹھا اور تیزی سے رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوا مگر جب وہ نبی اکرم ﷺ کے قریب پہنچا تو یکبارگی سے واپس پلٹا۔

لوگوں نے کہا کیا ہوا تھا؟

اُس نے کہا:

میں نے دیکھا کہ آگ کا ایک سمندر ہیں اور میں اس میں گرنے ہی والا تھا مگر میں بچ گیا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

چنانچہ یہ اور اسی طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں جن کو مورخین نے تاریخ کے صفحات میں محفوظ رکھا ہے، قریش کے بد باطن کا تذکرہ طویل ہے اور اُن کی اخلاق پستی کا احوال طویل تر ہے ہم نے قدرے اختصار سے کام لیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا منصب جس قدر بلند ہے اسی قدر مشکل بھی ہے اور قریش نے اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کے کام کو مزید مشکل بنا دیا تھا۔ قریش نے اپنے پورے وسائل اسلام کی راہ روکنے میں صرف کر دیئے تھے مگر نبی اکرم ﷺ کو اپنے ارفع منصب کا ادراک حاصل تھا اور وہ جانتے تھے کہ ایک دن اللہ کے کلمے نے ضرور بلند ہونا ہے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے کفار کے ہر ستم کو صبر اور حوصلے سے برداشت کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے شاذ ہی اپنی قوم کے لیے بددعا کی ورنہ ظاہر ہے کہ اُن کی قوم کو تباہ و برباد کر دیا جاتا۔ نبی اکرم ﷺ نے دن رات اُس عظیم انقلاب کے لیے محنت کی جو آپ ﷺ کے پیش نظر تھا اور جو اللہ کی رضا تھی۔ نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے کہ یہ نہیں تو اِن کی اولادیں اللہ کی اطاعت اور میری پیروی اختیار کریں گی اس لیے میں مایوس نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایک دن اِن کے دلوں کو بدل ڈالے گا اور نبی اکرم ﷺ اکثر و بیشتر کفار قریش کے بے ایمانہ رویے کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی توجہ اُن لوگوں کی طرف مبذول رکھتے جنھوں نے آپ ﷺ کی اطاعت اختیار کر لی تھی جو اللہ کی واحدنیت پہ ایمان لے آئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ قبیلہ قریش سے تھے اور بنو ہاشم کا پورا خاندان یک جان ہو کر آپ ﷺ کی پشت پہ موجود تھا۔

پھر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر تھے اس لیے قریش باوجود اپنی انتہائی خواہش کے آپ ﷺ کو

زیادہ زک نہیں پہنچا سکے مگر آپ ﷺ کی بات پہ ایمان لانے والوں پہ انھوں نے بے ایمانہ تشدد کیا اور اُن کے لیے زندگی کی ہر سانس کو مشکل بنا دیا تھا۔گذشتہ صفحات میں اُن کی بہیت کے اس پہلو پہ روشنی ڈالی جا چکی ہے کہ اللہ پہ ایمان لانے والے مسلمانوں نے قریش کے معاشرے میں اپنے اسلام کی کس قدر بھاری قیمت ادا کی تھی۔ یہ تذکرہ صحابہ کی وہ داستان عزیمت ہے جسے پڑھ کے اس بات کا ادراک حاصل ہوتا ہے کہ سچ کس قدر طاقتور ہوتا ہے کہ جب ایک دفعہ کسی کے دل میں گھس جائے پھر دنیا کی کوئی تکلیف دشمنوں کی کوئی اذیت اور پانی کی طرح بہتا خون بھی انسان کو سچ کے راستے سے واپس آنے پہ آمادہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ پہ قریش نے ہر وہ ظلم وستم کیا جو وہ کر سکتے تھے مگر نبی اکرم ﷺ پہ ایمان لانے والوں میں سے کوئی ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو اسلام لانے کے بعد قریش کے جبر وستم سے متاثر ہو کے دوبارہ بت پرستی کی طرف راغب ہوا ہو اور یہی وہ امر تھا جس نے اہل قریش کو زچ کیا ہوا تھا اور اسی بنا پہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام پہ زندگی کے شب و روز مشکل بنا رکھے تھے کفار کے جبر وستم کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ؛

''اللہ کی راہ میں جتنی اذیت مجھے دی گئی شاید ہی کسی اور کو دی گئی ہو اور اللہ کی راہ میں جتنا خوفزدہ مجھے کیا گیا شاید ہی کسی اور کو کیا گیا ہو اور یہ کہ مجھ پہ تیس دن اور تیس راتیں ایسی بھی گزریں کہ جب میرے لیے اور بلال کے لیے کھانے کی کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکتا ہو''۔[*19]

❖ ❖ ❖

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء

قریش کا دوسرا وفد

قریش مکہ دیکھ رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے بدستور فریضہ رسالت جاری رکھا ہوا تھا اور اُن کے دن رات لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے پہ صرف ہو رہے تھے اور اُن کو اللہ کے سوا نہ کسی کا ڈر تھا نہ خوف اور یہ بات قریش کے لیے برداشت کرنا مشکل ہو رہی تھی کہ لوگ رفتہ رفتہ اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی شہرت مکہ سے نکل کر عرب کے دیگر علاقوں تک پھیل رہی تھی اور کئی لوگ باہر سے آ کر بھی اسلام قبول کر رہے تھے جیسے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ اور طفیل بن عمرو دوسیؓ جیسے با اثر لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کا اعلان کیا تھا۔ اور یہ بھی کہ نبی اکرم ﷺ ہر دم اُن کے معبودوں کی توہین کیے جا رہے تھے اُن کے آباء کو جاہل کہے جا رہے تھے۔

قریش مکہ نبی اکرم ﷺ سے اپنے حسد و بغض کی وجہ سے دوری اختیار کر چکے تھے مگر اس کے باوجود وہ جانتے تھے کہ شہر کی ہر محفل میں نبی اکرم ﷺ ہی کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کچھ لوگ آپ ﷺ کی باتوں پر اور قرآن حکیم کی بلاغت پر غور کر رہے ہیں تو کچھ لوگ آپ ﷺ کی عداوت میں مزید آگے بڑھ رہے

ہیں مگر ایک بات مشترک تھی کہ ہر جگہ نبی اکرم ﷺ کا اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین ہی کا تذکرہ تھا۔

اور یہی بات قریش کے لیے سوہان روح بنی ہوئی تھی۔

چنانچہ انھوں نے سوچا کہ وہ ایک بار پھر حضرت ابو طالب سے ملیں اور اِن سے اس مشکل کا تذکرہ کریں جو نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے کھڑی کر دی تھی۔ چنانچہ روسائے قریش کا وفد ایک بار پھر حضرت ابو طالب کے سامنے بیٹھا تھا اور اس بار اُن کے رویے میں تلخی قدرے زیادہ تھی۔

انھوں نے حضرت ابو طالب سے کہا:

اے ابو طالب!

''آپ ہم میں سے عمر رتبہ قدر و منزلت اور شرف میں بڑھے ہوئے ہیں اور ہمارے دلوں میں آپ کا احترام موجود ہے ہم اس سے قبل بھی عرض کر چکے ہیں کہ آپ محمد (ﷺ) کو روک لیں کہ وہ ہمارے معبودوں کی توہین کرنا چھوڑ دیں ہمارے باپ دادا کو گمراہ اور جاہل کہنا بند کر دیں مگر نہ آپ نے انھیں روکا اور نہ وہ باز آئے اس لیے ایک بار پھر ہم آپ سے درخواست کرنے آئے ہیں کہ محمد ﷺ کو خود روک لیں ورنہ انھیں ہم روک لیں گے اور پھر جنگ کی وہ آگ بھڑک اٹھے گی جس کو ہم ٹالتے چلے آئے ہیں پھر ہم اُس وقت تک نہ رکیں گے جب تک کہ یا ہم ختم ہو جائیں یا آپ میں سے کوئی نہ رہے''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

قریش کے سردار اتنا کہنے کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابو طالب سے رخصت ہو گئے۔

تب حضرت ابو طالب نے محمد ﷺ کی طرف کوئی آدمی بھیجا۔

جب آپ ﷺ تشریف لے آئے تو انھوں نے کہا بھتیجے!

آج میری قوم پھر آئی تھی اور مجھے جنگ کی دھمکی دے گئی ہے۔

اگر چہ مجھے کسی جنگ کی کوئی پرواہ نہیں مگر اس کے باوجود میں آپ ﷺ سے کہوں گا کہ خدا کے لیے مجھ پہ اتنا ہی بوجھ ڈالیں جتنا کہ میں برداشت کر سکوں۔

نبی اکرم ﷺ نے کہا محترم چچا؛
خدا کی قسم! اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پہ رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں پہ ہاتھ رکھ دیں تب بھی میں اس فرض سے کوتاہی نہیں کر سکتا جو مجھ پہ اتارا گیا ہے حتیٰ کہ اس کوشش میں اللہ تعالیٰ مجھے غلبہ عطا فرما دیں یا میں اس راہ میں کام آ جاؤں۔
نبی اکرم ﷺ نے محسوس کیا کہ شاید حضرت ابو طالبؓ اُن کی پشت پناہی سے ہاتھ اٹھانا چاہتے ہیں اس لیے آپ ﷺ آبدیدہ سے ہو گئے۔
مگر چونکہ حضرت ابو طالب کو نبی اکرم ﷺ سے بہت محبت تھی۔ اس لیے حضرت ابو طالب جو تکیے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے فوراً سیدھے ہو گئے اور نبی اکرم ﷺ کو قریب بلایا پھر آپ ﷺ کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور کہا:
جائیں اور جو آپ ﷺ کا جی چاہیے کریں جب تک ہم زندہ ہیں آپ ﷺ پہ کوئی آنچ نہ آنے دیں گے نبی اکرم ﷺ خوش ہو گئے۔
نبی اکرم ﷺ نے فریضہ رسالت جاری رکھا ہوا تھا اور اسلام کی روشنی مکہ میں دھیرے دھیرے پھیل رہی تھی۔
کفار قریش صبح شام ایسی خبریں سنتے کہ آج فلاں گھر کا نوجوان محمد ﷺ پہ ایمان لے آیا ہے فلاں عورت اور مرد نے اسلام قبول کر لیا ہے اور قریش کے لیے صورت حال انتہائی خوفناک ہوتی جا رہی تھی۔ اُن کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے تھے اور انھیں کسی پل چین نہ تھا۔ اُن کی جہالت انھیں مسلمانوں کے خلاف ہر وقت اکساتی رہتی اور وہ مسلمانوں اور اسلام کی نفی میں ہر پل مستعد رہتے۔ اُن کو اس بات کا ادراک حاصل ہو چکا تھا کہ بنو ہاشم نبی اکرم ﷺ کی پشت پہ مستحکم دیوار کی طرح کھڑے ہیں مگر اب جب کہ ہر گھر ہر قبیلے اور ہر خاندان سے لوگ دین اسلام میں داخل ہونے لگے تھے تو اُن کی پریشانی بڑھ رہی تھی اور وہ سوچنے لگے تھے کہ بنو ہاشم سے تو وہ کسی طرح لڑ ہی لیتے مگر اسلام اب ہر قبیلے اور ہر خاندان میں سرایت کرتا جا رہا تھا اس لیے وہ ہر قبیلے اور ہر خاندان سے کس طرح لڑ سکتے تھے۔ چنانچہ دین اسلام کے خلاف اُن کی سرگرمیاں بھی جاری رہیں اور لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے کا رسول اللہ ﷺ کا عزم بھی ہر پل جگمگاتا رہا اور اس کشمکش کا فیصلہ اُس وقت

ہوا جب آٹھ ہجری کو بیت اللہ میں سے کفر کے تمام بت مسمار کر دیئے گئے اور اللہ کا نام بلند ہو گیا۔

❖ ❖ ❖

قریش کی جہالت اگرچہ عروج پہ تھی مگر خطہ عرب کے بہت سے صاحب دانش لوگ حقیقت کو پا گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔ جیسا کہ ذیل میں اہل نجران کے نصاریٰ کے ایک وفد کا احوال بیان کیا جا رہا ہے جو چند لمحوں میں ہی حق پہ ایمان لے آئے۔

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء

اہل نجران کا وفد

حرم پاک میں قریش کی مجلسیں سج چکی تھیں اور حضور اکرم ﷺ بھی حرم پاک میں جلوہ افروز تھے مسلمانوں نے اُن کو اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا اور مسلمانوں کی مجلس حرم میں جمنے والی تمام مجالس سے زیادہ نمایاں اور اعلیٰ نظر آ رہی تھی اس لیے کہ اس میں محبت کا انوکھا رنگ تھا، وارفتگی کی اِک مہک تھی، وفا کی بہار تھی، ایثار کی ادا تھی، ایمان کی خوشبو تھی، شہادت کا عزم تھا، قرآن کی روشنی تھی، نبوت کی دلیل تھی، الہام کی دانش تھی، ابدیت کا تخیل تھا، یقین کے خزانے تھے اور یہی وجہ تھی کہ جب صحن حرم میں وہ قافلہ اترا جو کہیں دور دراز سے آیا تھا تو وہ سب سے پہلے اسی محفل کی طرف آیا۔ ابن اسحٰق نے اس قافلے کے بارے میں لکھا کہ یہ قافلہ حبشہ کے بیس عیسائیوں پر مشتمل تھا۔

تاہم علامہ برہان الدین حلبیؒ نے اُن سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ قافلہ نجران سے آیا تھا اور اس میں بیس سے زائد افراد شامل تھے اور نجران یمن اور مکہ کے درمیانی راستے پر نصرانیوں کی

ایک منزل تھی۔ چنانچہ وہ لوگ مسلمانوں کی مجلس میں اترے۔

انھوں نے بیان کیا کہ:

ہم اپنی قوم کی طرف سے اُس رسول کی بابت معلومات حاصل کرنے آئے ہیں جنھوں نے مکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

مسلمانوں نے ان کا تعارف اللہ کے رسول محمدﷺ سے کرایا۔

آپﷺ نے اُن کو دین اسلام کی طرف بلایا اور قرآن حکیم کی آیات اُن کے سامنے تلاوت کیں۔ وہ اہل کتاب میں سے تھے اس لیے جب اُن کے سامنے اللہ کے سچے کلام کی تلاوت کی گئی تو وہ فوراً ہی سچ تک پہنچ گئے۔ اُن میں سے کئی تو رونے لگے اور اُن کے دل اندر سے ہل گئے تھے اس لیے انھوں نے دین اسلام میں داخل ہونے میں ایک پل کی غفلت کو بھی مناسب نہ جانا اور فوراً ہی آنحضرت محمدﷺ پر ایمان لے آئے۔

انھوں نے اس بات کا بھی اقرار کیا کہ سابقہ کتابوں میں مذکور نشانیوں کی وجہ سے وہ آنحضرت محمد ﷺ کو پہچان گئے ہیں۔

ازاں بعد اللہ کے رسول آنحضرت محمدﷺ نے اُن کو دین کے کلی تصور سے آگاہ کیا جس میں عبادات اور انفاق کے متعلق احکامات اور دیگر بہت سی باتیں شامل تھیں۔ انھوں نے آپﷺ کے ہر حکم پر آمین کہا اور آپﷺ کے اوپر نازل کیے جانے والے کلام کی تصدیق کی۔

پھر وہ واپس جانے کے لیے اٹھے۔

قریش کی مجلس میں نجران کے اس وفد کی تمام حرکات وسکنات پر گہری نظر رکھی جارہی تھی۔ اسی لیے تو جب اہل نجران وہاں سے جانے کے لیے اٹھے تو ابوجہل سمیت قریش کے کئی سردار اُن کی طرف لپکے اور اُن سے بحث کرنے لگے۔

ابوجہل نے اُن سے کہا:

اللہ تمھارے قافلے کو راستے میں ہی تباہ و برباد کر دے۔ تمھاری قوم نے تمھیں محض اِن کا احوال جاننے کے لیے روانہ کیا تھا مگر تم نے ایک پل میں اپنے آباء کے دین کو ترک کر دیا حالانکہ ہم نے آخری دم تک اپنے آباء کے دین پر قائم رہنے کا ارادہ کیا ہے۔

نجران کے وفد نے سردارانِ قریش کو اُن کے اطوار سے پہچان لیا تھا کہ یہ انکار کرنے والوں کا گروہ ہے۔

اس لیے انھوں نے کہا:

ہم جانتے ہیں کہ اللہ کے ہر نبی کا انکار کرنے والا گروہ بھی موجود ہوتا ہے اور تم لوگ محمد ﷺ کا انکار کرنے والے ہو۔ مگر تمہیں اس سے کیا غرض کہ کوئی کیا کرتا ہے۔ دراصل تم جاہلیت اور ضد کا شکار ہو ورنہ اتنی واضح روشنی کے بعد تمھارا انکار محض تمھاری ہٹ دھرمی ہے۔ اس لیے تمھارا دین تمھارے لیے اور ہمارا دین ہمارے لیے ہے۔ اب ہمارا راستہ چھوڑ دو کہ ہمیں ایک لمبا سفر در پیش ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اس موقع پر قرآن حکیم کی یہ آیات نازل کی گئیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ○ وَاِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ○ اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ○ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ○

القرآن الحکیم (سورۃ القصص آیات 52 to 55)

ترجمہ؛

”جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب اُن پر یہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں (تو وہ کہتے ہیں کہ) ہم اس پر ایمان لائے بے شک یہی حق ہے ہمارے رب کے پاس سے اور ہم اس سے پہلے ہی گردن رکھ چکے ہیں اِن کو اِن کا اجر دوگنا کر کے دیا جائے گا یہ بدلہ ہے اُن کے صبر کا اور یہ کہ وہ بھلائی سے برائی کو ٹالتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے کچھ ہماری راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں اور جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے تغافل برتتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارا عمل اور تمھارے لیے تمھارا عمل ہے بس تم پر سلام ہے کہ ہم جاہلوں سے نہیں الجھا کرتے“۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

یہ حقیقت ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ متقی تھے اُن کے لیے دین حق کی پہچان زیادہ مشکل نہ تھی اور قرآن حکیم سن کے وہ جلد ہی جان جاتے کہ یہی اُن کی منزل ہے یہی حقیقت ہے اور اسی طرف انھیں بلایا ہے گیا ہے۔ چنانچہ اہل نصاریٰ اور یہودیوں میں سے اگرچہ اکثریت نے آپ ﷺ کی دعوت کا انکار کیا اور بغض وحسد کا مظاہرہ کیا تاہم اُن میں سے حقیقت کی پہچان رکھنے والا کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے آپ ﷺ کا انکار کیا ہو۔ دراصل وہ اس حقیقت کو جانتے تھے کہ اُن کا دین اور یہ نیا دین باہم مختلف نہیں ہیں کہ بلکہ یہ ایک ہی پیغام کا تسلسل ہے جہاں پر آ کے حقیقت رُک گئی ہے کاش آج کے یہود و نصاریٰ اس بات پر غور کرنے کے لیے تیار ہوں۔

❖❖❖

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء

ضمادالازدیؓ کا ایمان

اُن کا پورا نام مورخین نے ضمادالازدی بیان کیا گیا ہے۔ وہ دور عرب کے صحراؤں میں رہنا پسند کرتے تھے۔ اُن کا قبیلہ ایک بدوی قبیلہ تھا جن کو شہروں میں رہنا کبھی پسند نہ تھا۔ وہ صحرا کے کھلے اور قدرتی ماحول کو پسند کرتے تھے۔ اپنی جگہ یہ بیان پوری تفصیل سے گزر چکا ہے کہ عربوں کے بہت سے قبیلے خانہ بدوش تھے اور بدوی طرز زندگی کو پسند کرتے تھے۔ اُن کی معیشت لوٹ مار اور مال مویشی پالنا تھا وہ دور صحراؤں میں شہروں کی مصنوعی زندگی سے آزاد قدرتی ماحول میں اپنے بچوں کو پروان چڑھاتے تھے تاکہ اُن کے اندر خالص عرب تہذیب سرایت کر سکے اور وہ اتنے ہی جفاکش اور سخت کوش ثابت ہو سکیں جتنے کہ اُن کے آباء تھے۔ اور ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ ضمادالازدی نبی اکرمﷺ کا پرانا دوست تھا اور عہد جاہلیت میں وہ نبی اکرمﷺ کے ساتھ وقت بتایا کرتا تھا۔ ایک بار جب وہ مکہ آیا تب نبی اکرمﷺ اللہ کی طرف سے عربوں پہ مبعوث ہو چکے تھے لوگوں نے حسب عادت اُن کو مکہ سے باہر ہی روک لیا اور اُن سے نبی اکرم ﷺ کی برائیاں بیان کرنے لگے۔ ضمادالازدی کو لوگ اس حوالے بھی جانتے تھے کہ وہ جھاڑ پھونک کا علم رکھتے ہیں اور لوگوں پر ہوئے جادو کا علاج کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی عرب میں بہت عزت کی جاتی تھی

اس لیے عرب ضماد سے جھجک کے بات کرتے تھے۔

ضماد الازدی نے اُن سے پوچھا؟

آخر میں نبی اکرم ﷺ سے کیوں نہ ملوں وہ میرے پرانے دوست ہیں اور میں جب بھی مکہ آتا ہوں اُن سے ضرور ملتا ہوں۔

عربوں نے جواب میں کہا:

اس لیے کہ اُن پہ آسیب کا سایہ ہو گیا ہے۔

یہ تو اور بھی اچھی بات ہے کہ میں اس مشکل وقت میں اُن تک پہنچ گیا ہوں تم جانتے ہو کہ میں آسیب کا علاج کرتا ہوں اس لیے میں فوری طور پہ اُن کی طرف جاؤں گا اور اُن کا علاج کروں گا۔

چنانچہ وہ جونہی بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئے فوراً نبی اکرم ﷺ کے گھر کی طرف چل پڑے۔

عرب اُن کے پیچھے پیچھے تھے۔

ایک تو وہ خود بہت زوردار شخصیت اور بلند آواز کے مالک بارعب شخص تھے دوسرے وہ کاہن تھے جھاڑ پھونک کا علم جانتے تھے اور عرب ایسے اشخاص سے ڈرا کرتے تھے۔

چنانچہ ضماد الازدی نبی اکرم ﷺ کی طرف جا رہے تھے اور عرب انھیں زبردستی روکنے سے قاصر تھے۔

ضماد الازدی نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ بڑے تپاک اور بے تکلفی سے اُن کے ساتھ ملے۔ ایک تو آپ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جو بھی آپ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ اُس کی عزت و تکریم کرتے تھے اور پھر ضماد الازدی تو آپ ﷺ کے پرانے دوست تھے۔

ضماد الازدی نے آپ ﷺ سے کہا:

آپ ﷺ تو مجھے ٹھیک ٹھاک نظر آ رہے ہیں۔

کیوں کیا ہوا، نبی اکرم ﷺ نے سوال کیا؟

عربوں نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ﷺ پہ آسیب کا سایہ ہو گیا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ میں آسیب وغیرہ کا علاج کرتا ہوں اور اللہ جس کو چاہتا ہے میری وجہ سے صحت عطا فرما دیتا ہے۔

ضمادالازدی کے جواب میں آپ ﷺ خاموش ہورہے۔

ضمادالازدی نے پھر پوچھا؟

آپ ﷺ مجھے حقیقت حال سے آگاہ کیوں نہیں کرتے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے سر اٹھایا اور کہا:

ضماد، دراصل یہ اِن لوگوں کی بدقسمتی ہے کہ انھوں نے ایسا خیال کیا۔حقیقت یہ ہے مجھے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی قوم کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیا ہے۔اس کے بعد میں کُل کائنات کی طرف اتارا گیا ہوں۔مجھ پہ کتاب نازل کی گئی ہے۔

ضمادالازدی نبی اکرم ﷺ کے اس دعویٰ پہ حیران رہ گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

ضماد! مجھ پہ جو کلام اتارا گیا ہے وہ تمھاری حیرت کو دور کردے گا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور قرآن حکیم کی کچھ آیات ضماد کے سامنے پڑھیں۔

ضماد خاموشی سے بیٹھا سنتا رہا۔مگر اُس کے بدلتے چہرے کا رنگ بتا رہا تھا کہ اُس کے اندر ہر پل روشنی ہورہی ہے۔

پھر وہ بے اختیار کہہ اٹھا، یہ کلام تو بہت عمدہ ہے۔

ضماد نے آپ ﷺ سے درخواست کی مجھے یہ کلام دوبارہ سنائیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

کیوں نہیں۔

اور آپ ﷺ نے ضماد کے سامنے قرآنی آیات کی پھر سے تلاوت کی۔ضماد کا چہرے کا رنگ بدل چکا اس دلنشیں کلام نے اُس کی کایا پلٹ دی تھی۔چنانچہ ضماد نے ایک بار پھر سے درخواست کی کہ مجھے قرآن سے مزید کچھ سنائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ضمادالازدی کو مزید قرآن سنایا۔

ضمادالازدی کہہ اٹھا:

خدا کی قسم! یہ کلام تو سمندر کی لہروں کی طرح تہہ در تہہ ہے اور میں جانتا ہوں کہ یہ کلام کسی انسان کا

نہیں ہوسکتا۔اور آپ ﷺ جانتے تھے کہ لوہا گرم ہو چکا ہے اور اس پہ چوٹ لگانے کا یہی درست وقت ہے۔چنانچہ آپ ﷺ نے ضماد الازدی کو دین اسلام کی دعوت دی۔جسے ضماد الازدی نے بغیر کسی توقف کے قبول کرلیا۔

اور ساتھ ہی یہ بھی کہا:

کہ عرب بکواس کرتے ہیں کہ آپ ﷺ پہ آسیب اتر آیا ہے حقیقت تو یہ کہ آپ ﷺ کو نہ پہچان کر خود اُن پہ آسیب کا منحوس سایہ پڑ چکا ہے۔

قریش کے بہت سے لوگ نبی اکرم ﷺ کے دروازے پہ جمع تھے۔

وہ ضماز الازدی سے یہ خبر سننے کے متمنٰی تھے کہ اُس نے نبی اکرم ﷺ کا علاج کر دیا ہے اور آج کے بعد وہ اِن کے بتوں کی ہجو نہیں کریں گے۔

مگر جو خبر ضماد الازدی نے اُن تک پہنچائی وہ اِن کے لیے بہت ہی نا گوار تھی۔

ضماد الازدی نے اُن سے کہا؛

میں نے نبی اکرم ﷺ کو بغور دیکھا ہے،آسیب کا سایہ اُن پہ نہیں بلکہ تم پہ ہے جو اُن کو پہچاننے سے عاری ہو۔

خدا کی قسم!وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں اُن پہ ایمان لے آیا ہوں اور اب میرا راستہ چھوڑ دو عرب آہستہ سے ہٹ گئے۔ضماد الازدی اپنے ایمان کو سمیٹتا ہوا دور اُن صحراؤں کی طرف نکل گیا جو اس کی آماجگاہ تھا۔ضماد الازدی اور اُن جیسے دوسرے بہت سے صاحب دانش اور صاحب مقدر تھے جنھوں نے قرآن کی چند آیات سے ہی اس بات کو جان لیا تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور کوئی انسان اس قدر عمدہ کلام کا حامل نہیں ہوسکتا۔عرب زبان کے دھنی تھے،وہ زبان کے حسن و قبح سے آخری حد تک آگاہ تھے اس لیے بہت سے لوگوں کو تو قرآن سننے کے بعد اس بات پہ یقین کرنے میں ذرا بھی دشواری نہ ہوتی کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور وہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔

❖ ❖ ❖

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء

اعشیٰ بن قیس کی آمد

نبوت کی عام شہرت کے بعد عربوں کے مختلف علاقوں سے لوگ حق کی تلاش میں مکہ آتے اور نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کرتے۔ اِن میں سے اکثر کو اسلام کی دولت حاصل ہوگئی جیسے کہ حضرت ضماد الازدیؓ تھے، حضرت ابوذر غفاریؓ تھے، مگر یہاں ہم بنوثعلبہ کے اُس شخص کا ذکر کر رہے ہیں جس کو ایمان کی دولت حاصل نہ ہوسکی اور وہ اعشیٰ بن قیس بن ثعبلہ تھا جس کا تعلق بنوبکر بن وائل سے تھا۔ علامہ سہیلی نے اُس کا نسب یوں بیان کیا ہے۔ اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن قسط بن ھنب بن افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ جب یہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے لیے اپنے وطن سے روانہ ہوا تو راستے میں اُس نے نبی اکرم ﷺ کی مدح میں ایک خوبصورت قصیدہ کہا جس کے کچھ اشعار یہاں پیش کیے جارہے ہیں۔

اَلَمْ تَغْتَمِضْ عَيْنَاكَ لَيْلَةً اَرْمَدًا

وَبِتَّ كَمَا بَاتَ السَّلِيْمُ مُسَهَّدًا

کیا تیری آنکھ نہیں لگی جس طرح آشوب چشم والے کی آنکھ نہیں لگتی یا اُس کی جس کو سانپ نے ڈسا ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَمَا ذَاكَ مِنْ عِشْقِ النِّسَاءِ وَإِنَّمَا
تَنَاسَيْتَ قَبْلَ الْيَوْمِ خُلَّةً مَهْدَدَا

تیری یہ کیفیت عورتوں کی محبت کی وجہ سے نہیں ہوئی اس لیے کہ تو مھدد کی محبت کو مدت ہوئی بھول چکا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلٰكِنْ أَرَى الدَّهْرَ الَّذِى هُوَ خَائِنٌ
إِذَا أَصْلَحَتْ كَفَّاىَ عَادَ فَأَفْسَدَا

لیکن میں اس کو دیکھتا ہوں جو خائن ہے کہ جب میرے ہاتھ کسی مسئلہ کو سلجھاتے ہیں تو یہ آکر انھیں بگاڑ دیتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

كُهُولًا وَ شُبَّانًا فَقَدْتُ وَثَرْوَةً
فَلِلّٰهِ هٰذَا الدَّهْرُ كَيْفَ تَرَدَّدَا

کتنے ہی بوڑھوں، جوانوں اور دولت مندوں کو میں نے گم کیا ہے خدا ہی جانے یہ زمانہ لوٹ کر بار بار کیسے آتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَمَا زِلْتُ اَبْغِی الْمَا لَ مُذْ اَنَا یَا فِعًا
وَلِیْدًا و کَھْلاً حِیْنَ شِبْتُ وَاَمْرَدَا

اپنی عمر کے ہر حصہ،بچپن،لڑکپن،جوانی اور بڑھاپے میں مَیں ہمیشہ مال ہی کا متلاشی رہا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَاَبْتَذِلُ الْعِیْسَ الْمَرَا قِیْلَ تَعْتَلِیْ
مَسَافَةَ مَا بَیْنَ النُّجَیْرِ فَصَرْخَدَا

اب میں سرخی مائل اونٹوں کو سفر پر مجبور کر رہا ہوں جو نجیر اور صرخد کے مابین مسافت کو پامال کر رہے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَلَا اَیُّھٰذَا السَّائِلِی اَیْنَ یَمَّمَتْ
فَاِنَّ لَھَا فِی اَھْلِ یَثْرِبَ مَوْعِدًا

اے یہ سوال کرنے والے کہ اِن اونٹوں کی منزل کہاں ہے اہل یثرب میں اِن کے پہنچنے کا وعدہ ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَاِنْ تَسْأَلِیْ عَنِّی فَیَا رُبَّ سَائِلٍ
حَفِیٍّ عَنِ الْاَعْشٰی بِہٖ حَیْثُ اَصْعَدَ

اگر تو میرے متعلق پوچھ رہی ہے تو پھر عجیب نہیں کیونکہ لوگ اعشیٰ کے متعلق اصرار سے پوچھتے ہی ہیں جہاں وہ جاتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَجَدَّتْ بِرِجْلَیْهَا النَّجَاءَ وَرَاجَعَتْ
یَدَاهَا خِنَافًا لَیِّنًا غَیْرَ اَحْرَدَا

اُس اونٹنی نے اپنے پیروں سے تیز چلنے کی پوری کوشش کی حتیٰ کہ اس کے اگلے پاؤں نرم ہو کر مڑنے لگے مگر وہ تب بھی نہ لنگڑائی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَ فِیْهَا اِذَا مَا هَجَّرَتْ عَجْرَفِیَّةٌ
اِذَا خِلْتَ حِرْبَاءَ الظَّهِیْرَاۃِ اَصْبَدَا

دوپہر کے وقت اس کی چال میں بے نیازی ہوتی ہے اس وقت جب تو گرگٹ کو گردن اکڑاتے ہوئے دیکھتا ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَآلَیْتُ لَا آوِی لَهَا مِنْ کَلَالَۃٍ
وَلَا مِنْ حَفًی حَتّٰی تُلَاقِیَ مُحَمَّدًا

میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اونٹنی پر تھکاوٹ کی وجہ سے یا اُس کے پاؤں گھس جانے کی وجہ سے رحم نہ کھاؤں گا حتیٰ کہ میں محمد ﷺ سے ملاقات کرلوں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

مَتٰی مَا تُنَاخِیْ عِنْدَ بَابِ بْنِ هَاشِمٍ
تُرَاحِیْ وَتَلْقَیْ مِنْ فَوَاضِلِهٖ نَدًی

جب تو ابن ہاشم کے دروازے پر بیٹھے گی تو تجھے سکون ملے گا اور تُو اُن کی سخاوت کا فیض حاصل کر سکے گی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

نَبِیًّا یَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَ ذِکْرُہٗ
اَغَارَ لَعَمْرِی فِی الْبِلَادِ وَاَنْجَدَا

وہ ایسے نبی ہیں جو اِن اشیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں جنھیں تم نہیں دیکھ سکتے اُن کا ذکر شہروں اور ٹیلوں تک پھیل چکا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَہٗ صَدَقَاتٌ مَا تُغِبُّ نَائِلٌ
وَلَیْسَ عَطَاءُ الْیَوْمِ مَانِعَہٗ غَدَا

اِن کے انعامات اور صدقات مسلسل ہیں آج کی سخاوت انھیں کل کی عطا سے منع نہیں کرتی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَجِدَّكَ لَمْ تَسْمَعْ وَصَاۃَ مُحَمَّدٍ
نَبِیِّ الْاِلٰہِ حَیْثُ اَوْصٰی وَاَشْھَدَا

کیا تیری جدوجہد نے محمدﷺ کی وصیت کو نہیں سنا وہ جس طرح وصیت کریں اور شہادت دیں وہ اللہ کے نبی ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَرْحَلْ بِزَادٍ مِنَ التُّقٰی
وَلَاقَیْتَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَنْ قَدْ تَزَوَّدَا

جب تو تقویٰ کے زادِراہ سے سفر نہ کرے اور موت کے بعد اِن لوگوں سے نہ ملے جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

نَدِمْتَ عَلٰی اَنْ لَا تَکُوْنَ کَمِثْلِہٖ

فَتَرْصِدُ لِلْاَمْرِ الَّذِیْ کَانَ اَرْصَدَا

تو نادم ہوگا کہ اس تقویٰ شعار شخص کی مانند نہ ہوسکا تو اس امر کا منتظر ہوگا جو تیرا منتظر نہ تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَاِیَّاکَ وَالْمَیْتَاتِ لَا تَقْرَبَنَّھَا

وَلَا تَاْخُذَنْ سَھْمًا حَدِیْدًا لِتُفْصِدَا

مردار کھانے سے بچ ان کے قریب بھی نہ جا، ان کے قریب نہ جا اور خون بہانے کے لیے لوہے کے تیر نہ چلا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلَا النُّصُبَ الْمَنْصُوْبَ لَا تَنْسُکَنَّہٗ

وَلَا تَعْبُدِ الْاَوْثَانَ وَاللّٰہَ فَاعْبُدَا

نہ نصب شدہ بتوں کے لیے قربانیاں کر نہ بتوں کی پوجا کر بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلَا تَقْرَبَنَّ حُرَّۃً کَانَ سِرُّھَا

عَلَیْکَ حَرَامًا فَانْکِحَنْ اَوْتَاَبَّدَا

کسی عورت کے قریب نہ جا اس کی شرمگاہ تجھ پر حرام ہے یا تو نکاح کر لے یا کنارہ کش ہو جا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَ اِذَا الرَّحِمِ الْقُرْبٰی فَلَا تَقْطَعَنَّہٗ
لِعَا قِبَتِہٖ وَ لَا الْاَ سِیْرِ الْمُقَیَّدَا
کسی قریبی رشتہ دار سے قطع تعلق نہ کر اور نہ کسی قیدی کے ساتھ برا سلوک کر۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَسَبِّحْ عَلٰی حِیْنِ الْعَشِیَّا تِ وَالضُّحٰی
وَ لَا تَحْمَدِ الشَّیْطَا نَ وَ اللّٰہُ فَاْحَمَدَا
صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کر شیطان کی تعریف نہ کر بلکہ ہمیشہ اللہ کی حمد کی طرف خود کو راغب رکھ۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَ لَا تَسْخَرُ مِنْ بَائِسِ ذِیْ ضَرَا رَۃٍ
وَلَا تَحْسَبَنَّ الْمَالَ لِلْمَرْءِ مُخْلِدَا
کسی افلاس زدہ غریب کا مذاق نہ اڑا اور نہ یہ گمان کر کہ مال کسی شخص کو ابدیت عطا کر سکتا ہے [*20]۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

چنانچہ شوق کی یہی منزل اسے کشاں کشاں مکہ لے آئی جہاں اُس نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں اسلام قبول کرنا تھا۔

مگر اُس کی بدبختی اُسے قریش تک لے گئی۔

وہ عتبہ بن ربیعہ کے ہاں اترا جہاں رات کو اُس کی ملاقات ابو جہل سے ہوئی۔

ابو جہل نے اُس سے پوچھا مکہ آنے سے اُس کا کیا مقصد وابستہ ہے؟

اعشیٰ نے بتایا کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہے۔

مشرکین نے کہا:

اے ابوبصیر، وہ تو زنا سے منع کرتے ہیں۔

اعشیٰ نے کہا:

مجھے اب اس کی ضرورت نہیں۔

ابوجہل نے سوچا یہ تو باز آنے والا نہیں چنانچہ اُس نے اگلا پتا پھینکا۔

مگر وہ تو شراب سے بھی منع کرتے ہیں اور تو شراب سے دور رہنے والا نہیں۔

اعشیٰ سوچ میں پڑ گیا پھر بولا:

ہاں شاید یہ امر میرے لیے ممکن نہ ہو:

پھر تم نے کیا سوچا ہے قریش اُس کا جواب جاننے کے متمنیٰ تھے؟

اعشیٰ نے کہا:

میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں اس سال تو واپس چلا جاؤں گا جی بھر کے شراب پیوں گا اور جب اگلے سال آؤں گا تب اسلام قبول کروں گا۔

مگر اگلے سال اُسے واپس آنا نصیب نہ ہوا اور وہ انتقال کر گیا۔ اعشیٰ بن قیس عربوں کے اُن شاعروں میں سے تھا جن کا ڈنکا چار سو بجتا تھا۔ وہ کوئی عام شاعر نہ تھا کہ ہر عرب شاعر ہوتا تھا۔ بلکہ شعر میں اعشیٰ بن قیس کا درجہ امراؤالقیس اور نابغہ ذبیانی کے بعد بیان کیا جاتا ہے اسی لیے قریش کی کوشش تھی کہ ثعلبہ اسلام قبول نہ کرے اور وہ اپنی کوشش میں کامیاب رہے اور ثعلبہ حالت کفر میں ہی مر گیا تھا۔[21*]

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء

تبع حمیری کا خط

تبع حمیری کا بیان اسی کتاب میں گذشتہ کسی جلد میں گزر چکا ہے جب اُس نے پہلے مدینے پہ حملے کا سوچا اور ناکامی پر اُس نے مکہ کا رخ کیا مگر مکہ پہنچ کر اس کے دل کی دنیا بدل گئی اور وہ مومن ہو گیا۔ اُس نے بیت اللہ پہ غلاف چڑھایا اُس کی تعمیر نو کی۔ تبع نے ہی پہلی بار بیت اللہ کو دروازہ لگوایا جو سونے کا تھا اور اس میں ایک تالا ڈالا اور اس کی چابی عربوں کے حوالے کی۔ تبع حمیری ایک عرب تھا اور یمن وحیرہ پہ حکمران تھا اور وہ ایک عظیم حکمران تھا ایک وقت میں اُس کی طاقت کا کوئی ثانی نہ تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب وہ عربوں پہ حملے کے لیے نکلا تو اس کے ساتھ ایک لاکھ تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ فوج تھی اور عربوں نے اتنا بڑا لشکر اس سے قبل نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ جب وہ مکہ سے واپس ہوا اور اس نے اپنی فوجوں کا پڑاؤ مدینے میں کیا اور جب اس نے مدینے سے کوچ کا ارادہ کیا تو اسے بتایا گیا کہ اُس کے ساتھ علماء کی جو جماعت ہے اُن میں سے اکثر نے واپس جانے سے انکار کر دیا ہے۔

اور اُن علماء کی تعداد چار سو بتائی گئی ہے۔

تبع نے اُن سب کو بلایا اور کہا: تمہارا فیصلہ مجھ تک پہنچا ہے مگر اُس میں جو حکمت اور دانائی ہے اُسے میں نہیں سمجھ سکا۔

علماء نے اُسے بتایا کہ اُن کی کتابوں نے اُن پہ یہ بات کھولی ہے کہ تو جس شہر سے آیا ہے جہاں اللہ کا گھر ہے وہاں ایک عظیم الشان رسول کا ظہور ہونے والا ہے جس کا نام محمد ہوگا اور یہ شہر جس میں ہم نے رُک جانے کا ارادہ کیا ہے یہ محمد ﷺ کی ہجرت گاہ ہے اس لیے ہم نے مناسب جانا ہے کہ ہم یہیں رُک کر اُن کا استقبال کریں ورنہ ہماری اولادیں اُن کا راستہ دیکھیں گی۔

تبع نے اُن کے فیصلے کو پسند کیا اور اُن کو مراعات سے نوازا۔

اُس نے اِن علماء کے لیے گھر بنوائے اور اُن کو کنیزیں دیں اس کے بعد اُس نے علماء سے کہا:

میری طرف سے ایک خط اس نے آنے والے رسول کو لکھو۔

چنانچہ تبع نے جو خط لکھوایا اُس کا متن ہم سیرت حلبیہ سے نقل کر رہے ہیں۔

''اما بعد! اے محمد (ﷺ) میں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے اُس پروردگار پر جو ہر چیز کا پروردگار ہے ایمان لاتا ہوں اور آپ ﷺ ایمان اور اسلام کی جو شریعت اور طریقے اپنے پروردگار کی طرف سے لے کر ظاہر ہوئے ہیں اُن سب پہ بھی ایمان لاتا ہوں اور میں اِن الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کر چکا ہوں اب اگر خوش قسمتی سے مجھے آپ ﷺ کا زمانہ مل گیا یعنی میری زندگی میں ہی آپ ﷺ ظاہر ہو گئے تو اس سے بہتر بات اور اس سے بڑی نعمت میرے لیے کیا ہو گی لیکن اگر میں آپ ﷺ کا زمانہ نہ پاؤں تو آپ ﷺ مجھے فراموش مت کریں اور قیامت کے دن حق تعالیٰ کے حضور میری شفاعت فرمائیں اس لیے کہ میں اولین لوگوں میں ہوں جو آپ ﷺ پر آپ ﷺ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی ایمان لائے اور اب میں حضرت ابراہیمؑ کی ملت پہ ہوں''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

مورخین نے لکھا ہے کہ؛

تبع نے جب مدینے کے علماء سے یہ خط لکھوایا تو اس کے بعد اس خط پہ اپنی مہر لگائی اور یہ خط ایک ہزار سال تک انھی علماء کی اولادوں میں منتقل ہوتا رہا کیوں کہ آپ ﷺ نے تبع کے اس خط کے ایک ہزار سال بعد اپنی بعثت کا اعلان فرمایا تھا۔تبع نے اپنے ملک کو روانہ ہونے سے پہلے ایک مکان تعمیر کرایا اور کچھ زمین خریدی اور اپنے علماء سے کہا؛

یہ مکان میں نے آنحضرت محمد ﷺ کے لیے تعمیر کرایا ہے اور یہ جگہ اُن کی مسجد کے لیے مختص رہے گی ۔یاد رہے کہ جب آنحضرت محمد ﷺ نے اپنی بعثت کا اعلان فرمایا تو یہ مکان حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے قبضے میں تھا اور حضرت ابوایوب انصاریؓ انھی علماء کی اولاد میں سے تھے جنھوں نے تبع کے ساتھ واپس جانے کی بجائے مدینہ میں رہنا پسند کیا تھا۔اس لیے وہ خط بھی انھیں کے پاس تھا اور جب انھوں نے آنحضرت محمد ﷺ کے ظہور کی خبر سنی تو ایک شخص ابولیلی کے ہاتھ یہ خط نبی اکرم ﷺ کو مکہ روانہ فرمایا۔

تب آپ ﷺ حرم پاک میں بیٹھے ہوئے تھے اور بہت سے صحابہ آپ ﷺ کے گرد دائرہ بنائے بیٹھے تھے۔کہ ایک شخص حرم پاک میں داخل ہوا اور اس کے سر اور چہرے سے سفر کے آثار ظاہر تھے۔

وہ سیدھا آنحضرت محمد ﷺ کی مجلس میں آیا۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اُس شخص کے کچھ بولنے سے پہلے ہی آنحضرت محمد ﷺ نے اُس سے فرمایا:

ابولیلی اِدھر میرے پاس آجاؤ۔اور جب وہ شخص آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے اُس سے فرمایا، لاؤ وہ خط مجھے دو جو تم میرے لیے لائے ہو۔

اُس شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا آپ کون ہیں؟

تو صحابہ نے اس بات کا برا منایا اور اُس سے کہا! تم آنحضرت محمد ﷺ کو نہیں جانتے۔آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھایا اور صحابہ کو خاموش رہنے کو کہا۔

پھر آپ ﷺ اُس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

میں محمد رسول اللہ ہوں اور تمھارے پاس جو خط ہے وہ میرے لیے ہی ہے۔

چنانچہ اُس شخص نے بغیر کچھ کہے وہ خط آپ ﷺ کے حوالے کر دیا۔

آپﷺ نے اپنے صحابہ سے کہا اسے پڑھو!

اور اس خط کا متن ہم پہلے لکھ چکے ہیں"۔

اور جب صحابہ وہ خط پڑھ چکے تو آپﷺ نے فرمایا:

اے اللہ نیک اور صالح بھائی تبع پہ سلامتی ہو۔

اے اللہ نیک اور صالح بھائی تبع پہ سلامتی ہو۔

اے اللہ نیک اور صالح بھائی تبع پہ سلامتی ہو۔

مگر صحابہ ابھی تک حیران تھے اور نہیں جانتے تھے کہ یہ خط کس کا ہے اور تبع کون ہے تب آپﷺ نے اس خط کے سارے پس منظر سے صحابہ کو آگاہ فرمایا۔

اور صحابہ نے اس پہ تکبیر کہی۔

اور صحن حرم میں بیٹھے کفار حیران تھے کہ مسلمانوں کو کیا ہوا ہے۔

❖ ❖ ❖

جب ظلم ایک حد سے گزر جائے تو اللہ لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے صحابہ سے فرمایا کہ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے اپنے دین کو بچانے کے لیے حبشہ روانہ ہو جاؤ۔حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کے مہمانوں کی خوب تکریم کی۔

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء



شہر مکہ کے ماحول میں سخت کشیدگی تھی۔ کفارِ قریش اپنے بتوں کی محبت میں مسلمانوں کے جانی دشمن بن گئے تھے۔ کفارِ قریش آنحضرت محمد ﷺ کو ایذا پہنچانے سے گریز کرتے تھے اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ بنو ہاشم نبی اکرم ﷺ پہ زیادتی کرنے والے کو معاف نہیں کریں گے چنانچہ اُن کا نشانہ وہ مسلمان تھے جو بے آسرا تھے، بے سہارا تھے، غلام تھے یا نادار تھے۔ اور مسلمانوں پہ کفار قریش کے جبر و ستم کے تمام احوال نبی اکرم ﷺ تک پہنچ رہے تھے اور اس وجہ سے آپ ﷺ کچھ پریشان بھی تھے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ تب سورۃ زمر کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں صحابہ کو ہجرت کی اجازت عطا فرمائی گئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ؛

ِالَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا فِيْ هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ O

القرآن الحكيم (سورۃ زمر ۳۹ ؛ آيات ۹)

ترجمہ؛

''جن لوگوں نے دنیا میں اچھائی کی اُن کے لیے اچھائی ہے، اور اللہ کی زمین کشادہ ہے صبر کرنے والوں کے لیے، اُن کو بلا حساب اجر دیا جائے گا''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

تب ایک دن آپﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ؛

اللہ کی زمین بہت وسیع ہے تم لوگ اپنا دین بچانے کے لیے ہجرت کیوں نہیں کر جاتے۔ اس لیے کہ اس عظیم مقصد کے لیے اٹھایا جانے والا ایک قدم بھی انسان کو جہنم کے عذاب سے نجات دِلا دیتا ہے۔

لوگوں نے آنحضرت محمدﷺ سے سوال کیا؟

اس بارے میں آپﷺ ہماری راہنمائی فرمائیں۔

یعنی جائے ہجرت کی طرف کوئی اشارہ فرمائیں۔

آپﷺ نے فرمایا:

تم لوگ حبشہ کیوں نہیں چلے جاتے جہاں ایک عادل بادشاہ حکمران ہے۔ چنانچہ آنحضرت محمدﷺ کے اِس حکم کے بعد مسلمان ایک ایک کر کے مکہ سے ہجرت کرنے لگے تا کہ وہ خود کو اور اپنے دین کو کفار قریش کے فتنے سے محفوظ رکھ سکیں۔ کئی لوگ تو اکیلے اکیلے مکہ سے نکل گئے مگر اُن میں بعض ایسے بھی تھے جنھوں نے اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ ہجرت کی تھی۔ اور انھی مہاجرین میں جنھوں نے اول اول ہجرت کی اور اپنی بیوی کے ہمراہ ہجرت کی اُن میں حضرت عثمانؓ ابن عفان اور اُن کی بیوی رقیہ بنت رسول اللہﷺ بھی شامل تھیں۔

آنحضرت محمدﷺ نے فرمایا:

حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جس نے اپنا دین بچانے کے لیے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے ہجرت کرنے والے مسلمانوں میں حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ ہی تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ہجرت حاطب ابن عمروؓ نے کی۔

اورایک دوسری روایت کے مطابق حضرت سلیطؓ بن عمرو وہ پہلے شخص تھے جو حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے۔تاہم اس سے اوپر والی روایت میں کوئی فرق نہیں پڑتا جس میں حضرت عثمانؓ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ سب سے پہلے ہجرت انھوں نے کی۔اس لیے کہ حاطب بن عمروؓ اور حضرت سلیط ابن عمروؓ تو ایسے شخص تھے جنھوں نے اکیلے اکیلے ہجرت کی جب کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کی تھی۔چنانچہ رجب پانچ نبوی کو گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے ہجرت کی۔مورخین نے اِن صحابہ کے نام لکھے ہیں۔اِن خوش بختوں میں حضرت عثمان بن عفانؓ، اُن کی بیوی حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ، حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہؓ اُن کی بیوی حضرت سَہلہ بنت سہیلؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت عثمان بن معظونؓ، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومیؓ، اُن کی بیوی اُم سلمہ بنت ابی امیہؓ، حضرت عامر بن ربیعہؓ، اُن کی بیوی حضرت لیلیٰ بنت ابی حشمہؓ، حضرت ابوسبرۃ بن ابی رہمؓ، یا ابوحاطب بن عمروؓ، حضرت سہیل بن بیضاءؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ شامل ہیں۔

کفارقریش کو جب اِن مسلمانوں کی ہجرت کا علم ہوا تو وہ بہت سیخ پا ہوئے۔انھوں نے مسلمانوں کا تعاقب کیا مگر یہ مسلمانوں کی خوش قسمتی تھی کہ جب وہ شعیبہ (آج کل جدہ) کی بندرگاہ پر پہنچے تو انھیں ایک تیار جہاز مل گیا جو حبشہ کی طرف روانہ ہو رہا تھا چنانچہ وہ اس جہاز میں سوار ہو گئے۔کفارقریش جب بندرگاہ پہنچے تو حبشہ جانے والے جہاز کو روانہ ہوئے کچھ وقت بیت چکا تھا چنانچہ وہ جہاز اور اُس کے مسافر قریش کی دست برد سے محفوظ ہو چکے تھے۔قریش اپنی خفت سمیت واپس مکہ پہنچ گئے۔

اس کے بعد بھی مسلمانوں کا حبشہ کی طرف ہجرت کا سلسلہ جاری رہا۔شوال پانچ نبوی کو مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ قریش کی آنکھوں میں دھول جھونک کر حبشہ پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ:

اب کی بار حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی تعداد تراسی تھی جن میں مختلف خاندانوں اور مختلف قبائل کے لوگ شامل تھے۔جن لوگوں نے اپنے خاندان کے ہمراہ ہجرت کی اُن میں ابو

سلمہؓ بھی شامل تھے اُن کے ساتھ اُن کی بیوی اُم سلمہؓ بھی تھی۔ اسی طرح حضرت عامر بن ربیعہؓ نے بھی اپنی بیوی لیلیٰ کے ساتھ ہجرت کی۔

اور عامر کی بیوی سے لیلیٰ سے روایت کی گئی ہے کہ؛

جب ہم مکہ میں تھے تو ہم پہ سب سے زیادہ ظلم وستم کرنے والا شخص عمر بن خطاب تھا۔ انھوں نے کہا جب ہم حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کو نکلے اور میں اپنے اونٹ پہ سوار ہو رہی تھی تو کہیں سے عمر بھی وہاں آ گئے۔ انھوں نے مجھے اس تیاری کی حالت میں دیکھا تو سوال کیا اُم عبداللہ، کہاں کا ارادہ ہے؟

میں نے غور سے اُن کی طرف دیکھا اور مجھے خیال ہوا کہ شاید مجھے ایک نئے فتنے کا سامنا ہے۔

مگر میں نے محسوس کیا کہ وہ غصے میں نہیں ہیں اس لیے میں نے کہہ دیا:

ابن خطاب! تم لوگوں نے ہم پہ بہت ظلم کیے اور ہمارے دین کے معاملے میں ہم کو سخت تکالیف پہنچائیں۔ اس لیے ہم اللہ کی زمین کی وسعت ماپنے جا رہے ہیں جہاں ہم تمھارے فتنے سے اپنے دین کو محفوظ رکھ سکیں۔

پھر لیلیٰ نے کہا: یں نے محسوس کیا کہ عمر آزردہ سے ہو گئے ہیں۔

چنانچہ انھوں نے آہستہ سے کہا:

اللہ تمھارا ساتھی ہو، اور وہاں سے ہٹ گئے۔

عمر کے جاتے ہی میرے شوہر عامر ابن ربیعہ بھی آ گئے اور میں نے اُن کو بتایا کہ عمر ہمارے ہجرت کرنے سے آزردہ تھے۔

میرے شوہر نے کہا:

رہنے دو! خطاب کا گدھا بھی مسلمان ہو جائے تب بھی ابن خطاب مسلمان نہ ہو گا۔

مگر میں نے اپنے شوہر کی بات رد کر دی اور کہا:

یاد رکھنا عمر کے اسلام قبول کرنے میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا ہے اور بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ میرا یہ خیال بالکل درست ثابت ہوا کہ اگلے ہی سال یعنی ٦ نبوی میں حضرت عمر نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

امام حلبیؒ نے لکھا ہے کہ؛

مسلمان خاموشی سے ایک ایک دو دو کر کے مکہ سے غائب ہو رہے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ کفار کو اس کی خبر نہ ہو، وہ اس میں کامیاب بھی رہے اور اللہ نے بھی اُن کی مدد کی۔ ساحل پہ اُن کو دو تیار جہاز مل گئے۔ مہاجرین نے نصف دینار کی اجرت ادا کر کے عرب تاجروں کے اِن جہازوں میں پناہ لی اور جہاز فوراً ہی حبشہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ ہجرت حبشہ ۵ نبوی کو ہوئی تھی اور یہ پہلی ہجرت تھی جو لوگوں نے اسلام آنے کے بعد کی۔ اپنا دین بچا کر مکہ سے حبشہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے نام اور اُن کے خاندان و قبیلے کی پہچان مورخین کے ہاں محفوظ رہی ہے جسے ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

امام سہیلی نے لکھا کہ؛

اُن میں حضرت حذیفہؓ تھے جنھوں نے اپنی بیوی سہلہ بنت سہیل کے ہمراہ ہجرت کی اور حبشہ میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو بیٹے سے نوازا جس کا نام انھوں نے محمد بن ابی حذیفہ رکھا۔ اُن کا تعلق بنو عامر بن لوئی سے تھا۔ حضرت زبیر بن عوامؓ تھے جو آنحضرت محمد ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے تھے اُن کا خاندان بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھا۔ حضرت معصب بن عمیرؓ تھے جو بنو عبدالدار سے تھے۔ حبشہ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عبدالرحمان عوفؓ بھی تھے جو بنو زہرہ بن کلاب سے تھے۔ بنو زہرہ بن کلاب نبی اکرم ﷺ کے ننھیال کا خاندان ہے اور عربوں کا بہت قابل عزت خاندان تصور کیا جاتا ہے۔ خاندان بنو جمح سے حضرت عثمان بن معظونؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ابو سبرہ بن ابی رہمؓ نے بھی یہ سعادت حاصل کی اور اُن کا تعلق بنو عامر بن لوئی سے بیان کیا گیا ہے۔ سہیل بن بیضاءؓ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی اور وہ بنو حارث بن فہر سے تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہی وہ دس لوگ تھے جو سب سے پہلے حبشہ پہنچے اور اُن کی قیادت حضرت عثمان بن معظونؓ نے کی۔

ابن اسحاق نے کہا کہ؛

اِن کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور مسلمان آہستہ آہستہ حبشہ کی طرف ہجرت کرتے رہے حتیٰ کہ مکہ میں جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو حضرت عمر سمیت اُن کی تعداد چالیس تھی اور باقی اکثر مسلمان حبشہ پہنچ چکے تھے اور امن و امان میں تھے۔ اگر خاندانوں اور قبائل کے حوالے سے مہاجرین حبشہ کا تذکرہ کیا جائے تو۔

بنو ھاشم سے۔

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور اُن کی بیوی اسماء بنت عمیسؓ نے یہ سعادت حاصل کی اللہ تعالیٰ نے انھیں حبشہ میں ایک بیٹے سے نوازا جس کا نام عبداللہ بن جعفرؓ رکھا گیا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بنو امیہ سے۔

بنو امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف میں سے حضرت عثمان بن عفانؓ نے اپنی بیوی رقیہ بنت محمد (ﷺ) کے ساتھ ہجرت کی۔ اُن کے ہمراہ عمرو بن سعید العاصؓ اور اُن کی بیوی فاطمہؓ بنت صفوان نے بھی حبشہ کو ہجرت کی۔ عمرو کے بھائی بھی اپنی بیوی کے ہمراہ اُن کے ساتھ تھے اُن کا نام خالد بن سعید بن العاص بن امیہ ہے اور اُن کی بیوی کا امینہؓ بنت خلف بیان کے گیا ہے۔[*22] اس کے علاوہ اُن کے ہمراہ بنو امیہ کے حلیف قبائل کے کچھ لوگ بھی تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے دین کی خاطر ہجرت کی۔ اُن میں عبداللہ بن جحشؓ اور اُن کی بیوی ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ بھی تھیں، اُن کے بھائی عبیداللہ بن جحشؓ بھی تھے، یہ لوگ اسد بن خزیمہ سے تھے۔ قیس بن عبداللہ اور اُن کی بیوی برکہ بنت یسار بھی تھیں یہ لوگ بھی اسد سے بن خزیمہ سے ہی تھے"۔[*23]

ایک اور شخص مقیب ابن ابی فاطمہ بھی اُن کے ہمراہ تھا![*24]

ابن ہشام نے اِن کے بارے میں لکھا ہے کہ؛

یہ سب حضرت سعید بن العاص کی اولاد سے تھے یہ تعداد میں سات تھے اور انھوں نے سعید ابن عاص کے ساتھ ہی حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بنو عبد مناف سے۔

ابن اسحاقؒ نے لکھا ہے کہ بنی عبد شمس بن عبد مناف میں سے دو شخصوں نے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اُن میں ایک تو حضرت ابو حذیفہؓ ہیں جن کا نسب ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بیان کیا گیا ہے اور دوسرے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ہیں جن کا اصل نام عبداللہ بن قیس بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری عتبہ بن ربیعہ کے حلیف تھے اور انھیں کے ساتھ بنی نوفل بن عبد مناف کا ایک شخص غزوان بن جابر بھی تھا جو اُن کا حلیف تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بنو عبد بن قصی اور عبدالدار بن قصی سے۔

بنو عبد بن قصی میں سے حضرت طلیب بن عمیرؓ نے ہجرت کی سعادت حاصل کی اور بنو عبدالدار سے حضرت معصب بن عمیرؓ، سویط بن سعدؓ، جہم بن قیسؓ اور اُن کی بیوی اُم حرملہؓ نے حبشہ کو ہجرت کی اُن کے دو بچے بھی اُن کے ہمراہ تھے جن کے نام عمرو اور خزیمہ بتائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ابولروام بن عمیرؓ اور فراسؓ بن نضر بن حارث بھی اُن کے ہمراہ تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بنو زھرہ اور بنو ھذیل کے مہاجرین۔

بنوزہرہ بن کلاب سے حضرت عبدالرحمان عوفؓ، عامر بن ابی وقاصؓ نے ہجرت کی۔ اسکے علاوہ اُن کے ہمراہ مطلب بن ازہرؓ اور اُن کی بیوی رملہ بنت ابی عوفؓ بھی شامل تھیں اور انھیں بھی اللہ تعالیٰ نے حبشہ کی سرزمین پہ بیٹے جیسی دولت سے نوازا۔ انھوں نے اپنے بیٹے کا نام عبداللہ بن مطلب رکھا۔ اِن کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عتبہ بن مسعودؓ، مقداد بن عمرؓ و اور مقداد بن اسودؓ بھی نے بھی اِن کے ہمراہ ہی مکہ سے حبشہ کو ہجرت کی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بنو تمیم اور بنو مخزوم کے مہاجرین۔

بنوتمیم سے حارث بن خالدؓ اور اُن کی بیوی ریطہ بنت حارثؓ نے حبشہ کو ہجرت کی۔ سرزمین حبشہ پہ اس جوڑے کو اللہ نے چار بچے عطا فرمائے جن کے نام مورخین نے یوں لکھے ہیں۔ موسیٰ بن حارث، عائشہ بنت حارث، زینب بنت حارث اور فاطمہ بنت حارث۔

حضرت عمرو بن عثمان کا تعلق بھی بنوتمیم سے تھا۔ بنومخزوم سے ابوسلمہ بن عبداللہ بن عبدالاسدؓ اور اُن کی بیوی سلمہ بنت ابی امیہؓ نے حبشہ کو ہجرت کی۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے اُن کو بیٹی سے نوازا جس کا نام انھوں نے زینب بنت ابی سلمہ رکھا۔ ابن اسحاق نے اسی قبیلہ سے ہجرت کرنے والے کچھ مزید افراد کے نام بھی لکھے ہیں جن میں ہبار بن سفیانؓ اور اُن کے بھائی حضرت عبداللہ بن سفیانؓ نے بھی ہجرت کی اِن کے علاوہ ہشام بن ابی خذیفہ سلمہ بن ہشامؓ، عیاش بن ابی ربیعہؓ وغیرہ نے بھی ہجرت حبشہ کی سعادت حاصل کی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بنو مخزوم کے حلیف اور بنو جمح کے مہاجرین۔

ہجرت کرنے والوں کے عرب قبائل کے حلیف قبائل کے لوگ بھی شامل تھے۔ چنانچہ بنومخزوم کے حلیفوں میں سے متعب بن عوفؓ نے بھی حبشہ کو ہجرت فرمائی [25*]۔ بنوجمح سے عمرو بن حصیص بن کعبؓ، حضرت عثمان بن معظونؓ اُن کے بیٹے سائب بن عثمانؓ اُن کے بھائی قدامہ بن معظونؓ اور عبداللہ بن معظونؓ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی اور اس ہجرت میں یہ سب سے بڑا خاندان تھا جس نے مکہ کو چھوڑا۔ بنوجمح کے دیگر افراد میں سے حاطب بن حارثؓ اور اُن کی بیوی فاطمہ بنت مجللؓ نے بھی حبشہ کو ہجرت کی، اُن کے ہمراہ اُن کے بیٹے محمد بن حاطبؓ اور حارث بن حاطبؓ نے بھی ہجرت فرمائی۔ حاطب بن حارثؓ کے ہمراہ اُن کے بھائی حاطب بن حارثؓ اور اُن کی بیوی حضرت فیکھ بنت یسارؓ نے بھی ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ اِن کے علاوہ حضرت سفیان بن معمر اُن کے بیٹے جابر بن سفیانؓ اور جنادہ بن سفیانؓ نے بھی ہجرت فرمائی۔ اُن کی بیوی حضرت حسنہؓ اور حسنہ کے والد شرجیلؓ نے بھی ہجرت فرمائی۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ؛

شرجیلؓ کے والد کا نام عبداللہؓ تھا اور یہ غوث بن مرؓ میں سے تھے اور غوث تیم بن مرؓ کے

بھائی تھے اس لیے بعض لوگوں نے اِن کو بنو تیم میں شامل کیا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بنو سہم ، بنو عدی اور بنو عامر کے مہاجرین۔

علامہ ابن اسحاقؒ کے مطابق بنو سہم میں سے خنیس بن حذافہؓ، عبداللہ بن حارثؓ اور ہشام بن عاص بن وائلؓ نے بھی ہجرت حبشہ کی سعادت حاصل کی ۔ اِن کے علاوہ قیس بن حذافہؓ، ابوقیس بن حارثؓ، عبداللہ بن حذافہؓ، حارث بن حارثؓ، معمر بن حارثؓ، بشر بن حارثؓ، سعید بن عمروؓ، سائب بن حارثؓ، عمیر بن رئابؓ اور محمیہ بن جزؓا نے بھی ہجرت کی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بنو عدی بن کعب میں سے۔

حضرت معمر بن عبداللہؓ، عروہ بن عبدالعزیٰؓ، عدی بن نضلہؓ اُن کے بیٹے نعمان بن عدیؓ اور آلِ حاطب کے حلیف عامر بن ربیعہؓ نے بھی اپنی بیوی کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بنو عامر بن لوئی میں سے ۔

حضرت ابوسبرہ بن ابی رھمؓ اور اُن کی بیوی اُم کلثوم بنت سہیلؓ نے ہجرت کی ۔ اِن کے علاوہ عبداللہ بن مخرمہؓ، عبداللہ بن سہیلؓ، سلیط بن عمروؓ اُن کے بھائی سکران بن عمروؓ اُن کی بیوی سودہ بنت زمعہؓ، مالک بن زمعہؓ اور اُن کی بیوی عمرہ بن سعدیؓ، حاطب بن عمروؓ اور سعد بن خولہؓ نے بھی حبشہ کو ہجرت کی ۔ ابن سعد نے کہا کہ سعد بن خولہؓ کا تعلق یمن سے تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بنو حارث سے۔

بنو حارث سے ابو عبیدہ بن جراحؓ، سہیل بن بیضاءؓ، عمرو بن ابی سرحؓ، عیاض بن زہیرؓ، عثمان بن عبد غنمؓ، سعد بن قیسؓ اور حارث بن عبد قیسؓ بھی اس سعادت عظمیٰ میں شامل رہے تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

جو مسلمان ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تھے اللہ تعالیٰ نے انھیں وہاں امن و سکون عطا فرمایا اور وہ قریش کی اذیتوں سے آزاد زندگی گذارنے لگے۔ چنانچہ جب اُن کو حبشہ میں خوشی اور سکون کے لمحات میسر آئے تو بعض عربوں نے اس کا اظہار اشعار میں کیا۔

یہاں نمونے کے طور پہ اُن کے کچھ اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

یہ عبداللہ بن حارث کے قصیدے کے اشعار ہیں۔

يَا رَكِبًا بَلِّغَنْ عَنِّى مُغَلْغَلَةً

مَنْ كَانَ يَرْجُوْ بَلَاغَ اللّٰهِ وَالدِّيْنِ

اے سوار! میرا پیغام ہر اُس شخص کو پہنچا دے جو اللہ تعالیٰ کے پیغام اور دین میں وسعت کی امید رکھتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

كُلٌّ امْرِئٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مُضْطَهَدٌ

بِبَطْنِ مَكَّةَ مَقْهُوْرٍ وَ مَفْتُوْنِ

میرا پیغام وادیٔ مکہ کے ہر اس شخص کو پہنچا دے جو مجبور ہو یا جو مظلوم ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَ نَا وَ جَدَنَا بِلَادَ اللّٰہِ وَاسِعَۃً
تُنْجِیْ مِنَ الذ لِّ وَالْمَخْزَاۃِ وَالْھُوْنِ

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شہر انتہائی وسیع ہیں جو ذلت رسوائی اور اہانت سے نجات دلاتے ہیں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

فَلَا تَقِمُوْا عَلَی ذِلِّ الْحَیَاۃِ وَخِزْ
یٍ فِیْ الْمَمَاتِ وَعَیْبَ غَیْرِ مَامُوْنِ

تم ذلت کی زندگی، اموات کا دکھ اور عدم تحفظ کے عیب میں کبھی اپنا مسکن نہ بنانا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

اِنَّا تَبِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاطَّرَحُوْا
قَوْلَ النَّبِیِّ وَعَالُوْا فِیْ الْمَوَازِیْنِ

ہم نے نبی محترم ﷺ کی پیروی کی جبکہ کفار مکہ نے آپ ﷺ کے فرمان کو پس پشت ڈال دیا انھوں نے وزنوں میں گرانی سے کام لیا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

فَاجْعَلْ عَذَابَکَ بِالْقَوْمِ الَّذِیْنَ بَغَوْا
وَعَائِذًا بِکَ اَنْ یَعْلُوْا فَیُطْغُوْنِیْ

مولا! جنھوں نے بغاوت کی روش اختیار کی ان پہ اپنا عذاب نازل فرما اور میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھ پہ غلبہ حاصل کریں اور مجھے بھی بغاوت پہ آمادہ کرلیں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

اَبَتْ کَبِدِیْ لَا اَکْذِبَنْکَ قِتَالَھُمْ
عَلَیَّ وَ تَابَاہٗ عَلَیَّ اَنَا مِلِیْ

میرا جگر بھی اِن سے جنگ نہیں کرنا چاہتا اور میرے ہاتھ بھی اُن کے ساتھ معرکہ آزما ہونے سے انکاری ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَکَیْفَ قِتَالِیْ مَعْشَراً اَدَّبُوْکُمْ
عَلَی الْحَقِّ اَنْ لَا تَاشِبُوْہُ بِبَاطِلِ

اُس قبیلے کے ساتھ جنگ کیسے ہو سکتی ہے جس نے تمھاری پرورش حق پر کی اور تمھیں حق کے ساتھ باطل کو ملانے سے روکا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

نَفَتْھُمْ عِبَادُ الْجِنِّ مِنْ حُرِّ اَرْضِھِمْ
فَاَضْحُوْا عَلٰی اَمرِ شَدِیْدِ الْبَلَابِلِ

جنات کے پجاریوں نے انھیں اپنی عمدہ زمین سے جلاوطن کر دیا جس کی وجہ سے وہ سخت مصائب کا شکار ہو گئے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَاِنْ تَکُ فِیْ عِدِی اَمَانَۃٌ
عِدِیْ بْنِ سَعْدٍ عَنْ تُقَیً اَوْ تَوَاصُلِ

اور اگر عدی یعنی عدی بن سعد میں تقویٰ یا صلہ رحمی کی وجہ سے کوئی امانت ہوتی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَقَدْ كُنْتُ اَرْجُوْ اَنَّ ذَالِكَ فِيْكُمْ
بِحَمْدِ الَّذِىْ لَا يُطَّبٰى بَالجَعَائِلِ

تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ صفت تم میں ہوگی میں اس ذات کا شکر ادا کرتا ہوں جس سے مزدوری کی درخواست نہیں کی جاتی۔

وَبُدِّلْتُ شِبْلَ كُلِّ خَبِيْثَةٍ
بِذِى فَجَرٍ مَاوٰى الضِّعَافِ الْاَرَامِلِ

مجھے خبیث عورتوں کے بدلے ایسے جوان عطا کیے گئے جو سخاوت کے دھنی اور کمزور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔

وَتِلْكَ قُرَيْشٌ تَجْحَدُ اللّٰهَ حَقَّهٗ
كَمَا جَحَدَتْ عَادٌ وَمَدْيَنُ وَالْحِجْرُ

قریش کی حالت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق سے انکار کرتے ہیں جس طرح عاد و مدین اور حجر والوں نے انکار کیا تھا۔

فَاِنْ اَنَا لَمْ اُبْرِقْ فَلَا يَسَعَنَّنِىْ
مِنَ الْاَرْضِ بَرٌّ ذُوْ فَضَاءٍ وَلَا بَحْرٌ

پس اگر میں نہ ڈروں تو مجھے نہ زمین کے فضاء والے میدانوں میں جگہ ملے گی اور نہ سمندر میں۔

بَارِضٍ بِهَا عَبْدٌ اِلا مُحَمَّدٌ
اُبَيِّنُ مَا فِیْ النَفْسِ اِذْ بَلَغَ النَّقْرُ

اس سرزمین میں جس میں خدا کا بندہ موجود ہے اس لیے جب بحث کا موقع آ گیا تو میں وہ سب بیان کر دیتا ہوں جو میرے دل میں ہو۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

اَتَيْمَ بْنَ عَمْرٍو لِلَّذِیْ جَاءَ بِغْضَةٌ
وَمِنْ دُوْنِهٖ الشَرْمَانِ وَالْبَرْكُ اَكْتَعُ

اے بنی تمیم بن عمرو! اس شخص پہ تعجب ہے جو دشمنی رکھتا ہے حالانکہ اس کے اور میرے درمیان کھاری اور میٹھے پانی کے علاوہ بہت سے اونٹ بھی بیٹھے ہیں۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

اَاَخْرَ جْتَنِیْ مِنْ بَطْنِ مَكَّةَ آمِنًا
وَاَسْكَنْتَنِیْ فِیْ صَرْحٍ بَیْضَاءَ تُقْذَعُ

کیا تو نے مجھے امن کے حصول کے لیے وادیٔ مکہ سے نکال دیا ہے اور مجھے قصر بیضاء کے پاس رہنے پہ مجبور کیا ہے جسے میں پسند نہیں کرتا

❂❂❂❂❂❂❂❂

تَرِيْشُ نِبَالاً لَا يُوَاتِيْكَ رِيْشُهَا
وَتَبْرِیْ نِبَالاً رِيْشُهَا لَكَ اَجْمَعُ

تو اِن تیروں کو پر لگا رہا ہے جن کے پر تیرے موافق نہیں اور تو اُن تیروں کو باریک کر رہا ہے جو

تیرے لیے میں جمع کرتا ہوں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَ حَارَبْتَ اَقْوَامًا كِرَامًا اَعِزَّةً
وَاَهْلَكْتَ اَقْوَامًا بِهِمْ كُنْتَ تَضْرَعُ

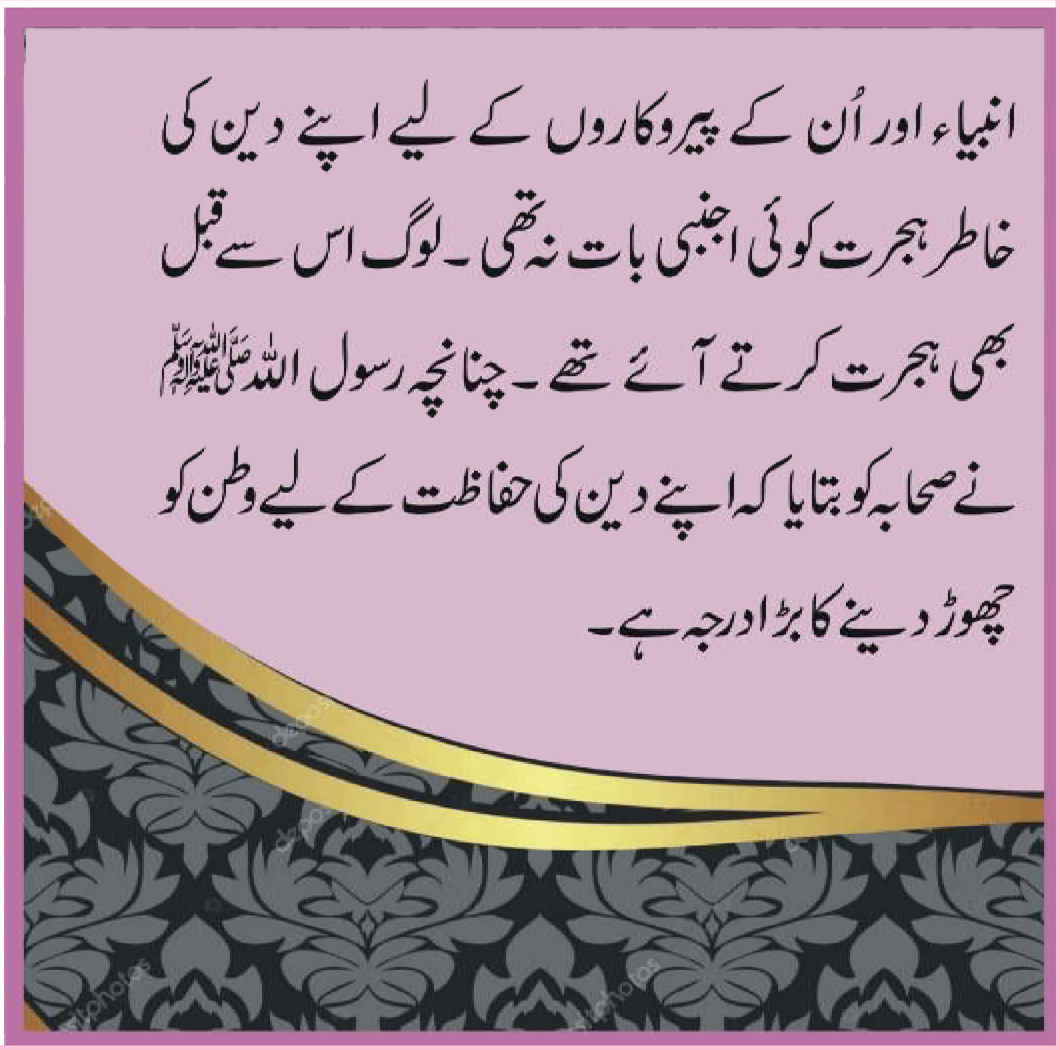
تونے معزز اور مکرم اقوام کے ساتھ جنگ چھیڑ رکھی ہے اور تو اِن اقوام کو ہلاک کر رہا ہے جن کی تو پناہ لیتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

سَتَعْلَمُ اِنْ نَابَتْكَ طَمُلِمَّةٌ
وَاَسْلَمَكَ الْاَوْبَاشُ مَا كُنْتَ تَصْنَعُ

اگر کبھی تجھ پہ کوئی ناگہانی آفت ٹوٹ پڑے اور کمزور لوگ تجھے دشمن کے سپرد کردیں تو پھر تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تو کیا کرتا تھا۔[26*]

✡✡✡✡✡✡✡✡


انبیاء اور اُن کے پیروکاروں کے لیے اپنے دین کی
خاطر ہجرت کوئی اجنبی بات نہ تھی۔لوگ اس سے قبل
بھی ہجرت کرتے آئے تھے۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے صحابہ کو بتایا کہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے وطن کو
چھوڑ دینے کا بڑا درجہ ہے۔

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء

قریش کی سازش

مکہ میں جو مسلمان رہ گئے تھے اُن میں سے اکثر وہ تھے جو مضبوط اور مستحکم خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے اور کفارِ قریش اُن پہ ہاتھ ڈالنے سے خوفزدہ تھے اس لیے کہ عرب میں انتقام کی آگ خاندانوں اور قبیلوں تک کو نگل جایا کرتی تھی اور قریش اس امر سے بخوبی آگاہ تھے۔ حربِ فجار کے بعد عرب یوں بھی جنگ سے گریزاں تھے کہ اس جنگ نے عربوں کے بہت سے سپوت نگل لیے تھے اس لیے عرب اب اِس حکمت عملی پہ یقین رکھتے تھے کہ مذاکرات اور سازش کے ذریعے کام نکلتا رہے اور جنگ کا میدان نہ سجے ۔چنانچہ قریش کے ہاتھوں سے جب غریب اور نادار مسلمان محفوظ ہو گئے اور مکہ میں باقی بچے مسلمان اپنے خاندانوں کی وجہ سے قریش کے دست جبر سے محفوظ ہو گئے تو قریش کی بے چینی اپنے عروج پہ پہنچ گئی۔ اُن کی اس بے چینی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حبشہ پہنچنے والے مسلمانوں کے سکھ اور چین کے نغموں کی بازگشت نے اُن کے کانوں میں زہر انڈیلنا شروع کر دیا اور اُن کی مذہبی آزادی اور عمومی آسودگی نے قریش کی نیندیں حرام کری تھیں۔ چنانچہ قریش کے سرداروں نے ایک بار پھر سر جوڑ لیے اور سوچنے لگے کہ کس طرح

مسلمانوں کے پر سکون حالات میں ہلچل پیدا کی جا سکے۔ آخر ایک طریقہ اُن کی سمجھ میں آ ہی گیا کہ کس طرح مسلمانوں کی پر سکون زندگی میں زہر گھولا جا سکتا ہے۔ انھوں نے ایک بھرپور سازش تیار کی جس کے تحت اُن کی ایک عمدہ سفارت شاہ حبشہ نجاشی سے ملے گی اور اُسے اس بات پہ آمادہ کرنے کی کوشش کرے گی کہ وہ اُن قریشیوں کو اہل مکہ کے حوالے کر دے جو اُن کے ملک میں آ کے رہنے لگے ہیں۔ اس کے لیے انھوں نے عرب کے دو مستقل مزاج آدمیوں کا انتخاب کیا۔ وہ عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص بن وائل تھے۔ چنانچہ عبداللہ اور عمرو کو بہت سے تحفے دے کر شاہ حبشہ کی طرف روانہ کر دیا گیا۔[27*]

ابن اسحٰق نے کہا کہ:

عربوں نے چمڑے کے بہت سے تحائف عبداللہ اور عمرو کے حوالے کیے اور اُن کو ہدایت کی کہ پہلے عام درباریوں کو تحائف دینا تا کہ جب تم شاہ حبشہ سے بات کرو تو وہ تمھاری تائید کریں۔

چنانچہ عبداللہ اور عمرو شاہ حبشہ کے دربار میں پہنچے اور اُس سے کہا:

اے بادشاہ تمھارا اقبال بلند ہو۔ ہم شہر حرم سے آئے ہیں اور ہم عربوں کے سردار قبیلے سے قریش سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے ہمیں توقع ہے کہ تمھارے دربار میں ہماری تکریم کی جائے گی۔

نجاشی نے کہا کیوں نہیں، ہم اپنے ایوانوں میں اترنے والے ہر شخص کی تکریم کرتے ہیں۔

عمرو بن عاص نے شاہ حبشہ سے کہا:

بادشاہ ہم ایک خاص مقصد کے تحت تمھارے ہاں آئے ہیں۔

بادشاہ نے کہا تم بولو میں سن رہا ہوں۔

عمرو بن عاص نے کہا:

بادشاہ ہمارے کچھ بے وقوف نوجوان اور دیگر چند لوگ اپنے قبیلے کے رسم و رواج اور مذہب سے بغاوت کر کے آپ کے ملک میں چلے آئے ہیں۔

اے شاہ ذی سلامت؛ ہمارے اِن لوگوں نے نہ تو آپ کا دین قبول کیا ہے اور نہ ہی ہمارے دین پہ ٹھہرے ہیں بلکہ انھوں نے تو ایک نیا ہی دین ایجاد کر لیا ہے۔ ہمارے سرداروں نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ اِن بے وقوفوں کو ہمارے حوالے کر دیں۔

بادشاہ کے درباریوں میں سے کوئی بولا جس کو قریش کا تحفہ شاید زیادہ ہی پسند آیا تھا۔ بادشاہ سلامت

یہ عربوں کے بلند نسب لوگ ہیں جن پہ عیب جوئی نہیں کی جاتی اور جس معاملے کو انہوں نے بیان کیا ہے یہ عربوں کا اندرونی معاملہ ہے اور جو لوگ ہمارے ہاں اترے ہیں وہ اِن کے خاندان سے ہیں اس لیے یہ اُن کے بارے میں بہتر بات جانتے ہیں۔ چنانچہ ہمارا مشورہ تو یہ ہے کہ اِن عربوں کو اُن کے خاندان کی طرف لوٹا دیا جائے۔ اس کے بعد اُس نے داد طلب نظروں سے دوسرے درباریوں کی طرف دیکھا دوسرے درباری بھی قریش سے تحائف وصول کر چکے تھے اس لیے انھوں نے بھی اسی درباری کی تائید کی دربار میں ایک شور سا مچ گیا تھا جس میں ایک ہی آواز تھی۔

اِن کو واپس کر دو، اِن کو واپس کر دو۔

اس کے بعد عرب کی سفارت نے بادشاہ کو ہدیوں سے نوازا جو وہ عرب سے خاص اِس کے لیے لے کر آئے تھے۔

بادشاہ نے اس شور کو ختم کرایا اور اپنے درباریوں سے کہا؛

تم جانتے ہو کہ میرا شعار عدل ہے اس لیے میں اِن لوگوں کا نقطہ نظر سنے بغیر انھیں عربوں کے حوالے نہیں کر سکتا۔

اس لیے کہ میں نہیں جانتا انھوں نے کیا سمجھ کر مجھے اختیار کیا ہے اور آخر وہ ہماری زمینوں پہ اترے ہیں تو اُن کے دل میں بھی کوئی بات ہو گی چنانچہ اُس بات کو جانے بغیر میں انھیں کسی کے حوالے نہیں کر سکتا۔ اس لیے اِن عربوں کے رشتے داروں کو جتنی جلد ممکن ہو دربار میں پیش کیا جائے تا کہ اُن کا نقطہ نظر معلوم ہو جائے اور اس کے بعد میں اس معاملے کا فیصلہ کرنے کے قابل ہو سکوں۔

مہاجرین حبشہ کے پاس نجاشی کا قاصد آیا اور انھیں بتایا کہ انھیں دربار میں طلب کیا گیا ہے۔

مسلمان مشاورت کے لیے ایک جگہ جمع ہوئے۔ انھوں نے ایک دوسرے سے سوال کیے کہ جب نجاشی تم سے کوئی سوال پوچھے تو تم اُس کا کیا جواب دو گے۔

صحابہ نے کہا: خدا کی قسم ہم صرف وہی کہیں گے جو ہم سے آنحضرت محمدﷺ نے کہا ہے اور جسے ہم سچ جانتے ہیں، ہم وہی بیان کریں گے جو ہمارے علم کے مطابق ہو، ہم ہر حال میں سچ بولیں گے نتیجہ چاہے کچھ بھی ہو۔

پھر وہ نجاشی کے دربار میں پہنچے اور مسلمانوں کی قیادت حضرت جعفر طیارؓ کر رہے تھے۔

بادشاہ نے اپنے درباریوں سے کہا؛

اپنی مذہبی کتاب نکال لو اور اس بات پہ غور کرو جسے یہ لوگ بیان کریں۔

چنانچہ شاہ حبشہ کے درباریوں اور پادریوں نے اپنی مذہبی کتاب نکالی اور اس پہ غور کرنے لگے۔ اہل قریش نے شاہ حبشہ کے درباریوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رکھا تھا اور یہ بھی کہہ رکھا تھا تم دیکھنا جب وہ دربار میں داخل ہوں گے تو تمھارے طریقے کے مطابق بادشاہ کو سجدہ نہیں کریں گے۔

درباریوں نے یہ بات بادشاہ کے کان میں بھی ڈال دی تھی۔ اس لیے جب مسلمانوں کا وفد شاہ حبشہ کے دربار میں پہنچا تو انھوں نے عام لوگوں کی طرح بادشاہ کو سجدہ نہ کیا۔

شاہ حبشہ نے مسلمانوں کے وفد سے کہا؛

تم میں سے کون بات کرے گا۔

حضرت جعفر طیارؓ آگے بڑھے اور کہا میں مسلمانوں کی طرف سے اُن کا نقطہ نظر بیان کروں گا۔

بادشاہ نے پہلا سوال یہی کیا کہ رواج کے مطابق تم نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا۔

حضرت جعفر طیارؓ نے نہایت سنجیدگی سے کہا:

وہ اس لیے کہ ہمارے رسول نے ہمیں اس بات سے منع کر دیا ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کریں۔

بادشاہ نے حضرت جعفرؓ سے پوچھا؟

مجھے پتا چلا ہے کہ تم نے کوئی نیا دین اختیار کیا ہے نہ تم میرے دین پہ ہو نہ عربوں کے دین پہ اس لیے مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا دین ہے جس نے تمھاری قوم کی جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔

حضرت جعفرؓ نے کہا اے بادشاہ؛

ہم ایک جاہل قوم تھے، ہم بت پرستی کرتے اور مردار کھاتے تھے، ہم میں ہر طرح کی برائیاں سرایت کر چکی تھیں، ہم صلہ رحمی کو منقطع کرتے، پڑوسیوں کے حقوق ادا نہ کرتے، ہم میں سے قوی ضعیف کو کھا جاتا، ہم اپنے خالق کے ساتھ شرک کرتے۔ پھر اللہ کو ہماری حالت پہ رحم آیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں میں سے ہماری طرف ایک رسول بھیجا۔ اُس کا نسب ہم میں سب سے

اعلیٰ ہے اوراس کے خاندانی شرف کو سارا عرب جانتا ہے۔ وہ ہمارے معاشرے میں صادق اور امین کے لقب سے جانا جاتا ہے۔ اُس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا۔ دین توحید کی دعوت دی۔ ہم کو بت پرستی سے روکا۔ اُس نے ہمیں سچ بولنے کی تلقین کی۔ صلہ رحمی کا حکم دیا، امانت ادا کرنے کا حکم دیا پڑوسیوں کے ساتھ عمدہ سلوک کی طرف بلایا، حرام چیزوں سے رک جانے کا حکم دیا خون ریزی سے بچنے اور برائیوں سے رکنے کا حکم دیا، انھوں نے کہا' ہم یتیم کا مال نہ کھائیں، پاکباز خواتین پہ تہمت نہ لگائیں۔ ایک خدا کی عبادت کریں اوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

اے بادشاہ:

ہم میں سے کچھ لوگوں نے اُن کی تصدیق کی اُن پہ ایمان لائے جو کچھ وہ لے کے آئے تھے اُس کی تائید کی۔ ہم نے اسے حرام جانا جس کو انھوں نے حرام کیا تھا، ہم نے خدائے یکتا کی عبادت کی، بت پرستی اور دیگر برائیوں سے رُک گئے۔ تب ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی اور جو ظلم وہ ہم پہ کرسکتی تھی اُس نے ہم پہ کیا۔ جب انھوں نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا تب ہمارے رسول نے ہم کو حکم دیا کہ تم حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ کیونکہ وہاں ایک عادل حکمران ہے اس لیے ہم نے دیگر ممالک کو چھوڑ کر تیرے ملک کو اختیار کیا۔ تمھارے پڑوس کو پسند کیا اور جب تمھارے ملک میں تمھارے عدل کی وجہ سے ہماری زندگی میں کچھ امن آیا تو یہ لوگ حسد میں مبتلا ہو گئے اور اب یہ آپ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ آپ ہم کو اِن کے حوالے کر دیں تا کہ یہ پھر ہم پہ ظلم کریں اور ہمیں دین حق سے پھیر دیں اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے؟

بادشاہ بڑے غور سے حضرت جعفرؓ کی باتیں سن رہا تھا۔

بادشاہ نے حضرت جعفرؓ سے سوال کیا؟

تمھارا رسول تمھارے لیے جو کلام لے کے آیا ہے اُس میں سے تمھیں کچھ یاد ہے؟

حضرت جعفرؓ نے کہا' یقیناً؛

اس کے بعد انھوں نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت کیں جنھیں سن کر نجاشی بادشاہ رونے لگا۔

حتیٰ کہ اُس کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی اُس کے دربار میں موجود پادریوں کا بھی یہی حال تھا۔
پھر اُس نے کہا: خدا کی قسم یہ اللہ کا کلام ہے۔ جو کلام ہمارے پاس ہے اور جو کلام اس شخص نے سنایا ہے وہ ایک ہی چراغ سے نکلی روشنی معلوم ہوتی ہے۔
پھر بادشاہ نے اپنا رخ قریش کے سفیروں کی طرف کیا اور کہا؛
تم چلے جاؤ؛
خدا کی قسم! میں انھیں کبھی تمھارے حوالے نہیں کروں گا۔
چنانچہ قریش کے سفیروں کو ناکامی اور مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔

تاہم جب قریش کے یہ دونوں سفیر نجاشی کے دربار سے نکلے تو عمرو بن عاص نے کہا؛
بخدا کل میں ایسی چال چلوں گا کہ نجاشی اِن کو اپنے ملک سے نکالنے پہ مجبور ہو جائے گا۔
تاہم عبداللہ بن عمرو نے عمرو بن عاص کی مخالفت کرتے ہوئے کہا؛
خیال رکھنا آخر وہ ہمارے رشتے دار ہیں انھیں کوئی تکلیف نہ ہو۔
چنانچہ اگلے دن عبداللہ پھر نجاشی کے دربار میں پہنچا اور اُس سے کہا؛
مسلمان حضرت عیسیٰ پہ بہتان لگاتے ہیں، اے بادشاہ تمھیں اُن سے پوچھنا چاہیے تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ کو کیا جانتے ہیں۔ خدا کی قسم! وہ حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا نہیں بلکہ بندہ کہتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرو کی اس شرارت کے بعد مسلمانوں کو پھر سے نجاشی کے دربار میں طلب کر لیا گیا۔
حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ؛
وہ شام ہم پہ بہت بھاری تھی اور جتنی پریشانی اور اضطراب کا سامنا ہم نے اس شام کیا تھا اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمان ایک جگہ جمع ہوئے اور انھوں نے آپس میں اس بات کا تذکرہ کیا تھا کہ اگر بادشاہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق سوال کریں تو کیا کہنا ہے۔ مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ اگر بادشاہ نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں سوال کیا تو وہ اسے ہی اختیار کریں گے جو اِن کو آنحضرت محمد ﷺ نے بتایا ہے۔ وہ ہر حال میں سچ ہی بولیں گے چاہے اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔
مسلمان دوبارہ نجاشی کے دربار میں پہنچے تھے۔

اُن کی توقع کے مطابق نجاشی نے اُن سے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق پوچھا؟

تم مسلمانوں کا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟

حضرت جعفرؓ نے کہا:

ہم حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو اُن کے بارے میں ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے بتایا ہے۔

انھوں نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں وہ اس کی روح اوراس کا وہ کلمہ ہیں جو اُس نے کنواری اور پاکباز مریم کی طرف پھینکا تھا۔

بادشاہ جو حضرت جعفرؓ کی تقریر سے متاثر تھا اُس نے اپنے سامنے سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا خدا کی قسم جو کچھ اِس نوجوان نے کہا ہے حضرت عیسیٰؑ اس سے اِس تنکے سے بھی نہ کم ہیں نہ زیادہ ہیں۔

چنانچہ قریش کی یہ کوشش بھی ناکام ہوگئی اور اُن کی سفارت نامراد مکہ کی طرف لوٹ گئی۔ دوسری طرف مسلمان حبشہ میں خوش تھے اُن کی زندگیوں میں ہر طرح کی آزادی تھی اور شاہ حبشہ نے انھیں اتنی عزت دی تھی کہ اس نے کہا:

اگر کوئی مسلمان کو گالی دے گا تو اس پہ جرمانہ عائد کیا جائے گا۔

اور مکہ میں مسلمانوں کی آسودگی اور آسائش کی خبریں پہنچ رہی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابوطالب نے شاہ حبشہ نجاشی کے مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک پر اُن کی مدح کرتے ہوئے ایک قصیدہ کہا؛ اُس قصیدے سے چند اشعار یہاں پیش کیے جارہے ہیں۔

اَلَا لَیْتَ شِعْرِی کَیْفَ فِی النَّایِ جَعْفَرٌ

وَعَمْرٌو وَاَعْدَاءُ الْعُدُوِّ الْاَقَارِبُ

کاش میں جان سکتا کہ جعفر اور عمرو میں دوری کیسے ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ سب سے سخت دشمن وہ ہوتا ہے جو تمھارا قریبی رشتے دار بھی ہو۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَهَلْ نَالَتْ اَفْعَالُ النَّجَاشِی جَعْفَراً
وَاَصْحَابَهُ اَوْ عَاقَ ذَالِکَ شَاغِبُ

کیا جعفر اوران کے ساتھیوں نے نجاشی کے عمدہ افعال کو پالیا ہے یا کسی فتنہ خیز نے اس میں رکاوٹ ڈال دی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

تَعَلَّمْ اَبَیْتَ اللَّعْنَ اَنَّکَ مَاجِدٌ
کَرِیْمٌ فَلَا یَشْقَی لَدَیْکَ الْمُجَانِبُ

اے نجاشی! اللہ تعالیٰ تمھیں لعنت سے بچائے تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم کریم اور بزرگ ہو اور تمھارے سایہ میں پناہ لینے والے بدبخت نہیں ہوسکتے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

تَعَلَّمْ بِاَنَّ اللّٰهَ زَادَكَ بَسْطَةً
وَاَسْبَابُ خَیْرٍ کُلُّهَا بِکَ لَازِبٌ

تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں قوت دی ہے اور تمھیں بھلائی کے تمام اسباب میسر ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاَنَّکَ فَیْضٌ ذُوْ سِجَالٍ غَزِیْرَةٍ
یَنَالُ الْاَعَادِیْ نَفْعَهَا وَالْاَقَارِبُ

تم وہ دریا ہو جس کے دونوں کنارے پانی سے لبریز ہیں جس سے دشمن اور دوست تمام لوگ پانی حاصل کررہے ہیں۔[28*]

❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت اُم سلمہؓ قیام حبشہ کے متعلق فرماتی ہیں کہ ہم اسی طرح امن و آشتی سے رہ رہے تھے اور ہمیں کوئی غم نہ تھا۔ پھر اچانک نجاشی کی ریاست میں بغاوت اٹھی۔ ہم اس بات پہ بہت غمگین اور حزین تھے ہمیں یہ خوف لاحق تھا کہ اگر وہ شخص نجاشی پہ غالب آ گیا جس نے بغاوت کی ہے تو پھر کیا ہوگا ۔چنانچہ ہم دُعا کرتے رہے کہ اللہ نجاشی کو غلبہ عطا فرمائے اور اللہ نے نجاشی کو اپنے دشمن پر فتح عطا فرمائی جس پر مسلمانوں نے بہت خوشیاں منائیں۔ نجاشی کے اسلام کے بارے میں علماء تاریخ میں کوئی اختلاف نہیں سب ہی انھیں مسلمان جانتے ہیں۔ نجاشی کے اسلام کا سب سے بڑا ثبوت تو یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ مسلمان جب تک نجاشی کے ملک حبشہ میں رہے امن و سکون سے رہے۔

❖ ❖ ❖

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء

حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت

عربوں نے اگرچہ مسلمانوں کو مکہ سے نکال دیا تھا اور اُن کی اکثریت حبشہ کی طرف ہجرت کر گئی مگر اس کے باوجود جو لوگ ابھی اُن کی دسترس میں تھے وہ اُن پہ دست درازی سے باز نہ آتے تھے انھیں جب بھی موقع ملتا وہ اپنے خبث باطن کا ثبوت ضرور فراہم کرتے۔ جب سے شاہ حبشہ نجاشی کے دربار سے اُن کی سفارت ذلیل ہو کر مکہ آئی تھی تب سے اُن کے بغض میں اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ مسلمانوں کے خلاف سخت کاروائی پہ غور کر رہے تھے۔ انھی دنوں جب کفارِ قریش نے مسلمانوں پہ جینا حرام کر رکھا تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا۔ آنحضرت محمدﷺ نے انھیں ہجرت کی اجازت عطا فرما دی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ روانہ ہوئے اور مکہ سے ایک یا دو دن کی مسافت پہ واقع برک غماد نامی مقام پہ قیام کیا۔ تب وہیں ایک اور سوار اترا اور وہ قبیلہ قارہ کا سردار ابن دغنہ تھا۔

اُس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھا اور پوچھا؟

آپ نے کہاں کا ارادہ کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ابن دغنہ کو جواب دیا۔ابھی میں نہیں جانتا کہ کہاں جا رہا ہوں لیکن جو جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ میری قوم نے مجھے میرے وطن سے مجھے نکال دیا ہے۔

ابن دغنہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بات سُن کے حیران ہوا اور کہا؛

اگر شہر مکہ تجھ جیسے شریف النفس اشخاص کو خود سے دور کرتا رہا تو عنقریب وہاں اچھے لوگوں کا قحط پڑنے والا ہے۔

اور میں ایسا نہیں چاہتا۔

اس لیے ابوبکرؓ تم کہیں نہیں جا رہے۔میں دیکھتا ہوں تمھیں مکہ سے کون نکالتا ہے۔اب سے تم میری پناہ میں ہو۔ابن دغنہ مکہ کا اہم شخص تھا اور وہ ایک طاقتور قبیلے کا سردار بھی تھا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ؛

ابن دغنہ کا اصل نام حرث تھا اور وہ قارہ قبیلے کا سردار تھا۔

اُن کا قبیلہ نشانہ بازی اور تیز اندازی میں اتنا ماہر تھا کہ عربوں کے اس فن میں وہ یکتا تھے۔ابن دغنہ خود بھی بہت عمدہ تیرانداز تھا اور وہ اپنے قبیلے کا سردار بھی تھا۔

قارہ سیاہ پہاڑ کو کہتے ہیں۔

بیان کیا گیا کہ ایک دفعہ جب ابن دغنہ کے قبیلے سے پانی ختم ہوگیا تو وہ پانی کی تلاش میں نکلے تب راستے میں انھوں نے ایک سیاہ پہاڑی کے دامن میں قیام کیا پھر انھیں وہیں پانی بھی مل گیا اور وہ اسی سیاہ پہاڑی کے دامن میں بس گئے اس لیے بعض عرب انھیں قارہ یعنی سیاہ پہاڑی والا بھی کہتے تھے۔

چنانچہ ابن دغنہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر مکہ پہنچا اور مکہ کے سرداروں سے کہا:

تم نے اپنے تمام عمدہ لوگ نکال دیئے ہیں جو عقل و دانش سے بعید بات ہے۔میں تم کو یہ بتانے آیا ہوں کہ میں نے ابوبکرؓ اپنی پناہ میں لیا ہے کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو بے کس لوگوں کو سہارا فراہم کرتا ہے، رشتے داروں کی خبر گیری کرتا ہے، دوسروں کے لیے تکلیفیں اٹھاتا ہے، مہمان نواز ہے اور نیک کاموں میں لوگوں کی معاونت کرنے والا ہے۔

اس مجلس میں ابوجہل اور دیگر عرب سردار موجود تھے۔

ابوجہل نے ابن دغنہ سے کہا:

ہم تمھاری پناہ کو رد نہیں کرتے مگر اتنی بات ضرور یادرکھنا کہ ابوبکر اپنے گھر میں جو چاہے کریں مگر ہمارے لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔

چنانچہ ابن دغنہ نے حضرت ابوبکرؓ کو کہہ دیا تھا کہ آپ اپنے گھر کے اندر جو جی چاہے کریں کوئی آپ کو کچھ نہیں کہے گا مگر اپنے گھر سے باہر لوگوں کو گمراہ مت کریں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ خاموش ہو رہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ بلند آواز سے قرآن حکیم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ وہ اپنے گھر کے صحن میں رات کے وقت قرآن پڑھتے اور خوب روتے۔ قریش کی عورتیں اور بچے اُن کے گرد جمع ہو جاتے ۔ایک تو قرآن حکیم کی تلاوت اور اس پہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا لحن وسوز، ایک سماں بندھ جاتا تھا جس میں قریش کی عورتیں مرد اور بچے حظ حاصل کرتے۔ قریب تھا کہ اُن کے دل کا زنگ اتر جاتا مگر قریش کو اپنی فلاح کب چاہیے تھی وہ تو ہر صورت نبی اکرم ﷺ کا انکار کرنا چاہتے تھے۔

چنانچہ انھوں نے ابن دغنہ کو طلب کیا اور اُس سے کہا:

ہم نے تیری پناہ کو تسلیم ضرور کیا تھا مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ وہ ہماری عورتوں بچوں اور مردوں کو گمراہ نہیں کریں گے مگر انھوں نے نہ ہماری بات مانی ہے اور نہ تمھاری بلکہ صرف اپنی مرضی کی ہے ۔اب ہر رات وہ اتنی بلند آواز میں قرآن پڑھتے ہیں کہ ہماری عورتیں اور بچے پریشان ہوتے ہیں۔ ہم تیری اس پناہ کی وجہ سے پریشان ہیں جو تو نے ابوبکر کو فراہم کر رکھی ہے اب یا تو تُو خود اُن کو سمجھا دے یا پھر اپنی پناہ واپس لے لے۔ اگر وہ باز نہ آئے اور ہم نے کوئی کاروائی کی تو پھر تم ہم سے گلہ نہ کرنا۔

ابن دغنہ نے اہل قریش سے کہا تم مجھے تھوڑا سا وقت دو میں اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

اس کے بعد ابن دغنہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا:

آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کس شرط پہ آپ کو پناہ دی تھی آپ اُس پہ پورا نہیں اترے اور قریش نے مجھ سے اس بات کا گلہ کیا ہے۔ وہ صرف اس پناہ کے احترام میں آپ سے رکے ہوئے ہیں جو میں

نے آپ کوفراہم کررکھی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے ابن دغنہ سے کہا:

اگرتو آپ اور قریش کو مجھ سے یہ گلا ہے کہ میں قرآن کیوں پڑھتا ہوں تو سن لو خدا کی قسم مجھے کوئی بھی اذیت کوئی بھی پناہ یا کوئی بھی لالچ اس امر سے باز نہیں رکھ سکتا ہے۔

اس لیے اے ابن دغنہ میں تیری پناہ واپس کرتا ہوں اور مجھے میرا اللہ کافی ہو جائے گا۔

اور ابن دغنہ نے قریش کو بتا دیا کہ اب حضرت ابوبکرؓ میری پناہ سے باہر آ گئے ہیں اور انھوں نے مجھے میری پناہ واپس لٹا دی ہے۔اُس سے اگلے زور جب حضرت ابوبکرؓ حرم کی طرف جا رہے تھے تو قریش کے ایک شریر نے آپ کے سر میں مٹی ڈال دی۔اسی وقت مشرکوں کا ایک سردار بھی ادھر سے گزرا۔

اُس نے حضرت ابوبکرؓ کو اس حالت میں دیکھا تو کہا؛

یہ سب تمھارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے اُسے جواب دیا۔

اے اہل قریش،ہمیں اپنی اس کمائی پہ فخر ہے مگر تمھاری اخلاقی پستی پہ افسوس بھی ہے کہ کل تک تم باعزت لوگ تھے مگر آج حق کی مخالفت کی وجہ سے تم اس حد تک گر گئے ہو کہ نہ تمھیں قرابت کا خیال ہے اور نہ اپنے شرف کا احساس ہے۔نہ تم کو اپنے آباء کے رسم و رواج کا خیال ہے اور نہ تمھیں یہ ہی یاد ہے کہ کون تمھارا حلیف ہے اور کون تمھارا حریف۔تمھاری عقلوں پر پردہ پڑ چکا ہے جس کی وجہ سے تمھیں نہ چمکتا چاند نظر آتا ہے نہ سورج،تم گمراہی کے اُس اندھے کنوئیں میں گر چکے ہو جہاں روشنی کی کوئی کرن نہیں جاتی۔تمھاری عقلوں پر افسوس ہے کہ تم حق کو نہ پہچان سکے۔

❖ ❖ ❖

اہل مکہ کے بہت سے شریر لوگ ایسے تھے جو رسول اللہ ﷺ سے محض اس لیے عداوت رکھتے تھے کہ یہ اُن کے سرداروں کی مرضی تھی۔ یہ لوگ اپنے اخلاق و اعمال میں تو پست تھے ہی معاشرے میں بھی وہ کوئی قابل ذکر حیثیت نہ رکھتے تھے مگر پھر ایک دن۔۔۔۔۔

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء



جب نبی اکرم ﷺ نے اہل مکہ کو دین حق کی دعوت دی تو اُن میں سے بہت سے آپ ﷺ کے دشمن بن گئے۔ کچھ لوگوں نے خاموشی اختیار کی توقف کیا تو کچھ لوگوں نے اسے اہمیت دینا مناسب نہ جانا اور بہت تھوڑے سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ مگر آنحضرت محمد ﷺ مسلسل جدوجہد کے اس راستے پہ آگے بڑھتے چلے گئے اور اسلام کا اس طرح بڑھنا ایک تو اہل قریش کی توقعات کے خلاف تھا دوسرا اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت نے اُن کی صدیوں سے قائم قیادت اور سیادت کو بھی ہلا کے رکھ دیا تھا اس لیے شہر مکہ میں آپ ﷺ کے بہت سے دشمن پیدا ہو گئے تھے جو آپ ﷺ کو تنگ کرتے اور دین اسلام کے خلاف الٹی سیدھی باتیں کرتے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ اہل مکہ میں سے جن لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بدترین دشمنی کی اور عملی طور پہ اس کا ثبوت دیا اِن میں یہ لوگ نمایاں تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☜ ابوجہل کا تعلق بنومخزوم سے تھا اور وہ نبی اکرم ﷺ کا سب سے بڑا اور سب سے بدترین دشمن تھا۔ اُس نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کی راہ روکنے اور نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے میں صرف کیا۔ روز بدر اُس کو بدترین موت کا سامنا کرنا پڑا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☜ ابولہب جو نبی اکرم ﷺ کا چچا تھا وہ آپ ﷺ کا بدترین دشمن ثابت ہوا اور اس نے کسی بھی لمحے اُس حق کو جاننے کی کوشش نہیں کی جو نبی اکرم ﷺ لے کر اُن کے لیے اترے تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☜ ام جمیل ابولہب کی بیوی تھی اور آپ ﷺ کی چچی تھی وہ بھی اپنے شوہر کی طرح نبی اکرم ﷺ کی بدترین دشمن تھی۔ اِن دونوں کے بارے میں قرآن اتارا گیا جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☜ امیہ بن خلف بھی نبی اکرم ﷺ اور اسلام کا دشمن تھا۔ وہ مسلمانوں پہ ظلم کیا کرتا تھا۔ خاص طور پر اُس نے حضرت بلالؓ پر بہت ستم ڈھائے تھے۔ جنگ بدر کے روز مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☜ عاص بن وائل مکہ کے اہم لوگوں میں شامل تھا اور نبی اکرم ﷺ کی دشمنی میں نہایت سرگرم تھا۔ وہ مسلمان غلام اور لونڈیوں پہ مظالم ڈھایا کرتا۔ جب وہ آنحضرت محمد ﷺ کو دیکھتا تو آپ ﷺ پر آوازے کستا۔ وہ لوگوں سے کہتا کہ محمد (ﷺ) جو تم سے یہ کہتے ہیں کہ انسانوں کو اُن کی موت کے

بعد پھر سے زندہ کیا جائے گا تو وہ جھوٹ کہتے ہیں خدا کی قسم ہماری موت تو محض زمانے کی گردش کی وجہ سے آتی ہے۔اس کے علاوہ وہ بد دیانت بھی تھا اُس نے خباب بن ارتؓ سے کچھ تلواریں بنوائیں مگر اُن کو معاوضہ دینے سے انکار کر دیا۔وہ حضرت خباب بن ارتؓ سے کہا کرتا تم محمد ﷺ کے دین پہ ہو اگر تم اُن سے کفر کرو تو تلواروں کے پیسے ابھی لے لو ورنہ اس وقت لے لینا جب مجھے دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☜ نضر بن حارث بھی نبی اکرم ﷺ کے اُن دشمنوں میں شامل تھا جن کے شب و روز اسلام کی دشمنی میں گزرے۔اُس کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو ضرر پہنچائے۔علامہ حلبی نے لکھا ہے کہ ایک دن اُس نے آنحضرت محمد ﷺ ثنیۃ الحجون کے زیریں حصے میں تنہا دیکھا تو اُس نے کہا: مجھے اس سے بہتر موقع پھر نہیں ملے گا چنانچہ اس نے سوچا کہ وہ آنحضرت محمد ﷺ کو قتل کر دے اور عربوں کو اُس مصیبت سے نجات مل جائے گی جس میں وہ مبتلا ہیں اس طرح وہ قوم کا ہیرو بن جائے گا۔اس نے اپنی تلوار نکالی اور پشت کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی طرف بڑھا مگر جونہی وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو گدھے کے قد کا ایک بچھو اُس کی طرف لپکا جس کو دیکھ کر اُس کے اوسان خطا ہو گئے اور وہ الٹے پاؤں واپس بھاگا اور یہ وہی نضر تھا جو قرآن کے مقابل لوگوں کو رستم اور اسفند یار کی کہانیاں سنایا کرتا تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☜ اسود ابن عبد یغوث کا شمار بھی نبی اکرم ﷺ کے دشمنوں میں کیا جاتا ہے اگرچہ وہ آپ ﷺ کا قریبی رشتے دار تھا۔بتایا کہ وہ نبی پاک ﷺ کا ماموں زاد تھا مگر اس کے باوجود اسلام اور آنحضرت محمد ﷺ کی دشمنی میں دوسروں سے بڑھا ہوا تھا۔جب آپ ﷺ اُس کے قریب سے گزرتے تو وہ آپ ﷺ کا مذاق اڑانے کی خاطر لوگوں کو بلاتا اور کہتا! تم دیکھتے نہیں کہ وہ شہنشاہ عالم جا رہے ہیں

جو عنقریب قیصر و کسریٰ کے ملکوں کے مالک بننے والے ہیں۔اس بد بخت کو کیا معلوم کہ نبی اکرم ﷺ نے سچ کہا تھا۔وہ آپ ﷺ کے صحابہ کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھتا اور اُن کی غربت پہ طعن کرتے ہوئے کہتا دیکھو تو یہ وہ لوگ ہیں جن کو قیصر اور کسریٰ کے محلوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔جب اُس بد باطن کے کے طعن و تشنیع ایک حد سے بڑھے اور اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ یہ شخص آنحضرت محمد ﷺ کو تکلیف پہنچا رہا ہے۔چنانچہ انھی دِنوں جب ایک دن نبی اکرم ﷺ حرم پاک کا طواف کر رہے تھے تب حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔

پھر آپ ﷺ کے پاس سے اسود بن یغوث کا گزر ہوا۔حسب عادت اُس نے بکواس بھی کی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا؟

یارسول اللہ یہ بد بخت کون ہے؟

ایک برا آدمی ہے، نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے استفار کیا؟

کیوں نہ میں آپ ﷺ کو اس سے وجود سے نجات دلا دوں۔

مگر میری یہ عادت نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا۔

مگر یارسول اللہ ﷺ یہ بہت بدزبان ہے کیوں نہ میں اس بد بخت کو پیاسا ماردوں۔

جیسے تمھاری مرضی، آنحضرت محمد ﷺ نے اجازت عطا فرمائی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اُس کی طرف منہ کے ہلکی سی پھونک ماری۔

اسود بن یغوث کو یوں محسوس ہوا جیسے لوُ کا ایک تھپیڑا اسے لگا ہو مگر اُس نے اِس کو زیادہ شدت سے محسوس نہیں کیا۔اس کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اُس کا چہرہ جھلس گیا ہے۔

کسی نے اُسے دیکھا تو پوچھا، ارے تجھے کیا ہوا؟

کچھ بھی نہیں، یغوث نے جواب دیا۔

تب اُسے بتایا گیا کہ اُس چہرہ تو جھلس کر سیاہ ہو گیا ہے تو وہ حیران رہ گیا پھر اس کے ساتھ ہی اسے پیاس محسوس ہوئی۔

وہ پانی کی طرف بھاگا، اُس نے جی بھر کے پانی پیا مگر اُس کی پیاس نہ بجھی۔پھر وہ پانی پیتا ہی چلا گیا

مگر اُس کی پیاس بجھنے میں نہیں آ رہی تھی۔

لوگوں نے اسے پکڑ کر اُس کے گھر پہنچایا۔

گھر والوں نے اسے پہچاننے سے انکار کر دیا اس لیے کہ اُس کا چہرہ جھلس چکا تھا۔ تاہم اب اُسے اپنے جھلسے ہوئے چہرے کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ اسے پرواہ تھی تو اس بات کی کہ اُس کی پیاس کب بجھے گی، وہ پانی پیتا رہا، سارا دن اور ساری رات پیتا رہا مگر اُس کی پیاس نہ بجھی۔ آخر انسان کتنا پانی پی سکتا ہے اور اُس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ ایک اذیت ناک موت مرا۔[*29]

❖❖❖❖❖❖❖❖

☜ نبی اکرم ﷺ کا مذاق اڑانے والوں اور آپ ﷺ کو اذیت دینے والوں میں ولید بن مغیرہ بھی شامل تھا۔ یہ ابو جہل کا چچا تھا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کا باپ تھا۔ اس کا شمار قریش کے بہت ہی آسودہ اور طاقتور سرداروں میں کیا جاتا تھا۔ عہدِ جاہلیت میں وہ اپنی جود و سخا کی وجہ سے مقبول تھا کیونکہ حج کے دنوں میں وہ لوگوں کھانا کھلایا کرتا تھا۔ وہ لوگوں میں اعلان کرتا کہ آج کوئی چولھا نہ جلائے بلکہ اُن کے لیے کھانا ولید کے ہاں تیار ہو رہا ہے۔ باہر سے آئے ہوئے حاجی جب منیٰ میں قیام کرتے تب وہ اِن مہمانوں کی تواضع عربوں کے مشہور کھانے حیس سے کیا کرتا۔ بتایا گیا ہے کہ اُس کے پاس بے شمار دولت تھی جس کو وہ لوگوں پہ لٹایا کرتا۔ اُس کے باغات مکے سے لے کر طائف تک پھیلے ہوئے تھے۔ پھر وہ بہت ہی عمدہ شاعر بھی تھا اور لوگ اُس کو بلبل قریش کہہ کے پکارا کرتے۔ مگر جب آنحضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اُن میں مبعوث کیا تو اُس نے آپ ﷺ کا انکار کیا اور آپ کی مخالف پہ کمر کس لی اور کوئی اذیت نہ تھی جو اُس نے رسول اللہ ﷺ کو نہ پہنچائی ہو۔ یہ اُسی دن کی بات ہے جب آنحضرت محمد ﷺ حرم پاک طواف کر رہے تھے اور حضرت جبرائیل بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے اور حضرت جبرائیل نے اسود ابن یغوث کو پیاس کی پھونک ماری تھی۔ وہ اپنا انجام لے کر چلا گیا تو یہ بدبخت آ پہنچا اور رسول اللہ ﷺ پہ طعن کرنے لگا۔

حضرت جبرائیل علیہ اسلام نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ یہ بدبخت کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا بدبختوں کے قبیلے کا ایک اور برا شخص۔

حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ سے پوچھا؟

کیوں نہ میں آپ ﷺ کو اِس برے شخص سے نجات دلا دوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا، مگر میری یہ عادت نہیں۔

مگر یارسول اللہ ﷺ مجھے لگتا ہے کہ یہ بہت زبان دراز شخص ہے۔ آپ ﷺ مجھے اجازت دیں تا کہ اس کی سانس بند ہو جائے اور زبان بھی۔

اچھا جیسے تمھاری مرضی؛

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا تو حضرت جبرائیلؑ نے اپنی انگلی سے ولید ابن مغیرہ کی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا۔ ولید ابن مغیرہ حرم سے نکلا اور مکہ کے ایک بازار میں داخل ہوا، یہ ایک چھوٹی سی گلی تھی جہاں عام طور جنگی ہتھیار تیار کیے جاتے تھے۔ چنانچہ جب ولید اس گلی سے گزرا تو اُس کے ٹخنے کے قریب کسی تیز تیر کی نوک چبھ گئی۔ ولید کو کچھ لگنے کا احساس تو ضرور ہوا تاہم اُس نے نیچے جھک کر وجہ جاننے کی کوشش نہ کی اس لیے کہ وہ ایک مغرور آدمی تھا اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس طرح اُس کی توہین ہوگی۔ تاہم گھر جا کر اُس نے اپنے زخم کا جائزہ ضرور لیا تب اُس نے جانا کہ اُس کے پیر میں ٹخنے کے قریب تھوڑا سا زخم ہے۔

اور اُس نے پرواہ نہ کی۔

پھر اُس کو پتا ہی نہ چلا کہ کب اُس کا زخم بگڑا اور کب اُس میں زہر پڑ گیا۔ کچھ دن وہ لنگڑا کر چلتا رہا پھر معذور ہو گیا، پھر اسی حالت میں مر گیا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☜ عاص بن وائل بھی اُن لوگوں میں شامل تھا جو آنحضرت محمد ﷺ کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کو اذیت دیا کرتے تھے۔ اُسی دن وہ بھی حرم پاک میں آیا اور حضرت جبرائیلؑ جان گئے کہ وہ بھی نبی اکرم ﷺ کا بدترین دشمن اور ایک زبان دراز شخص ہے۔

چنانچہ حضرت جبرائیلؑ نے آنحضرت محمد ﷺ سے سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ یہ کیسا شخص ہے؟

نبی پاک ﷺ نے فرمایا؛ ہے ایک برا شخص"۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، کیوں نہ میں اس شخص کے شر سے آپ ﷺ کو نجات دلا دوں "۔

مگر میری یہ عادت نہیں، نبی اکرم ﷺ ے فرمایا:

یارسول اللہ ﷺ مجھے یہ شخص ذرا بھی اچھا نہیں لگا یقیناً اِس کا تعلق اُسی بد بخت گروہ سے ہے جو آپ ﷺ کو اذیت پہنچاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

حضرت جبرائیلؑ نے اپنی انگلی سے عاص بن وائل کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔ جب عاص بن وائل حرم پاک سے نکلا تو اس کے پاؤں میں کوئی کانٹا چبھ گیا۔ جس کی اذیت اتنی زیادہ تھی کہ اُس نے چیخنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے اس کو طعن کیا کہ اتنے بہادر انسان ہو اور ایک کانٹا چبھ جانے سے اتنا کہرام مچا رہے ہو۔

مگر اُس نے کہا؛

تم نہیں جانتے اس کانٹے نے مجھے کس قدر بھاری عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ اُس کا پاؤں پھول کر کپا ہو گیا ہے۔ پھر اُس میں زہر بھر گیا اور عاص بن وائل بھی چیختا چلاتا موت کی وادیٔ میں اتر گیا[30*]۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☜ نبی اکرم ﷺ کے دشمنوں اور مذاق اڑانے والوں میں اسود ابن عبدالمطلب بھی شامل تھا اور وہ بد بخت بھی اُسی دن حرم پاک میں آیا اور نبی اکرم ﷺ کا مذاق اڑایا؛

حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ نے سوال کیا، یہ کیسا آدمی ہے؟

نبی پاک ﷺ نے فرمایا، یہ نہایت برا آدمی ہے"۔

میں نے آپ ﷺ کو اس شخص سے بھی نجات دلا دی، اب یہ کبھی آپ ﷺ کو پریشان نہیں کرے گا۔

حضرت جبرائیل نے اپنی انگلی سے اُس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔اسود بن عبدالمطلب کا بیٹا ملک شام کو گیا ہوا تھا اور اسود روز شہر سے باہر جا کر اس کا انتظار کیا کرتا تھا۔اُس دن بھی جب وہ حرم پاک سے نکلا تو اپنے بیٹے کی راہ دیکھنے شہر سے باہر چلا گیا۔

شام ڈھل رہی تھی مگر ابھی گرمی تھی۔

اس لیے اسود بن یغوث ایک درخت کے نیچے جا بیٹھا۔

اُس نے وہاں پڑی ہوئی ایک شاخ اٹھائی اور اُس سے اپنی آنکھ کجانے لگا۔

اور اسی شاخ کا ایک کانٹا اُس کی آنکھ میں داخل ہو گیا، اُس کی آنکھ ضائع ہو گئی۔

اسے شدید تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔

وہ اپنے غلام پر چیخ رہا تھا اور شدید درد سے دوہرا ہو رہا تھا۔پھر جب تکلیف اُس کی برداشت سے باہر ہوئی تو وہ اُسی درخت سے اپنا سر ٹکرانے لگا جس کی وجہ سے اُس کی دوسری آنکھ کی بینائی بھی جاتی رہی۔اب وہ کبھی اپنے بیٹے کو نہ دیکھ سکتا تھا اور اسی صدمے نے اس کی جان لے لی۔

بعض دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ؛

اسود بن عبدالمطلب کے لیے نبی اکرم ﷺ نے بددعا کی تھی کہ اللہ اس کو اندھا کر دے۔روز بدر اس کے بیٹے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔

اس طرح اس کی نسل بھی مٹ کے رہ گئی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

☜ اور انھی میں ایک حرث بن طلیلہ تھا اور اُسی دن جب آنحضرت محمد ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ حرم پاک میں طواف کر رہے تھے حرث بن طلیلہ بھی حضرت جبرائیل کی نظر میں آ گیا اور حضرت جبرائیل نے جانا کہ وہ بھی آنحضرت محمد ﷺ کو اذیت پہنچانے والے اور مذاق

اڑانے والوں میں شامل تھا۔

چنانچہ حضرت جبرائیلؑ نے آنحضرت محمد ﷺ کی اجازت سے اس شخص کو بھی سزا دے دی۔ حضرت جبرائیل نے اُس کے سر طرف اشارہ کیا۔تب حرث بن طلیلہ دوران طواف ہی حرم پاک کی ایک دیوار سے زور کے ساتھ ٹکرا گیا جس سے اُس سر کھل گیا کچھ دنوں بعد یہی زخم بگڑ گیا اور اُس کے لیے اذیت بن گیا۔لوگوں نے کہا کہ حرث بدترین موت مرا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

یہ پانچ شخص تھے جو اُس دن حضرت جبرائیلؑ کی نظر میں آئے اس سے یہ مطلب نہ نکالا جائے کہ نبی اکرم ﷺ کے مکہ میں یہی پانچ دشمن تھے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بڑے دشمن اور اسلام کے زیادہ بڑے مخالفین ابھی باقی تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مختلف مواقعوں پہ نشان عبرت بنایا خاص طور پہ بدر کے دن آپ ﷺ کے بہت سے دشمنوں کو خاک چاٹنا پڑی تھی۔ یہ صرف وہ لوگ تھے جو اگرچہ مکہ کے کوئی اہم لوگ نہ تھے مگر رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے میں خاص طور پہ زبان سے اذیت پہنچانے میں پیش پیش تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اِن سے نجات دلا دی۔حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت کے مطابق نبی پاک ﷺ کا مذاق اڑانے والے یہ پانچوں بدبخت ایک ہی رات ہلاک ہوئے۔آپ ﷺ کے بڑے دشمن تو ابو جہل ،ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط تھے جو دن رات آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے کے منصوبے بنایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن بنو مخزوم نے جن میں ابوجہل ولید بن مغیرہ اور عقبہ بن ابی معیط شامل تھے انھوں نے باہم یہ فیصلہ کیا کہ وہ مناسب موقع دیکھ کر آنحضرت محمد ﷺ کو قتل کر دیں گے۔ پھر جب اُن کے ایک مخبر نے بتایا کہ ایک مکان میں آنحضرت محمد ﷺ اکیلے ہیں اور نماز ادا کر رہے ہیں غالباً وہ مکان اُم ہانی کا مکان تھا۔چنانچہ ولید بن مغیرہ ابوجہل اور عقبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچے۔انھوں نے نبی پاک ﷺ کو قرآن پڑھتے سن لیا تھا۔وہ چھت کے راستے اُس کمرے میں اترے جہاں نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور انھوں نے اپنے ہتھیار میانوں سے نکال لیے تھے۔ جب وہ اُس کمرے میں پہنچے تو انھیں محسوس ہوا کہ آواز اُن کے پیچھے سے آ رہی ہے جب وہ پیچھے مڑے تو انھیں لگا کہ آواز اُن کے آگے

سے آ رہی ہے۔ وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح اِدھر اُدھر دوڑتے رہے اور پھر انھوں نے جان لیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ تک نہیں پہنچ سکتے۔ وہ نامراد واپس لوٹ گئے کہ مبادا بنی ہاشم کا کوئی شخص انھیں نہ دیکھ لے۔ اس میں حیرت کی کوئی گنجائش نہیں کہ اِن لوگوں نے اتنی نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی دین اسلام کی حقانیت کو قبول کیوں نہ کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دلوں پہ مہر لگا دی جاتی ہے تب انسان صرف وہی دیکھتا ہے جو وہ دیکھنا چاہتا ہے اور وہی سوچتا ہے جو شیطان اُن کے دل میں ڈالتا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

رہا ابو جہل تو وہ بہت ہی بد دیانت شخص تھا۔ انھی دنوں زبید کا ایک تاجر مکہ میں آیا اور اُس کے پاس بہت عمدہ اونٹ تھے جنھیں وہ فروخت کرنا چاہتا تھا۔ ابو جہل نے اس کے اونٹوں کی انتہائی کم قیمت لگائی۔ وہ جانتا تھا کہ چونکہ وہ اپنے قبیلے اور خاندان کے حوالے سے طاقتور ہے اس لیے اس نے جو قیمت لگائی ہے اس سے زیادہ قیمت اور کوئی نہ لگائے گا۔ وہ عام طور پہ باہر سے آئے ہوئے تاجروں کے ساتھ اسی طرح کرتا تھا۔

زبیدی تاجر حرم پاک میں آیا اور اس بد دیانتی کی دہائی دی۔

اُس نے کہا اے قریش مکہ! اگر تم باہر سے آنے والے تاجروں کے ساتھ اسی طرح کا بدسلوکی کرتے رہے تو تمھاری وادیٔ میں کوئی نہیں اترے گا۔ اس وقت اتفاق سے آنحضرت محمد ﷺ بھی اپنے اصحاب کے حرم پاک میں موجود تھے۔

آپ ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو کہا اس شخص کو یہاں بلا لاؤ۔

وہ شخص آیا اور اُس نے آپ ﷺ سے سارا ماجرا بیان کیا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے اُس شخص سے پوچھا؟

تمھارے اونٹ کہاں ہیں۔

اُس نے جواب دیا یہیں پاس ہی خزورہ کے مقام پہ موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے ایک صحابی سے کہا کہ اس کے ساتھ جاؤ اور اونٹ دیکھو۔

وہ زبیدی شخص اُس صحابی کے ساتھ چلا آ گیا۔

واپس آ کر اُس صحابی نے کہا یہ شخص سچ کہتا ہے اس کے اونٹ فی الواقع عمدہ ہیں پھر آپ ﷺ خود اس شخص کے ساتھ گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے صحابہ بھی اٹھے۔

اُدھر قریش کی مجلس میں بھی یہ ساری سرگرمی دیکھی جا رہی تھی۔

چنانچہ جب آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ اُس زبیدی کے ساتھ اُس کے اونٹوں طرف گئے تو ابو جہل کے لوگ بھی اُن میں شامل ہو گئے۔ آپ ﷺ وہاں پہنچے اور آپ ﷺ نے اُس زبیدی تاجر سے اونٹوں کی قیمت پوچھی۔ اس نے اپنی قیمت بتائی۔ آنحضرت محمد ﷺ نے اپنے حساب سے اونٹوں کی قیمت لگائی جسے زبیدی تاجر نے خوشی سے قبول کر لیا۔ یاد رہے کہ یہ قیمت اُس قیمت سے بہت زیادہ تھی جو ابو جہل نے لگائی تھی۔

ابو جہل تک یہ خبر پہنچ گئی کہ آپ ﷺ نے اس کی لگائی ہوئی قیمت سے زیادہ قیمت ادا کر کے وہ تینوں اونٹ خرید لیے ہیں۔

ابو جہل جل بھن کر رہ گیا۔

ابو جہل اب اسی بازار میں پہنچ چکا تھا جہاں یہ سودا ہوا تھا اور وہ بہت سیخ پا تھا۔

نبی اکرم ﷺ اُن اونٹوں کو لے کر بازار میں آ گئے تھے۔ وہاں ایک خریدار نے اِن اونٹوں میں دو اونٹوں کی اتنی قیمت لگائی جتنی قیمت میں آپ ﷺ نے یہ تینوں خریدے تھے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے تین اونٹوں میں سے دو اونٹ فروخت کر دیئے۔ جب اِن اونٹوں کی قیمت ادا کرنے کے لیے تاجر نے رقم نکالی تو آنحضرت محمد ﷺ نے اپنا ہاتھ آگے نہ کیا بلکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حکم دیا کہ یہ رقم لے لو اور اس کو بنو عبدالمطلب کی بیوا عورتوں میں تقسیم کر دو۔

یہ سب کچھ ابو جہل کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا تھا مگر اُس کی جرأت نہ تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی کسی بھی امر میں مداخلت کرتا۔ بلکہ اس کے برعکس جب آپ ﷺ وہاں سے رخصت ہونے لگے تو آپ ﷺ ابو جہل کے پاس رُکے اور سخت لہجے میں کہا! خبردار عمرو، اگر آئندہ کسی تاجر کے ساتھ تم نے ایسا سلوک کیا تو یاد رکھنا میں تم سے بہت بری طرح پیش آؤں گا؟

ابو جہل فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا، آئندہ ایسا نہیں ہو گا محمد! (ﷺ)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

اسی طرح اُس زبیدی تاجر کا قصہ ہے جس نے اپنا مال ابو جہل کے حوالے کر دیا مگر ابو جہل نے اُس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔وہ کئی دن سے مکہ کے سرداروں کے پاس خوار ہو رہا تھا کہ وہ پردیسی ہے اور اس کا حق غصب کیا گیا ہے اُسے اُس کا حق دلایا جائے۔پھر اُس دن جب آنحضرت محمدﷺ بھی حرم پاک میں اپنے صحابہ کے ساتھ مجلس میں بیٹھے تھے تو وہ زبیدی تاجر آیا اور اس نے دہائی دی۔

وہ کفارِ قریش کی مجلس میں گیا اور اپنا مطالبہ دہرایا۔

کفار قریش میں امیہ ابن خلف بیٹھا ہوا تھا اُس نے زبیدی تاجر کو آواز دی اور کہا دیکھو وہ سامنے جو لوگ بیٹھے ہیں اُن کا سردار تمھاری فریاد ضرور سنے گا تم اُن کے پاس چلے جاؤ۔

اور اُن کی مراد آنحضرت محمدﷺ سے تھی۔

دراصل وہ جانتے تھے کہ ابو جہل آنحضرت محمدﷺ کا بدترین دشمن ہے اس لیے انھوں چاہا کہ تھوڑا تماشا دیکھیں۔تاہم وہ زبیدی تاجر چونکہ باہر سے آیا تھا اس لیے وہ مکہ کے حالات سے لاعلم تھا۔چنانچہ وہ نہایت تیزی سے آنحضرت محمدﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ ظالموں کے خلاف مظلوموں کی مدد کرتے ہیں۔

تمھارے ساتھ کس نے ظلم کیا ہے، آنحضرت محمدﷺ نے اُس سے سوال کیا؟

تب اُس تاجر نے آنحضرت محمدﷺ کو اس ظلم سے آگاہ کیا جو ابو جہل نے اس کے ساتھ کیا تھا۔

آنحضرت محمدﷺ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس شخص سے کہا؛

آؤ میں تمھیں تمھارا حق دلواؤں، نبی اکرمﷺ کے ساتھ کئی صحابہ بھی تھے۔

ادھر امیہ بن خلف نے بھی اپنے ایک آدمی سے کہا تم بھی اِن کے پیچھے جاؤ اور دیکھو کیا معاملہ ہوتا ہے۔

آنحضرت محمدﷺ ابو جہل کے مکان پہ پہنچے اور دستک دی۔

ابو جہل باہر آیا اور اُس نے رسول اللہﷺ کو دیکھا؛

آپﷺ نے ابو جہل سے کہا، اندر جاؤ اور اس شخص کا حق فوراً ادا کرو۔

جی میں ابھی لایا؛ ابوجہل نہایت ادب سے بولا اور اُس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

تھوڑی بعد ابوجہل باہر آیا اور اُس نے اس زبیدی شخص کا حق ادا کر دیا۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

اُس زبیدی شخص نے حرم پاک میں آ کر کہا:

اللہ تعالیٰ اس شخص کو جزائے خیر سے نوازے جس نے ابوجہل سے میرا حق مجھے دلوایا ہے۔

ادھر مشرکین کا آدمی بھی حرم میں پہنچ گیا اور اُس کا رنگ بھی اڑا ہوا تھا۔

اہل قریش نے اُس شخص سے کہا، اب تجھے کیا لڑ گیا ہے۔

اُس نے کہا؛ میں نے وہ حیرت ناک منظر دیکھا ہے جس کی مجھے کبھی بھی توقع نہ تھی۔

آخر ہوا کیا ہے، امیہ ابن خلف نے پوچھا؟

اس شخص نے جواب دیا؛

میں نے دیکھا کہ آنحضرت محمد ﷺ ابوجہل کے دروازے پہ پہنچے ابوجہل باہر آیا آنحضرت محمد ﷺ نے اسے حکم دیا ابھی جاؤ اور اس شخص کا حق لے کر آؤ، اور ابوجہل کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

وہ کسی نہایت ہی فرمانبردار شخص کی طرح بولا؛

یارسول اللہ میں ابھی اس شخص کا حق ادا کیے دیتا ہوں۔ اس کے بعد وہ اندر گیا اور فوراً ہی اس شخص کا حق ادا کر دیا اُس نے چوں کی نہ چراں۔ اور اسی بات نے مجھے حیرت زدہ کر رکھا ہے۔

کچھ دیر بعد ابوجہل بھی حرم پاک میں آ گیا۔

لوگوں نے اسے دیکھا تو اسے طعنے دینا شروع کر دیئے۔

ابوجہل نے کہا:

ذرا میری بھی تو سن لو'۔

خدا کی قسم جب محمد ﷺ میرے دروازے پہ پہنچے اور انھوں نے مجھے آواز دی تو میرا دل خوف اور دہشت سے بھر گیا تھا۔

پھر جب میں باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت محمد ﷺ کے دائیں اور بائیں کندھے سے دو گرانڈیل اونٹ لگے ہوئے ہیں اور مجھے ایسا لگا کہ اگر میں نے آپ ﷺ کی کسی بات سے انکار کیا تو

وہ اونٹ مجھے فوراً ہی چبا جائیں گے۔اس لیے میں نے اُس زبیدی کا حق ادا کر دیا۔ورنہ مجھے یقین تھا کہ وہ اونٹ مجھے اپنے بڑے جبڑوں میں لے کے چبا دیتے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

چنانچہ یہ اور اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جو تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں جن میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ کس طرح اہل قریش نے آنحضرت محمد ﷺ سے دشمنی کا اظہار کیا اور دین اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنے۔عرب شعرا نے بھی اِن واقعات کی تصدیق کی ہے۔خاص طور پہ قصیدہ ہمزیہ میں حضرت جبرائیل نے جس طرح آپ ﷺ کو اُن لوگوں سے نجات دلائی جو آپ ﷺ پہ زبان درازی کیا کرتے تھے اور اس زبیدی تاجر کا واقعے کے متعلق بھی قصیدہ ہمزیہ میں ایسے اشعار موجود ہیں جو اِن واقعات کی تصدیق کرتے ہیں، کچھ منتخب اشعار ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

وَ جِبرِیلُ لَمَّا استَهزَاتْ فِرقَتهُ الرَّدِیُّ
اَشَارَ اِلیٰ کُلٍ بِاقْبِحَ یمیتَةٍ

جب مشرکوں کے ایک ناپاک گروہ نے آنحضرت محمد ﷺ کی ہنسی اڑائی تو جبرائیلؑ نے اُن میں سے ہر ایک کو موت کا پیام سنایا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وکفاہ المُستَھزِئینَ وَکَمْ سَاء
نبیا من قومہ استھزا

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت محمد ﷺ کو اِن مذاق اڑانے والے لوگوں سے نجات دے دی اور آپ ﷺ کو اپنی قوم کے اِن لوگوں پہ رنج تھا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

خَمستہ کُلّھم اُصیبو اِبداءٍ

والرادی میں جنودہ الادواءُ

اور اللہ کے نبی کا مذاق اڑانے والے یہ پانچ تھے جو خوفناک بیماریوں میں مبتلا ہو کر ہلاک وتباہ ہوئے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فدھی الاسود بن مُطّلب

ای عمی میت بہ الا حیاء

اور اسود بن مطلب اندھا ہو کر تباہ ہوا اور ہلاک ہو گیا کیونکہ جبرائیل نے اُن کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وِ دھی الاسود بن عبد یَغُوث

اَن سقاہ کاس الروی استسقاءُ

اور اسود بن عبد یغوث پیاسا ہو کر مرا اور موت کے پیالے نے ہی اس کی پیاس بجھائی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

واصاب الولید خدشتہ سھم

قصرت عنھا الحیتہ الرقطاء

اسی طرح ولید بن المغیرہ کی ٹانگ میں تیر چبھ گیا جو اتنا زہریلا تھا کہ اس کے سامنے زہریلا

ناگ بھی کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔

وقضت شوکتہ علی امھجتہ العاص

فل لله النقعتہ الشرکاء

اور اسی طرح عاص کی شان وشوکت کو ایک کانٹا لگ گیا یہ کانٹا کیا تھا بس لوہے کہ ایک کیل تھی۔

وعلی الحرث القیوم وقد سال

بھا راسہ وسال الوعاء

اور ایسے ہی حرث کو بھی زخموں نے گلا کر ختم کر دیا تھا اور اُس کے سر سے پیپ بہتی تھی کہ اس کا زخم گل گیا تھا۔

خمستہ طھرت بقطعھم الارض

فکف الذی بھم شلاء

الغرض زمین اِن پانچوں کے وجود سے پاک ہوگئی جو آنحضرت محمد ﷺ کو تکلیف پہنچایا کرتے تھے۔

اور یہ اشعار بھی قصیدہ ہمزیہ کے ہیں جو شاعر نے ابوجہل کے بارے میں کہے تھے یہ اُس واقعے سے متعلق ہیں جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔

وَاقْتَضَاہ النَّبِی ُ دَیْنُ الْاَرَا شِئی
وَقَدْ سَاءَ بَیْعہ' وَالشِّرا ءُ

آنحضرت محمد ﷺ نے ابوجہل سے کہا! اس اراشی کا قرض ادا کردو کہ تم نے اس شخص سے بد عہدی کی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَرَاٰی المُصْطفٰی اَتَاہُ بِعَالَم
ینج مِنہُ دونَ الوُفَاء النِّجَاءُ

ابوجہل نے آنحضرت محمد ﷺ کو دیکھا اور اُن اونٹوں کو بھی دیکھا جو آپ کے ساتھ تھے اور وہ سمجھ گیا کہ وہ اس تاجر کا حق ادا کیے بغیر ان اونٹوں سے نہیں بچ سکتا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

ھُوَمَا قدرآہُ مِنْ قَبلِ لٰکِن
مَا علیٰ مِثْلِہٖ یُعَدّ الْخَطَاءُ

اور جو اونٹ آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھ تھے ابوجہل اِن کو پہلے بھی دیکھ چکا تھا جب اُس نے آنحضرت محمد ﷺ کو پتھر سے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا۔[31*]

✡✡✡✡✡✡✡✡

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء

شیطان اعظم، ولید بن مغیرہ

ولید بن مغیرہ نبی اکرم ﷺ کے بدترین دشمنوں میں شامل تھا۔ وہ ایک عمر رسیدہ شخص تھا اور اپنے قبیلے کا سربراہ تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹوں اور دنیاوی اموال سے نواز رکھا تھا اس لیے وہ اپنے کفر میں پختہ اور پرلے درجے کا متکبر آدمی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں قرآن کی آیات بھی اتاریں اور اس بدبخت کے برے انجام سے بھی آنخضرت محمد ﷺ اور اُن کے اصحاب کو آگاہ کیا۔ اُس کا کام بھی دین اسلام کی راہ روکنا تھا اس لیے ایک دفعہ جب وہ قریش کی محفل میں اہم جگہ یعنی سردار کی جگہ پہ بیٹھا تھا تب اُن نے کہا اے قوم قریش تم جانتے ہو کہ وہ وقت قریب آ لگا ہے جب دور دراز سے آنے والے قافلے تمھارے در پہ اترنے کو ہیں، اور اُس کی مراد موسم حج سے تھی۔

اُس نے کہا۔

لوگ اب دور دور تک محمد رسول اللہ ﷺ کو جانتے ہیں اس لیے تم سب ایک بات پہ متفق ہو جاؤ کہ

اپنے مہمانوں کو اُن کے بارے میں کیا بتاؤ گے۔ کیونکہ اگر تم اپنی رائے میں متفرق ہو گئے تو لوگ اُن کے متعلق شبے میں پڑ جائیں گے اور اُن کی باتیں غور سے سنیں گے۔

اہل قریش نے کہا:

تم ہمارے بڑے ہو بزرگ ہو زمانے کے گرم سرد کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہو اس لیے ہم چاہتے ہیں اس امر میں تم ہی ہماری راہنمائی کرو۔

ولید بن مغیرہ نے کہا:

نہیں پہلے تم اپنی رائے دو میں آخر میں اپنی رائے دوں گا۔

لوگوں نے کہا، چلو ایسے ہی سہی۔

چنانچہ اُن میں سے کوئی بولا ہم نبی اکرم ﷺ کو کاہن کہیں گے۔

ولید فوراً بول اٹھا:

خدا کی قسم! وہ کاہن نہیں اس لیے کہ نہ اُن میں کاہنوں جیسا زمزمہ ہے اور نہ سجع اور عرب کاہنوں کو خوب جانتے ہیں۔

اس کے بعد قریش کی مجلس سے کسی نے مشورہ دیا ہم نبی اکرم ﷺ کو مجنون کہیں گے۔

ولید بن مغیرہ نے اس رائے کو بھی فوراً رد کر دیا اور کہا:

بخدا! وہ مجنون نہیں ہیں وہ تو لوگوں کو اپنی باتوں سے اسیر کر لیتے ہیں جبکہ مجنون تو صرف واہی تباہی بکتے ہیں۔ ہم سودائیوں سے خوب اچھی طرح آگاہ ہیں اس لیے محمد رسول اللہ ﷺ کی نہ تو آواز سودایوں جیسی ہے اور نہ ہی وہاں شیطانی وسوسہ کا عمل دخل معلوم پڑتا ہے۔

قریش کی مجلس سے پھر کوئی بولا ہم رسول اکرم ﷺ کو شاعر کہیں گے۔

ولید بن مغیرہ نے ٹیک چھوڑ دی اور کہا:

خدا کی قسم! وہ شاعر نہیں ہیں بھلا ہم سے زیادہ شعر کو کون سمجھتا ہے اور ہم شعر کی تمام قسموں سے پوری طرح آگاہ ہیں اُن کے کلام میں نہ تو رجز ہے، نہ ہزج ہے، نہ قریض ہے، نہ مقبوض ہے اور نہ مبسوط ہے اس لیے تم اُن کو شاعر کس طرح کہہ سکتے ہو۔

قریش مکہ سے پھر کوئی بولا ہم اُن کو جادوگر کہیں گے۔

ولید نے کہا:

بخدا! وہ کہیں سے بھی جادوگر دکھائی نہیں دیتے ہم جادوگروں اور اُن کی ساحری سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ نہ انھوں نے کبھی جھاڑ پھونک کی ہے اور نہ ہی لوگوں نے انھیں گرہیں باندھتے دیکھا ہے۔

آخر قریش عاجز آ گئے اور انھوں نے کہا:

اے ابو عبد شمس! اب تم ہی کچھ بتاؤ؟

تب ولید نے کہا:

اللہ کی قسم! اُن کے کلام میں ایک مٹھاس ہے اُس کی جڑیں مستحکم اور شاخیں ثمر آور ہیں۔ اس لیے تم اُن سے اِن نازیبا امور کو منسوب نہیں کر سکتے اور نہ ہی لوگ تمھاری باتوں پہ زیادہ اعتبار کریں گے۔ تم زیادہ سے زیادہ اُن کو ساحر کہہ سکتے ہو، تم لوگوں کو یہ بتاؤ کہ اُن کے پاس ایک ایسا کلام جس کی بنا پہ وہ بیٹے کو باپ سے بھائی کو بھائی سے اور بیوی سے شوہر کو جدا کر دیتے ہیں۔

چنانچہ قریش نے اسی طرح کیا۔

اُن کے لوگ ہر طرف سے مکہ آنے والوں کی تاک میں بیٹھ گئے۔ جب اُن کی ملاقات حاجیوں کے کسی قافلے سے ہوتی تو وہ اُس کو روک لیتے اور اُس سے محمد رسول اللہ ﷺ کی برائی بیان کرتے۔ اس سے اسلام کو یہ فائدہ ہوا کہ عربوں کے وہ قبائل جو ابھی تک رسول اللہ ﷺ کی رسالت سے آگاہ نہ تھے قریش نے اُن کو بھی رسول اللہ ﷺ سے متعارف کرا دیا۔ اس طرح اہل قریش نے اللہ کے پیغام کی راہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ بیوقوف اور ناعاقبت اندیش تھے اس بات کو وقت نے ثابت کر دیا۔

❖ ❖ ❖

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء

قریش کے احمقانہ مطالبات

کفارمکہ حقیقت نبوت سے آشنا نہ تھے اس لیے ایک عرصے تک انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جہالت کا رویہ اپنائے رکھا۔ وہ بت پرستی میں پختہ اور کفر میں راسخ ہو چکے تھے اس لیے اُن کے سیاہ دلوں سے نبوت کی روشنی پار نہیں ہو رہی تھی۔ اُن کے باطن گمراہ اور ظاہر غافل تھے۔ چنانچہ وہ ہر قیمت پہ نبی اکرم ﷺ کا انکار کرنا چاہتے تھے۔ وہ اس بات سے انکار کرتے تھے کہ آنحضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ انھوں نے اس بات کے اظہار کے لیے نبی اکرم ﷺ سے بحث و مناظرہ کیا اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائی۔ امام سہیلیؒ اس واقعے کے بارے میں لکھتے ہیں مکہ میں اسلام کی روشنی پھیلتی جا رہی تھی اور دشمنانِ اسلام کے چہروں پہ سیاہی۔ چنانچہ وہ آنحضرت محمد ﷺ سے بہت نالاں تھے۔ انھوں نے اسلام کے فزوں تر ہوتے نور کو ظلمتوں کے حصار میں مقید کرنے کا ہر ممکن طریقہ آزما لیا تھا مگر ناکامی اُن کا مقدر بنتی جا رہی تھی اسی وجہ سے اُن کے دل آنحضرت محمد ﷺ کے خلاف بغض سے بھر گئے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اس واقعے کو سعید بن جبیرؓ اور حضرت عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ عدو اسلام

اکٹھے ہوئے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے خلاف اپنے بغض کے اظہار کا موقعہ پیدا کیا جسے وہ جانے کتنے دِنوں سے تلاش کررہے تھے۔ وہ لوگوں پر یہ بات ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف مبعوث نہیں کیا گیا۔

الغرض وہ اپنے سلگتے دلوں کو تسکین پہنچانا چاہتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، نضر بن الحرث، ابوالبختر ی بن ہشام، اسود بن مطلب بن عبدلاسد، زمعہ بن اسود، ولید بن مغیرہ ، ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن ابی امیہ، عاص بن وائل، نبیہ بن حجاج، منبہ بن حجاج اور امیہ بن خلف شام ڈھلے حرم پاک میں جمع ہوئے۔

انھوں نے ایک آدمی کو نبی اکرم ﷺ کی طرف روانہ کیا اور اُس سے کہا آنخضرت محمد ﷺ سے کہنا اُن کی قوم حرم پاک میں اُن کی منتظر ہے۔ چنانچہ قریش کا یہ قاصد آنخضرت محمد ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے سوچا کہ شاید اُن کی قوم ہدایت کی کوئی بات قبول کرلے۔ اس لیے آپ ﷺ جلدی سے حرم پاک کی طرف روانہ ہوئے، اور وہاں قوم قریش کے سرغنہ جمع تھے۔ انھوں نے خود سے یہ بُرا عہد کیا ہوا تھا کہ آج وہ آنخضرت محمد ﷺ کو زچ کرکے رہیں گے۔

نبی اکرم ﷺ حرم پاک پہنچ گئے تو قریش کے سرداروں میں سے ولید بن مغیرہ نے آپ ﷺ سے بات شروع کی اُس نے کہا:

محمد (ﷺ) آپ جانتے ہیں کہ قوم کس وجہ سے بے چین ہے آپ جسے ہدایت کہتے ہیں اس نے قوم کی جمعیت کو منتشر کردیا ہے۔ آج اس قوم کا کوئی بیٹا اپنے باپ کے خلاف ہے تو کوئی دوسرا اپنے بھائی سے بات کرنے سے گریزاں ہے۔ آپ نے اپنی قوم کو بڑی بڑی مصیبت میں مبتلا کردیا اور میں نہیں جانتا کہ کسی نے اپنی قوم سے اتنی برائی کی ہو جتنی کہ آپ سے سرزد ہوئی ہے۔ آپ نے ہمارے آباء کو برا بھلا کہا اُن کی جہالت کا اعلان کیا۔ آپ نے ہمارے معبودوں کی توہین کی ہمارے دین اور اعتقاد کو ٹھیس پہنچائی اس کے باوجود ہم چپ رہے مگر آج

آپ کی ساری قوم یہ چاہتی ہے کہ آپ اُن کی بات مان جائیں۔ہم اس سے پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ اگر آپ ہم پر حکومت کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنانے کو تیار ہیں، اگر مال کا طمع ہے تو ہم آپ کے لیے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ کوئی آپ سے ہمسری کا دعویٰ کرنے کے قابل نہ ہوگا۔ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ آپ قوم کو اس امر کی اجازت عطا فرمائیں کہ وہ آپ کا علاج کرائے تا کہ آپ پر جو سایہ مسلط ہے آپ کو اس سے نجات مل جائے اس کے بعد قوم پھر سے اپنی پرانی حالت پہ آ جائے گی اور ہر طرف امن ہو جائے گا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

سرداران قریش کے اس رویے سے یقیناً آنحضرت محمد ﷺ کا دل دکھا، مگر آپ ﷺ نے اس کا اظہار مناسب نہ جانا اور اپنے منصب کے عین مطابق قوم کو پھر حق کی دعوت دی جو اس سے پہلے بھی آپ ﷺ بارہا اُن تک پہنچا چکے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اے میری قوم کے لوگو؛

تم نے کبھی میری بات کو توجہ سے سنا ہی نہیں ورنہ تم کو یہ شبہ کبھی نہ گزرتا کہ مجھ پہ کوئی سایہ ہے یا میں مجنون ہوں یا مجھے کوئی عارضہ لاحق ہے۔ خدا کی قسم! میں تو رسول برحق ہوں اور میرا منصب اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دینا ہے۔ مجھے نہ تمھاری دولت کی چاہ ہے نہ تم پہ حکومت کرنے خواہش، میں تو بس تم کو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا ہوں۔ مجھ پر کتاب نازل کی گئی ہے جس میں یہ حکم ہے کہ میں تم کو مصیبت کے اُس دِن سے ڈراؤں جو بہت بھاری ہے۔ اگر تم میری بات مان لو اور اللہ کی واحدنیت کو قبول کر لو تو اس سے تمھاری دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی۔ اگر تم نے میرا انکار کیا تو میں اللہ کے حکم کے مطابق اس وقت تک صبر کروں گا جب تک کہ اللہ میرے اور تمھارے مابین کوئی فیصلہ نہ کر دے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

نبی اکرم ﷺ جان گئے تھے کہ اُن کی قوم ابھی ہدایت قبول کرنے کے قابل نہیں اس لیے آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام اُن تک پہنچایا اور وہاں سے اٹھے تا کہ اس مجلس سے رخصت ہو سکیں مگر قریش نے آپ ﷺ کا راستہ روک لیا اور آپ ﷺ کے سامنے اپنے بے جا اور لغو مطالبات پیش کیے۔

اُن میں سے کوئی بولا:

محمد (ﷺ) اگر آپ ہماری کوئی بات قبول نہیں کرتے تو پھر آپ اس بات پر غور کریں کہ ہمارا شہر بہت تنگ ہے اور اسے بلند پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے آپ ﷺ اپنے اللہ سے درخواست کریں کہ وہ اِن پہاڑوں کو اس شہر سے دور ہٹا دے تا کہ ہم کشادگی محسوس کریں۔

اور اُن میں سے کوئی اور بولا:

محمد (ﷺ) آپ جانتے ہیں کہ ہم لق و دق صحرا کے بیچ میں ہیں جہاں نہ کوئی پیداوار ہوتی ہے اور نہ ہی یہاں وافر پانی موجود ہے چنانچہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ وہ ہماری وادی میں بھی ایسی نہریں جاری کر دے جیسی کہ شام و عراق میں ہیں تا کہ ہم بھی خوشحال اور آسودہ ہو جائیں [*32]۔

قوم قریش میں سے کسی اور نے یہ نازیبا مطالبہ کیا:

اے محمد (ﷺ) ہم فی الحال تو آپ ﷺ کی بات ماننے پہ تیار نہیں ہیں مگر ہمارے آباء میں سے اگر آپ قصی بن کلاب کو آپ زندہ کر دیں اور وہ آپ ﷺ کے حق میں گواہی دیں تو شاید ہم آپ کی بات مان جائیں۔[*33]

نبی اکرم ﷺ نے خاموشی سے اُن کے بے معنی اور لغو مطالبات اور سنے اور فرمایا: اے قوم قریش! میں تمھاری طرف اِن حقیر باتوں کے لیے مبعوث نہیں کیا گیا بلکہ میرا منصب تو اس سے بہت بلند اور میرا مقصد اُس سے بہت ارفع ہے جو تم نے بیان کیا ہے۔

تاہم قوم قریش اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پہ قائم رہی اور انھوں نے آپ ﷺ سے مزید مطالبات کرنے شروع کر دیئے۔

انھوں نے کہا:

اے محمد (ﷺ) چلو اگر آپ اپنے اللہ سے ہمارے لیے کچھ نہیں مانگتے تو کچھ اپنے لیے ہی مانگ لیں

اور کچھ نہیں تو دو فرشتے ہی آپ ﷺ کے دائیں اور بائیں چلتے ہوئے ہم کو نظر آ جائیں۔

اُن میں سے کسی نے کہا:

ہم آپ کو اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول کیوں مان لیں جب کہ آپ بھی اسی طرح بازاروں میں تجارت کرتے ہیں جس طرح کہ ہم کرتے ہیں آپ ﷺ بھی اُسی طرح دیگر امور سرانجام دیتے ہیں جس طرح کہ ہم انھیں ادا کرتے ہیں آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو عالیشان محلات اور وسیع باغات عطا فرمائے اور آپ کے لیے سونے چاندی کے خزانے اتارے تا کہ ہم میں اور آپ میں کچھ امتیاز تو ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے قوم قریش:

تم کیوں مجھے اذیت دینے پہ تلے ہوئے ہو بخدا مجھ میں اور تم میں فرق کرنے والی چیز قرآن ہے جو میں دن رات تم لوگوں پہ پیش کرتا رہتا ہوں اور میری بعثت کا مقصد تمھیں ڈرانا اور خوشخبری دینا ہے نہ کہ اُن باتوں کی طرف توجہ کرنا جس کی طرف تم مجھے لے جانا چاہتے ہو۔

قریش کے سرداروں میں سے کسی نے کہا آپ ﷺ تو ہماری کوئی بات ماننے کو تیار ہی نہیں آپ جانتے ہیں کہ آپ کی قوم غربت و افلاس میں مبتلا ہے آپ کیوں نہیں اپنے رب سے کہتے کہ وہ اِن پہاڑوں کو جو مکہ کے اطراف میں ہیں سونے اور چاندی کا بنا دے تا کہ آپ کی قوم بھی سکھ کا سانس لے۔[*34]

کوئی اور بد بخت اٹھا اور اُس نے کہا:

آپ (ﷺ) کہتے ہیں کہ آپ کا اللہ ہم پہ آسمان کا ایک ٹکرا گرا کر ہم کو تباہ کر دے گا تو اگر آپ ہماری کوئی بھی بات ماننے کے لیے تیار نہیں تو اپنے اللہ سے کہیں کہ وہ ابھی ہم پہ آسمان گرا دے اور ہم کو تباہ کر دے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا:

عذاب کے معاملے کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں یہ سارا معاملہ اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے وہ جب چاہے گا اس کا فیصلہ کرے گا۔

اُن میں سے کسی اور نے کہا:

کیا آپ کے رب نے آپ کو اس امر سے آگاہ نہیں کیا تھا کہ ہم آپ سے یہ اور یہ مطالبات کرنے والے ہیں بلکہ ہمیں تو یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ کلام جو آپ ہم پہ پڑھتے ہیں یہ یمامہ کا ایک رحمٰن نامی شخص آپ کو سکھاتا ہے۔ بخدا ہم کبھی یمامہ کے رحمان پہ ایمان نہیں لائیں گے۔

کسی اور نے کہا:

ہم اُس وقت تک آپ ﷺ پہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم آپ کے رب اور اُن فرشتوں کو نہ دیکھ لیں جن کا تذکرہ آپ ہم سے کرتے ہیں۔

قریش کے اس ناگوار رویہ نے آپ ﷺ کو مایوس اور افسردہ کر دیا تھا اس لیے آپ ﷺ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

آپ ﷺ کے ساتھ عبداللہ بن عمرو مخزوم بھی اٹھ کھڑا ہوا جو آپ ﷺ کی پھوپھی عاتکہ کا بیٹا تھا [*35]۔

اُس نے کہا:

اے محمد (ﷺ) اگرچہ آپ میرے قرابت دار ہیں اس کے باوجود میں انصاف کی بات کہتا ہوں کہ آپ کی قوم نے آج آپ کے ساتھ انصاف کر دیا ہے اور آپ نے اُن کی کوئی بات نہ مان کر میرے دل میں اُس بغض کو بڑھا دیا ہے جو پہلے سے آپ کے متعلق میرے دل میں موجود تھا۔ اللہ کی قسم اب میں اُس وقت تک آپ پہ ایمان نہ لاؤں گا جب تک کہ میں دیکھوں کہ آپ ایک سیڑھی کے ذریعے آسمان کی طرف چڑھ گئے ہیں اور جب آپ اس سیڑھی سے اترے ہیں تب آپ کے ساتھ اللہ کے چار فرشتے ہیں اور اُنھوں نے اس بات کی گواہی بھی دی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں میں تب بھی میں شاید ہی آپ پر ایمان لاؤں۔ اتنا کہنے کے بعد عبداللہ اپنے گھر چلا گیا اور نبی اکرم ﷺ اپنے گھر چلے آئے۔ نبی اکرم ﷺ قریش کے اس بیہودہ رویے کی وجہ سے کچھ دلبرداشتہ تھے اگرچہ رسولوں کا عزم چٹانوں کی طرح ہوتا ہے اور دنیا کی کوئی تکلیف انھیں اپنے فرض کو ادا کرنے سے نہیں روک سکتی اس کے باوجود اللہ کے انبیاء بھی بہرحال انسان ہوتے ہیں اور اُن کے بھی جذبات ہوتے ہیں احساسات ہوتے ہیں وہ کوئی پتھر کے بت نہیں ہوتے کہ حالات کا کوئی جبر اُن کو متاثر نہ کر سکے اس لیے بہرحال آنحضرت محمد ﷺ کا دل بھی اپنی قوم کے اس رویے سے یقیناً دکھا تھا تاہم انبیاء کا

عزم مشکلات کے اِن پہاڑوں کو اپنی جگہ سے اکھاڑ دیتا ہے اس لیے ساری دنیا نے دیکھا کہ اسلام کی راہ میں آنے والی یہ تمام رکاوٹیں ایسی مٹیں کہ اُن کا تذکرہ تک موقوف ہوگیا۔

قصیدہ ہمزیہ میں کفار کے اِن لغو مطالبات اور نازیبا رویے کی مذمت کچھ اس طرح کی گئی ہے۔

قصیدہ ہمزیہ سے کچھ منتخب اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

عجبا للکفار زادو اضلا لا

بالذی فیہ للعقول اھتداء

کفار پر تعجب ہے کہ وہ قرآن کو دیکھنے کے باوجود اپنی گمراہی میں اور زیادہ سخت ہورہے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

والذی یسئلون منہ کتاب

منزل قد اتا ھم و ارتقاء

حالانکہ قرآنِ پاک میں عقلوں کے لیے راہبری اور روشنی ہے مگر وہ نشانیاں طلب کرتے ہیں تو کیا قرآن نشانی نہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اولم یکفھم من اللّٰہ ذکر

فیہ للناس رحمتہ و شفاء

کیا اُن کے لیے یہ ارشاد کافی نہیں کہ قرآن میں انسانوں اور جنوں کے لیے رحمت اور شفاء ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اعجز الا نس ایتہ منہ

والجن فھلا یاتی بہ البلغاء

جن اور انسان سب مل کر بھی قرآن کی آیات جیسی ایک آیت بنانے سے قاصر ہیں وہ اس کی بلاغت کے سامنے عاجز ہیں۔

کل یوم یھدی الی سامعیہ

معجزات من لفظہ القراء

اور یہی اعجاز قرآن ہے کہ اس کے سننے والے کے منہ میں مٹھاس اور اس کا رس گھل جاتا ہے۔

تتحلی بہ المسامع والا فواہ

فھو الحلی و الحلواء

اس لیے کلام پاک اپنے الفاظ اور معنی دونوں حوالے سے شریں اور دلکش بھی ہے اور معنی کے لحاظ سے ارفع بھی۔

رق لفظا و رلق معنی فحائت

فی حلالھا و حلیھا الخنساء

اس کلام میں پاکیزگی اور فضیلت اور عمدگی ہے جو انسان پہ علوم و حقائق واضح کرتی ہے۔

وارتنا فیہ غوا مض فضل

رقتہ من زلالہ و صفاء

قرآن اللہ کا فضل ہے جو دلوں کے آئینوں سے میل کچیل صاف کرتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

انما تجتلی الوجوہ اذا ما

جلیت عن مرآتھا الا صداء

جب انسان کے سیاہ دل پہ قرآن کی چمک پڑتی ہے تو وہ صاف اور جگمگاتے آئینوں کی طرح روشن اور اجلا ہو جاتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

سورمنہ اشبھت صورا منا

و مثل النظائر النظراء

اس یعنی قرآن کی سورتیں اسی طرح مختلف ہیں جس طرح کہ انسانوں کی صورتیں مختلف ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وال قائویل عنذھم کا لتماثیل

فلا یو ھمنکء الخطباء

ایسے خطیبوں کی بات مت سنو جو قرآن حکیم کی صداقت کے بارے میں شکوک شبہات پیدا کرتے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

کم ابائت ایاتہ عن علوم

من حروف ابان عنھا الھجاء

قرآن کی آیات بظاہر مختصر ہیں مگر اُن کی شرح بہت بسیط ہے جن میں علوم و معنی کے کئی جہاں پوشیدہ ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فی کالحب والنوی اعجب

الزراع منھا سنابلط ورکاء

اِن کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسان اپنے کھیت میں چند بیج ڈالتا ہے مگر وہ پھیل کر دور دور تک چلے جاتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فا طالو فیہ التردد و الریب

فقالوا سحر و قالوا افتراء

مگر مشرکین نے اِن آیات میں طرح طرح کے شک ظاہر کیے اور برملا کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

واذ البینات لم تغن شیئا

فالتماس الھدی بھن عناء

اور کبھی انھوں نے کہا کہ یہ تو پرانے زمانے کی داستانیں ہیں سچ تو یہ ہے کہ اُن پہ کوئی بھی دلیل اثر نہیں کرتی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وإذا ضلت العقول على علنم

فما ذا تقوله الفصحاء

چنانچہ اِن لوگوں کی ہدایت پہ آس لگانا محض خود کو تھکانا ہے یہ تو عقل کے اندھے ہیں اور اِن کے دل مہر زدہ ہیں۔[36*]

✡✡✡✡✡✡✡✡

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء

قریش مدینہ میں

قریش اسلام کو بڑھتا اور قرآن کے اثر کو پھیلتا محسوس کر رہے تھے مگر بے بسی نے اُن کے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔ اسلام سے اُن کی دشمنی اب پختہ ہو چکی تھی چنانچہ قریش نے لوگوں کی توجہ اسلام سے ہٹانے کے لیے ایک اور شوشہ چھوڑا کہ ہم اپنے کچھ لوگ مدینہ بھیجتے ہیں جہاں وہ اہل کتاب سے نبی اکرم ﷺ کی صداقت کی تصدیق کریں گے اور اس کے بعد فیصلہ کیا جائے گا کہ اسلام قبول کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ مگر لوگوں نے دیکھا کہ قریش کا وفد مدینہ بھی گیا اور وہاں سے سوال بھی لے کے آیا اور نبی اکرم ﷺ نے اِن سوالوں کے جواب بھی دے دیئے مگر حاصل کیا ہوا وہی ضد وہی انکار وہی ہٹ دھرمی۔ اہل قریش نے نضر بن الحارث اور عقبہ بن معیط کا انتخاب کیا کہ یہ لوگ مدینے جائیں گے اور علمائے یہود سے جن پہ تورات اتری ہے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں استفسار کریں گے [37*]۔ چناچہ عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث مدینہ پہنچے اور یہودی علماء سے ملے [38*]۔ انھوں نے یہودی علماء سے کہا: ہم تمھارے پاس ایک بڑا معاملہ لے کر آئے ہیں ہم میں سے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ پھر انھوں نے یہودیوں سے

رسول اللہ ﷺ کی باتیں بیان کیں اور آپ ﷺ پہ نازل ہونے والے کلام کا کچھ حصہ سنایا۔

یہودی علماء نے کہا:
ہم تمھارے معاملے کو سمجھ گئے ہیں ہم تمھیں تین سوال دیں گے تم اُن کے جواب اپنے قبیلے کے اُس شخص سے معلوم کرنا جس نے تم میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے اگر تو اُس نے اِن سوالات کے درست جواب دیئے تب اس امر میں کوئی شک نہ رہ جائے گا کہ وہ اللہ کے سچے نبی ہیں اور تب تم پہ لازم ہوگا کہ تم اُن کی پیروی اختیار کرلو۔ اگر اُس شخص نے اِن سوالوں کے درست جواب نہ دیئے تو جان لینا کہ وہ ایک باتونی اور جھوٹا شخص ہے پھر تم کو اختیار ہوگا کہ اس کے ساتھ جو چاہو معاملہ کرو۔

یہودیوں نے جو سوالات اہل قریش کو دیئے وہ یہ تھے۔
۱۔ وہ نوجوان کون تھے جو گذشتہ زمانے میں کہیں غائب ہو گئے تھے؟
۲۔ اُس شخص کے متعلق بتاؤ جو سیاح تھا اور جس کی رسائی مشرق سے لے کر مغرب تک تھی؟
۳۔ روح کیا ہے اس کی ماہیت کے بارے میں آگاہ کیا جائے؟

اہل قریش خوشی خوشی یہ سوال لے کر مکہ روانہ ہو گئے اور اُن کے دلوں میں کہیں اس بات کا یقین تھا کہ نبی اکرم ﷺ اِن مشکل سوالوں کے جواب نہ سکیں گے۔ تب وہ آپ ﷺ کو قوم میں جھوٹا ثابت کر سکیں گے اور لوگ اسلام سے رُک جائیں گے۔ تاہم انھوں نے ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہ سوچا کہ اگر آنحضرت محمد ﷺ سچے ہوئے اور انھوں نے اِن سوالوں کے جواب دے دیئے تب وہ کیا کریں گے۔ دراصل وہ اس بارے میں سوچنا بھی نہ چاہتے تھے اس لیے کہ اِن دل سیاہ ہو چکے تھے اور اُس پہ کئی پردے پڑ چکے تھے۔ وہ بس یہی منظر دیکھنا چاہتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ اِن سوالوں کے جواب نہ دے سکیں اور وہ اپنی غلیظ خواہشوں پہ عمل پیرا ہو سکیں۔ عقبہ بن معیط اور نضر بن حارث مکہ پہنچے اور انھوں نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا قریش کے لوگو: ہم اس معاملے میں فرق کرنے والے وہ سوالات لے کے آئے ہیں جن کی بنا ثابت ہو جائے گا کہ آنحضرت محمد ﷺ کا دعویٰ سچ نہیں اور جو

لوگ اُن کی پیروی کرر ہے ہیں وہ غلطی پہ ہیں۔

پھر انھوں نے یہی سوال آنحضرت محمد ﷺ کے سامنے لا رکھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اُن کو جواب دیا!

" اُخْبِرُكُمْ بِمَا سَأَلْتُمْ عَنْهُ غَداً "

میں کل تم کو اِن سوالوں کے جواب دوں گا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ چونکہ آنحضرت محمد ﷺ انشاء اللہ کہنا بھول گئے تھے اس لیے اگرچہ اِن سوالوں کے جواب آپ ﷺ پہ اتار دیئے گئے مگر قدرے تاخیر سے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اس کے بعد وحی اترنے میں پندرہ دن لگے اور کفار قریش نے فتنہ پھیلانے کی کوشش شروع کردی۔ آنحضرت محمد ﷺ آزردہ تھے اور وحی میں دیر ہونے کی وجہ سے پریشان تھے۔

آپ ﷺ کو کفار قریش کی اذیت ناک باتوں کا سامنا تھا۔

تب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پہ وحی اتاری جس میں کفار کے سوالوں کے جواب بھی موجود تھے۔ جبرائیل علیہ السلام جب اللہ کے حکم سے آپ ﷺ کی طرف اترے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے اُن سے یہی سوال کیا کہ اُن کو اتنی دیر کیوں لگی۔

جس کے جواب میں فرمایا گیا کہ:

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا O

القرآن الحکیم (سورۃ مریم 19/ آیت ؛ 56-52)

ترجمہ:

”اے جبرائیل میرے نبی سے کہو! ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم سے، اسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اور آپ کا رب بھولنے والا قطعی نہیں ہے“۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

اس کے بعد آپ ﷺ پہ جو قرآن اتارا گیا اُس میں نہ صرف کفار قریش کی طرف سے کیے گئے تمام سوالات کے جواب بھی موجود تھے بلکہ آپ ﷺ کو یہ بھی کہا گیا کہ کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے غم نہ کیا کریں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اُسی کو ہدایت بخشتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔

چنانچہ سورۃ کہف کی پہلی بیس آیات میں آنحضرت محمد ﷺ کو اصحابِ کہف کے واقعے سے آگاہ فرمایا گیا اور اس میں اہل قریش کے پہلے سوال کا جواب موجود تھا ہم یہاں اِن آیات کو تحریر کر رہے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ؛

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجَا ○قَيِّماً لِّيُنذِرَ بَأْساً شَدِيداً مِن لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْراً حَسَناً ○مَاكِثِينَ فِيهِ أَبَداً ○وَيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَداً ○ مَّا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِباً ○فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفاً ○إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً ○وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيداً جُرُزاً ○أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَباً ○إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّءْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَداً ○فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَداً ○ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمَداً ○نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ○وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَهاً لَقَدْ قُلْنَا إِذاً شَطَطاً ○هَؤُلَاء

قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِم بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ فَمَنْ أَظْلَمُ
مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِباً ۝ وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأْوُوا إِلَى
الْكَهْفِ يَنشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن رَّحمته ويُهَيِّءْ لَكُم مِّنْ أَمْرِكُم مِّرْفَقاً ۝
وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت
تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ مَن يَهْدِ
اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيّاً مُّرْشِداً ۝ وَتَحْسَبُهُمْ
أَيْقَاظاً وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ
ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَاراً وَلَمُلِئْتَ
مِنْهُمْ رُعْباً ۝ وَكَذَلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ
كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ
فَابْعَثُوا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَاماً
فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَداً ۝ إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا
عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَن تُفْلِحُوا إِذاً أَبَداً ۝ وَكَذَلِكَ
أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا ...

القرآن الحکیم (سورۃ کہف 18/ آیت ؛ 20-1)

ترجمہ:

”تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہ رکھی، سیدھی سیدھی بات کہنے والی کتاب تاکہ وہ لوگوں کو خدا کے سخت عذاب سے خبردار کر دے اور ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبری دے کہ اُن کے لیے اچھا اجر ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اُن لوگوں کے لیے ڈراوا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا بنالیا ہے اس بات کا انھیں کوئی علم ہے اور نہ اِن کے باپ دادا کو تھا۔ یہ ایک بڑی بات ہے جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے اور وہ محض جھوٹ بکتے ہیں، اچھا تو اے محمد! شاید تم اُن کے پیچھے اپنی جان کھو دینے والے ہو اگر یہ اس تعلیم پہ ایمان نہ لائے واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ سر و سامان بھی زمین پر

ہے اور اس کو ہم نے ہی زمین کی زینت بنایا ہے تا کہ اِن لوگوں کو آزمائیں کہ اِن میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے آخر کار اِس سب کو ہم ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں ۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ غار اور کتبے والے ہماری کوئی بڑی عجیب نشانیوں میں سے تھے جب وہ چند نوجوان غار میں پناہ گزیں ہوئے اور انھوں نے کہا! کہ ''اے پروردگار ہم کو اپنی رحمت خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کر دے''۔

تو ہم نے انھیں اُسی غار میں تھپک کر سالہا سال کے لیے گہری نیند سلا دیا پھر ہم نے انھیں اٹھایا تا کہ دیکھیں اُن دو گروہوں میں سے کون اپنی مدت قیام کو ٹھیک شمار کرتا ہے۔

ہم اُن کا اصل قصہ تمھیں سناتے ہیں''۔

وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پہ ایمان لائے تھے اور ہم نے اُن کو ہدایت میں ترقی بخشی تھی ہم نے اُن کے دل اس وقت مضبوط کر دیے جب وہ اٹھے اور انھوں نے اعلان کر دیا کہ!

ہمارا معبود تو بس وہی ہے جو زمینوں اور آسمانوں کا رب ہے اور ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود نہ پکاریں گے''۔

(پھر انھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا)

یہ ہماری قوم تو ربِ کائنات کو چھوڑ کر دوسروں کو خدا بنا بیٹھی ہے۔

حالانکہ یہ لوگ اِن کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل نہیں لاتے۔

آخر اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ پہ جھوٹ باندھے اور اب جبکہ تم اُن سے اور اُن کے معبودانِ باطل سے بے تعلق ہو چکے ہو تو اب فلاں غار میں چلو اور وہاں پناہ لو۔ تمھار ارب تم پہ اپنی رحمت کا دامن وسیع کر دے گا اور تمھارے کام کے لیے سروسامان مہیا کر دے گا ۔ اور تم انھیں غار میں دیکھتے تو تمھیں یوں نظر آتا کہ سورج جب نکلتا ہے تو اِن کے غار کو چھوڑ کر دائیں جانب چڑھ جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو اِن سے بچ کے بائیں جانب اتر جاتا ہے اور وہ ہیں کہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں پڑے ہیں ۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے اللہ بھٹکا دے اس کے لیے تم کوئی ولی مرشد نہیں پا سکتے ۔ اور تم انھیں دیکھ کر یہ سمجھتے کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ

گہری نیند سو رہے تھے اور ہم ہی انھیں دائیں بائیں کروٹیں دلاتے تھے اور اُن کا کتا غار کے دھانے پہ ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا اگر تم کہیں جھانک کر انھیں دیکھتے تو الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور تم ان کے نظارے سے دہشت زدہ رہ جاتے۔

اسی عجیب کرشمے سے ہم نے انھیں اٹھا بٹھایا تاکہ ذرا آپس میں پوچھ گچھ کریں''۔

اُن میں سے ایک بولا؛

کہو ہم کتنی دیر اس حال میں رہے؟

دوسرے نے کہا؛

شاید دن بھر یا اس سے کچھ کم۔

پھر وہ بولے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارا کتنا وقت اس طرح گزرا۔

چلو اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سکہ دے کر شہر بھیجیں اور وہ دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے۔

اور وہ وہاں سے ہمارے لیے کچھ کھانے کو لائے''۔

اور اسے چاہیے کہ ذرا ہوشیاری سے کام لے ورنہ اگر ہم اُن کے ہاتھ لگ گئے تو وہ ہم کو سنگسار ہی کر دیں گے یا پھر ہمیں زبردستی اپنی ملت میں واپس لے جائیں گے اور اگر ایسا ہوا تو ہم کبھی فلاح نہ پا سکیں گے اِس طرح ہم نے اہل شہر کو اُن کے حالات سے مطلع کیا تاکہ یہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت کی گھڑی بے شک آ کے رہے گی''۔ [39*]

❖❖❖❖❖❖❖❖

قرآن کی انھی آیات میں آگے جا کے بیان کیا گیا ہے کہ وہ تین سو نو سال تک اسی غار میں سوئے رہے تھے اور یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔

اہل قریش کا دوسرا سوال اُس سیاح کے بارے میں تھا جس کو مشرق و مغرب پہ تصرف عطا کیا گیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اسی سورۃ (کہف) میں اُس کے متعلق خبر دی کہ وہ ایک جلیل القدر بادشاہ تھا اور اُس کا نام ذوالقرنین تھا۔سورۃ کہف کی آیات میں ذوالقرنین کا ذکر اس طرح کیا گیا

ہے ارشاد ہوتا ہے کہ؛

وَيَسْأَلُونَكَ عَن ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْراً ○ إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِن كُلِّ شَيْءٍ سَبَباً ○ فَأَتْبَعَ سَبَباً ○ حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِندَهَا قَوْماً قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَن تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَن تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْناً ○ قَالَ أَمَّا مَن ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَى رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَاباً نُّكْراً ○ وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُ جَزَاء الْحُسْنَى وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْراً ○ ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَباً ○ حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَل لَّهُم مِّن دُونِهَا سِتْراً ○ كَذَلِكَ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْراً ○ ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَباً ○ حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِن دُونِهِمَا قَوْماً لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلاً ○ قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجاً عَلَى أَن تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدّاً ○ قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْماً ○ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّى إِذَا سَاوَى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انفُخُوا حَتَّى إِذَا جَعَلَهُ نَاراً قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْراً ○ فَمَا اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْباً ○ قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي فَإِذَا جَاء وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاء وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقّاً ○

(القرآن الحکیم سورۃ الکہف 18 / آیات 84-98)

ترجمہ؛

”اور اے محمد! یہ لوگ تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں؟ ان سے کہو میں اس کا کچھ حال تم کو سناتا ہوں۔ہم نے اس کو زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب وسائل عطا کر رکھے تھے اس نے (پہلے مغرب کی طرف ایک مہم) کا سروسامان کیا حتیٰ کہ جب وہ غروبِ آفتاب کی حد کو پہنچ گیا تو اس نے سورج کو ایک کالے پانی میں ڈوبتے دیکھا اور

وہاں اسے ایک قوم ملی۔

ہم نے کہا، اے ذوالقرنین! تجھے یہ مقدرت بھی حاصل ہے کہ اُن کو تکلیف پہنچائے اور یہ بھی کہ اُن کے ساتھ نیک رویہ اختیار کرے۔

اس نے کہا، جو اِن میں سے ظالم ہوگا ہم اسے سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف پلٹایا جائے گا اور وہ اسے اور زیادہ سخت عذاب دے گا، اور جو اِن میں سے ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اُس کے لیے اچھی جزا ہے اور ہم اس کو نرم احکام دیں گے۔ پھر اُس نے (ایک دوسری مہم کی) تیاری کی یہاں تک کہ وہ طلوع آفتاب کی حد تک جا پہنچا۔ وہاں اُس نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پہ طلوع ہو رہا ہے جس کے لیے دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان ہم نے نہیں کیا تو یہ حال تھا اُن کا۔

اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا اسے ہم جانتے تھے۔ پھر اُس نے (اک اور مہم) کا سامان کیا یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے اِن کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی اُن لوگوں نے کہا، اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج ہماری زمین میں فساد پھیلاتے ہیں کیا ہم تجھے کوئی عوض اس کام کے دیں کہ تو ہمارے اور اُن کے درمیان ایک بند باندھ دے۔

ذوالقرنین نے کہا، جو کچھ میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے وہ بہت ہے۔ تم بس محنت سے میری مدد کرو میں تمھارے اور اُن کے درمیان بند بنائے دیتا ہوں۔ مجھے لوہے کی چادریں لا کے دو۔ آخر جب پہاڑوں کے درمیانی خلا کو اُس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا اب آگ دہکاؤ۔ حتیٰ کہ جب (یہ آہنی دیوار) بالکل سرخ ہوگئی تو اُس نے کہا لاؤ اب میں اس میں پگھلا ہوا تانبا انڈیل دوں۔ (اور یہ بند ایسا تھا کہ) یاجوج ماجوج نہ اس پہ چڑھ سکتے تھے اور نہ اس پہ نقب لگا سکتے تھے۔

تب ذوالقرنین نے کہا:

یہ میرے رب کی رحمت ہے مگر جب میرے رب کے وعدے کا وقت آئے گا تو وہ اس کو پیوند خاک کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ ہی برحق ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اور اہل قریش کا تیسرا سوال روح کے متعلق تھا اُس کا جواب اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں اتارا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

(القرآن الحکیم سورۃ بنی اسرائیل 17/ آیات 85)

ترجمہ :

"یہ لوگ تجھ سے روح کی نسبت پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے (اس سے زیادہ آخر تم اور کیا سمجھ سکتے ہو کیونکہ تمھاری) حالت یہ ہے کہ بجز تھوڑے سے علم کے تمھیں دیا ہی کیا گیا ہے"۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

جب نبی اکرم ﷺ نے اہل قریش کی خواہش پوری کر دی اور یہودی علماء سے جو سوال لے کر وہ بڑے دعوٰی کے ساتھ مکہ پہنچے تھے اور ڈینگیں ماری تھیں اُس کے جواب بھی انھیں مل گئے تو اس کے بعد عدل کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ آنخضرت محمد ﷺ پہ ایمان لے آتے مگر وہ عدل سے عاری لوگ تھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اِن کے دلوں کانوں اور آنکھوں پہ پردے ڈال رکھے تھے اس لیے وہ بدستور ہدایت سے دور رہے شاید یہی اللہ کی مرضی تھی۔ چونکہ یہ لوگ بدزبان اور آنخضرت محمد ﷺ کی گستاخی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے اس لیے واضح اور روشن نشانیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اِن کو حق سے دور رکھا اور اِن کے لیے سخت سزا کا فیصلہ کیا۔ اِن میں بیشتر اپنی زندگی کی آخری سانس تک نبی اکرم ﷺ کے بدترین دشمن ثابت ہوئے اور میدان بدر کی ذلت اِن کا مقدر ٹھہری اور جو خوش بخت تھے وہ تو اِن کی ساری کوششوں اور برے اعمال کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول پر

ایمان لاتے رہے اور سرخرو ہوئے۔

❖ ❖ ❖

قریش کے مطالبات نہایت ہی احمقانہ اور عامیانہ تھے اس لیے کہ اُن کی نیت میں فتور تھا اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی تھی۔ وہ اس قابل ہی نہ تھے کہ حق انھیں عطا کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی آنکھوں سے چاند کے دو ٹکڑے دیکھ کر بھی وہ ایمان نہ لائے۔

5 نبوی، رمضان.... 8 قبل ہجرت ... جولائی 614ء ... 615ء



قریش کچھ دن منہ چھپائے پھرے مگر دراصل اِن کے اندر شرم وحیا نہ تھی کیونکہ اگر اِن کے اندر حقیقی شرم و حیا موجود ہوتی تو وہ کب کے آنحضرت محمد ﷺ کو پہچان چکے ہوتے اور آپ ﷺ پہ ایمان لا چکے ہوتے۔ مگر دراصل وہ بے عدل لوگ تھے اور بے عدل لوگوں کو ہمیشہ برے انجام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ جب اہل کتاب سے لائے گئے سوالوں کے جواب انھیں بتا دیئے گئے تو اِن میں سے کچھ لوگ محض حیران ہوئے مگر کوئی بھی ایمان لانے کے لیے آگے نہ بڑھا۔ اس لیے کہ اُن کی قبائلی عصبیت نہایت مستحکم تھی اور وہ لوگ جو جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سچ بول رہے ہیں وہ بھی محض اس لیے اسلام قبول کرنے سے گریزاں تھے کہ اُن کے بڑے بوڑھوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔

کچھ ہی دن گزرے تھے کہ وہ مطالبات کی نئی فہرست لیے نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے تھے اور یہ اِن کی انتہائی بے شرمی تھی۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اب اہل قریش کو نئی شرارت سوجھی اور اُن کے بڑے

اُس شام منیٰ کے مقام پر جمع تھے اور وہ چودھویں کی رات تھی اور چاند آسمان پہ اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔دشمنانِ اسلام میں ولید ابن مغیرہ، ابوجہل ابن ہشام، عاص بن وائل، اسود ابن عبد یغوث، اسود ابن مطلب، زمعہ ابن اسود اور نضر بن حرث تھے جو اُس رات منیٰ کے ویرانے میں چاند کی چاندنی میں مجلس سجائے بیٹھے تھے اور تب انھوں نے کہا:

کیوں نہ ہم محمد (ﷺ) سے ایک متعین نشانی طلب کریں۔

کسی نے کہا: متعین نشانی سے کیا مراد ہے؟

قریش کا کوئی سردار بولا: جیسے کہ یہ چاند چمک رہا ہے اگر محمد (ﷺ) اسے دو ٹکڑے کر دیں تو ہم انھیں سچا نبی مان لیں گے اور جو کچھ وہ لائے ہیں اُس پر ایمان لے آئیں گے۔

اور لوگ ابوجہل کی اس بات پہ حیران رہ گئے۔

ابوجہل نے اپنی بات کی تشریح کرتے ہوئے کہا یعنی وہ چاند کو اس طرح دو ٹکڑے کریں کہ اُس کا ایک حصہ ابوقبیس پہاڑ پہ نظر آئے اور دوسرا قعیقان پہاڑ پہ نظر آئے۔[*40]

تب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جو حضرت ابوبکرؓ صدیق کے ساتھ کہیں سے آ رہے تھے۔

اہل قریش نے آپ ﷺ کو اپنی مجلس میں مدعو کیا آپ ﷺ اُن طرف کی چلے آئے اس لیے کہ آپ ﷺ اس بات کے خواہش مند تھے کہ اُن کی قوم اُن پر ایمان لے آئے تا کہ اُن کی دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی۔

چنانچہ اہل قریش کے چہروں پر شرارت تھی اور وہ اپنے خبث باطن میں بہت بڑھ چکے تھے۔

انھوں نے کہا: محمد (ﷺ) کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ کی قوم جس مصیبت میں مبتلا ہے اُسے اُس سے نجات مل جائے۔کیا یہ ممکن نہیں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو اختلاف ہے وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ہم چاہتے ہیں کہ آج اس بات کا فیصلہ ہو ہی جائے کہ آپ سچے ہیں یا ہم!

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟

ابوجہل نے کہا: آپ اس چاند کے دو ٹکڑے کر دیں اس کے بعد ہم میں اور آپ میں تمام اختلاف ختم ہو جائے گا ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کو اللہ کا سچا رسول مان لیں گے۔

دراصل ہمیشہ کی طرح اُن کے خیال میں یہی تھا کہ آپ ﷺ یہ عجیب کام نہ کر سکیں گے اور وہ آپ

ﷺ کو جھوٹا ثابت کر دیں گے اس طرح مسلمان بھی اُن سے برگشتہ ہو جائیں گے اور وہ لوگ جو آئے دن اسلام قبول کر رہے ہیں اُن کی راہ بھی رُک جائے گی اس لیے کہ اُن کے دل میں بغض تھا اُن کے خیال میں کجی تھی اور دین حق سے اُن کا گریز تھا جو اُنہیں آئے دن اس بات پہ مجبور کرتا رہتا کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے نئے نئے معجزات طلب کریں اور کسی دن جب آنحضرت محمد ﷺ اس میں ناکام ہو جائیں تو اپنے خبث باطن کی آواز کو کامیابی کا جامہ پہنا سکیں۔

انھوں نے آنحضرت محمد ﷺ سے واقعتاً ایک عجیب مطالبہ کر دیا تھا۔یعنی کہ آپ ﷺ چاند کے دو ٹکرے کر دیں۔

آنحضرت محمد ﷺ نے کہا: ایک بار پھر سوچ لو اگر ایسا ہو گیا تب تم کیا کرو گے۔

قریش کے سردار یک زبان بولے تب ہم آپ کے سچ پہ گواہی دیں گے۔

چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ نے اللہ رب العزت سے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ہوا جس کی کسی کو بھی توقع نہ تھی۔

چاندنی رات میں اچانک ہی اندھیرا چھا گیا اور تھوڑی دیر جب چاند نمودار ہوا تو وہ بیچ میں سے کٹا ہوا تھا اُس کا آدھا حصہ کوہ قبیس پہ اور آدھا حصہ مخالف سمت میں کوہ قعیقان پہ نظر آ رہا تھا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے دُعا کے لیے اٹھے ہاتھ گرائے اور قریش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے قریشیو! ذرا آسمان کی طرف تو دیکھو۔

اور وہ سب تو پہلے ہی اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے آسمان ہی کی طرف دیکھ رہے تھے جہاں چاند ٹوٹ چکا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قریشیو: گواہی دو! گواہی دو!

تاہم قریش کی انتہائی بدبختی تھی کہ اس بہت بڑے معجزے کے بعد بھی وہ انکار پر اڑے رہے۔تھوڑی دیر بعد جب اُن کے اوسان تھوڑے بحال ہوئے تو ابو ابو جہل اس خیال سے چیخ اٹھا کہ مبادا قریش اسلام قبول نہ کر لیں۔

وہ پکارا: لوگو! ہوشیار رہنا ابن ابو کشبہ نے تمھاری آنکھوں پہ جادو کر دیا ہے [*41]''۔

قریش میں سے کوئی بولا:

اے عمرو! یہ انتہائی بے عدلی ہے کہ ہم اب بھی نبی اکرم ﷺ پہ ایمان نہ لائیں۔

مگر ابوجہل نے اُس کو جھڑک دیا اور کہا:

میں تمھیں بتا رہا ہوں کہ محمد (ﷺ) نے ہماری آنکھوں پہ جادو کر دیا اس لیے عجلت سے کام نہ لو دور صحرا میں سفر کرتے قافلوں کو پہنچ لینے دو کہ اُن کے جادو کا اثر یقیناً اُن پہ نہیں ہوا ہوگا۔ ہم باہر سے آنے والے لوگوں سے اس امر کی تصدیق کریں گے اس کے بعد کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔

ابوجہل کی اس دلیل پہ لوگ چپ ہو رہے۔

آنحضرت محمد (ﷺ) جان گئے تھے کہ اُن کی قوم اب بھی ہدایت قبول کرنے سے انکاری ہے اس لیے آپ ﷺ نے ایک بار پھر دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور ٹوٹا ہوا چاند دوبارہ یکجا ہو گیا۔

اگلی صبح ابوجہل اپنے بہت سے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ سے باہر اُن راستوں پہ براجمان تھا جہاں شام سے آنے والے قافلے گزرتے تھے۔

پھر سہ پہر کو انھیں ایک قافلہ آتا دکھائی دیا۔

وہ قافلے کی طرف لپکے مگر اس سے قبل کہ وہ اہل قافلہ سے کسی عجیب واقعے کے متعلق دریافت کرتے خود اہل قافلہ بے قرار تھے کہ وہ اہل مکہ کو بتائیں کہ گذشتہ شب انھوں نے چاند کو ٹوٹتے ہوئے دیکھا ہے۔

ابوجہل کا سر شرم سے جھک گیا مگر تب بھی اُس کے لبوں پر انکار تھا اور یہ اُس کی انتہائی بدقسمتی پہ دلیل تھی۔

چاند کو دو ٹکڑے کر دینا واقعتاً ایک عجیب عمل تھا اور اللہ کی اُن نشانیوں میں سے تھا جن سے وہ ہمیشہ اپنے انبیاء کی مدد کرتا آیا ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ آج کے کچھ نام نہاد اور جدیدیت کے علمبردار صاحب دانش مسلمان بھی اس معجزے سے انکار کرتے ہیں۔ دراصل اِن مسلمانوں کا تعلق اِس ٹولے سے ہے جو قرآن کو بعد میں پڑھتے ہیں اور اہل مغرب کی اُس تنقید کو پہلے پڑھتے ہیں جو انھوں نے قرآن پر کی ہوتی ہے۔ آنحضرت محمد ﷺ کی زندگی پر کی ہوتی ہے۔ اس لیے بات اُن کی سمجھ میں نہیں آتی اور وہ روشن خیالی کے دلدادہ اپنی پہچان بچانے کے لیے اُن جھوٹی دلیلوں کا سہارا لیتے ہیں جو مستشرقین نے بڑی جہد وسعی کے بعد وضع کی ہیں۔ حالانکہ خود اُن کے آقاؤں نے اس

بات کی گواہی دی کہ جب وہ چاند پر پہنچے تو انھوں نے وہاں دیکھا کہ چاند کے بیچ ایک دراڑ سے جو چاند کے ایک طرف سے شروع ہوکر دوسری طرف چلی گئی ہے۔

تب اُن میں سے کسی نے کہا یوں لگتا ہے کہ یہ چاند کبھی درمیان سے ٹوٹا ہو"۔

اور چاند تو ٹوٹا تھا اور ہندوستان تک میں اسے دیکھا گیا تھا۔

کتاب الاصابہ میں شیخ زین الدینؒ کا ذکر پوری تفصیل سے موجود ہے اور اسے ہم امام برہان الدین حلبیؒ کے حوالے سے پیش کر رہے ہیں۔ شیخ زین الدینؒ یقیناً پہلے ہندوستانی تھے جو صحابی تھے اور جنھوں نے ہندوستان سے مکہ جا کر آنحضرت محمد ﷺ سے ملاقات کی تھی اور اپنے دامن کو اسلام سے سجایا تھا۔

کتاب اصابہ کے راوی نے کہا کہ جب میں ابھی نو سال کا تھا تو میں خراسان سے تجارت کے سلسلے میں اپنے باپ اور چچا کے ساتھ ہندوستان پہنچا۔

وہاں ہم نے ایک باغ میں پڑاؤ کیا، اور باغ کے باہر ایک بہت بڑا درخت تھا جس کے گرد مقامی دیہاتیوں کا ہجوم تھا ہم نے اُن سے پوچھا؟

کہ یہ باغ کس کا ہے اور لوگ اس درخت کے نیچے کیوں جمع ہیں۔

لوگوں نے کہا کہ یہ شیخ زین الدین معمرؓ کا باغ ہے جو نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں اور ابھی تک زندہ ہیں۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ کو پردہ فرمائے چھ سو سال ہونے کو آئے ہیں اور ہمارے شیخ جو ابھی زندہ ہیں تو وہ اس وجہ سے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے اُن کو چھ سو برس تک زندہ رہنے کی دُعا دی تھی۔

شیخ زین الدین معمرؓ ایک زنبیل میں تھے جو درخت پہ لٹکائی گئی تھی۔ ہم نے اُن لوگوں سے فرمائش کی کہ ہم بھی شیخ زین الدین معمرؓ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اُن میں سے کوئی آگے بڑھا اور اُس نے ہاتھ بڑھا کے وہ زنبیل اتار لی اور اُس زنبیل میں روئی کا ایک بستر تھا جس پہ شیخ زین الدین معمرؓ آرام فرما رہے تھے۔ وہ بہت کمزور ہو چکے تھے اور ضعیف تو وہ تھے ہی کہ چھ صدیاں بتا چکے تھے۔ ہم نے اُن کو بتایا کہ ہم خراسان سے آئے ہیں اور جاننا چاہتے ہیں کہ آپ نے آنحضرت محمد ﷺ سے کیسے اور کن حالات میں ملاقات کی۔

یہ سن کر شیخ نے منہ کھولا اور نہایت ہی مدھم آواز میں فارسی میں کچھ کہنے لگے۔

شیخ کے آدمیوں میں سے ایک نے اُن کے کان سے منہ لگا رکھا تھا اور وہ ہمیں وہ سب کچھ بتا رہا تھا جو شیخ اُس سے کہہ رہا تھا۔

اُس نے کہا:

اِن لوگوں کو بتاؤ کہ میں نے آنحضرت محمدﷺ سے ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ ملاقات کی ہے۔ میری پہلی ملاقات اُن سے تب ہوئی جب میں نوجوان تھا اور تجارت کے سلسلے میں اپنے والد کے ساتھ مکہ مکرمہ گیا تھا۔

شیخ نے کہا:

کہ اُس دن بہت بارش ہوئی تھی اور ہم سفر میں تھے دن ڈھلے جب ہم مکہ کی وادیوں میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت نوجوان ہے جو اونٹ چرا رہا ہے مگر بارش کی وجہ سے وادی میں ہر جگہ پانی چڑھ آیا تھا۔ اُس خوبصورت نوجوان کے اونٹ ندی کے اُس پار تھے اور وہ دوسری جانب پھنسا ہوا تھا اور غور سے اپنے اونٹوں کو دیکھ رہا۔ دراصل وہ ندی پار کرنا چاہتا تھا مگر ندی کے تیز بہاؤ اور تنہائی کی وجہ سے کچھ گریزاں سا تھا۔ جب میں اور میرا والد اپنے قافلے کے ساتھ وہاں پہنچے تو میں اِس نوجوان کی پریشانی بھانپ گیا اور میں نے ندی پار کرنے میں اُس نوجوان کی مدد کی اس لیے کہ میں بہت عمدہ تیراک تھا اور مجھے ندی میں اترنے میں کوئی جھجک نہ تھی۔

حالانکہ نہ میں اُس نوجوان کو جانتا تھا اور نہ وہ مجھے جانتا تھا۔

تاہم میں نے ندی پار کرنے میں اُس نوجوان کی مدد کی اور اُسے اُس کے اونٹوں تک پہنچا دیا۔ جب میں نے اُس نوجوان کو ندی پار کرا دی تو اُس نوجوان نے مجھے دُعا دی اور مجھ سے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہو؟

میں نے جواب دیا ہندوستان سے۔

پھر اُس نے اپنا تعارف کرایا اور کہا:

میرا نام محمد ہے اور میں قبیلہ قریش کے خاندان بنی ہاشم سے ہوں۔

اس کے بعد میں ندی میں اترا اور اپنے قافلے کے ساتھ مل گیا۔ پھر وہ اپنی منزل کی طرف چلے گئے اور ہم اپنی منزل کو نکل لیے۔ سامانِ تجارت فروخت کرنے کے بعد ہم ہندوستان چلے آئے۔ اور یہ

بہت برس بعد کی بات ہے جب ہم اسی باغ میں بیٹھے تھے۔اور اُس رات پورا چاند اپنے جوبن پہ تھا اور اپنی جولانیاں بکھیر رہا تھا۔

میرا والد میرے پاس ہی تھا مگر وہ سو چکا تھا۔

مجھے نہ جانے نیند کیوں نہیں آرہی تھی حالانکہ میں بھی تھکا ہوا تھا۔

چونکہ مجھے نیند نہیں آرہی تھی اس لیے میں چاند کے حسن اور اس کی مسحور کن چاندنی میں ہی کھویا ہوا تھا ۔جب وہ عجیب واقعہ پیش آیا جس کی ہم نے کبھی بھی توقع نہ کی تھی۔یعنی دفعتاً چاند درمیان سے ٹوٹا اور اُسکا ایک حصہ ایک طرف چلا گیا اور دوسرا حصہ دوسری طرف۔اور اِن دونوں حصوں کے بیچ بہت فاصلہ تھا حیرت سے میری آنکھیں ابلنے لگی تھیں اور میری زبان میرا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

تاہم میں نے سوچا کہ کل اگر دن کی روشنی میں یہ بات میں نے کسی سے بیان کی تو کوئی اُس پہ یقین نہیں کرے گا اس لیے میں نے جھنجوڑ کے اپنے والد کو اٹھایا اور کہا: والد بزرگوار! دیکھو تو سہی کیا عجیب معاملہ ہو گیا ہے۔

تھوڑی دیر تو وہ میری بات نہ سمجھا مگر پھر اُس کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹنے لگیں۔پھر ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے چاند دوبارہ جڑ گیا۔اگلے دن اور لوگوں نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔ہم اِس حیرت ناک واقعہ پہ ششدر تو تھے مگر ہمیں اُس سبب کا کوئی علم نہ تھا جو اس بڑے واقعے کا محرک بنا۔

پھر بہت سے دن گزر گئے۔

میں دور دراز سے آتے جاتے قافلوں سے اس امر کا سبب جاننے کی کوشش کرتا رہا۔مگر بہت سے لوگوں کو اس امر سے آگاہی نہ تھی۔اس لیے میں اُس بات سے محروم رہا جس کی مجھے کھوج تھی۔

پھر عربوں کا ایک قافلہ ہمارے نزدیک اترا۔

وہ ہم سے کچھ فاصلے پہ اترا تھا اس لیے میں اپنے گھوڑے پہ سوار ہو کر اُن تک پہنچا تھا۔میں نے اُن لوگوں سے چاند کے ٹوٹنے کے بارے سوال کیا؟

کیا وہ اس بارے میں کچھ جانتے ہیں۔

انھوں نے کہا: ہم اس بارے میں پورا علم رکھتے ہیں اور سب کچھ جانتے ہیں۔

میرا سانس رکنے لگا کیونکہ دو سال سے میں جس چیز کی تلاش میں تھا آج کوئی مجھے بتا رہا تھا کہ وہ اس

بارے میں سب کچھ جانتا ہے؟

میں نے جلدی سے سوال کیا آپ اس بارے میں جو بھی جانتے ہیں مجھے سب بتا دیں کہ مجھے اس معاملے کا بڑا اشتیاق ہے۔

انھوں نے کہا:

واقعہ کچھ یوں ہے کہ ہم عرب ہیں اور مکہ کے رہنے والے ہیں ہمارا تعلق قبیلہ قریش سے ہے قبیلہ قریش کے ایک خاندان بنو ہاشم کے ایک شخص نے ہم میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ہمیں اپنے آباء کے طریقے سے رُک جانے کو کہا:

مگر ہم نے انکار کر دیا۔

اور مجھے وہ قریشی یاد آیا جس کو برسوں پہلے میں نے ندی پار کرائی تھی وہ بھی تو بنو ہاشم سے تھا شاید وہ وہی ہو میرے دل کی دھڑکن ابتر ہو رہی تھی۔

پھر میں اُس عرب کی طرف متوجہ ہو گیا جو کہہ رہا تھا کہ ہمارے مطالبے پر ہی تو ایک رات انھوں نے چاند کو توڑا تھا۔

میں نے اُس عرب سے پوچھا: کیا چاند ٹوٹنے کے بعد آپ اُن پہ ایمان لے آئے ہیں۔

اُس نے کہا: نہیں۔

تب میں نے اُس سے کہا: اتنی واضح دلیل کے باوجود؟

اُس نے کہا: ہاں۔

تب میں نے کہا: مجھے تم پہ افسوس ہے۔

اور وہ قریشی میرا منہ تکنے لگا۔

میں واپس اپنے باغ میں چلا آیا مگر میرے دل میں ایک بے چینی تھی جس کو میں کوئی نام نہ دے سکتا تھا۔

کچھ دن اسی بے چینی میں گزر گئے پھر جو میرے دل میں تھا ایک دن میں نے اپنے باپ کے سامنے اُگل دیا۔

میں نے اُس سے کہا: میں مکہ جانا چاہتا ہوں اور اُس قریشی رسول سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں جس

نے چاند کو دو ٹکڑے کیا تھا۔

میرے باپ نے کہا: تم جوان ہو، عقلمند ہو، اپنا اچھا برا خوب جانتے ہو اس لیے جو تمھارے جی میں آئے وہ کرو۔

اور میرے اندر اس رسول (ﷺ) کی بابت جاننے کا شوق جڑ پکڑ چکا تھا چنانچہ کچھ دن کی تیاری کے بعد میں سوار ہوا اور اپنے والد سے اجازت لے کر شہر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

ایک دشوار سفر کے بعد ایک سہانی دوپہر میں شہر مکہ میں داخل ہوا۔

میں نے لوگوں سے آنحضرت محمد ﷺ کے گھر کا پتا پوچھا؟

کوئی شخص مجھے آپ ﷺ کے گھر کے دروازے تک لے گیا۔

تب میں شوق اور وارفتگی کے عالم میں تھا۔ آنحضرت محمد ﷺ دروازے پر تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کے مجھے اپنے گھر کے اندر لے گئے۔

آپ ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ فرش پہ بٹھایا جہاں کھجوریں رکھیں تھیں۔

آپ ﷺ نے مجھے کھجوریں کھانے کی دعوت دی۔ اور میں آپ ﷺ کے ساتھ کھجوریں کھانے لگا۔

میں نے چھ یا آٹھ کھجوریں کھائیں اور ہاتھ روک لیا۔

آپ ﷺ نے مجھے پوچھا: اے زین الدین تم نے مجھے پہچانا ہے"۔

میں آپ ﷺ کے منہ سے اپنا نام سن کے حیران رہ گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ہم اس سے پہلے بھی مل چکے ہیں۔

میں نے کہا: مگر مجھے یاد نہیں۔

تب آپ ﷺ نے فرمایا: اے شیخ! یاد کرو وہ بارش سے بھرا دن جب وادی میں ہر طرف پانی تھا اور تم نے مجھے اُدھر سے اِدھر میرے اونٹوں تک پہنچایا تھا۔

اور تب میں جان گیا کہ آپ ﷺ وہی ہیں جن سے میں پہلے ملا تھا۔

پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اپنا ہاتھ میری طرف لاؤ۔ اور میں نے خاموشی اور رضامندی سے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کی طرف بڑھا دیا۔

آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اور میں نے ایسے ہی کہا تب آپﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

اللہ نے تجھے ہدایت عطا فرمائی ہے۔

اور جب میں آپﷺ سے رخصت ہونے لگا تو آنخضرت محمدﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تمھاری عمر میں برکت فرمائے۔

اللہ تعالیٰ تمھاری عمر میں برکت فرمائے۔

اللہ تعالیٰ تمھاری عمر میں برکت فرمائے۔

اللہ تعالیٰ تمھاری عمر میں برکت فرمائے۔

اللہ تعالیٰ تمھاری عمر میں برکت فرمائے۔

اللہ تعالیٰ تمھاری عمر میں برکت فرمائے۔

آپﷺ نے میرے لیے چھ بار دُعا فرمائی اور تب سے چھ سو سال ہو گئے ہیں اور میں زندہ ہوں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

شق قمر کے متعلق قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ O

القرآن الحکیم (سورۃ القمر 1-3/54)

ترجمہ؛

’’قیامت نزدیک آ پہنچی ہے اور چاند ٹوٹ گیا اور لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے جو ابھی ختم ہوا چاہتا ہے‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اس واقعے کی تصدیق عربوں کے مشہور شاعر ہمزہ نے قصیدہ ہمزیہ میں اور علامہ سبکی نے قصیدہ تائیہ میں بھی کی ہے۔

قصیدہ ہمزہ کا شعر ہے۔

شق عن صدرہ و شق لہ البدر

ومن شرط کل شرط جزاء

پہلے آپ ﷺ کے سینے کو چاک کیا گیا اور پھر آپ ہی کی وجہ سے چودھویں رات کے چاند کو بھی چاک کیا گیا۔[*42]

۞۞۞۞۞۞۞۞

وبدر الدیا جی انشق نصفین عندما

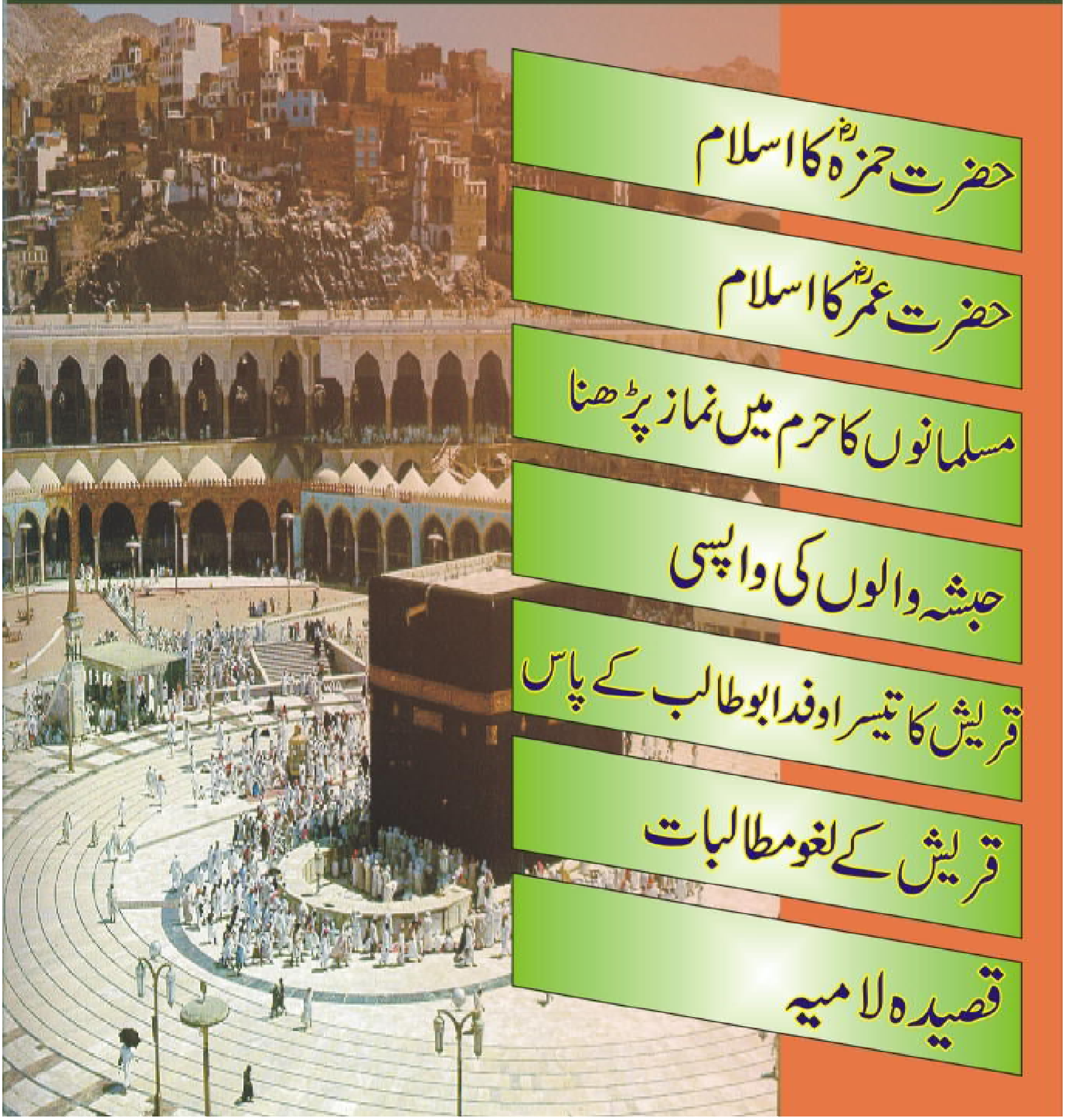
ارادت قریش منک اظھار ایتہ

اور جب قریش نے آپ ﷺ کو مجبور کیا اور آپ ﷺ سے معجزہ طلب کیا تو آپ ﷺ نے روشن چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔[*43]

۞۞۞۞۞۞۞۞

چھ نبوی میں جب حضرت حمزہ اور حضرت عمر اسلام لے آئے تو نادار اور غریب مسلمانوں نے سکون کی سانس لی اس لیے کہ یہ لوگ شہر مکہ کے بااثر لوگوں اور خاندانوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ قریش اگرچہ اب بھی طاقتور تھے مگر اُن کی طاقت بدستور کم ہو رہی تھی۔

6 نبوی بمطابق رمضان 7 قبل ہجرت 21 جون 615ء



- حضرت حمزہؓ کا اسلام
- حضرت عمرؓ کا اسلام
- مسلمانوں کا حرم میں نماز پڑھنا
- حبشہ والوں کی واپسی
- قریش کا تیسرا وفد ابو طالب کے پاس
- قریش کے لغو مطالبات
- قصیدہ لامیہ

6 نبوی، رمضان.... 7 قبل ہجرت ... جون 615ء ... 616ء

حضرت حمزہؓ کا اسلام لانا

مکہ میں اسلام پھیلنے کی رفتار اگرچہ تیز نہیں تھی مگر اس کے باوجود بہت سے سلیم الطبع لوگ اسلام پہ غور کرنے لگے تھے اور آئے دن اُن میں سے کوئی نہ کوئی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا۔ قریش کو اس بات پہ بہر حال اطمینان تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی پیروی کرنے والے لوگوں میں سماجی اور معاشی طور بہت ہی کمتر لوگ شامل تھے مگر جب حضرت حمزہؓ اسلام میں داخل ہوئے تب وہ سمجھ گئے کہ اس ایک شخص کے اسلام میں داخل ہونے سے اسلام کی شان و شوکت میں اضافہ یقینی ہے۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت حمزہؓ کا شمار کے قریش کے غیور بہادر اور خودار جوانوں میں ہوتا ہے حضرت حمزہؓ

نبی اکرم ﷺ کے چچا تھے۔ حضرت حمزہؓ نبی اکرم ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے کہ انھوں نے بھی حضرت ثوبیہ کا دودھ پیا تھا اور آنحضرت محمد ﷺ نے بھی۔ نسب کے اعتبار سے حضرت حمزہؓ نبی اکرم ﷺ کے خالہ کے بیٹے بھی تھے۔ اس لیے کہ اُن کی ماں ھالہ بنت وہیب کی بیٹی تھیں اور حضرت

آمنہؓ وہب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں، وہب اور وہیب بھائی تھے۔

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ؛

حضرت حمزہؓ چھ نبوی میں اسلام لائے تھے اُن کے اسلام لانے کے واقعہ کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ ایک دن آنحضرت محمد ﷺ کوہ صفا کے دامن میں تشریف فرما تھے کہ ابو جہل وہاں آ گیا۔ سب جانتے ہیں کہ ابو جہل نبی اکرم ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی کھول اٹھا اور آپ ﷺ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔

نبی اکرم ﷺ اُس کی جہالت کے جواب میں خاموش ہو رہے۔

تب اُس بد بخت نے آپ ﷺ کو اپنی چھڑی سے مارا اور آپ ﷺ کے سر سے خون بہنے لگا۔ یہ سارا واقعہ عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ عبداللہ بن جدعان کا گھر بھی کوہ صفا کے قریب تھا۔ پھر اسی لونڈی نے دیکھا کہ آنحضرت محمد ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ شکار کھیلنے کے بعد واپس آ رہے ہیں تو اُس نے حضرت حمزہؓ کا راستہ روک لیا۔

عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے حضرت حمزہؓ سے کہا: اے ابو عمارہ۔

تیرے بھتیجے محمد ﷺ کے ساتھ آج ابو جہل نے وہ وحشیانہ سلوک کیا ہے کہ اگر تو دیکھتا تو برداشت نہ کر سکتا، اُس نے پہلے تو نبی اکرم ﷺ کو بہت سی گالیاں دیں سخت وسست کہا مگر جب نبی اکرم ﷺ اُس کی جہالت کے باوجود خاموش رہے تو اُس نے اپنے عصا سے نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچائی اور نبی اکرم ﷺ کے سر سے خون بہنے لگا نبی اکرم ﷺ تب بھی خاموش رہے۔

حضرت حمزہؓ نے یہ سب سنا تو اُن کا خون کھول گیا اور وہ پہلے ہی ایک غصے والے شخص کے طور پہ جانے جاتے تھے اور وہ بہت طاقتور بھی تھے۔ وہ نبی اکرم ﷺ سے بہت محبت بھی کرتے تھے کیونکہ حضرت حمزہؓ اور آنحضرت محمد ﷺ کا بچپن ایک ساتھ ہی بنو سعد کے صحرائی ٹھکانوں پہ بسر ہوا تھا۔

حضرت حمزہؓ اور نبی اکرم ﷺ وہاں ساتھ ساتھ کھیلتے ہوئے جوان ہوئے تھے عام طور پہ حضرت حمزہؓ کا معمول تھا کہ وہ دن کے آغاز سے پہلے ہی شکار کے لیے نکل جایا کرتے اور چاشت کے وقت واپس حرم پاک میں تشریف لاتے، لوگوں سے ملتے، بیت اللہ کا طواف فرماتے اور اس کے بعد قریش کی مجالس میں بیٹھ جاتے۔

مگر آج عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے جو کچھ حضرت حمزہؓ کو بتایا تھا اُس کی وجہ سے آپ کا خون کھول رہا تھا اور آپ تقریباً دوڑتے ہوئے حرم پاک میں داخل ہوئے اور آپ کی نظریں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔

پھر آپ نے اسے دیکھ لیا کہ ابو جہل بنو مخذوم کے لوگوں کی مجلس میں بیٹھا ہے اور وہ اپنے خاندان کا سربراہ تھا۔

حضرت حمزہؓ تیزی سے ابو جہل کی طرف بڑھے اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی کمان اُس کے سر پہ دے ماری۔ابو جہل کے سر سے خون بہنا شروع ہو گیا۔

حضرت حمزہؓ نے ابو جہل سے کہا:

تو نے میرے بھتیجے کو لاوارث سمجھ رکھا ہے لے آج سے میں بھی اُسی کے دین پر ہوں اب مجھ سے وہ سلوک کر جو تُو نے محمد ﷺ سے کیا ہے۔

بنو مخزوم کے لوگ آگے بڑھے تا کہ اُس کی مدد کر سکیں۔

تاہم ابو جہل نے انھیں روک دیا اور کہا، ٹھہرو!

غلطی میری ہے میں نے واقعی محمد (ﷺ) سے کچھ اچھا سلوک نہیں کیا۔

اس کے بعد حضرت حمزہؓ گھر چلے آئے۔

گھر آ کے انھوں نے سوچا؛

میں نے یونہی بغیر کسی تحقیق کے اپنا آبائی دین چھوڑ دیا ہے، وہ ساری رات یہ بات سوچتے رہے۔

اگلی صبح وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے کہا: بھتیجے میں ایک مشکل میں ہوں۔

میں نے کل حرم پاک میں اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ میں تمھارے دین پر ہوں اس لیے مجھے کچھ اپنے دین کے بارے میں بتائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا کو پورے طور پہ دین اسلام سے متعارف فرمایا اور قرآن بھی سنایا جس کی وجہ سے حضرت حمزہؓ کا سینہ نور ایمان سے پوری طرح منور ہو گیا اور وہ ذرا سا اشتباہ جو آپ کے دل میں موجود تھا وہ بھی دور ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسلام سے آپ کو عزت عطا فرمائی۔

معروف سیرت نگار قاضی سلیمان سلمان منصور پوری نے حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کے

تناظر میں کچھ مختلف لکھا ہے۔ اگر چہ ہم اُن کے ماخذ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے انھوں نے کہا:

ابو جہل کو زخمی کرنے کے بعد حضرت حمزہؓ آنخضرت محمد ﷺ کی محفل میں پہنچے اور آپ ﷺ سے کہا:

بھتیجے تو غم نہ کر میں نے ابو جہل سے تیرا بدلہ لے لیا ہے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے حضرت حمزہؓ سے کہا:

چچا میں اِن چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوش ہونے والا نہیں ہوں۔ مجھے تو حقیقی خوشی اسی وقت ہو گی جب آپ کلمہ توحید پڑھ لیں گے۔

تب حضرت حمزہؓ نے کہا: اچھا بھتیجے اگر تیری خوشی اسی میں ہے تو پھر پڑھا دے مجھے اپنا کلمہ!

اور حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کر لیا۔

صحابہ نے روایت کی ہے کہ حضرت حمزہؓ کے اسلام قبول کرنے پہ نبی اکرم ﷺ اتنے خوش تھے کہ اُن کی خوشی اُن کے چہرے سے محسوس کی جا سکتی تھی۔ جب حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کر لیا اور اُن کا دل اسلام پہ مستحکم ہو گیا تب انھوں نے یہ اشعار کہے کہ عرب خواہ غم میں ہو خواہ خوشی میں وہ شعر ضرور کہتا ہے۔

حضرت حمزہؓ کے اشعار سے انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

حِمِدْتُ اللّٰہَ حِیْنَ ھَدٰی فُؤَادِیْ

اِلَی الْاِسْلَامِ وَالدِّیْنِ الْحَنِیْفِ

میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں کہ اس نے میرے دل کو ہدایت سے نوازا اور میرے دامن کو دین حنیف کی دولت سے بھر دیا اسلام قبول کرنے میں میری مدد کی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَلدِّیۡنِ جَاءَ مِنۡ رَبٍّ عَزِیۡزٍ
خَبِیۡرٍ بِالۡعِبَادِ بِھِمۡ لَطِیۡفٖ

وہ دین جو ربِ کریم کی طرف سے آیا ہے جو عزت والا ہے اور اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور اُن پہ رحم فرمانے والا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اِذَا تُلِیَتۡ رَسَائِلُہٗ عَلَیۡنَا
تَحَدَّرَ دَمۡعُ ذِی اللُّبِّ الۡحَصِیۡفِ

جب اُس کے پیغاموں کو ہم پہ تلاوت کیا جاتا ہے تو ہر عقل منداور زیرک انسان کے آنسو نکل آتے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

رَسَائِلُ جَاءَ اَحۡمَدُ مِنۡ ھُدٰھَا
بِاٰیَاتٍ مُبَیِّنَۃِ الۡحُرُوۡفِ

اور یہ ایسے پیغامات ہیں جو احمد مجتبیٰ لے کر آئے ہیں ایسی آیات کے ساتھ جن کے حروف روشن ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَحۡمَدُ مُصۡطَفًی فِیۡنَا مُطَاعٌ
فَلَا تَغۡشُوۡہُ بِالۡقَوۡلِ الضَّعِیۡفِ

اور احمد مصطفیٰ (ﷺ) وہ ہیں جن کی ہم میں سے اطاعت کی جاتی ہے اور کوئی کمزور عقل و فہم سے عاری بات اِن سے سرزد نہیں ہوتی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَلَا وَاللّٰہِ نُسْلِمُہٗ لِقَوْمٍ
وَلِمَّا نَقْضِ فِیہِمْ بِالسُّیُوفِ

اللہ رب العزت کی قسم! ہم انھیں دشمن کے حوالے ہرگز نہیں کریں گے اور ہم نے ابھی تک اُن کے درمیان تلواروں سے فیصلہ نہیں کیا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَ نَتْرُكَ مِنْهُمْ قَتْلٰی بِقَاعٍ
عَلَيْهَا الطَّيْرُ كَالْوِرْدِ الْعَكُوفِ

ہم اُن کے مقتولوں کو ہموار زمین پہ پھینک دیں گے اُن پہ ایسے پرندے آئیں گے جو چکر لگانے والے لشکروں کی مانند ہوں گے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَقَدْ خُبِّرْتُ مَا صَنَعْتُ ثَقِيفٌ
بِهٖ فَجَزٰى الْقَبَائِلَ مِنْ ثَقِيفٍ

جو سنگ دلانہ سلوک بنو ثقیف نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا ہے اسے بھی ہم نے نگاہ میں رکھا ہوا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اِلٰہُ النَّاسِ شَرُّ جَزَاءِ قَوْمٍ
وَلَا اَسْقَاهُمْ صَوْبَ الْخَرِيفِ

اللہ تعالیٰ بنو ثقیف کے اِن قبائل کو بری سزا دے اور موسم خریف کی بارش سے انھیں محروم کر دے۔[*44]

✡✡✡✡✡✡✡✡

جب حضرت عمر اسلام لائے تو مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت عمر کے اسلام لانے سے قریش مکہ کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے دشمن جانتے تھے کہ حضرت عمر نہ صرف خود ایک طاقتور آدمی ہیں بلکہ اُن کا قبیلہ بھی اُن کی پشت پہ کھڑا ہے۔

6 نبوی، رمضان.... 7 قبل ہجرت ... جون 615ء ... 616ء

جب عمرؓ نے حق کو پہچانا

قریش کی اسلام دشمنی اپنی انتہاؤں کو چھو رہی تھی اور مکے کی فضاؤں میں ابھی قرآن کی گونج نہ تھی۔اس لیے کہ قریش انتہائی طاقتور تھے اور مسلمان اُن کے مقابل کافی کمزور تھے۔ پھر اُن کی اکثریت حبشہ کو ہجرت کر چکی تھی اس لیے مسلمان ایک محصور قبیلے کی طرح تھے جو نہ کھل کے عبادت کر سکتے تھے اور نہ کھل کے اپنے دین کا اظہار کر سکتے تھے۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ قریش کے تمام ترجبر کے باوجود اپنے کام کو جاری رکھے ہوئے تھے اور انھیں سوائے اپنے رب کے کسی کا خوف نہ تھا۔تب اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے دل میں روشنی کر دی جس سے مسلمانوں کو بہت حوصلہ ہوا اس لیے کہ حضرت عمر ایک غیرت منداور بہادر نوجوان تھے وہ بہت طاقتور تھے اور لوگ اُن سے ڈرتے تھے۔

ابن اسحاقؒ نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح لکھا ہے۔

حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہؓ بنت خطاب اور اُن کے شوہر حضرت سعیدؓ بن زید کے دل اسلام کی روشنی سے

منور ہو چکے تھے تاہم حضرت عمر کے ڈر سے انھوں نے اپنے اسلام کو چھپا رکھا تھا۔ایک دن حضرت عمرؓ بہت غصے میں تھے اور اُن کے دل میں اس بات کا دکھ تھا کہ آنحضرت محمدﷺ کی وجہ سے قریش کی جمعیت منتشر ہو چکی تھی ۔انھوں نے اپنے دل میں ایک فیصلہ کیا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کا یہ اٹھنا بہت مبارک تھا اس لیے کہ اس کے بعد وہ تبھی بیٹھے جب اُن کا سینہ قرآن کے نور سے روشن ہو چکا تھا۔

دراصل انھوں نے آنحضرت محمدﷺ کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور وہ جانتے تھے کہ اس وقت آنحضرت محمدﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ دارِارقم میں ہوں گے۔چنانچہ انھوں نے اپنی تلوار ہاتھ میں لی اور تیزی سے نکلے۔راستے میں انھیں ایک شخص ملا جس کا تعلق بنوعدی بن کعب سے تھا اور اُس کا نام نعیم بن عبداللہؓ تھا۔ انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا مگر ابھی وہ اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے۔انھوں نے حضرت عمر کو اس انداز میں دیکھا تو اُن کا راستہ روک لیا۔

حضرت عمر نے نعیم سے پوچھا،تم نے مجھے کیوں روکا ہے؟

حضرت نعیم بن عبداللہ نے کہا: میں نے آپ کو اس لیے روکا ہے کہ مجھے لگتا ہے آپ کوئی بہت بڑی غلطی کرنے نکلے ہیں۔

حضرت عمر نے کہا:

نہیں میں کوئی غلطی کرنے نہیں نکلا بلکہ میں تو عربوں کو اُس آزار سے نجات دلانے نکلا ہوں جس کی وجہ سے ساری قوم بکھر کے رہ گئی ہے۔

اس کا کیا مطلب ہوا؟

نعیم حضرت عمر کی بات سمجھ چکا تھا اس کے باوجود اُس نے پوچھ لیا۔

حضرت عمر نے کہا:

میں آج محمد(ﷺ) کو قتل کر کے ہی رہوں گا چاہے اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔

تو کیا سمجھتا ہے اس کے بعد بنو ہاشم تجھے زمین پہ چلنے کے لائق چھوڑیں گے؟

نعیم نے حضرت عمر کو سمجھانے کی کوشش کی۔

مجھے اس کی کوئی پراوہ نہیں۔

حضرت عمرؓ نے کہا!

تو پھر پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔

حضرت نعیم نے کہا؛

کیا مطلب ؛حضرت عمر نے پوچھا؟

مطلب یہ کہ تمھاری بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بھی تو اسلام قبول کر چکے ہیں[45*]۔

کیا؟ حضرت عمر کو یقین نہ آیا۔

میں یہ بات پوری ذمہ داری سے کر رہا ہوں۔نعیم نے کہا؛

حضرت عمر نے کہا: اچھا تو پہلے میں اِن کی خبر لیتا ہوں۔

حضرت عمر وہاں سے اپنی بہن اور بہنوئی کی طرف چل نکلے۔

حضرت فاطمہؓ اور حضرت سعیدؓ حضرت خبابؓ بن ارت سے سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ جب انھوں نے حضرت عمر کی آہٹ سنی تو حضرت خبابؓ تو کہیں چھپ گئے اور حضرت فاطمہؓ نے صحیفہ اپنی ران کے نیچے رکھ لیا۔حضرت عمر تیزی سے اندر داخل ہوئے اور انھوں نے حضرت سعیدؓ کو پکڑ لیا اور انھیں مارنے لگے۔

تم نے محمد ﷺ کی اطاعت قبول کر لی ہے اپنے آباء کے خداؤں کو چھوڑ دیا ہے تم ہم کو جھوٹا جانتے ہو۔

وہ کہتے جاتے اور حضرت سعیدؓ کو مارتے جاتے۔

پھر حضرت فاطمہؓ اپنے شوہر کو بچانے کے لیے آگے بڑھیں تو انھیں حضرت عمر کا دھکا لگا اور اُن کا سر دیوار سے ٹکرایا اور اُس سے خون بہنے لگا۔

یہ دیکھ کر حضرت عمر رُک گئے اور اپنی بہن کی طرف لپکے۔

انھوں نے اپنی بہن سے پوچھا: جب میں اندر داخل ہوا تو میں نے کوئی آواز سنی تھی شاید تم کچھ پڑھ رہے تھے۔

یہاں کوئی آواز نہ تھی اور نہ ہم کچھ پڑھ رہے تھے، حضرت فاطمہؓ نے سختی سے تردید کی۔

پھر انھوں نے پوچھا؟ کیا تم نے محمد (ﷺ) کا دین اختیار کر لیا ہے۔

ہاں! اُن کی بہن فاطمہ نے اب دلیری سے کہا!

ہاں ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے اور اسلام ہی دین حق ہے اور ہم اب اسلام سے پھرنے والے نہیں ہیں۔تم سے جو ہوتا ہے وہ کرلو۔

حضرت عمر کا غصہ اب قدرے ٹھنڈا پڑ چکا تھا اور وہ اپنی بہن کو زخمی حالت میں دیکھ کر شرمندہ سے تھے۔

وہ بیٹھ گئے اور اپنی بہن سے کہا: لاؤ وہ صحیفہ مجھے دو میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت فاطمہؓ نے کہا: اس کے لیے تمھیں غسل کرنا ہوگا، پاک ہونا ہوگا۔

حضرت عمر بغیر کوئی بات کہے اٹھے اور غسل کیا۔

پھر کہا لاؤ وہ کلام مجھے دکھاؤ۔

اور حضرت عمر عربوں کے اُن چند لوگوں میں شامل تھے جو لکھ بھی سکتے تھے اور پڑھ بھی سکتے تھے۔

چنانچہ فاطمہؓ نے وہ صحیفہ حضرت عمر کے حوالے کردیا۔

حضرت عمر نے جب قرآن پہ نگاہ ڈالی تو اُن کے سینے میں روشنی پھیلنے لگی۔

کیا عمدہ کلام ہے"۔بے ساختہ اُن کی زبان سے نکلا!

کیا باعزت کلام ہے اُن کے دل کا زنگ اترنے لگا تھا اور حضرت خبابؓ بن ارت جو چھپے ہوئے تھے باہر نکل آئے اور کہا:

شاید اللہ نے آنحضرت محمد ﷺ کی دُعا سن لی ہے۔کل ہی میں نے آنحضرت محمد ﷺ کو یہ کہتے سنا تھا کہ اے اللہ!

اسلام کو ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب سے تقویت پہنچا۔

میرا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے ابوالحکم بن ہشام کی بجائے آپ کا انتخاب کیا ہے۔

آپ کو مبارک ہو۔

اے خبابؓ! بارگاہ رسالت کی طرف میری راہنمائی کر۔

حضرت عمر کے لہجے میں عجلت اور بے چینی تھی۔

حضرت خبابؓ نے کہا: یقیناً کیوں نہیں!

آپ میرے ساتھ آیئے آنحضرت محمد ﷺ اس وقت کوہ صفا کے قریب ایک گھر میں تشریف

فرما ہیں۔حضرت عمر نے اپنی تلوار اٹھائی اور خبابؓ کے ساتھ دارِ ارقم کی طرف چل دیئے۔وہاں پہنچ کر انھوں نے دروازے پہ دستک دی۔

صحابہ نے دروازے کی آڑ سے دیکھا کہ حضرت عمر ہیں اور تلوار لیے کھڑے ہیں تو وہ گھبرا گئے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑے۔

انھوں نے کہا: دروازے پہ عمر ننگی تلوار لیے کھڑے ہیں۔

حضرت حمزہؓ نے ٹیک چھوڑ دی اور صحابہ سے کہا:

کوئی غم نہ کرو اور جا کر دروازہ کھول دو۔اگر تو عمر نیک ارادے سے آیا ہے تب تو اُس کو خوش آمدید کہیں گے ورنہ ہم انھیں اسی تلوار سے قتل کر دیں گے جو انھوں نے اپنے گلے میں ڈال رکھی ہے۔

صحابہ نے دروازہ کھولا اور حضرت عمر اندر داخل ہوئے، نبی اکرم ﷺ اُس مکان کے برآمدے میں کھڑے تھے جب عمر اُس مکان داخل ہوئے۔جب عمر آنحضرت محمد ﷺ کے قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے عمر کی چادر کو دامن سے پکڑا اور اسے زور سے کھینچتے ہوئے کہا:

اے بن خطاب! مجھے یوں معلوم ہوتا ہے جب تک تجھے عذاب الٰہی نہیں آئے گا تو رکنے والا نہیں ہے۔

حضرت عمر نے دھیرے سے کہا: میں رُک گیا ہوں یا رسول اللہ اور آپ ﷺ کی اطاعت قبول کرنے حاضر ہوا ہوں۔

تب نبی اکرم ﷺ اور صحابہ نے اس روز سے تکبیر کہی کہ وادی مکہ گونج کے رہ گئی۔حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد میں خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا اور میں چاہتا تھا کہ اسلام کی وجہ سے اللہ نے جو عزت مجھے عطا فرمائی ہے اُس سے سارا شہر آگاہ ہو جائے۔چنانچہ میں نے سوچا کہ میرے اسلام قبول کرنے سے سب سے زیادہ دکھ کس کو ہوگا۔

اور میرے سامنے ابو جہل کا نام آیا جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا۔

اور میں دل ہی دل میں مسکراتا ہوا ابو جہل کے گھر کی طرف چل پڑا۔

ابو جہل جو میرا ماموں تھا میں اُس کے دروازے پہ پہنچا اور دستک دی۔

ابو جہل باہر آیا اور مجھے دیکھ کے کہا: خوش آمدید بھانجے کہو کیسے آئے ہو؟

میں آپ کو ایک بہت بڑی خوشخبری سنانے آیا ہوں۔

کہو بھانجے کیا کہنا چاہتے ہو؟

ابوجہل نے اپنی چادر سمیٹتے ہوئے کہا:

میں اللہ اور اس کے رسول محمد (ﷺ) پہ ایمان لے آیا ہوں اور اور جو کچھ وہ لے کے آئے ہیں اُس کی تصدیق کی ہے۔میں نے کہا:

ابوجہل نے یہ کہتے ہوئے دروازہ میرے منہ پہ دے مارا کہ تمھارا بھی ناس ہو اور تیری اس خبر کا بھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ جب عمر نے اسلام قبول کرلیا تو ہم خود کو طاقتور جاننے لگے تھے اور واقعتاً ہم قریش پہ غالب آ گئے تھے۔کیونکہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے قبل ہم میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ہم بیت اللہ میں نماز ادا کرتے یا وہاں بلند آواز سے قرآن حکیم کی تلاوت کرتے۔

مگر جب عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو ہم نے بیت اللہ میں نماز ادا کی۔

حضرت عمرؓ نے آنحضرت محمد ﷺ سے سوال کیا؟

یارسول کیا آپ اللہ کے سچے رسول نہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں! بے شک میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔

حضرت عمرؓ نے پھر سوال کیا؟

یارسول اللہ کیا آپ ﷺ جو لے کے اترے ہیں وہ حق نہیں؟

یقیناً وہ حق ہے! رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا۔

پھر ہمیں کفار سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا:

اس کے بعد آپ نے صحابہ کو پکارا آؤ میرے ساتھ آج میں دیکھوں گا کہ کون ہمیں حرم پاک میں نماز ادا کرنے سے روکتا ہے۔چنانچہ ہم سب مسلمان جو تقریباً چالیس کے قریب تھے دو قطاروں میں دار ارقم سے نکلے اور ایک قطار کے آگے حضرت عمرؓ تھے جن کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اور دوسری قطار کے آگے حضرت حمزہؓ تھے اور اُن کے ہاتھ میں بھی ننگی تلوار تھی جنھوں نے حضرت عمر سے محض تین روز قبل

ہی اسلام قبول کیا تھا۔

ہم لوگ پورے کروفر کے ساتھ حرم میں اترے اور وہاں اُس راکھ میں کفار کے قریش کے بجھے بجھے چہرے تھے جو ہمارے قدموں سے دوران طواف اٹھتی تھی۔

اور ہم تھے جو خود کو طاقتور محسوس کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو اپنی خوشی کا اظہار اِن اشعار کی صورت کیا جنھیں ذیل میں تحریر کیا جارہا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِیْ الْمَنِّ الَّذِی وَجَبَتْ
لَہٗ عَلَیْنَا اَیَادٍ مَا لَھَا غَیْرُ

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جو احسان فرمانے والا ہے جس کی وجہ سے ہم وہ پہ احسانات ہوئے جن کا کوئی بدل نہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَ قَدْ بَدَاْنَا فَکَذَّبْنَا فَقَالَ لَنَا
صِدْقَ الْحَدِیْثِ نَبِیٌّ عِنْدَہٗ الْخَبَرُ

آغاز میں ہم نے انھیں جھٹلایا ہمارے لیے اس نبی محترم ﷺ نے سچی بات فرمائی جن کے پاس بھیجی ہوئی خبریں ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَقَدْ ظَلَمْتُ ابْنَةَ الْخَطَّابِ ثُمَّ هَدٰى
رَبِّىْ عَشِيَّةً قَالُوْا قَدْ صَبَا عُمَرُ

میں نے خطاب کی نورِ نظر پہ ظلم کیا پھر اسی رات اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت بخشی لوگ کہنے لگے عمر صابی ہو گیا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَقَدْ نَدِمْتُ عَلٰى مَا كَانَ مِنْ زَلَلٍ
بِظُلْمِهَا حِيْنَ تُتْلٰى عِنْدَهَا سُوَرُ

میں نے بنت خطاب پہ ظلم کر کے جو خطاء کی تھی مجھے اس پہ شرمندگی تھی جب کہ اِن ہاں سورتوں کی تلاوت ہو رہی تھی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

لَمَّا دَعَتْ رَبَّهَا ذَا الْعَرْشِ جَاهِدَةً
وَالدَّمْعُ مِنْ عَيْنِهَا عَجْلَانَ يَبْتَدِرُ

جب اس نے اپنے اس رب کو خلوص سے پکارا جو عرش کریم کا مالک ہے اور آنسو اُس کی آنکھوں سے تیزی سے گر رہے تھے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَيْقَنْتُ اَنَّ الَّذِىْ تَدْعُوْهُ خَالِقُهَا
فَكَادَ تَسْبِقُنِىْ مِنْ عَبْرَةٍ دِرَرُ

مجھے یقین ہو گیا کہ جسے وہ پکار رہی ہے وہ ہی اس کا خالق ہے قریب تھا کہ اُس کا بہنے والا خون آنسوؤں سے زیادہ ہو جاتا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَقُلْتُ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ خالِقُنَا
وَاَنَّ اَحْمَدَ فِيْنَا الْيَوْمَ مُشْتَهِرُ

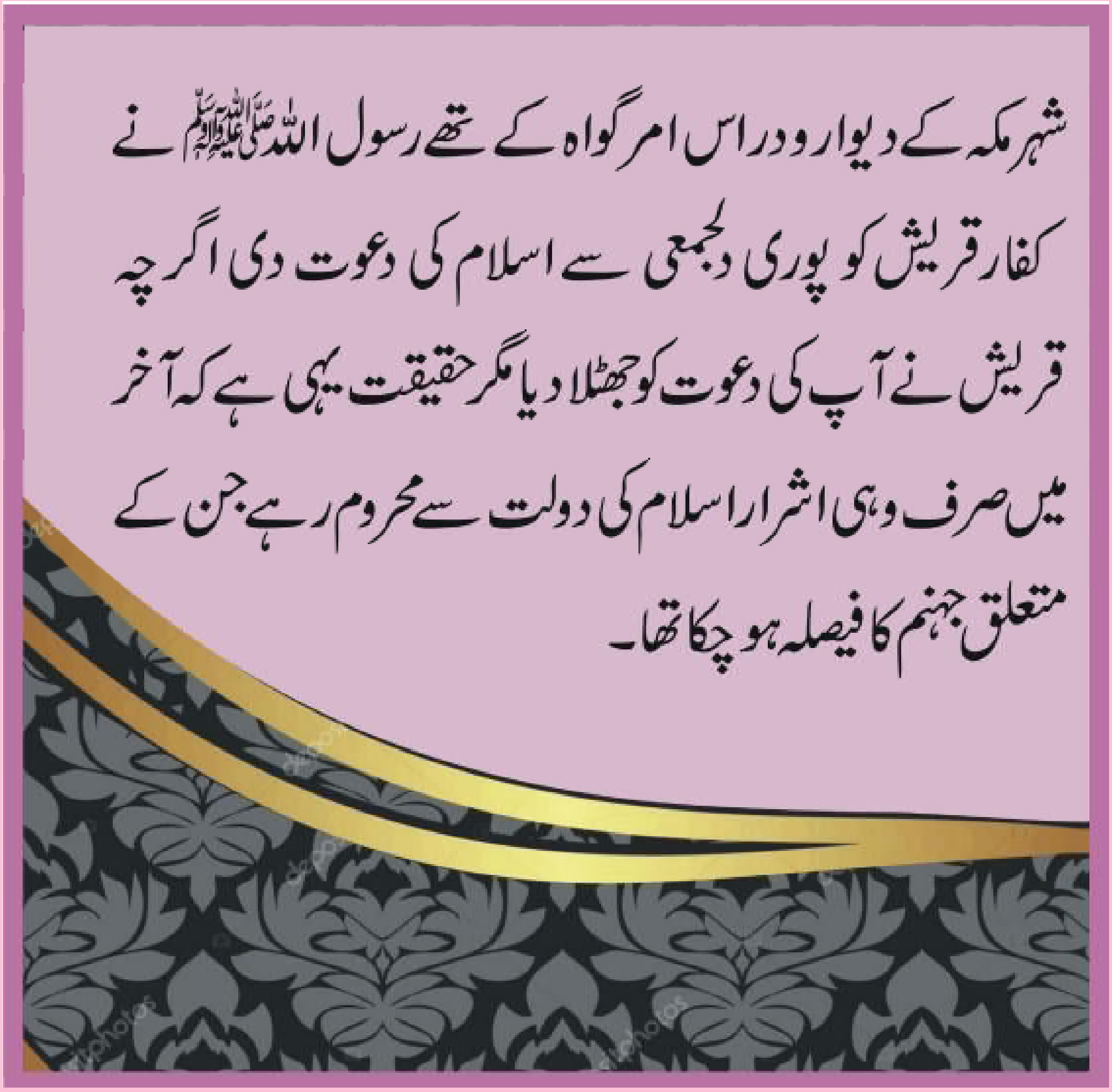
میں نے کہا! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا خالق ہے اور احمد مجتبیٰﷺ ہم میں فضائل و محاسن کی وجہ سے مشہور ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

نَبِيٌّ صِدْقٍ اَتَىٰ بِالْحَقِّ مِنْ ثِقَةٍ
وَافِيْ الْاَمَانَةِ مَا فِيْ عُوْدِهٖ خَوَرُ

وہ سچائی کے نبی ہیں جو حق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشریف لائے ہیں آپﷺ امانت کو پورا کرنے والے ہیں اور آپﷺ کی دعوت میں کوئی کمزوری نہیں۔[46*]

✡✡✡✡✡✡✡✡


شہر مکہ کے دیوار و در اس امر گواہ کے تھے رسول اللہ ﷺ نے
کفار قریش کو پوری دلجمعی سے اسلام کی دعوت دی اگرچہ
قریش نے آپ کی دعوت کو جھٹلا دیا مگر حقیقت یہی ہے کہ آخر
میں صرف وہی اشرار اسلام کی دولت سے محروم رہے جن کے
متعلق جہنم کا فیصلہ ہو چکا تھا۔

6 نبوی، رمضان.... 7 قبل ہجرت ... جون 615ء ... 616ء

نیا جال پرانے شکاری

قریش دیکھ رہے تھے اور بے بس تھے کہ اُن کی تمام ترتگ ودو کے باوجود اسلام قبول کرنے والوں کی رفتار میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ باوجود اپنے بے ایمانہ تشدد کے راہ حق کے کسی ایک بھی مسافر کو راہ حق سے متنفر نہ کر سکے تھے اور اب تو شہر مکہ میں شان وعظمت رکھنے والے لوگ بھی نبی اکرم ﷺ کی اطاعت قبول کر رہے تھے جس سے دین اسلام کے ماننے والے یک گونہ تقویت محسوس کر رہے تھے۔ چنانچہ یہ صورت حال اُن کے لیے پریشانی کا باعث تھی اور اُن کی مجلسوں میں بس یہی ایک مسئلہ زیر بحث رہتا کہ اس پریشانی سے کس طرح نجات حاصل کی جائے۔ اور یہ یقیناً انھی دِنوں کی بات ہے جب ایک دِن نبی اکرم ﷺ بھی حرم پاک میں اپنے صحابہ کے ساتھ ایک شانِ بے نیازی کے ساتھ رونق افروز تھے تو دوسری طرف اہل قریش کی مجلس بھی سجی ہوئی تھیں اور وہ نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو گھو گھور کر دیکھ رہے تھے۔

مگر بنو ہاشم کی شجاعت اور بہادری کی وجہ سے وہ جانتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کو زِک نہیں پہنچانا ممکن

نہیں۔عتبہ بن ربیعہ بھی قریش کی مجلس کی اُس مجلس میں موجود تھا جو ایک عمر رسیدہ اور زمانہ ساز شخص تھا اُس کا شمار اہل عرب کے داناؤں میں کیا جاتا تھا اور وہ اپنی قوم کا سردار بھی تھا۔

اُس نے قریش سے کہا:

اگر تم کہو تو میں محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤں اُن سے گفتگو کروں اُن پہ چند امور پیش کروں شاید وہ اِن میں سے کسی کو قبول کرلیں اور ہم سے رُک جائیں۔

عتبہ کی بات سن کر قریش مکہ خوش ہو گئے اور انھوں نے کہا؛

آپ ضرور جائیں شاید اس مسئلے کا کوئی حل نکل آئے۔

عتبہ بن ربیعہ قریش کی مجلس سے اُٹھ کر نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں آ بیٹھا۔

عتبہ بن ربیعہ نے نبی اکرم ﷺ سے کہا:

بھتیجے میں اہل قریش کی طرف سے تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے کہا، آپ ضرور کہیے میں سُن رہا ہوں۔

عتبہ نے اپنی بات یوں شروع کی۔

میرے بھتیجے! تمھیں معلوم ہے کہ تم قبیلہ اور قوم کے اعتبار سے ہم میں بلند ہو اور نسب کے اعتبار سے بھی اعلیٰ ہو۔تم اپنی قوم کے پاس اگر چہ ایک امر عظیم لے کر آئے ہو مگر اس سے تمھاری قوم منقسم ہو گئی ہے۔اُن کی جمعیت منتشر ہو گئی ہے تم نے اپنے آباء کے طریقے کو بدل دیا اور انھیں احمق قرار دیا جس کی وجہ سے قوم میں تفریق پیدا ہو گئی ہے۔میں تمھاری قوم کی طرف سے تمھیں چند باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر تو اس ساری کوشش سے تمھاری مراد مال و دولت ہے تو ہم تمھیں اتنا مال اکٹھا کر دیں گے کہ اِن دو پہاڑوں کے درمیان تم سے زیادہ مالدار اور کوئی نہ ہو گا اور اگر اس سے تم نے یہ چاہا ہے کہ تم کو حکمرانی اور قیادت مل جائے تو میں تمھیں اس بات کا یقین دلاتا ہوں ہم سب تم کو اپنا سردار چُن لیں گے اور تمھارے فیصلے کے بنا کسی اور کا فیصلہ قبول نہ کیا جائے گا اور اگر اس سے تمھارا مدعا شاہی و سلطنت ہو تو آؤ ہم تمھیں اپنا بادشاہ بنالیں اور اگر یہ معاملہ کسی رئی (جن) کا ہے جو صرف تمھیں نظر آتا ہے تو تم ہمیں اجازت دے دو ہم اپنے خرچ پہ تمھارا علاج کرائیں گے اور اس سے قبل بارہا ایسا ہو چکا ہے کہ کسی شخص پہ کوئی جن قابض ہو گیا تب اُس کا علاج کیا گیا اور بعد میں وہ

صحت مند بھی ہو گیا۔

عتبہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اے ابوالولید تمھاری بات مکمل ہو گئی ہے یا ابھی تم نے کچھ کہنا ہے۔

ابوالولید نے کہا: میں نے اپنی بات مکمل کر لی ہے۔

تب آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا: چچا میں نے آپ کی بات سن لی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی کچھ کہوں؟

عتبہ نے کہا: آپ (ﷺ) کہیے میں سُن رہا ہوں!

تب آنحضرت محمد ﷺ گویا ہوئے اور اُس پہ قرآن پیش کیا۔

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ حم سجدہ 32/ ؛ آیات 1-5)

ترجمہ؛

”حا، میم ! اتارا گیا (یہ قرآن) رحمٰن و رحیم خدا کی طرف سے اور یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں اور یہ قرآن عربی زبان میں ہے، یہ اُن لوگوں کے لیے ہے جو علم و فہم رکھتے ہیں یہ مژدہ سنانے والا ہے اور بر وقت (خبردار) کرنے والا ہے بایں ہمہ منہ پھیر لیا اِن میں سے اکثر نے پس وہ اسے قبول نہیں کرتے اور بعض (ہٹ دھرموں) نے کہا ہمارے دل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں“۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

نبی مکرم ﷺ نے تلاوتِ حکیم جاری رکھی۔

آپ ﷺ کی آواز میں سوز تھا قرآن کا حسن تھا جنھوں نے مل کے عتبہ کے دل کو ہلا دیا تھا۔اُس پہ سکتہ سا ہو گیا تھا۔وہ حیرت اور ڈر سے اُس کلام کو سن رہا تھا جو نبی پاک ﷺ اُس کے سامنے بیان کر رہے تھے۔

پھر آپ ﷺ نے آیت سجدہ پہ پہنچ کے سجدہ کیا اور تلاوت ختم کر دی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے عتبہ سے کہا:

عتبہ میں نے تجھ پہ اللہ کا کلام پیش کر دیا ہے اب تو جانے اور وہ۔مجھے اس کے سوا اور کچھ نہیں کہنا۔

عتبہ کے لبوں میں تاب نہ تھی کہ اب کچھ کہہ سکیں۔چنانچہ وہ آہستگی سے اٹھا اور شکستہ سا اپنے پڑاؤ کی طرف لوٹا۔جب وہ قریش کی طرف جا رہا تھا تو اس کی کمر جھکی ہوئی تھی اور وہ گہری خاموشی میں گر چکا تھا۔

اُس کی شکستگی کو قریش کی مجلس میں بھی محسوس کر لیا گیا۔

اور اُن میں سے کوئی بولا خدا کی قسم!

ابوالولید جو چہرہ لے کے گیا تھا وہ چہرہ لے کے واپس نہیں آیا۔

پھر وہ قریش کی مجلس میں پہنچ گیا۔

جب بہت دیر تک اُس کی خاموشی نہ ٹوٹی تب کسی نے کہا:

اے ابوالولید بتا تو سہی تُو کیا خبر لایا ہے؟

عتبہ سیدھا ہو کر بیٹھا اور اُس نے کہا: اے قوم قریش۔

خدا کی قسم! میں نے اُن سے ایک ایسا کلام سنا ہے کہ بخدا میں نے اتنی عمر گذارنے کے باوجود اُس کلام جیسا عمدہ کلام کہیں نہیں پایا وہ نہ شاعری ہے نہ کہانت جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔

اے قوم قریش!

اگر تم میری بات مانو تو محمد (ﷺ) کو اُن کے حال پہ چھوڑ دو!

خدا کی قسم! اسی میں تمھارا فائدہ ہے۔

میں نے جو کلام اُن کی زبان سے سنا ہے وہ زمانے کو ہلا دینے والا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس سے بہت بڑا نتیجہ نکلنے والا ہے۔

قوم قریش ذرا میری بات پہ غور تو کرو اگر سارے عربوں نے مل کے اس پہ غلبہ پالیا تب تمھارا مسئلہ حل ہو جائے گا اور اگر وہ عربوں پہ غالب آ گیا تب اُس کی عزت تمھاری عزت ہو گی اُس کی حکومت تمھاری حکومت ہو گی اور تم بغیر کسی جہد و سعی کے سارے عرب پہ حکمران ہو جاؤ گے۔

قریش یہ سُن کر چیخ اٹھے، اُن میں سے بعض عتبہ بن ربیعہ سے جھگڑنے لگے۔ بعض جو منہ پھٹ تھے انھوں نے عتبہ کی عزت اور رتبے کو بھی نظر انداز کر دیا اور اس سے کہا کہ وہ بے دین ہو گیا ہے۔

بعض نے اس سے کہا:

ہم نے تجھے اس لیے بھیجا تھا کہ تُو ہماری وکالت کر مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جب سے تو محمد (ﷺ) کے پاس سے اُٹھ کے آیا ہے انھی کی وکالت کر رہا ہے۔

کسی نے کہا: اے عتبہ ہمیں تم سے یہ امید نہ تھی۔

غرض کئی آوازیں تھیں جو ایک ساتھ بلند ہو رہی تھیں

عتبہ نے اُن سے کہا: میں نے تم پہ اپنی رائے پیش کر دی ہے اب جو تمھاری مرضی ہو وہ کرو"۔

اس کے بعد عتبہ اُن کی محفل سے اُٹھ کر چلا گیا۔

اسے اسلام کی دولت تو نصیب نہ ہو سکی مگر تاریخ نے یہ ضرور ثابت کیا کہ اُس کی دانش مسلّمہ تھی اور اگر قریش اُس کے مشورے پہ کان دھرتے تو بدر و احد و حنین کے میدانوں میں ذلیل نہ ہوتے۔

❖ ❖ ❖

6 نبوی، رمضان.... 7 قبل ہجرت ... جون 615ء ... 616ء

نبوت کی عام شہرت

جلد ہی نبی اکرم ﷺ کی شہرت عرب بھر میں پھیل گئی اور مکہ کے علاوہ عرب کے دیگر شہروں میں بھی آپ ﷺ کا تذکرہ ہونے لگا۔تب مدینہ میں بھی آپ ﷺ کے چرچے ہونے لگے اور پورے عرب میں اوس و خزرج سے بڑھ کے اور کوئی نہ تھا جو آپ ﷺ کی نبوت سے واقف ہوتا اس لیے کہ مدینہ کے عرب قبائل مدتوں سے یہودیوں کے حلیف چلے آئے تھے اور یہودیوں کے پاس تورات تھی جس میں نبی اکرم ﷺ کے متعلق بہت سی نشانیوں کو بیان کیا گیا تھا۔مدینہ کے مسلمانوں نے اس بات کو مسلسل روایت کیا ہے کہ جب بھی ہمارے اور مدینہ کے یہودیوں میں کوئی نزاع کا معاملہ ہوا ہے تو انھوں نے ہمیں یہی دھمکی دی کہ عنقریب ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جس کے ساتھ مل کر وہ عربوں کو اس طرح تباہ و برباد کر دیں گے جس طرح کہ عاد و ثمود اور اہل حجر کو نابود کر دیا گیا تھا۔اس لیے مدینہ کے لوگ نبی اکرم ﷺ سے اُس وقت بھی واقف تھے جبکہ خود اہل مکہ اِن سے نا آشنا تھے۔چنانچہ مدینہ کے ایک شخص نے جب آپ ﷺ کی نبوت کی شہرت سنی تو ایک قصیدہ کہا جسے قصیدہ ابو قیس کہا جاتا ہے۔ابو قیس بن الاسلت کے متعلق بتایا گیا

ہے کہ اُس کا تعلق بنو واقف کے ساتھ تھا۔ تاہم دیگر مورخین نے ابن ہشام سے اختلاف کیا ہے اور بتایا کہ قیس ابوسلت کا تعلق بنو واقف سے نہیں بلکہ خطمہ سے تھا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ عرب بعض اوقات دادا کے بجائے دادا کے بھائی سے بھی نسب کو جوڑ دیا کرتے تھے اور ایسا وہ تب کرتے جب باپ کی بجائے دادا یا دادا کی بجائے دادا کا بھائی زیادہ شہرت کا حامل ہو۔ [47*]

قیس ابوسلت کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ؛

وہ بہت عرصہ تک اپنی بیوی کے ساتھ مکہ بھی رہا تھا کیونکہ مکہ میں اُس کے سسرال تھے اور وہ قریش کے ایک سردار اسد بن عبدالعزیٰ ی کا داماد تھا۔ اُس کی بیوی کا نام ارنب تھا۔ اگر چہ وہ مدینے کا رہنے والا تھا اور اُس کا تعلق بنو اوس سے تھا مگر جب کبھی وہ مکہ آیا کرتا تو برسوں اپنے سسرال میں رہا کرتا۔ قیس ابوسلت آنحضرت محمد ﷺ کو اس وقت سے جانتا تھا جب وہ اپنے سسرال میں قیام پذیر رہا کرتا تھا۔ قیس ابوسلت نے حرم مکہ کی عظمت کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں۔ اس قصیدے میں بھی اُس نے حرم کی عظمت کا ذکر کیا ہے۔ وہ قریش کی عظمت کا بھی قائل تھا تاہم قریش کے مقابل اُس نے آنحضرت محمد ﷺ کو فوقیت دی ہے۔ اپنے اس قصیدے میں اُس نے قریش کو آنحضرت محمد ﷺ سے باز رہنے کی تلقین کی ہے۔

قصیدہ ابو قیس کا اشعار ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

يَا رَاكِبًا إِمَّا عَرَضْتَ فَبَلِّغَنْ
مُغَلْغَلَةً عَنِّى لُؤَىَّ بْنَ غَالِبِ

اے سوار سن! اگر تیرا حرم کی طرف جانا ہو تو بنی لوی بن غالب کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا۔

رَسُوْلُ امْرِیءٍ قدْ رَاعَہٗ ذَاتُ بَیْنَکُمْ
عَلَی النَّاءِیْ مَحْزُوْنٍ بِذَالِکَ نَاصِبِ

اُس شخص کا پیام جسے تمھارے آپس کے تعلقات نے خوفزدہ کر دیا ہے جو ہجر میں غم زدہ ہے اور اس کی وجہ سے تکلیف اٹھا رہا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَقَدْ کَانَ عِنْدِی لِلْھُمُوْمِ مُعَرَّسٌ
فَلَمْ اَقْضِ مِنْھَا حَا جَتِیْ وَمَا رِبِیْ

میں فکروں میں گھرا رہا لیکن نہ ان سے میری کوئی حاجت براری ہوئی نہ مقصد حاصل ہوا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

نُبِّیْتُکُمْ شَرْجَیْنِ کُلُّ قَبِیْلَۃٍ
لَھَا اَزْمَلٌ مِنَ بَیْنِ مُذْکٍ وَحَاطِبِ

مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگ منتشر ہو گئے ہو اور تمھارے ہر گروہ میں شور مچا ہوا ہے ایک گروہ ایندھن لاتا ہے تو دوسرا آگ بھڑکاتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اُعِیْذُکُمْ بِا للّٰہِ مِنْ شَرِّ صُنْعِکُمْ
وَشَرِّ تَبَا غِیکُمْ وَدَاسَّ الْعَقَارِبِ

میں تمھارے اعمال کی برائی تمھارے آپس کے جھگڑوں اور بچھوؤں جیسی عداوت سے تمھیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاِظْهَارِ اَخْلَاقٍ وَنَجْوٰی سَقِیْمَۃٍ
کَوَخْزِ الْاَشَافِیْ وَقْعُہَا حَقٌّ صَائِبٌ

اخلاق کے ظاہر کرنے اور ایسے جھگڑوں کی سرگوشی کرنے سے جن کی چبھن آریوں کی طرح سیدھی پڑتی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَذَکِّرْھُمْ بِاللّٰہِ اَوَّلَ وَ ھْلَۃٍ
وَاِحْلَالَ اَحْرَامِ الظِّبَاءِ الشَّوَازِبِ

پہلے اللہ کا نام لے کر نصیحت کر اور انھیں حرم کی سرحد میں رہنے والی پتلی کمر والی ہرنیوں کا شکار حلال سمجھنے سے ڈر۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَقُلْ لَھُمْ وَاللّٰہُ یَحْکُمُ حُکْمَہٗ
ذَرُوْا الْحَرْبَ اَتَذْھَبَ عَنْکُمْ فِی الْمَرَاحِبِ

اور اِن سے کہہ! اللہ تعالیٰ اپنے احکام دیتا ہے تم اپنی جنگ وسیع میدانوں کے لیے اٹھا رکھو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

مَتٰی تَبْعَثُوْھَا تَبْعَثُوْھَا ذَمِیْمَۃً
ھِیَ الْغَوْلَ لِلْاَقْصَیْنَ اَوْ لِلْاَقَارِبِ

جب کبھی تم جنگ کرو گے وہ بری ہی ہوگی اپنوں سے یا بیگانوں سے اور جنگ تو ایک چڑیل ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تَقَطَّعُ اَرْحَامًا وَ تُهْلِكُ اُمَّةً
وَتَبْرِیْ السَّدِیْفِ مِنْ سَنَامٍ وَغَارِبٍ

وہ تو رشتوں کو قطع اور قوموں کو ہلاک کرتی ہے پیٹھ کے اوپر کا حصہ اور کوہان کا گوشت کاٹ دیتی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَتَسْتَبْدِلُوْا بِالْاَ تَحَمِيَّةِ بَعْدَهَا
شَلِيْلًا وَاصْدَاءً ثِيَابَ الْمَحَارِبِ

جنگ چھڑ جانے کے بعد اعلیٰ درجے کی یمنی پوشاک کے پہننے کے بعد تمھیں زنگ لگی زرہیں پہننی ہوں گی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَبِالْمِسْكِ وَالْكَافُوْرِ غُبْرًا سَوَابِغًا
كَاَنَّ قَتِيْرَيْهَا عُيُوْنُ الْجَنَارِبِ

اور مشک و کافور کی بجائے سر سے پاؤں تک گرد و غبار کی لمبی لمبی زرہیں ہوں گی جن کے حلقے ٹڈیوں کی آنکھوں جیسے ہوں گے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَاَيَّاكُمْ وَالْحَرْبُ لَا تَعْلَقَنَّكُمْ
وَحَوْضًا وَخِيْمَ الْمَاءِ مُرَّ الْمَشَارِبِ

پس جنگ سے خود کو بچاؤ کہ کہیں وہ تمھیں نہ چمٹ جائے جنگ ایسا حوض ہے جس کا پانی پینے میں کڑوا اور بدہضمی پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

تَزَيَّنُ لِلْأَقْوَامِ ثُمَّ يَرَوْنَهَا
بِعَاقِبَةٍ إِذْ بَيَّنَتْ أُمَّ صَاحِبِ

جنگ لوگوں کے پاس بن ٹھن کے آتی ہے مگر جب وہ بے پردہ ہوتی ہے تو انجام کار کے لحاظ سے بُری نظر آتی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تُحَرِّقُ لَا تُشْوِي ضَعِيفًا وَ تَنْتَحِي
ذَوِي الْعِزِّ مِنْكُمْ بِالْحُتُوفِ الصَّوَائِبِ

وہ جلاتی ہے، کمزور کو جلانے میں غلطی نہیں کرتی اور عزت و جاہ والوں کی جانب تو نشانہ موت بن کے پہنچتی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا كَانَ فِي حَرْبِ دَاحِسٍ
فَتَعْتَبِرُوا أَوْ كَانَ فِي حَرْبِ حَاطِبِ

جنگ داحس اور جنگ حاطب میں کیا ہوا تھا، کیا تمھیں اس کا علم نہیں کیا تم نے اس سے سبق لیا ہے؟

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَكَمْ قَدْ أَصَابَتْ مِنْ شَرِيفٍ مُسَوَّدٍ
طَوِيلِ الْعِمَادِ ضَيْفُهُ غَيْرُ خَائِبِ

اونچی اونچی ڈیوڑھیوں والے نوابوں پر جن کا مہمان کبھی محروم نہیں رہ سکتا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

عَظِيمِ وَمَا دِ النَّارِ يُحْمَدُ اَمْرُهٗ
وَذِیْ شِيمَةٍ مَحْضٍ كَرِيمِ الْمَضَا رِبِ

جس کی آگ ڈھیروں ہوتی ہے اور جس کے کاموں کی ہر جگہ تعریف کی جاتی ہے جو بڑے خلق والا تلوار کا دھنی تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَمَاء هريْقَ فِیْ الضَّلَالِ كَاَنَّمَا
اَذَاعَتْ بِہٖ رِيْحُ الصَّبَاوَ الْجَنَائِبِ

اور جس کے پاس (پکوان میں) ایسا زیادہ پانی بہایا جاتا تھا گویا شرقی اور جنوبی ہواؤں نے اسے انڈیل دیا ہو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

يُخَبِّرُكُمْ عَنْهَا اِمْرَؤٌ حَقٌّ عَالِمٍ
بِاَيَّامِهَا وَالْعِلْمُ عِلْمُ التَّجَارِبِ

اِن جنگوں کی حالت کے متعلق تمھیں وہ شخص خبر دے رہا ہے جسے اِن کے متعلق پورا علم ہے حقیقت تو یہ ہے کہ تجربوں ہی کا نام علم ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَبِيْعُوا الْحِرَبَ مِلْمُحَارِبِ وَاذْكُرُوْا
حِسَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَيْرُ مُحَاسِبِ

اس لیے جنگی ہتھیاروں کو عبادت گاہوں کے بدلے بیچ ڈالو اپنا حساب یاد کرلو کہ اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلِیّ امْرِئٍ فَاخْتَارَ دِیْنًا فَلَا یَکُنْ
عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا غَیْرُ رَبِّ الثَّوَاقِبِ

اللہ تعالیٰ اس شخص کا سرپرست ہے جس نے دین داری اختیار کی اس لیے تم اپنا نگہبان کسی ستارے کو نہیں بلکہ ستاروں کے خالق کو بناؤ۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَ قِیْمُوْ اَلَنَا دِیْنًا فَاَنْتُمْ
لَنَا غَایَۃٌ قَدْ یُھْتَدَی بِالذَّوَائِبِ

ہمارے لیے دین ابراہیمی قائم کرو کیونکہ تم ہمارا نصب العین ہو اور مسافر سفر میں بلندیوں ہی سے راہنمائی حاصل کرتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَاَنْتُمْ لِھٰذَا النَّاسِ نُوْرٌ وَعِصْمَۃٌ
تُؤَمُّوْنَ وَالْاَحْلَامِ غَیْرُ عَوَازِبِ

تم لوگوں کے لیے نور، آفات سے بچاؤ ہو اور تمھاری پیروی کی جاتی ہے مجرد رہنا الگ چیز ہے اور عقلمند ہونا اور چیز۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَاَنْتُمْ اِذَا مَا حُصِّلَ النَّاسُ جَوْھَرٌ
لَکُمْ سُرَّۃُ الْبُطْحَآءِ شُمَّ الْاَرَانِبِ

جب لوگوں کے حالات دیکھے جائیں گے تو تم جوہر نکلو گے تم وادیٔ بطحاء میں سب سے اعلیٰ ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تَصُوْنُوْنَ اَجْسَادًا اکرا مًا عَتِیْقَۃً
مُھَذَّ بَۃَ الْاَنْسَابِ غَیْرَ اَشَائِبِ

تم آزاداور شریف اجسام کی حفاظت کرتے ہو جن کے نسب خالص ہیں اوراس میں کوئی شک نہ ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تَرَی طَا لِبَ الْحَا جَاتِ نَحْوَبُیُوْتِکُمْ
عَصَا ئِبَ ھَلْکَی تَھْتَدِی بِعَصَائِبِ

حاجت مند تباہ کار گروہ تمھارے گھروں کی جانب ٹکٹکی باندھے ایک دوسرے کے پیچھے چلا آرہا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

لَقَدْ عَلِمَ الْاَ قْوَامُ اَنَّ سَرَاتَکُمْ
عَلٰی کُلَّ حَالٍ خَیْرُ اَھْلِ الْجَبَا جِبِ

لوگ جانتے ہیں کہ تم میں کے سردار تمام گھرانوں میں بہترین گھرانوں سے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَاَفْضَلُہٗ رَأْیًا وَاَعْلَاہُ سُنَّۃً
وَاَقْوَلُہٗ لِلْحَقِّ وَسْطَ الْمَوَاکِبِ

عقل و رائے کے لحاظ سے بھی بہترین، طریقے کے لحاظ سے بھی سب سے بڑھ کر اور جماعتوں کے درمیان سب سے زیادہ سچی بات کہنے والے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَقُومُوْا فَصَلُّوْا رَبَّكُمْ وَتَمَسَّحُوْا
بِأَرْكَانِ هَذَا الْبَيْتِ بَيْنَ الْأَخَاشِبِ

پس اٹھو! اور اپنے پروردگار کی نماز پڑھو اور اس بیت اللہ کے ارکان کو چھوؤ جو خشب نامی پہاڑوں کے درمیان ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَعِنْدَكُمْ مِّنْهُ بَلَاءٌ وَمَصْدَقٌ
غَدَاةَ أَبِيْ يَكْسُوْمَ هَادِي الْكَتَائِبِ

بیت اللہ کے متعلق آزمودہ اور مسلّمہ واقعات تمھارے حافظوں میں موجود ہیں اس روز کے واقعات جب ابرہہ ہاتھی والا آیا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

كَتِيْبَتُهُ بِالسَّهْلِ تَمْسِيْ وَرَجْلُهُ
عَلَى الْقَاذِفَاتِ فِيْ رُؤُسِ الْمَنَاقِبِ

جس روز اس کا رسالہ ہموار زمین پہ چلا آ رہا تھا اور اس کی پیادہ فوج پہاڑوں کے دروں میں دکھائی دیتی تھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَلَمَّا أَتَاكُمْ نَصْرُ ذِي الْعَرْشِ رَدَّهُمْ
جُنُوْدُ الْمَلِيْكِ بَيْنَ سَافٍ وَحَاصِبِ

پھر جب تمھارے پاس عرش والے کی مدد آ پہنچی تو اس بادشاہ کی فوج نے دھول اڑانے والی اور پتھر اڑانے والی تھی کو لوٹا دیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَوَلَّوْا سِرَاعًا هَارِبِيْنَ وَلَمْ يَؤُبْ
اِلٰى اَهْلِهٖ مِلْحِبْشِ غَيْرُ عَصَائِبِ
پس وہ پیٹھ پھیر کے بھاگے اور حبشیوں میں سے کوئی شخص اپنے گھر والوں کی جانب نہ جاسکا۔

✪✪✪✪✪✪✪✪

فَاِنْ تَهْلِكُوْا نَهْلِكْ وَتَهْلِكْ مَوَاسِمٌ
يُعَاشُ بِهَا قَوْلُ امْرِئٍ غَيْرِ كَاذِبِ
پھر اگر تم برباد ہو جاؤ گے تو ہم بھی برباد ہو جائیں گے اور حج کے زمانوں پر بھی بربادی آجائے گی جن کے ذریعے سچے آدمی کی بات پرورش پاتی ہے۔[*48]

✪✪✪✪✪✪✪✪

اسلام ایک عظیم پیغام ہے جو اہل مکہ پر پیش کیا گیا اہل مکہ کے انکار نے انھیں ذلت کے وہ دن دکھائے جب عرب کے چرواہوں نے عرب کے سرداروں کے سر کاٹے، شیطان نے اُن کو پوری طرح گھیر لیا تھا اسی لیے تو وہ اللہ کی دشمنی میں ہر خوف سے آزاد ہو گئے تھے۔

6 نبوی، رمضان.... 7 قبل ہجرت ... جون 615ء ... 616ء

مہاجرین حبشہ کی واپسی

مہاجرین حبشہ اگرچہ نجاشی کی سرپرستی میں وہاں امن سے تھے مگر اس کے باوجود وطن کی یاد کسے نہیں ستاتی۔ چنانچہ جب وہ جھوٹی خبر پھیلی کہ مشرکین مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ پھیلتی ہی چلی گئی اور حبشہ تک جا پہنچی۔ تب حبشہ کے مسلمان سوچ میں پڑ گئے کہ جس مشکل کی وجہ سے انھیں اپنا وطن چھوڑنا پڑا تھا جب وہ ہی باقی نہیں رہی تو کیوں نہ وہ اپنے وطن واپس چلے جائیں اور اپنے لوگوں اپنے خاندانوں والوں کے ساتھ جا کے رہیں۔ چنانچہ اس تصور نے انھیں واپسی پر مجبور کر دیا اور بہت سے مسلمانوں کا ایک قافلہ مکہ کی طرف رواں ہوا۔ امام برہان الدین حلبیؒ نے مہاجرین حبشہ کی واپسی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد حبشہ کو ہجرت کر چکی تھی۔ مسلمان ایک سال سے زائد عرصہ سے وہاں مقیم تھے اور خوش و خرم تھے۔ رسول اللہ ﷺ شہر مکہ میں بدستور لوگوں کو ڈرانے اور خوشخبریاں سنانے میں مصروف تھے۔ چنانچہ ایک دن جب صحن حرم میں بہت سے لوگ جمع تھے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کو پھر دین اسلام کی

دعوت دی اور حق کی طرف بلایا۔ آپ ﷺ قرآن حکیم سے سورۃ نجم کی آیات تلاوت کر رہے تھے اور اہل مکہ پوری توجہ سے اُن کو سن رہے تھے اُن کی محویت کا یہ عالم تھا کہ ہر سو ایک سکوت تھا صرف رسول اللہ ﷺ کی بلند اور پرسوز آواز تھی اور قرآن حکیم کی پرتاثیر آیات تھیں جنھوں نے پورے ماحول کو جکڑ رکھا تھا اُس روز نبی اکرم ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

وَأَنَّ إِلَى رَبِّكَ الْمُنتَهَى (42) وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى (43) وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ
وَأَحْيَا (44) وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى (45) مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَى
(46) وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَى (47) وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَى وَأَقْنَى (48) وَأَنَّهُ هُوَ
رَبُّ الشِّعْرَى (49) وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَاداً الْأُولَى (50) وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَى (51)
وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَى (52) وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَى
(53) فَغَشَّاهَا مَا غَشَّى (54) فَبِأَيِّ آلَاء رَبِّكَ تَتَمَارَى (55) هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ
النُّذُرِ الْأُولَى (56) أَزِفَتْ الْآزِفَةُ (57) لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ (58)
أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ (59) وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ (60) وَأَنتُمْ
سَامِدُونَ (61) فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا (62) (س).

القرآن الحکیم (سورۃ نجم 53/ ؛ آیات 62-42)

ترجمہ:

’’اور آخر کار پہنچنا (سب کو) تیرے رب ہی پاس ہے، اور صرف وہی تمہیں ہنساتا اور رلاتا ہے، وہی موت اور زندگی دیتا ہے، اُسی نے ٹپکائی جانے والی بوند سے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا ، اور وہ موت کے بعد دوسری زندگی دینے پر قادر ہے، صرف وہی تنگی دور کرتا ہے اور غنی بناتا ہے، وہی شعری ستارے کا رب ہے، اُسی نے عاد وثمود کی قوموں کو اِس طرح مٹایا کہ اُن کا کوئی نام ونشان باقی نہ بچا، اُسی (اللہ) نے سب سے پہلے قوم کو تباہ کیا تھا کیونکہ وہ قوم بہت ظالم اور سرکش ہو چکی تھی ، جس طرح اُس نے اِن بستیوں کو کھنڈر بنا دیا اور جو الٹ دی گئی تھیں انھیں ہمیشہ کے لیے نگاہوں سے چھپا دیا، پھر تم کیسے اپنے رب کی قدرت کے بارے میں

شک کر سکتے ہو، اور یہ بھی اسی طرح کی تنبیہ ہے جیسے تم سے پہلی قوموں کو دی گئی تھی، کہ آخری گھڑی قریب ہے قریب تر آرہی ہے، قریب تر آرہی ہے، اگر چہ اس کے آنے کے اصل وقت کا بھید صرف اللہ کے پاس ہے شاید تم اِن بیانات کو عجیب سمجھتے ہو، اور تم اِن پر رونے کی بجائے ہنستے ہو، اور اپنا رخ اِن سے پھیر لیتے ہو، دیکھو تم اللہ کی عبادت کرو اور اُس کے حضور سجدہ کرو۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

قرآن حکیم کی اِن آیات میں اس قدر تاثیر تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے آخری آیت پڑھی اور سجدہ کیا کہ یہ سجدہ کی آیت تھی تو تمام اہل قریش بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سجدے میں چلے گئے۔ اور یہی واقعہ اُس افواہ کی بنیاد بنا جس کی بنا پر مہاجرین حبشہ نے وہاں سے واپسی کا قصد کیا۔ حالانکہ نہ تو قریش نے اسلام قبول کیا تھا اور نہ ہی اُن کا کوئی ایسا ارادہ تھا وہ تو محض وقتی سحر تھا جس کی بنا پر وہ سجدہ میں گر گئے۔ تاہم جب انھیں ہوش آیا تو اپنے اس عمل پر نادم ہوئے۔ ابو جہل اور دوسرے عرب سردار اس واقعے میں شامل نہ تھے ۔انھوں نے سجدہ کرنے والے لوگوں کی خوب خبر لی اور انھیں برا بھلا کہا۔ تب قریش کا سرداد آگے آیا اور اُس نے اپنی قوم کو شرمندگی سے نکالنے کے لیے یہ جھوٹی بات گھڑ لی کہ ہم نے محمد (ﷺ) کے پیچھے سجدہ اس لیے کیا تھا کہ انھوں نے کہا تھا کہ لات وعزہ اور تیسری مناۃ اللہ کی بلند پایہ دیویاں ہیں اور اُن کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔ اس طرح قریش نے وہ جھوٹ کہا جس کی کوئی بنیاد نہ تھی۔ مورخین نے اس واقعہ کی غرانیق کا نام دیا ہے۔

بیان کیا گیا کہ چونکہ مکہ اور حبشہ کے مابین تجارتی قافلے آتے جاتے رہتے تھے اور انھی تجارتی قافلوں کے کسی فرد نے اہل قریش کو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سجدہ کرتے دیکھا تو اس کا تذکرہ حبشہ جا کر کیا جس کا نتیجہ مہاجرین حبشہ نے یہ نکالا کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے اور مسلمانوں کا ایک گروہ حبشہ کے واپسی کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس قافلے میں تینتیس مسلمان شامل تھے جن میں حضرت عثمان غنیؓ اور اُن کی بیوی حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ بھی شامل تھیں اور انھیں میں حضرت زبیرؓ بن عوام اور حضرت عثمان بن معظونؓ بھی شامل تھے۔ ابو حذیفہؓ بن عتبہ اور اُن کی بیوی سہلہؓ بنت سہل بھی تھیں حضرت عبداللہ بن جحشؓ

،مقداد بن اسودؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی واپس آنے والوں میں شامل تھے۔ حبشہ سے واپس آنے والا مسلمانوں کا قافلہ جب مکہ کے قریب پہنچا تو انھیں ایک تجارتی قافلہ ملا۔ مسلمانوں نے اِس قافلے کے لوگوں سے اہل مکہ کا احوال دریافت کیا تو انھیں پتا چلا کہ وہ خبر جھوٹی تھی جس کی بنا پر وہ حبشہ کی پر آسائش زندگی چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ اس صورت حال پر مسلمانوں نے باہم مشاورت کی تاہم مسلمانوں کی اکثریت نے واپس جانا مناسب نہ سمجھا۔ ان میں سے جن لوگوں کو مکہ کی کسی اہم شخصیت کی پناہ حاصل ہو گئی وہ تو دن کی روشنی میں مکہ میں داخل ہوئے اور جنھیں پناہ نہ مل سکی وہ رات کے اندھیرے میں چوری چھپے مکہ میں داخل ہو گئے۔

صرف عبداللہ ابن مسعودؓ تھے جو وہاں سے ہی واپس حبشہ روانہ ہو گئے۔

جب مسلمان مکہ میں داخل ہو گئے اور کفار قریش نے اس بات کو جان لیا تب وہ مسلمان جو کسی کی پناہ میں نہ تھے کفار نے اُن پر پھر سے ظلم و ستم کی انتہا کر دی اور انھیں پھر سے محبوس کر دیا حتیٰ کہ اِن میں سے بعض مدینہ کو بھی ہجرت نہ کر سکے اور غزوہ بدر میں شرکت سے بھی محروم رہے۔

حبشہ سے واپس جانے والے کچھ مسلمان بعد میں وہیں فوت ہوئے۔

حبشہ سے واپس آنے والوں میں حضرت مصعب بن عمیرؓ، سویبط بن سعدؓ، طلیبؓ بن عمرو، مقدادؓ بن عمرو، ابوسلمہؓ بن عبدالاسد اُن کی بیوی ام سلمہؓ بنت امیہ، شماسؓ بن عثمان، سلمہؓ بن ہشام بن مغیرہ، عیاشؓ بن ابی ربیعہ، عمارؓ بن یاسر، معتبؓ بن عوف، حضرت خنیسؓ بن خذامہ، عامرؓ بن ربیعہ اور اُن کی بیوی لیلیٰؓ بنت ابی خثمہ، حضرت عبداللہؓ بن مخزمہ، حضرت عبداللہؓ بن سہل، ابوسبرہؓ بن ابی رھم اور اُن کی بیوی اُم کلثومؓ بنت سہیل بن عمرو، سکرانؓ بن عمرو بن عبد شمس اور اُن کی بیوی حضرت سودہؓ بنت زمعہ، حضرت ابوعبیدہؓ ابن جراح، حارثؓ بن زہیر، سہیلؓ بن بیضاء اور عمروؓ بن ابی سرہ بھی حبشہ سے واپس آنے والوں میں شامل تھے [49*]۔ جن صحابہ کو مکہ میں داخل ہوتے وقت پناہ حاصل ہوئی اُن میں عثمانؓ بن معظون بھی شامل تھے۔ انھوں نے ولید ابن مغیرہ سے پناہ حاصل کی تھی۔ حضرت عثمان بن معظونؓ نے جب دیکھا کہ اُن کے ساتھ واپس آنے والے مسلمانوں پر ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا گیا ہے تو وہ خود سے شرمندہ ہو گئے۔

انھوں نے خود سے کہا:

اے مظعونؓ تیرے بھائی تو دن رات زخمِ سعادت حاصل کریں اور تو ایک مشرک کی پناہ میں لمبی

تان کے سوئے تجھے اس پر شرم آنی چاہیے۔

چنانچہ وہ ولید ابن مغیرہ کے پاس آئے اور کہا:

اے ابو عبد شمس: تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے مگر اب میں تمھاری پناہ واپس لوٹانا چاہتا ہوں۔

ولید ابن مغیرہ نے کہا:

کیوں میرے بھتیجے: کیا کسی نے تجھ سے کوئی بات کہی ہے جس کا تجھے دکھ ہے۔

حضرت عثمان بن معظون ؓ نے جواب دیا: نہیں۔

ایسی کوئی بات نہیں مگر میں سمجھتا ہوں مجھے اللہ کی پناہ کافی ہے۔

ولید ابن مغیرہ نے کہا، تمھاری مرضی۔

مگر تمہیں میری پناہ اسی طرح واپس کرنی چاہیے جس طرح تم نے اسے حاصل کیا تھا تا کہ سب لوگ اس امر سے واقف ہو جائیں۔ چنانچہ وہ دونوں مسجد حرام میں داخل ہوئے جہاں حضرت عثمان ؓ بن معظون نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا میں نے ولید ابن مغیرہ کو عہد کا پورا کرنے والا اور ایک شریف آدمی پایا ہے مگر میں اب اِن کی پناہ واپس کرنا چاہتا ہوں اس لیے کہ میں سمجھتا ہوں میرے لیے میرا اللہ کافی ہے۔ اس طرح حضرت عثمان بن معظون ؓ نے ولید ابن مغیرہ کی پناہ لوٹا دی۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن مظعون ؓ عربوں کی ایک مجلس میں جا بیٹھے جو حرم پاک میں سجی تھی۔ وہاں عربوں کا مشہور شاعر لبید ابن ربیعہ بھی بیٹھا ہوا تھا اور عرب اُس سے شعر سن رہے تھے۔

تب ابن لبید نے یہ مصرع پڑھا: [*50]

اَلَا كُلِّ شَئِی مَا خَلا اللّٰہَ بَا طِلٌ

بے شک سوائے اللہ کی ذات کے ہر چیز باطل ہے۔

حضرت عثمان بن مظعون ؓ جو اس محفل میں ابھی شامل ہوئے تھے انھوں نے کہا:

تم نے سچ کہا: اور لوگوں نے حضرت عثمان بن مظعون ؓ کی طرف دیکھا۔

اس کے بعد ابن لبید نے یہ مصرع پڑھا:

وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مُحَالَةَ زَائِلُ

اور ہر عیش وطرب بہرحال ایک دن ختم ہو جائے گا۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ نے اس پر کہا:

تو نے جھوٹ کہا: اس لیے کہ جنت کی نعمتیں کبھی زائل نہ ہوں گی۔

اور لوگوں نے پھر سے حضرت عثمان بن معظونؓ کی طرف دیکھا۔

لبید ابن ربیعہ نے بھی تکیے کی ٹیک چھوڑ دی اور سر موڑ کے اس شعر پر تبصرہ کرنے والے کی طرف دیکھا۔ اُس کو اپنے شعر پر یہ تبصرہ برا لگا تھا اور یہ بات یقیناً اُس محفل کے لیے اجنبی بھی تھی۔ اس لیے کہ ابن لبید تو وہ شاعر تھا جس کو عربوں نے سجدہ کیا تھا اور اُس کے قصیدے حرم پاک کے دروازوں پر آویزاں کیے جاتے تھے۔ یاد رہے کہ حرم پاک میں لٹکائے جانے والے قصیدے بہت عمدہ اور برتر ہوا کرتے تھے اور سینکڑوں قصیدوں میں سے ان کا انتخاب کیا جاتا تھا۔

چنانچہ ابن لبید نے اہل قریش کو مخاطب کیا اور کہا: اے گروہ قریش۔

اس سے قبل تو تمھارے ہم نشینوں کی اس طرح توہین نہ کی جاتی تھی۔

قریش میں سے ایک شخص نے ابن لبید کو جواب دیا:

آپ اس شخص کی باتوں پر توجہ مت کریں اس لیے کہ یہ ایک بے وقوف شخص ہے جس نے اپنا دین تک چھوڑ دیا ہے اس لیے ہم نے بھی اِن لوگوں کو چھوڑ رکھا ہے۔

حضرت عثمان بن معظونؓ چپ رہنے والے کب تھے فوراً اس قریشی کو جواب دیا

تم تو جھوٹ کے پجاری ہو اور بت پرستی جیسی لعنت میں مبتلا ہو۔

وہ شخص اٹھا اور اُس نے ایک زور کا ہاتھ حضرت عثمان بن معظونؓ کے منہ پر دے مارا جس سے اُن کی آنکھ سوج گئی۔

ولید ابن مغیرہ قریب ہی کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

چنانچہ اُس نے حضرت عثمان بن مظعونؓ سے کہا: بھتیجے کیا تمھاری یہ آنکھ اُس وقت تک محفوظ نہ تھی جب تک کہ تم میری پناہ میں تھے۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ نے جواب دیا: خدا کی قسم یہ تو وہی مصیبت ہے میں جس کی تلاش میں تھا اور میری جو آنکھ ابھی تک درست حالت میں ہے وہ ابھی اس کی تلاش میں ہے۔ اب میں اُن میں

شامل ہو گیا ہوں جن کو زخم سعادت حاصل ہو رہے ہیں اور جو مجھے تم سے زیادہ پسند ہیں اور میں تو اب اُس ذات کی پناہ میں ہوں جو تم لوگوں سے بدرجہا بلند اور برتر ہے۔

حضرت لبید بن ابن ربیعہ کے بارے میں یہ بات شک و شبہ سے بالا ہے کہ بعد میں انھوں نے اسلام قبول کیا اور اپنی زندگی کی آخری سانس تک ایک اچھے مسلمان رہے۔

اُن کے بارے میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے شعر کہنے چھوڑ دیئے تھے اور جب کسی نے اُن سے کہا کہ وہ اب شعر کیوں نہیں کہتے تو انھوں نے جواب دیا کہ سورۃ بقرہ اور آلِ عمران کے بعد اب میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ جب اتنا پاک اور عمدہ کلام میرے پاس موجود ہے تو میں جھوٹی باتیں کیوں کہوں۔

مورخین نے لکھا ہے کہ یہ بات جب خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ تک پہنچی تو آپ بہت خوش ہوئے اور ابن لبید کے وظیفے میں پانچ سو درہم کا اضافہ کر دیا۔

پناہ حاصل کر کے مکہ میں داخل ہونے والوں میں ابو سلمہؓ بن عبدالاسد بھی شامل تھے جو رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

اُن کو حضرت ابو طالب نے پناہ دی جب حضرت ابو طالب نے اُن کو پناہ دی تو بنو مخزوم کے لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا:

اے ابو طالب: اس سے قبل تم نے اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کو اپنی پناہ میں لے رکھا ہے جس پر ہم نے اعتراض نہیں کیا اور اب آپ نے ہمارے خلاف ہمارے ہی بیٹوں کو پناہ دینا شروع کر دی ہے جو مناسب بات نہیں۔

یاد رہے کہ ابو سلمہ کا تعلق بنو مخزوم سے تھا اس لیے ابو جہل کو جلن ہو رہی تھی اور جب بنو مخزوم یہ گلہ کرنے حضرت ابو طالب پاس آئے تو اُن کے پاس ابولہب بھی بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت ابو طالب نے جواب دیا۔

اے بنو مخزوم: ابو سلمہؓ نے مجھ سے پناہ طلب کی تھی اور یہ اُس کا حق بھی تھا اس لیے کہ آخر وہ میرا بھانجا ہے اور اگر میں اپنے بھانجے کی حفاظت نہ کر سکوں تو اپنے بھتیجے کی حفاظت کیا کروں گا۔

ابو جہل نے کوئی تلخ بات کی جس پر ابولہب کو غصہ آ گیا اور وہ کھڑا ہو گیا اور کہا:

اے گروہ قریش: اگر تم ہر معاملے میں میرے بھائی کو یونہی تنگ کرو گے تو خدا کی قسم میں ہر موقع پر اُن کی پشت کی حفاظت کروں گا۔ اس لیے تم اِن باتوں سے باز آجاؤ ورنہ بنو ہاشم کے ہاں تلواروں اور اُن ہاتھوں کی کوئی کمی نہیں جن میں یہ تلواریں بجلی بن جایا کرتی ہیں۔

ابولہب کی ناراضگی دیکھ کر بنو مخزوم سہم گئے اور کہا:

ابوعتبہ: ٹھنڈا ہو جا، بخدا ہم کوئی ایسی حرکت نہ کریں گے جو تجھے ناپسند ہو۔

❖ ❖ ❖

6 نبوی، رمضان.... 7 قبل ہجرت ... جون 615ء ... 616ء

قریش کا تیسرا وفد

نبی اکرم ﷺ کی دعوت سے بہت سے دل موم ہو چکے تھے۔ بہت سے دلوں میں دراڑ پڑ چکی تھی اور بہت سے دل رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کو بے چین تھے مگر قبائلی عصبیت اور اہل قریش کی شدید مخالف اُن کی راہ میں حائل ہو رہی تھی۔ دوسری طرف قریش جانتے تھے کہ اس کشمکش کے مابین رسول اللہ ﷺ کا پلہ ہی بھاری دکھائی دیتا تھا اس لیے کہ مسلمان حبشہ میں آرام وسکون سے تھے حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہو چکا تھا اور اب یہ طعنہ کل کی بات ہو چکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے اطاعت گزاروں میں صرف غلام اور نادار لوگ شامل ہیں۔ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کے بعد قریش کے کئی دیگر ذی عزت بھی اس اسلام کی طرف اپنے میلان کا اظہار کر رہے اور اُن میں سرفہرست عمرو بن العاص تھے جو قریش کی اُس سفارت کے سربراہ تھے جو حبشہ کے مسلمانوں کو وہاں سے نکلوانے کے لیے اہل قریش نے بھیجی تھی۔ وہ جب سے حبشہ سے واپس آئے تھے خود کو قریش کے معاملات سے الگ کر چکے وہ اُن کی مجالس میں شریک نہ ہوتے تھے اور اپنے مکان میں جو مکہ سے کچھ

باہر واقع تھا میں مقید ہو کر بیٹھ رہے تھے اور کم ہی مکہ کا رخ کرتے تھے۔

اہل قریش میں سے کسی نے اُن سے اس بے رخی کا سبب پوچھا تو عمرو بن العاص نے جواب دیا؛
میں دراصل اس لیے پریشان ہوں اور غور و فکر میں مبتلا ہوں کہ شاہ حبشہ نے مجھ سے کہا کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں تم نے خود کو اُن کی اطاعت سے دور کیوں رکھا ہوا ہے۔ میں تب سے سوچ رہا ہوں کیا ہم لوگ ہی تو غلط نہیں؟
قریش نے جب یہ بات سنی تو اُن کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا۔قریش کے اس قدر اعلیٰ لوگوں کا اسلام کی طرف میلان اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اُن کی بساط بس الٹنے ہی والی اور اگر انھوں نے اپنے معبودوں کی عزت کو بچانا ہے تو انھیں جلد ہی کوئی عملی قدم اٹھانا ہوگا۔ چنانچہ قریش میں مشاورت کا عمل مسلسل جاری رہنے لگا پھر وہ ایک نتیجے پر پہنچے اور اُن کا خیال تھا کہ انھوں نے اس مسئلے کا جو حل سوچا ہے اُس سے یقیناً یہ مسئلہ حل ہو جائے گا جو برسوں سے اُن کے اور آنحضرت محمد ﷺ کے مابین نزاع کا باعث بنا ہوا تھا۔
چنانچہ قریش کا ایک وفد تیار ہوا اور ابو طالب کی حویلی میں جا اترا جہاں آنحضرت محمد ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔
قریش کے اس وفد میں ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، امیہ بن خلف اور دیگر کئی لوگ شامل تھے۔
ولید بن مغیرہ نے بات شروع کی کہ وہ اُن میں سب سے بڑا تھا۔
اُس نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا:
دیکھیں آپ کے اور ہمارے مابین برسوں سے جو نزاع ہے اسے ہم آج ختم کرنے آئے ہیں۔ہم چاہتے کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں اور قوم میں جو تفریق ہے وہ ختم ہو جائے۔اس لیے ہم چاہتے ہیں آپ اپنے موقف سے کچھ پیچھے ہٹ جائیں اور ہم اپنا سابق موقف ترک کر دیتے ہیں۔اس لین دین سے باہم اختلافی معاملات کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ آج سے آپ ہمارے معبودوں کی ہجو نہ کریں اور ہم آپ کے رب کو برا بھلا نہ کہیں گے۔آپ ہمارے معبودوں کی عبادت

میں شامل ہو جائیں اور ہم آپ کے رب کی پوجا شروع کر دیتے ہیں۔
اس سے پیشتر کہ نبی اکرم ﷺ اُن کی اس بیہودہ پیشکش پہ کچھ تبصرہ فرماتے اُن کی اس پیشکش کا جواب خود اللہ رب العزت کی بارگاہ سے آیا۔ رسول اللہ ﷺ پر وحی اتری اور کفار پہ یہ بات واضح کر دی گئی کہ گندگی اور پاکیزگی باہم کبھی نہیں مل سکتے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ (1) لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ (2) وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (3) وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ (4) وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (5) لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (6)

القرآن الحکیم (سورۃ الکافرون 109/ ؛ آیات 1-6)

ترجمہ:

”میں (اُن معبودوں کی) بندگی نہیں کرنے کا جن کی بندگی تم کرتے ہو، نہ تم اُس (خدائے واحد) کی بندگی کرنے والے ہو جس کی بندگی میں کرتا ہوں، نہ میں اِن (معبودوں) کی بندگی کرنے والا ہوں جن کی بندگی تم نے کی ہے۔ نہ تم اُس (خدائے واحد) کی بندگی کرنے والے رہے ہو جس کی بندگی میں کرتا رہا ہوں۔ (پس) تمہارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے“۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

کفارِ قریش نبی اکرم ﷺ کے اس جواب سے کافی مایوس ہوئے تھے اس لیے کہ اللہ نے اُن کی اس کاروباری پیشکش کو نہایت شدت سے در کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن پر توحید و شرک کا فرق واضح کر دیا تھا جس کے بعد بات کی کوئی گنجائش نہ بنتی تھی کہ اُن کی اس تجویز پر ادنیٰ سا بھی غور کیا جاتا۔ قریش نے ابو طالب سے اس بات کی فریاد بھی کی تھی کہ جب محمد ہماری کوئی بات نہیں مانتے تو آپ اُن کی پشت پناہی

سے باز آجائیں۔تاہم حضرت ابوطالب نے بھی اُن کے اس مطالبے کورد کر دیا تھا۔چنانچہ قریش غصے اور مایوسی کی حالت میں رخصت ہو گئے۔

❖ ❖ ❖

6 نبوی، رمضان.... 7 قبل ہجرت ... جون 615ء ... 616ء

سات شیروں کی ماں

رسول اللہ ﷺ کے مہمانوں میں بعض اس قدر عالی مرتبت ہوتے کہ ملائکہ تک اُن کے درجات سے ششدر رہ جاتے۔ زمین و آسمان کے بیچ انسان کا عمل اور اُس کی نیت ہی اُسے اُن ارفع درجات تک لے کر جاتی ہے جہاں پہنچ کر اُس کا ہر سانس خالق کی منشا کا تابع ہو جاتا ہے۔ اہلِ عرب میں بہت سے مردِ دانا ایسے تھے جنھوں نے اپنی عقل کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کے رتبے مقام اور پیغام سمجھا اور اُس کی اطاعت کی۔ انھی میں سے ایک ایاس بن بکیرؓ بھی تھے۔ ایاس بن بکیر کا تعلق بنولیث سے تھا اور مکہ میں وہ بنوعدی کے حلیف تھے۔ چنانچہ چھ نبوی میں ایاس بن بکیر ایمان قبول کرنے کے ارادے سے مکہ تشریف لائے اور حلیف ہونے کے ناطے حضرت عثمان بن عفانؓ کے گھر اترے اور اُن سے اپنا مدعا بیان کیا۔ اگلے روز حضرت عثمان غنیؓ اپنے مہمان کے ساتھ دارِ ارقم پہنچے جہاں رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو دین کی تعلیم دیتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے مہمانوں کو خوش آمدید کہا کہ آپ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ مہمان کی خوب تکریم کرتے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے مہمان کا تعارف کرایا اور مدعا بیان کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت

ایاس بن بکیرؓ کی خواہش پہ مسرت کا اظہار کیا اور انھیں دین اسلام کی نعمت سے بہرہ مند فرمایا۔اس کے بعد کیا ہوا مورخین نے اس بارے میں زیادہ معلومات فراہم نہیں کیں پھر مدنی زندگی میں حضرت ایاس بن بکیرؓ کی موجودگی کو پورے شدومد کے ساتھ دیکھا جاسکتا ہے اس لیے کہ جب بدر کا میدان سجا تو ایاس بن بکیرؓ اپنے تین بھائیوں کے ساتھ پوری سج دھج سے نکلے۔ بلکہ کتاب الاصابہ میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ سات بھائی تھے جو ایک ہی عظیم ماں حضرت غفرا بنت عبیدؓ کے بیٹے تھے۔اس لیے کہ حضرت ایاسؓ بکیر کی اولاد تھے، اُن کے بھائی حضرت عاقل بن بکیرؓ [50*]، حضرت خالد بن بکیرؓ، حضرت عامر بن بکیرؓ تھے جو جنگ بدر میں اپنے بھائی کے ہمراہ شریک تھے۔بکیر کی وفات کے بعد اُن کی ماں حضرت غفرا بنت عبیدؓ نے حضرت حارث بن رفاعہ خزرجیؓ سے نکاح کر لیا تھا جن سے اُن کے ہاں، معاذ بن غفراؓ، معوذ بن غفراؓ اور عوف بن غفراؓ نے جنم لیا اور بنونجار کی اس عظیم ماں کے یہ ساتوں بیٹے جنگ بدر میں کفار قریش کے مقابل اترے۔ چنانچہ بنونجار کی اس عظیم عورت کے سات شیر قریش کو پھاڑنے کے عزم سے نکلے اور انھوں نے اپنے عزم کا ثبوت بھی فراہم کیا کہ مورخین اس بارے میں متفق ہیں قریش کے فرعون ابوجہل کو اپنی کم سنی کے باوجود معوذؓ اور معاذؓ نے زمین چاٹنے پر مجبور کردیا تھا۔

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ ایاس بن بکیرؓ اور اُن کے بھائیوں کے علاوہ ہم نے چار حقیقی بھائی کو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کفار کے مقابل اترتے نہیں دیکھا۔ایاس بن بکیرؓ اور اُن کے بھائیوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد بیچ صحرا سے اپنے خیمے اکھیڑے اور ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔حضرت عاقل بن بکیرؓ تو غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے، حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ جنگ بدر میں شدید زخمی ہوئے تھے تاہم انھوں نے ابوجہل کو ہلاک کر دیا تھا۔حضرت ایاس بن بکیرؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھ اُس لشکر میں موجود تھے جنھوں نے مجوسیوں کی عظیم الشان ریاست میں اسلام کا پرچم لہرایا تھا۔ازاں بعد وہ ۳۴ ہجری میں وفات پا گئے۔حضرت خالد بن بکیرؓ کے متعلق علم ہوا ہے کہ رجیع کے چشمہ پر دشمن نے رسول اللہ ﷺ کے جن جانثاروں کو شہید کیا تھا اُن میں حضرت خالد بن بکیرؓ بھی شامل تھے۔ حضرت عامر بن بکیرؓ نے جنگ یمامہ میں خلعت شہادت اوڑھی۔ یوں حضرت غفراؓ بنت عبید کی اس عظمت کو بھی سلام کرنے کو جی چاہتا ہے کہ وہ چار شہیدوں کی ماں بھی تھیں۔ حضرت غفراؓ بنت عبید رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں۔رسول اللہ ﷺ کی مدنی زندگی میں اُن کا کافی تذکرہ پایا جاتا ہے۔علامہ زرقانی

نے مواہب لدنیہ کی شرح میں حافظ ابن حجر سے اسی طرح نقل کیا ہے کہ یہ امر عطیہ ربانی عجائبات میں سے ہے۔

❖ ❖ ❖

6 نبوی، رمضان.... 7 قبل ہجرت ... جون 615ء ... 616ء



مکہ کی صورت حال ہر آنے والے دن کے ساتھ بدل رہی تھی۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی تھی اور ساتھ ہی کفار قریش کی پریشانی بھی، اس لیے مسلمانوں اور کفار قریش کے درمیان کشیدگی بھی بڑھ رہی تھی، جس نے شہر مکہ میں ایک خاموش جنگ بپا کر رکھی تھی۔ اگر چہ ابھی کفار قریش کا پلڑا بھاری تھا اور وہ طاقتور تھے مگر اس کے باوجود وہ جانتے تھے کہ اگر لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی رفتار اسی طرح رہی تو وہ دِن دور نہیں جب مسلمان اُن پہ غالب ہو جائیں گے اور یہی وہ خوفناک تصور تھا جس نے کفار مکہ خاص طور پہ اہل قریش کی نیندیں حرام کر رکھیں تھیں۔ اس صورت حال میں کفار مکہ کا ایک اور وفد حضرت ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور اُن کو اس مسئلے کا ایک انوکھا حل پیش کرتا ہے۔

قریش کے اس وفد میں بھی اُن کے سارے ہی سردار موجود تھے۔

انھوں نے حضرت ابو طالب سے کہا: اے ابو طالب۔

یہ عمارۃ بن ولید بن مغیرہ ہے۔ قریش کا کوئی نوجوان اس سے بہادر اور خوبصورت نہیں ہے۔ یہ

طاقتور ہے اور تمھارا بازو بننے کے قابل ہے۔ ہم نے سوچا ہے کہ آپ عمارہ کو ہم سے لے لیں اور محمد ﷺ کو ہمارے حوالے کر دیں کہ انھوں نے آپ کو بھی تکلیف پہنچائی ہے اور آپ کی قوم کو بھی دکھ دیا ہے۔

حضرت ابوطالب نے جب یہ سنا تو بھڑک اٹھے اور کہا:

کیا ہی برا سودا ہے جو تم نے مجھ پہ پیش کیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں تمھارے بیٹے کو پالوں پوسوں اور اس کی خاطر خدمت کروں اور اس کے بدلے میں تم میرے بیٹے کو قتل کر دو۔

خدا کی قسم! ایسا کبھی نہ ہوگا۔

معطم بن عدی نے کہا:

اے بوطالب تیری قوم نے تیرے ساتھ انصاف کی بات کی ہے اور تمہیں اس امر سے نجات دلانے کی کوشش کی ہے جسے تم خود بھی ناپسند کرتے ہو۔

حضرت ابوطالب نے معطم سے کہا:

خدا کی قسم انھوں نے مجھ سے انصاف نہیں کیا لیکن تُو نے اِن کے ساتھ مل کے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ تم مجھے ذلیل کرو گے۔

اے اہل قریش میری بات غور سے سن لو: جب تک بنو ہاشم کا کوئی بھی بیٹا جو تلوار اٹھا سکتا ہو اس زمین پہ چلتا ہے اس وقت تک ہم محمد ﷺ کو تمھارے حوالے کرنے والے نہیں اور اب تم سے جو بن پڑے وہ کرو۔

❖ ❖ ❖

بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کی پشت پہ کھڑے تھے، وہ اپنی قبائلی عصبیت میں پوری طرح چوکنا تھے اور جانتے تھے کہ اُن کے دشمن اب زیادہ ہو گئے ہیں اور دوست کم ہوتے جا رہے ہیں مگر اُن کے ماتھے پہ کوئی بل نہ تھا بلکہ ایک عزم تھا جس کے سائے تلے رسول اللہ ﷺ اپنا فریضہ رسالت پوری تندہی سے ادا کر رہے تھے۔

6 نبوی، رمضان.... 7 قبل ہجرت ... جون 615ء ... 616ء

تجدید عہد

جب حضرت ابو طالب اور معطم بن عدی کے درمیان تلخ کلامی ہوئی اس کے بعد مکہ کے حالات سنگین صورت اختیار کر گئے تھے۔ دراصل یہ بنو ہاشم کا نبی اکرم ﷺ کی مدافعت میں تمام قریش کے خلاف اعلان جنگ تھا۔ حالات کی اس نازک صورت حال کا خود حضرت ابو طالب کو پوری طرح ادراک تھا اس لیے آپ نے تمام بنو ہاشم کو ایک چھت تلے اکٹھا کیا اور ان سے پھر نبی اکرم ﷺ کی پشت پناہی کا عہد لیا ۔حضرت ابو طالب چونکہ بہت عمدہ شاعر تھے اس لیے آپ نے قوم کے جذبات کو مہمیز دلانے کے لیے عرب رواج کے مطابق اُن سے شعر کے پیرائے میں بات کی اور اِن شعروں کو بعد میں قصیدہ لامیہ کہا گیا جسے ہم آپ کی خدمت میں پیش کرنے جا رہے ہیں۔

وَ لَمَّا رَأَیْتُ لَا وُدَّ فِیْھِمْ
وَقَدْ تَقَطَّعُوْا کُلَّ الْعُرٰی وَالْوَسَائِلِ

جب میں نے دیکھا کہ قوم کی باہمی محبت اور الفت ختم ہو گئی اور انھوں نے ہر رشتہ ناطہ توڑ لیا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَ قَدْ صَارَ حُوْنَا بِالْعَدَاوَۃِ
وَقَدْ طَاوَعُوَا اَمْرَ الْعَدُوِّ الْمُزَایِلِ

انھوں نے ہم سے عداوت کی اور دشمنی کی بنا ڈالی اور وہ علیحدہ ہو جانے والے دشمن کا حکم بجا لائے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَ قَدْ خَالَفُوْ قَوْمًا عَلَیْنَا اَظِنَّۃً
یَعُضُّوْنَ غَیْظًا خَلْفَنَا بِالْاَنَامِلِ

انھوں نے اِن لوگوں سے معاہدے کیے جو ہم پر غلط الزامات لگاتے تھے جو ہماری عدم موجودگی میں شدت غضب سے انگلیاں چٹخاتے تھے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

صَبَرْتُ لَھُمْ نَفْسِیْ بِسَمْرَاءَ سَمْحَۃٍ
وَ اَبْیَضَ عَضْبٍ مِنْ تُرَاثِ الْمَقَاوِلِ

میں لچکدار نیزے اور اس تلوار کو ہاتھ میں لے کر مقابلے کے لیے نکل آیا جو بادشاہوں سے ہمیں وراثت میں ملی تھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاَحْضَرْتُ عِنْدَ الْبَيْتِ رَهْطِیْ وَاَخْوَاتِیْ
وَاَمْسَكْتُ مِنْ اَثْوَابِهِ بِالْوَا صَائِلِ

میں نے اپنے قبیلے اور بھائیوں کو بیت الحرام کے پاس جمع کیا اور بیت اللہ کی سرخ دھاری دار چادریں پکڑلیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

قَیَامًا مَعًا مُسْتَقْبِلِیْنَ رَتَاجَهٗ
لَدَیَّ حَیْثُ یُقْضِیْ حَلْفَهٗ كُلُّ نَافِلِ

میں سب کی معیت میں اس عظیم دروازے کی طرف منہ کر کے کھڑا تھا جہاں ہر قسم اٹھانے والا قسم اٹھاتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَحَیْثُ یُنِیْخُ الْاَشْعَرُوْنَ رِكَابَهُمْ
بِمُفْضِی السُّیُوْلِ مِنْ اِسَافَ وَنَائِلِ

یعنی اس جگہ پہ جلوہ افروز ہوئے جہاں اشعری اپنی سواریاں بٹھاتے ہیں اساف اور نائلہ کے پاس جہاں سیلاب کی گزرگاہ ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

مُوَسَّمَةُ الْاَعْضَادِ اَوْ قَصِرَاتِهَا
مُخَیَّسَةٌ بَیْنَ السَّدِیْسِ وَ بَازِلِ

وہ اونٹ جن کے بازوؤں یا جوڑوں پر علامتیں لگائی گئی ہوں ان کی عمر آٹھ اور نو سال ہو اور وہ بندھے ہوئے ہوں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تَرَى الْوَدْعَ فِيهَا وَالرُّخَامَ وَزِيْنَةً
بِأَعْنَاقِهَا مَعْقُودَةً كَالْعَثَاكِلِ

تو اِن کی گردنوں میں حسین موتی سنگ مرمر اور دیگر زیبائش کی اشیاء بندھی ہوئی پائے گا جو کھجور کے خوشوں کی مانند لٹک رہی ہوں گی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مِنْ كُلِّ طَاعِنٍ
عَلَيْنَا بِسُوْءٍ اَوْ مُلِحٍّ بِبَاطِلِ

میں اللہ تعالیٰ کی ہر اس شخص سے پناہ لیتا ہوں جو ہم پہ برے الزامات لگاتا ہو اور باطل پہ مصر ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَمِنْ كَاشِحٍ يَسْعَى لَنَا بِمَعِيْبَةٍ
وَمِنْ مُلْحِقٍ فِى الدِّيْنِ مَالَمْ نُحَاوِلُ

میں ایسے کینہ پرور شخص سے پناہ مانگتا ہوں جو ہم پہ عیب لگانے کی سعی کرتا ہے اور ہم کو ایسے دین سے ملانے کی کوشش کرتا ہے جس کا ہم ارادہ بھی نہیں کرتے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَثَوْرٍ وَمَنْ اَرْسٰى ثَبِيْرًا مَكَانَهٗ
وَرَاقٍ لِيَرْقٰى فِى حِرَاءَ وَنَازِلِ

کوہ ثور اور اس ذاتِ بے ہمتا کی پناہ جس نے ثبیر کو اس کی جگہ پہ نصب کیا اور کوہ حرا پہ اترنے اور چڑھنے والے کی پناہ۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَبِالْبَيْتِ حَقِّ الْبَيْتِ مِنْ بَطْنِ مَكَّةَ
وَ بِاللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِغَافِلِ

بیت اللہ اور بیت اللہ کے حقوق کی پناہ جو مکہ کی وادیٔ میں ہے اور اللہ رب العزت کی پناہ جس کی ذات لمحہ بھر بھی کسی سے غافل نہیں ہوتی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَبِالْحَجَرِ الْمُسْوَدِّ إِذْ يَمْسَحُوْنَهُ
إِذَا اكْتَنَفُوْهُ بِالضُّحٰى وَالْأَصَائِلِ

اور حجر اسود کی پناہ لوگ جسے چومتے ہیں اور صبح وشام اس کا احاطہ کیے رکھتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَمَوْطِئِ إِبْرٰهِيْمَ فِى الصَّخْرِ رَطْبَةً
عَلٰى قَدَمَيْهِ حَافِيًا غَيْرَ نَاعِلِ

اور اس پتھر کی پناہ جسے حضرت ابراہیمؑ کے قدم چومنے کا شرف ملا جس پہ آپ کے قدم مبارک کے نشانات ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَأَشْوَاطٍ بَيْنَ الْمَرْوَتَيْنِ إِلَى الصَّفَا
وَمَا فِيْهِمَا مِنْ صُوْرَةٍ وَتَمَاثِلِ

اس سعی کی قسم جو حجاج صفا اور مروہ کے مابین کرتے ہیں اور اِن دو پہاڑوں کے مابین جو تصاویر اور تماثیل ہیں اِن کی پناہ۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَمَنْ حَجَّ بَيْتَ اللّٰهِ مِنْ كُلِّ رَاكِبٍ
وَمِنْ كُلِّ ذِي نَذَرٍ وَمِنْ كُلِّ رَاجِلِ

ہر اس شخص کی پناہ جو بیت اللہ کا حج کرنے کی سعادت حاصل کرے خواہ وہ سوار ہو یا نذرانے والا یا پیادہ۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَبِالْمَشْعَرِ الْاَقْصٰى اِذَا عَمَدُوْا لَهٗ
اِلَالٍ اِلٰى مُفْضٰى الشِّرَاجِ الْقَوَابِلِ

جب حاجی میدانِ عرفات کا قصد کرتے ہیں میں اس وقت پناہ مانگتا ہوں اور کوہ الال سے اس مقام تک کی پناہ جہاں وسعت اختیار کرتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَتُوْقَا فِهِمْ فَوْقَ الْجِبَالِ عِيشِيَّةً
يُقِيْمُوْنَ بِالْاَيْدِيْ صُدُوْرَ الرَّوَاحِلِ

وقت شام پہاڑوں پر کھڑے ہونے والوں کی پناہ کا خواہاں ہوں جو اپنے ہاتھوں سے سواریوں کو درست کرتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلَيْلَةِ جَمْعٍ وَالْمَنَازِلِ مِنْ مِّنًى
وَهَلْ فُوْقَهَا مِنْ حُرْمَةٍ وَمَنَازِلُ

اس رات کی پناہ جب حاجی منیٰ میں جمع ہو کر خیمہ زن ہوتے ہیں کیا کوئی مقام حرمت اور مرتبہ میں اس سے مقام سے بھی بڑھ کے ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَجُمَعٍ اِذَا مَا الْمُقْرِبَاتُ اَجَزْنَهٗ
سِرَاعًا كَمَا يَخْرُجْنَ مِنْ وَقْعِ وَابِلِ

میدانِ عرفات کی پناہ جس کی طرف گھوڑے برق رفتاری سے جاتے ہیں جس طرح وہ بارش کے نازل ہوتے وقت دوڑ کر جاتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَبِالْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى اِذَا صَمَدُوْا لَهَا
يَؤُمُّوْنَ قَذْفًا رَاْسَهَا بِالْجَنَادِلِ

مجھے جمرۂ کبریٰ کی پناہ جب حاجی اس کی جانب بڑھتے ہیں وہ سنگریزوں سے اس کا سر پھوڑ دینا چاہتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَكِنْدَةَ اِذْ هُمْ بِالْحِصَابِ عَشِيَّةً
تُجِيْزُ بِهِمْ حُجَّاجُ بَكْرِبْنَ وَائِلِ

کندہ کی پناہ! جب وہ وقت شام کنکریاں مارنے والی جگہ کو مسکن بناتے ہیں اور اِن کے پاس سے بنوبکر بن وائل کے حاجی گزرتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

حَلِيْفَانِ شَدَّا عَقْدَ مَا اخْتَلَفَا لَهٗ
وَرَادَّا عَلَيْهِ عَاطِفَاتِ الْوَسَائِلِ

وہ دونوں قبائل اتنے عمدہ حلیف ہیں کہ انھوں نے اپنے ہر عہد کو مستحکم کیا اور تعلقات کی نوازشوں کو اسی کی طرف موڑ دیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَحَطُومِهِمْ سُمْرَ الرِّمَاحِ وَتَرْحَهُ
وَشِبْرِقَهُ وَخْدَ النَّعَامِ الحَوامِلِ

وہ دامن کوہ میں موجود درختوں اس کی نباتات اور شبرق کو روندنے کی پناہ اس وقت اس کی کوشش تیز رفتار شتر مرغ کی طرح ہوتی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا مِنْ مَعَاذٍ لِعَائِذٍ
وَهَلْ مِنْ مُعِيْذٍ يَتَّقِىْ اللّٰهُ عَاذِلِ

کیا اس کے بعد بھی کسی پناہ والے کی جستجو ہو سکتی ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کا خوف بھی رکھتا ہو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

يُطَاعُ بِنَا اَمْرٌ لِعَدَا وِدٍ اَنَّنَا
تُسَدُّ بِنَا اَبْوَابُ تُرْكٍ وَكَابِلِ

ہمیں چھوڑ کر ہمارے دشمنوں کی باتیں سنی جاتی ہیں اُن کی تو خواہش یہ ہے کہ ہمارے لیے ترکی اور کابل کے راستے مسدود ہو جائیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ نَتْرُكُ مَكَّةَ
وَنَظْعَنُ اِلاَّ اَمْرُكُمْ فِىْ بَلاَبِلِ

بیت اللہ کی قسم! تم نے یہ بات کر کے جھوٹ بولا ہے کہ ہم مکہ کو چھوڑ دیں گے یہ صرف تمھارے تصورات کی رنگینی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ نُبْزٰى مُحَمَّدًا

وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِلِ

خانہ کعبہ کی قسم! تمھاری یہ بات بھی جھوٹ ہے کہ ہم محمد ﷺ کی وجہ سے مغلوب ہو جائیں گے حالانکہ اُن کے تحفظ میں ہم نے نہ ابھی تلواریں نکالیں ہیں نہ نیزے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ

وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم محمد ﷺ کو تمھارے حوالے کر دیں گے ہم اپنی جانیں اُن پہ قربان کر دیں گے اور اپنی بیویوں کو بھول جائیں گے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَيَنْهَضُ قَوْمٌ فِى الْحَدِيْدِ اِلَيْكُمْ

نُهُوْضَ الرَّوَايَا تَحْتَ ذَاتِ الصَّلَاصِلِ

تمھاری طرف ایک آہن پوش قوم اس طرح آئے گی جس طرح پانی لانے والی اونٹنیاں آتی ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

حَتّٰى تَرٰى ذَا الضِّغْنِ يَرْكَبُ رَدْعَهٗ

مِنَ الطَّعْنِ فِعْلَ الْاَنْكَبِ الْمُتَحَامِلِ

حتیٰ کہ تو دیکھے گا کہ ایک کینہ پرور شخص نیزہ کھا کے بھی نہ رکے گا اگر چہ وہ حاملہ اونٹنی کی طرح مشکل سے چل رہا ہوگا۔

✡✡✡✡✡✡✡

وَاِنَّا لَعَمْرُ اللّٰہِ اِنْ جَدَّ مَا اَرٰی
لَتَلْتَبِسَنْ اَسْیَا فُنَا بِالْاَمَاثِلِ

اللہ تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! اگر وہ واقعہ رونما ہو گیا جو ابھی پوشیدہ ہے تو خدا کی قسم ہماری تلواریں کئی برگزیدہ لوگوں کے پیٹ کھول دیں گی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بِکَفَّی فَتیً مِثْلِ الشِّھَابِ سَمَیْدَعٍ
اَخِیْ ثِقَۃٍ حَامِیِ الْحَقِیْقَۃِ بَاسِلٍ

یہ تلواریں اُن جوانوں کے ہاتھ میں ہوں گی جو شہاب کی مانند درخشاں قابل اعتماد اور قوی ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

شُھُوْرًا وَاَیَّامًا وَحَوْلًا مُجَرَّمًا
عَلَیْنَا وَتَاْتِی حِجَّۃٌ بَعْدَ قَابِلٍ

ہماری اسی کیفیت میں کئی دن کئی ماہ اور کئی سال گزر جائیں گے اور ایک حج کے بعد دوسرا حج آتا رہے گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَمَا تَرْکُ قَوْمٍ لَا اَبَا لَکَ سَیِّدًا
یَحُوْطُ الذِّمَارَ غَیْرَ ذَرْبٍ مَوَاکِلِ

تیرا باپ فنا ہو جائے! قوم کا ایسے عظیم سردار کو چھوڑ دینا کتنا قبیح فعل ہے جو امور کی نگہداشت کرتا ہو فحش کلامی سے گریز کرتا ہو اور اپنے کام خود کرتا ہو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالَ الْيَتَامٰى عِصْمَةً لِلْاَرَامِلِ

وہ نورفشاں ذات جس کے رخِ زیبا کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کا سرپرست اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

يَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ
فَهُمْ عِنْدَهٗ فِىْ رَحْمَةٍ وَّفَوَاضِلِ

بنو ہاشم کے نادار لوگ اُن کے ہاں پناہ لیتے ہیں اور وہ اُن کی رحمت اور فضل کے سائے میں ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

لِعَمْرِى لَقَدْ اَجْرِىَ اَسِيْدٌ وَبِكْرُهٗ
بُغْضِنَا وَ جَزَّانَا لِاٰكِلِ

تیری زندگانی کی قسم! اسید اور اس کے جوان بیٹے نے ہم سے دشمنی کی اور انھوں نے کھانے والے کے لیے ہمیں پارہ پارہ کردیا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَعُثْمَانُ لَمْ يَرْبَعْ عَلَيْنَا وَقُنْفُذٌ
وَلٰكِنْ اَطَاعَا اَمْرَ تِلْكَ الْقَبَائِلِ

نہ تو عثمان نے ہماری طرف توجہ کی نہ قنفذ نے بلکہ وہ انھیں قبائل کے احکام بجالائے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَطَاعَا اُبَیًّا وَابْنَ عَبْدِ یَغُوْثِھِمِ
وَلَمْ یَرقُبَا فِیْنَا مَقَالَۃَ قَائِلِ

اور انھوں نے ابی اور ابن عبد یغوث کی اطاعت کی اور ہمارے حق میں بات کرنے والے کی بات نہ سنی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

کَمَا قَدْ لَقِیْنَا مِنْ سُبَیْعٍ وَنَوْفَلٍ
وَکُلٌّ تَوَلّٰی مُعْرِضًا لَمْ یُجَامِلِ

سبیع اور نوفل کی جانب سے بھی ہمیں اس سلوک کا سامنا کرنا پڑا کہ ہر ایک نے ہم سے پیٹھ پھیرلی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَاِنْ یُلْفَیَا اَوْیُمْکِنِ اللّٰہُ مِنْھُمَا
نَکِلْ لَھُمَا صَاعًا بِصَاعِ الْمُکَایِلِ

اگر وہ کہیں پائے گئے یا اللہ تعالیٰ نے ہم کو اِن پر تسلط کی قوت بخشی تو ہم بھی انھیں بازار کی قیمت کے مطابق صاع کے بدلے صاع ہی ناپیں گے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَذَاکَ اَبُوْعَمْرٍو اَبَی غَیْرَ بُغْضِنَا
لِیُظْعِنَا فِیْ اَھْلِ شَاءٍ وَجَامِلِ

ابو عمرو نے تو ہماری عداوت کے علاوہ ہر چیز کا انکار کر دیا ہے وہ چاہتا ہے کہ ہم انسانوں کی بجائے اونٹوں اور بکریوں میں رہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

يُنَا جِيْ بُنَا فِی كُلِّ مُمْسىً و مُصْبَحٍ
فَنَا جِ اَبَا عَمْرِو بِنَا ثُمَّ خَا تِلِ

ابوعمرو صبح شام ہمارے خلاف سرگوشیاں کرتا رہتا ہے تو اے ابوعمرو تو ہمارے خلاف جس طرح کا چاہے مکروفریب کرلے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَيُوْلِی لَنَا بِا للّٰہِ مَا اِنْ يَغُشَّنَا
بَلٰی قَدْ تَرَاهُ جَهْرَةً غَيْرُ حَا ئِلِ

وہ ہم سے قسمیں کھاتا ہے کہ وہ دغا نہیں کرے گا مگراس کا مکروفریب تو ظاہر ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَضَا قَ عَلَيْهِ بُغْضُنَا كُلَّ تَلْعَةٍ
مِنَ الْاَ رْضِ بَيْنَ اَخْشُبٍ فَمَجَا دِلِ

کوہ اخشب سے لے کر شام وعراق تک کے محلات اور زمین کے نشیب وفراز ہمارے بغض کی وجہ سے اس پہ تنگ ہو گئے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَسَا ئِلْ اَبَا الْوَلِيْدِ مَا ذَا حَبَوْتَنَا
بِسَعِيْكَ فِيْنَا مُعْرِضًا كَا لْمُخَاتِلِ

ذرا ابوالولید سے تو پوچھو جب وہ ایک فریبی شخص کی طرح روگرداں تھا تب اس نے ہمارا کیا بگاڑ لیا تھا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَكُنْتَ امْرَءً مِمَّنْ يُعَاشُ بِرَايِهٖ
وَرَحْمَتِهٖ فِيْنَا وَ لَسْتَ بِجَاهِلِ

تو اس سے نا آشنا تو نہیں کہ تُو وہ شخص تھا جو ہم میں اپنی رائے اور شفقت کی وجہ سے زندگی کر رہا تھا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَعُتْبَةُ لَا تَسْمَعْ بِنَا قَوْلَ كَاشِحٍ
حَسُوْدٍ كَذُوْبٍ مُبْغِضٍ ذِى دَغَاوِلِ

اے عتبہ سُن! ہمارے خلاف لوگوں کی باتیں نہ سن کہ وہ تو حاسد جھوٹے کینہ پرور اور فسادی ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَ مَرَّ اَبُوْ سَفْيَانَ عَنِّىْ مُعْرِضًا
كَمَا مَرَّ قَيْلٌ مِنْ عِظَامِ الْمَقَاوِلِ

ابوسفیان میرے پاس سے پیٹھ پھر کر اس طرح گزرا جس طرح کوئی بڑا سردار گزرتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

يفِرُّ اِلٰى نَجْدٍ وَ بَرْدِ مِيَاهِهٖ
وَيَزْعُمُ اَنِّىْ لَسْتُ عَنْكُمْ بِغَافِلِ

وہ بلندیوں ٹیلوں اور ٹھنڈے پانیوں کی طرف بھاگ رہا ہے اور گمان کرتا ہے کہ ہم اس سے غافل ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَيُخْبِرُنَا فِعْلَ الْمُنَا صِحِ اَنَّهٗ
شَفِيْقٌ وَيَخْفِى عَارِمَاتِ الدَّوَاخِلِ

وہ ہم سے کسی بڑے خیر خواہ کی طرح پیش آتا ہے اگرچہ ہم اُس کے مکر وفریب سے آگاہ ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَمَطْعِمُ لَمْ اَخْذُلْكَ فِىْ يَوْمِ بَحْدَةٍ
وَلَا مُعْظِمُ عِنْدَ الْاُمُوْرِ الْجَلَائِلِ

اے معطم! میں نے تو تمہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑا نہ قیامت تک اس بات کا ارادہ ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلَا يَوْمَ خَصْمٍ اِذْ اَتُوْكَ اَلِدَّةً
اُوْلِى جَدَلٍ مِنَ الْخُصُوْمِ الْمَسَاجِلِ

اور نہ ہم نے کبھی جنگ میں تمھارا ساتھ چھوڑا ہے جب بھاری دشمنوں نے تجھ پہ یلغار کی تھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَمُطْعِمُ اِنَّ الْقَوْمَ سَامُوْكَ خُطَّةً
وَاِنِّىْ مَتٰى اُوْكَلُ فَلَسْتُ بُوَائِلِ

اے معطم! قوم نے تیرے ساتھ انتہائی سخت رویہ اختیار کیا ہے لیکن میں تب بھی تجھ کو نہ چھوڑوں گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

جَزَی اللّٰہُ عَنَّا عَبْدَ شَمْسٍ وَ نَوْفَلاً
عُقُوْبَۃَ شَرٍّ عَاجِلاً غَیْرَ اٰجِلٍ

اے اللہ! ہماری طرف سے عبد شمس اور نوفل کو ایسی سزا دے جس میں جلدی ہو تاخیر نہ ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بِمِیْزَانِ قِسْطٍ لَا یُخِسُّ شَعِیْرَۃً
لَہٗ شَاھِدٌ مِنْ نَفْسِہٖ غَیْرُ عَائِلٍ

وہ سزا جو ایسے ترازو میں تولی گئی ہو جو ذرا بھر بھی کمی نہ کرے جو عدل کے مطابق ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

لَقَدْ سَفُھَتْ اَحْلَامُ قَوْمٍ تَبَدَّلُوْا
بَنِیْ خَلَفٍ قَیْضًا بِنَا والغَیَاطِلِ

اس قوم کی دانش جواب دے گئی ہے جنھوں نے ہمیں چھوڑ کر بنو خلف اور غیاطل کو اختیار کر لیا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَنَحْنُ الصَّمِیْمُ مِنْ ذُوَا بَۃِ ھَاشِمٍ
وَ آلِ قُصِیٍّ فِیْ الْخُطُوْبِ الْاَوَائِلِ

ہم وہ خاص النسل ہیں جو ہاشم اور بنو قصی سے تعلق رکھتے ہیں اور گذشتہ اہم معاملات کے روح رواں ہم ہی تھے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَسَهْمٌ وَ مَخْزُوْمٌ تَمَالَوْا وَ اَلَّبُوْا
عَلَيْنَا الْعِدَا مِنْ كُلِّ طِمْلٍ وَخَامِلِ

بنوسہم اور بنو مخزوم نے دشمنوں میں سے ہر کمینے اور گھٹیا شخص کو ہمارے خلاف ابھارا اور انھیں برائی کی ترغیب دی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَعَبْدَ مُنَافٍ اَنْتُمْ خَيْرُ قَوْمِكُمْ
فَلَاتُشْرِكُوْا فِى اَمْرِكُمْ كُلَّ وَاغِلِ

اے عبد مناف! تم اپنی قوم میں سے بہترین ہو تم اپنے معاملات میں ہر گراں فروش ہو شامل مت کیا کرو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَعَمْرِى لَقَدْ وَ هَنْتُمْ وَعَجَزْتُمْ
وَ جِئْتُمْ بِاَمْرٍ مُخْطِىءٍ لِلْمَفَاصِلِ

میری حیاتی کی قسم! تم کمزور اور عاجز ہو چکے ہو اور تم ایسا معاملہ کے کر آئے ہو جو نشانے سے خطا کرنے والا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَ كُنْتُمْ حَدِيْثًا حَطْبَ قِدْرٍوَاَنْتُمْ
اَلْآنَ حِطَابُ اَقْدُرٍ وَ مَرَاجِلِ

پہلے تم صرف ایک ہنڈیاں کا ایندھن تھے اور اب تم بہت سی ہنڈیوں کا ایندھن بن چکے ہو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لِیَهْنِیءْ بَنِی عَبْدِ مَنَافٍ عُقُوقُنَا
وَخِذْلَانُنَا وَتَرْکُنَا فِی الْمَعَاقِلِ

اے بنوعبد مناف! تم کو اس بات کی مبارک ہو کہ تم نے ہمیں بیچ منجدھار میں چھوڑ دیا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَإِنْ نَکُ قَوْمًا نَتَّئِرْ مَا صَنَعْتُمْ
وَتَحْتَلِبُوْهَا لِقْحَةً غَیْرَ بَاهِلِ

ہماری شان تو یہ ہے کہ ہم تمھارے برے اعمال کی پردہ پوشی کرتے رہے ہیں لیکن تمھاری کیفیت یہ ہے کہ تم اُس اونٹنی کی طرح دودھ گرار ہے ہو جسے دوہا نہ گیا ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَسَائِطُ کَانَتْ فِیْ لُؤَیِ بْنِ غَالِبٍ
نَفَاهُمْ إِلَیْنَا کُلُّ صَقْرٍ حُلَاحِلِ

لوگوں کے وہ تعلقات جو انھوں نے لوئی بن غالب کی اولاد سے استوار کیے تھے اسے انھوں نے ختم کر دیا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَرَهْطُ نُفَیْلٍ شَرُّ مَنْ وَطِیءَ الْحَصٰی
وَأَلْأَمُ حَافٍ مِنْ مَعَدٍّ وَنَاعِلِ

بنونفیل کا قبیلہ زمین روندنے والوں میں سب سے شریر ہے اور معد کی اولاد عریاں پاؤں اور جوتے پہنے والوں میں سے زیادہ کمینی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَاَبْلِغْ قُصَيًّا اَنْ سَيُنْشَرُ اَمْرُنَا
وَبَشِّرْ قُصَيًّا بَعْدَنَا بِالتَّخَاذُلِ

بنوقصی تک یہ پیغام پہنچادو کہ عنقریب ہمارا معاملہ وسیع ہو جائے گا اور تمھاری ذلت ورسوائی کا آغاز۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَ لَوْ طَرَقَتْ لَيْلاً عَظِيْمَةٌ
اِذَا مَا لَجَانَا دُوْنَهُمْ فِى لمَدَاخِلِ

اور اگر کسی رات بنوقصی پہ کوئی آفت آ گئی تو ہم بھی تماشہ دیکھنے والوں میں شامل ہوں گے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلَوْ صَدَقُوْا ضَرْبًا خِلَالَ بُيُوْتِهِمْ
لٰكِنَّا اُسًى عِنْدَ النِّسَاءِ الْمَطَافِلِ

تاہم اگر کوئی دشمن اُن کے گھروں میں گھس گیا تو ہم اُن کی عورتوں کے لیے نمونہ ہوں گے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَكُلُّ صَدِيْقٍ وَابْنِ اُخْتٍ نَعُدّهٗ
لَعَمْرِى وَجَدْنَا غِبَّهٗ غَيْرَ طَائِلِ

میری زندگی کی قسم! ہمارا ہر دوست اور بھانجا جسے ہم نے پایا ہے اس سے ہمیں ایک دن چھوڑ کر ملنا بھی سودمند نہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

سِوَی اَنَّ رَھْطًا مِنْ کِلَابِ بِنِ مُرَّۃَ
بَرَاءٌ اِلَیْنَا مِنْ مَعَقَّۃٍ خَاذِلِ

لیکن کلاب بن مرہ کا ایک قبیلہ اس امر سے مبرا ہے کہ انھوں نے ہمیں بدلی ہوئی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَھَنَّا لَھُمْ حَتّٰی تَبَدَّدَ جَمْعُھُمْ
وَیَحْسُرَ عَنَّا کُلُّ بَاغٍ وَجَاھِلِ

ہم نے انھیں اتنا کمزور کر دیا ہے کہ اُن کی جمعیت منتشر ہوگئی ہے کہ ہر باغی اور جاہل ہم سے دوری اختیار کر لیتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَکَانَ لَنَا حَوْضُ السِّقَایَۃِ فِیْھِمْ
وَنَحْنُ الْکُدٰی مِنْ غَالِبٍ وَالْکَوَاھِلِ

ہمارے پانی کا حوض انھیں میں تھا بنو غالب میں ہم ایک سخت چٹان کی مانند تھے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

شَبَابٌ مِنَ الْمُطَیِّبِیْنَ وَھَاشِمٍ
کَبِیْضِ السُّیُوْفِ بَیْنَ اَیْدِی الصَّیَاقِلِ

خوشبو والوں کے اور بنو ہاشم کے جوان ایسے ہیں کہ گویا کہ وہ صقیل کرنے والوں کے ہاتھ میں چمکتی تلواریں ہوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَمَا اَدْرَكُوْا ذَحْلاً وَ لَا سَفَكُوْا دَمًا
وَلَا خَالَقُوْا اِلَّا شِرَّ الْقَبَائِلِ

نہ تو انھوں نے بدلہ لیا نہ ہی خونخواری کی اور نہ ہی قبائل میں سے شریر لوگوں کے علاوہ کسی نے بغاوت کی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بِضَرَبٍ تَرَى الْفِتْيَانِ فِيْهِ كَاَنَّهُمْ
ضَوَارِی اُسُوْدٍ فَوْقَ لَحْمٍ خَرَادِل

ایسی شمشیر زنی ہوگی جس میں تو جوانوں کو دیکھے گا کہ گویا وہ چیرنے والے شیر ہیں جو گوشت کے ٹکڑوں پہ پڑ رہے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بَنِیْ اَمَةٍ مَحْبُوْبَةٍ هِنْدَ كِيَّةٍ
بَنِی جَمْحٍ عُبَيْدُ قَيْسِ بْنِ عَاقِلِ

اے ہندی محبوبہ لونڈی کے بچو! اے بنو جمح عبید بن قیس بن عاقل کی اولا دو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَ لٰكِنَّنَا نَسْلٌ كِرَامٌ لِسَادَةٍ
بِهِمْ نُعِىَ الْاَقْوَامُ عِنْدَ الْبَوَاطِلِ

ہم تو عمدہ نسل کے وہ سردار ہیں جن کے ذریعے جنگ کے وقت اقوام کو موت کا پیام سنایا جاتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَنِعْمَ ابْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ غَيْرَ مُكَذَّبٍ
زُهَيْرٌ حُسَامًا مُفْرَدًا مِنْ حَمَائِلِ

زہیر قوم کا عمدہ بھانجا ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا وہ ایک ایسی تلوار کی مانند ہے جسے میان سے الگ کر دیا گیا ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَشَمُّ مِنَ الشُّمِّ البَهَالِيْلِ يَنْتَمِى
اِلٰى حَسَبٍ فِى حَوْمَةِ المَجْدِ فَاضِلِ

وہ عظیم سرداروں سے بھی عظیم ہے اور وہ عظیم نسب کی طرف منسوب ہے جو فضیلت اور بزرگی میں بہت آگے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

لَعَمْرِى لَقَدْ كَلِفْتُ وَجْدًا بِاَحْمَدَ
وَاِخْوَاتِهٖ دَأْبَ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ

مجھے اپنی عمر کی قسم! میں اسی طرح احمد (ﷺ) کی محبت میں گرفتار ہوں جس طرح کوئی کسی کی دائمی محبت کا اثیر ہوتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَلَا زَالَ فِى الدُّنْيَا جَمَالاً لِاَهْلِهَا
وَزَيْنًا لِمَنْ وَالَاهُ لِمَنْ وَالَاهُ رَبُّ المَشَاكِلِ

امر دشوار کا رب اُن لوگوں کو دنیاوی جمال سے آراستہ کرے جنھوں نے محمدﷺ اور اُن کے بھائیوں سے محبت کی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَمَنْ مِثْلُہٗ فِی النَّاسِ اَیُّ مُؤَمَّل
اَذَا قَاسَہٗ الْحُکَّامُ عِنْدَ التَفَاضُلِ

لوگوں میں آپ ﷺ کی مثل کون ہے کہ اُس سے امید وابستہ کی جائے کہ جب فضائل میں زیادتی کا فیصلہ کرنے والوں نے دیکھا تو انھیں محمد ﷺ کے سوا اور کوئی نظر نہ آیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

حَلِیْمٌ رَّشِیْدٌ عَادِلٌ غَیْرُ طَائِشٍ
یُوَ الِی اِلٰھًا لَیْسَ عَنْہٗ بِغَافِلِ

وہ بردبار ہدایت یافتہ اور عادل ہیں اور نہ وہ جلد باز ہیں اور وہ ایسے معبود کی عبادت کرتے ہیں جو اُن سے غافل نہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَوَاللّٰہِ لَوْلَا اَنْ اَجِیْ بِسُبَّۃٍ
تُجَرُّ عَلَی اَشْیَاخِنَا فِی الْمَحَافِلِ

اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری وجہ سے ہمارے بزرگوں کو محافل میں برا بھلا کہا جائے گا تو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَکِنَّا اتَّبَعْنَاہُ عَلٰی کُلِّ حَالَۃٍ
مِنَ الدَّھْرِ جِدًّا غَیْرَ قَوْلِ التَّھَازُلِ

پھر ہم ہر حالت میں آپ ﷺ ہی کی اطاعت کرتے اور یقیناً یہ ایک سنجیدہ بات ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذَّبٌ
لَدَيْنَا وَلَا يُعْنٰى بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ

اور سب جانتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی نہیں جو اپنے نورِ نظر کی تکذیب کرنے والا ہو ہم جھوٹی باتوں پہ توجہ نہیں کرتے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَاَصْبَحَ فِيْنَا اَحْمَدُ فِى اَرُوْمَةٍ
تُقَصِّرُ عَنْهُ سَوْرَةُ الْمُتَطَاوِلِ

احمد مجتبیٰ ﷺ ہم میں سے ایسے والدین کے ہاں جلوہ نما ہوئے ہیں کہ ظلم کرنے والے ہاتھ اُن کی شان کم کرنے سے قاصر ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

حَدِبْتُ نَفْسِى دُوْنَهُ وَ حَمَيْتُهُ
وَدَافَعْتُ عَنْهُ بِالدُّرَا وَالْكَلَاكِلِ

اور میں نے آپ ﷺ کے لیے خود کو دکھ میں ڈالا اور میں نے آپ کی مدافعت کی پشت سے اور سینے سے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَاَيَّدَهُ رَبُّ الْعِبَادِ بِنَصْرِهٖ
وَاَظْهَرَ دِيْنًا حَقُّهُ غَيْرُ بَاطِلِ

لوگوں کے پروردگار نے آپ ﷺ کی اعانت کی اور آپ ﷺ کے دین کو غالب کر دیا جو کہ دین حق ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

رِجَالٌ كِرَامٌ غَيْرُ مِيْلٍ نَمَاهُمُ
اَلٰى الْخَيْرِ آبَاءٌ كِرَامُ الْمَحَاصِلِ

وہ کریم لوگ ہیں جو کسی کی طرف جھکاؤ نہیں رکھتے ان کے عظیم مقاصد والے آباء نے انھیں بھلائی کی طرف بلایا ہے۔

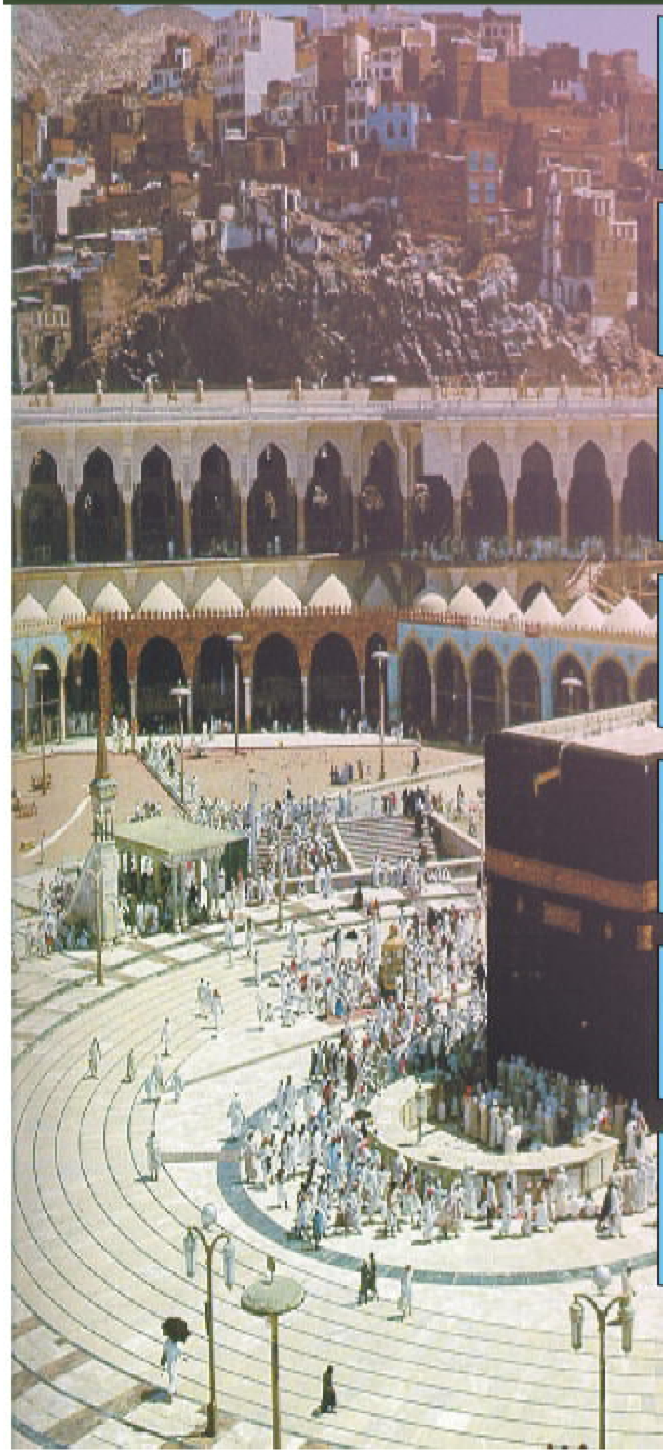
۞۞۞۞۞۞۞۞

فَاِنْ تَکُ کَعْبٌ مِنْ لُؤَیٍّ صُعَیْبَۃً
فَلَا بُدَّ یَوْمًا مَرَّۃً مِنْ تَزَایُلِ

اگر بنو کعب کا بنو لوئی سے قریبی تعلق ہے تو پھر اس اتفاق کا کسی دن منتشر ہو جانا بھی ضروری ہے۔[*50]

۞۞۞۞۞۞۞۞

7 نبوی بمطابق رمضان 6 قبل ہجرت 11 جون 616ء



انتہائے عداوتِ قریش

بنو ہاشم کی مستعدی

قریش کا مقاطعہ

بنو ہاشم شہر چھوڑ گئے

سارا عرب بنو ہاشم کے مقابل

بنو ہاشم سرخرو رہے

ابولہب کی ذلالت

7 نبوی، رمضان.... 6 قبل ہجرت ... جون 616ء ... 617ء

بنو ہاشم کی مستعدی

نبی اکرم ﷺ قریش کی تمام رکاوٹوں کے باوجود دین حق کی تبلیغ جاری رکھے ہوئے تھے اور قریش حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے حضرت حمزہؓ کی مدافعت اور نجاشی شاہ حبشہ کی طرف سے مسلمانوں کی تکریم کے بعد بے حد پریشان تھے اور وہ اس حد تک جا چکے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کو سرعام قتل کر دینا چاہتے تھے۔ تاہم بنو ہاشم انتہائی مستعد تھے اس لیے قریش بے بسی سی محسوس کر رہے تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب حبشہ میں مسلمانوں کو امن و سکون حاصل ہو گیا تب قریش نے فیصلہ کیا جب تک اس معاملے کو فیصلہ کن مقام تک نہیں پہنچا لیں گے سکون سے نہیں بیٹھیں گے۔ حضرت ابو طالب اس ساری صورت حال کو بڑی باریکی سے دیکھ رہے تھے اور وہ نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے سلسلے میں فکر مند تھے۔ علامہ برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو طالب نے بنو ہاشم کے بہادر نوجوانوں پہ مشتمل ایک دستہ تیار کر رکھا تھا جن کا کام صرف نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کرنا تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ نہ ہوتے کیونکہ آنحضرت محمد ﷺ اس کو پسند نہ فرماتے تھے اس لیے وہ دور سے ہی آپ ﷺ کی نگرانی اور حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے

تھے۔مورخین نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ غالباً خود آنخضرت محمد ﷺ بھی اپنی اس خفیہ نگرانی سے آگاہ نہ تھے بلکہ یہ صرف آپ کے چچا کی محبت تھی جو انھیں بے چین کیے رکھتی۔اسی لیے ایک دن جب نبی اکرم ﷺ کو وادیٔ میں گئے کئی گھنٹے بیت گئے تو حضرت ابو طالب اچانک چونک اٹھے اور لوگوں سے آنخضرت محمد ﷺ کے متعلق پوچھا؟

مگر اکثر لوگوں نے آپ ﷺ سے لاعلمی کا اظہار کیا۔

جس کی وجہ سے حضرت ابو طالب کی پریشانی بڑھ گئی۔

اس کے بعد دن کا اور بہت سا حصہ گزر گیا اور جو کچھ حضرت ابو طالب کے دل میں تھا وہ اسے کسی سے بیان کرتے ہوڈرتے تھے۔دراصل اُن کو یہ وہم ہو گیا تھا کہ کہیں قریش نے اپنا مقصد حاصل تو نہیں کر لیا۔

آپ کے دل میں یہ خیال جڑ پکڑنے لگا،آپ نے بنو ہاشم کے نوجوانوں کو جمع کیا اور کہا جلدی سے ہتھیار بند ہو جاؤ۔

بنو ہاشم کے نوجوان ہتھیار سجا کے آگئے۔

آپ کسی نوجوان کو آگے بلاتے اور اُس سے کہتے حرم میں چلے جاؤ ابو جہل وہیں ہوگا سائے کی طرح اُس کے ساتھ چمٹ جاؤ،اپنا مقصد اُس پہ واضح نہ ہونے دو،اپنے ہاتھ ہتھیار پہ رکھو اور اگر میں تمھیں اشارہ کروں تو اس کے بعد ابو جہل مزید سانسیں نہ لینے پائے۔پھر وہ کسی اور نوجوان کو بلاتے اور اُس سے کہتے تم بھی حرم میں چلے جاؤ۔عقبہ بن ابی معیط کا سایہ بن جاؤ اُس پہ کڑی نگاہ رکھو اگر وہ بیت اللہ سے باہر جانے کی کوشش کرے تو اسے روک دینا اور اگر میری طرف سے اشارہ پاؤ تو اُس کا سر قلم کر دینا۔اسی طرح انھوں نے ابی بن خلف ، عاص بن وائل ،نضر بن حارث ،ابن زبعری، اخنس بن شریق اور ولید بن مغیرہ کی نگرانی پہ بھی بنو ہاشم کے نوجوانوں کو مقرر کر دیا اور اُن کو حکم دیا کہ اگر ہمیں اس بات کا پتا چلا کہ خدانخواستہ قریش نے آنخضرت محمد ﷺ کا خون کر دیا ہے تو تم لوگوں نے ایک پل میں قریش کے اِن سرداروں کو قتل کر دینا ہے کیونکہ وہ نہیں جانتے انھوں نے بنو ہاشم کو للکارا ہے اور بنو ہاشم کا خون کسی پہ مباح نہیں۔نبی اکرم ﷺ کا صبح سے پتا نہیں چل رہا تھا لوگ اس بات سے انکاری تھے کہ انھوں نے آنخضرت محمد ﷺ کو صبح سے دیکھا ہو۔حضرت ابو طالب بے چینی کے

عالم میں حرم پاک میں ٹہل رہے تھے اور ساتھ ہی اس بات کا مشاہدہ بھی کر رہے تھے کہ بنو ہاشم کے نوجوان اپنے فرض کو انجام دے رہے ہیں یا نہیں۔اور انھوں نے دیکھا کہ ہاشمی نوجوانوں نے قریشی سرداروں کی نگرانی شروع کر رکھی تھی وہ مستعد تھے اور بار بار مڑ کے اپنے سردار ابو طالب کی طرف دیکھتے تھے اور اُن کی آنکھوں میں انتقام کی سرخی لہریں لیتی تھی۔

تب ابو جہل حضرت ابو طالب کے پاس آیا اور کہا:

کیا بات ہے میں تمھاری آنکھوں میں پریشانی دیکھتا ہوں۔

حضرت ابو طالب نے جواب دیا:

ابوالحکم تھوڑا انتظار کرو جس نے جو بویا ہے وہ اسے یقیناً کاٹے گا بھی۔

ابو جہل کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور وہ آگے بڑھ کے اپنی مجلس میں جا بیٹھا جہاں بنو مخزوم کے لوگ بیٹھے تھے۔

پھر کہیں سے خود ہی آنحضرت محمد ﷺ تشریف لے آئے۔

حضرت ابو طالب فوراً ہی آپ ﷺ کی طرف لپکے اور کہا اے بھتیجے:

تم نے تو ہماری سانسیں روک دی تھیں۔

آپ قریش کے عناد اور اُن کے خبث باطن سے بخوبی آگاہ ہیں اس لیے آپ ﷺ کو اتنی دیر کے لیے غائب نہیں ہونا چاہیے تھا۔آنحضرت محمد ﷺ شاید تھکے ہوئے تھے اس لیے انھوں نے بیت اللہ کا طواف مکمل کیا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ابو جہل اب بھی حضرت ابو طالب کی حرکات پہ نظریں رکھے ہوئے تھا۔

حضرت ابو طالب اُس طرف کو چل دیئے جہاں صحن حرم میں اُن کے لیے ایک دری بچھائی جاتی تھی اور وہ بنو ہاشم کے معاملات کے فیصلے کیا کرتے تھے۔

ابو جہل اُن کے پاس سے گزرا اور کہا:

میں سمجھتا ہوں اب تمھیں آرام آ گیا ہے۔

دراصل ابو جہل سمجھ چکا تھا کہ ابو طالب آنحضرت محمد ﷺ کی وجہ سے پریشان ہیں۔

ہاں مجھے آرام آ گیا ہے اور تم یاد رکھنا آج ہماری تلواریں تمھارے خون کا ذائقہ چکھنے کے لیے بہت

بے چین تھیں۔

ابو طالب نے ابو جہل کو کہا:

ذرا غور سے اپنے ارد گرد دیکھ!

نبی اکرم ﷺ کا ہر دشمن کو بنو ہاشم کے کسی نہ کسی جوان کے ہاتھ سائے میں ہے۔

ابو جہل نے حرم پاک میں نظر دوڑائی اور وہ جان گیا کہ واقعی ہر اسلام دشمن کے ساتھ کوئی نہ کوئی ہاشمی نوجوان سائے کی طرح لگا ہوا ہے۔

پھر حضرت ابو طالب کے اشارے پر وہ سب نوجوان رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کو چھوڑ کر اُن کے پاس آگئے اور ابو جہل نے اُن کے کپڑوں میں پوشیدہ ہتھیاروں کو دیکھ لیا تھا۔

مگر یہ سب کس لیے تھا، ابو جہل نے سوال کیا؟

اس لیے کہ تم اُس سوچ سے باز آجاؤ جس کے لیے تم بے چین ہوئے جاتے ہو۔

حضرت ابو طالب نے ابو جہل کو تیکھا سا جواب دیا:

اس کے بعد حضرت ابو طالب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُٹھے اور حرم پاک سے چلے گئے۔

ابو جہل قدرے خوفزدہ تھا تاہم وہ اپنے خبث باطن کے باعث کسی نرمی پہ تیار نہ تھا۔

کچھ دِن اسی طرح گزر گئے"۔

پھر قریش کا ایک پیامبر ابو طالب کی طرف آیا

حضرت ابو طالب نے کہا: بتاؤ اب قریش ہم سے کیا چاہتے ہیں۔

قریش کے پیامبر نے کہا:

اے ابو طالب آپ کی قوم چاہتی ہے کہ آپ ہم سے دوگنا خون بہا لے لیں اور ہمیں محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کی جازت دے دیں ہم آپ کی آسانی کے لیے انھیں کسی غیر معروف قبیلے کے کسی غیر معروف شخص کے ذریعے قتل کرائیں گے جس سے آپ کو ندامت کا سامنا کرنے پڑے گا اور نہ ہی کسی سے جنگ کرنا پڑے گی۔

حضرت ابو طالب جو تکیے سے ٹیک لگائے تھے۔

سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور پیامبر سے کہا:

اگر ہمارے ہاں قاصد کے متعلق کچھ محکم روایات موجود نہ ہوتیں تو میں اس بات کی پاداش میں تمھاری زبان تمھارے حلق سے کھینچ لیتا۔

اب یہاں سے اٹھو اور چلے جاؤ!

قریش کو میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ ہم سے تلواروں کی زبان میں بات کرو اب مذاکرات کا وقت گزر چکا ہے اور یاد رکھنا بنو ہاشم کے ہر جوان کی آنکھوں میں ایک سرخی ہے اگر ہو سکے تو اُن کے کروفر سے بچ کے رہنا۔

قریش کا قاصد واپس چلا گیا اور اُس نے قریش پر واضح کر دیا کہ محمد ﷺ پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے سو بار سوچ لینا کیونکہ اس واقعے کے بعد کیا ہوگا اس کا جواب بنو ہاشم کے ہر نوجوان کی آنکھوں میں امنڈتی سرخی میں مَیں خود دیکھ آیا ہوں۔

❖ ❖ ❖

قریش کی جہالت کی وجہ سے شہر مکہ کی حالت اب اس
مقام پر پہنچ چکی تھی کہ صبح تلوار چلے یا شام۔اب بنو ہاشم
اور قریش کے مابین تلوار ضرور چلے گی ۔ بنو ہاشم نے
پوری تیاری کر لی تھی تاہم قریش گریزاں تھے چنانچہ
جب قریش نے مقاطع کا اعلان کیا تو بنو ہاشم بھی
شعب ابی طالب میں اُٹھ آئے۔

7 نبوی، رمضان.... 6 قبل ہجرت ... جون 616ء ... 617ء

انتہائے عداوت

اہل عرب کی تاریخ اس قسم کی سنگ دلی سے خالی تھی جس کا مظاہرہ قریش مکہ نے کیا تھا۔اُس کی قساوت قلبی پر جس انداز سے بھی غور کیا جائے اُن کی اخلاقی پستی پہ ہی دلیل حاصل ہوگی۔قریش بنو ہاشم کی طاقت سے خائف تھے اور جنگ سے گریزاں تھے۔وہ چاہتے تھے کہ بغیر جنگ کے ہی وہ آنحضرت محمد ﷺ سے نجات پالیں۔اس دوران اُن کے مابین اس بات پر کئی بار بحث ہوچکی تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ اب قتل کر دینا چاہیے۔مگر سوال یہ تھا کہ قریش کا کون ساخدان آگے بڑھے اور بنو ہاشم کے قہر کا سامنا کرے۔یہاں آکر بات رُک جاتی تھی اور قصی کی اولاد میں سے کوئی خاندان بنو ہاشم کے سامنے اترنے کو تیار نہ تھا۔تاہم گذشتہ چار چھ ماہ میں انھیں آنحضرت محمد ﷺ اور بنو ہاشم سے جس بری طرح ہزیمت اٹھانی پڑی تھی اُسے بھی وہ بھولنے کے لیے تیار نہ تھے۔کہ انھیں ایام میں پہلے حضرت حمزہؓ اور پھر حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔قریش کی جو سفارت حبشہ گئی تھی ذلیل وخوار ہو کے واپس آگئی تھی اور مسلمانوں کا بہت بڑا گروہ حبشہ میں خیر و عافیت اور امن وسکون کے دن گزار رہا تھا اور مکہ میں روز اُن کے

کان میں ایسی خبریں پڑتیں کہ دیکھو فلاں کے بیٹے نے اسلام قبول کر لیا ہے، دیکھو فلاں کے باپ نے اسلام قبول کر لیا ہے، دیکھو فلاں کی بیٹی نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ چنانچہ اس خوفناک صورت حال سے نکلنے کے لیے اہل قریش کے سردار ایک رات مکہ کی ایک گھاٹی ابطح میں اکٹھے ہوئے۔

اور وہاں انھوں نے بنو ہاشم سے ہر قسم کے مقاطعہ کا فیصلہ کیا۔
اُن میں سے ایک بد بخت منصور بن عکرمہ [52*] نے قریش کے کہنے پہ ایک تحریر لکھی جس میں طے کیا گیا کہ!

”بنو ہاشم سے مکمل مقاطعہ کیا جائے گا، نہ بنی ہاشم کی لڑکیوں سے بیاہ کیا جائے گا نہ اپنی لڑکیوں کو بنو ہاشم میں بیاہا جائے گا، نہ کوئی چیز اِن سے خریدی جائے گی نہ کوئی چیز اِن کو بیچی جائے گی، بنو ہاشم کے ساتھ کسی بھی معاملے میں نرمی نہ کی جائے اور یہ صورتِ حال اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک بنو ہاشم محمد (ﷺ) کو قتل کے لیے اُن کے حوالے نہ کر دیں“۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

یہ تمام باتیں تحریر کی گئیں اور اس تحریر کو مقدس جانتے ہوئے انھوں نے بیت اللہ میں لٹکا دیا تا کہ یہ تحریر ہر وقت اُن کی نظروں کے سامنے رہے اور وہ اپنے فیصلے پہ قائم رہیں۔
یہ محرم 7 نبوی کی بات ہے جب یہ معاہدہ تحریر کیا گیا۔

حضرت ابو طالب کو جب اس تحریر کی خبر ہوئی تو انھوں نے بہت شاندار قصیدہ کہا جس کے کچھ اشعار یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

اَلَا اَبۡلِغَا عَنِّی عَلٰی ذَاتِ بَیۡنِنَا
لُؤَیًّا وَخُصَّامِنۡ لُؤَیٍّ بَنِیۡ کَعۡبٍ

سن لو! ہمارے آپس کے تعلقات کی نسبت بنی لوئی کو میرا یہ پیغام پہنچا دو خاص کر بنو کعب کے
کانوں میں یہ بات ڈال دو کہ۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا
نَبِيًّا كَمُوْسٰى خُطَّ فِىْ اَوَّلِ الْكُتُبِ

کیا تمھیں خبر نہیں کہ ہم نے محمد (ﷺ) کو ایسا نبی پایا ہے کہ موسیٰؑ کی طرح اُن کا حال اگلی
کتابوں میں لکھا پاتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاَنَّ عَلَيْهِ فِىْ الْعِبَادِ مَحَبَّةً
وَلَا خَيْرَ مِمَّنْ خَصَّهُ اللّٰهُ بِالْحُبِّ

بندوں کا میلان محبت انھی کی جانب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے لیے خاص کر دیا ہو
اس سے سے زیادہ بھلائی کہیں نہیں ہوسکتی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاَنَّ الَّذِىْ اَنْصَقْتُمْ مِنْ كِتَابِكُمْ
لَكُمْ كَائِنٌ نَحْسًا كَرَاغِيَةِ السَّقْبِ

وہ عہد نامہ جو تم نے حرم میں لٹکایا ہے وہ خود تمھارے لیے اسی طرح منحوس ثابت ہوگا جس طرح
قوم نوحؑ کے لیے اونٹنی کے بچے کی آواز منحوس ثابت ہوئی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَفِیْقُوْا اَفِیْقُوْا قَبْلَ اَنْ یُحْفَرَا لثَّرَی
وَیُصْبِحَ مِنْ لَمْ یَجْنِ ذَنْبًا کَذِیْ الذَّنْبِ

بیدار ہو جاؤ! بیدار ہو جاؤ اس سے بیشتر کہ مٹی کھودی جائے اور وہ شخص جس نے گناہ نہیں کیا وہ بھی گنہگار کی طرح ہو جائے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلَا تَتْبَعُوْا اَمْرَ الْوُشَاۃِ وَتَقْطَعُوْا
اَوَا صِرَنَا بَعْدَ الْمَوَدَّۃِ وَالْقُرْبِ

چغل خوروں کی اتباع نہ کرو اس طرح تم محبت و رشتہ داری کے بعد تعلقات کو منقطع کر دو گے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَتَسْتَجِلْبُوْا حَرْبًا عَوَانًا وَرُبَّمَا
اَمَرَّ عَلٰی مَنْ ذَاقَہٗ حَلَبُ الْحَرْبِ

لگاتار جنگ کے چکھنے کی آرزو نہ کرو کیونکہ جنگ کا مزہ جس شخص نے بھی چکھا اسے یہ ذائقہ کڑوا ہی لگا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَلَسْنَا وَرَبِّ الْبَیْتِ نُسْلِمُ اَحْمَدً
لِعَزَّاءَ مِنْ عَضِّ الزَّمَانِ وَلَا کَرْبِ

بیت اللہ کے رب کی قسم! ہم زمانے کی سختی یا تکلیف سے ڈر کر احمد مجتبیٰ (ﷺ) کو تمھارے حوالے کرنے والے نہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلَمَّا تَبِنْ مِنَّا وَمِنْكُمْ سَوَالِفُ
وَاَيْدٍ اُتِرَّتْ بِالْتَسَا سِيَّةِ الشُّهْبِ

نہ ابھی تک ہماری اور تمھاری گردنیں اور ہاتھ اس طرح عیاں ہوئے ہیں جو قساسی تلواروں سے کٹے ہوں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بِمُعْتَرَكٍ ضَيِّقٍ تَرَى كِسْرَ الْقَنَا
بِهٖ وَالنُّسُوْرَا الطُّخْمَ يَعْكُفْنَ كَالشَّرْبِ

ایسے خونریز معرکے میں جہاں تو شکستہ نیزوں کو دیکھے گا جہاں کالے سروں والے گدھ کھلی شرابوں کی طرح پڑے ہوں گے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

كَاَنَّ مُجَالَ الْخَيْلِ فِىْ حَجَرَاتِهٖ
وَمَعْمَةَ الْاَ بْطَالَ مَعْرَكَةُ الْحَرْبِ

گویا کہ اس کے گردو پیش گھوڑوں کی آوازیں اور جنگ کے معرکے میں مشغول جوانوں کا شور ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَلَيْسَ اَبُوْنَا هَاشِمٌ شَدَّ اَزْرَهٗ
وَاَوْصٰى بَنِيْهِ بِا لَّطَعَا نِ وهالضَّرْبِ

کیا ہمارا باپ ہاشم نہیں ہے جس نے تم کو قوی کیا اور اپنے بیٹوں کو شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی تلقین کی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلَسْنَا نَمَلُّ الْحَرْبَ حَتّٰى تَمَلَّنَا
وَلَا نَشْتَكِیْ مَا قَدْ يَنُوْبُ مِنَ النَّكْبِ

اور ہم اُن میں سے نہیں جو جنگ سے اکتا جایا کرتے ہیں ہم تو اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ تک نہیں کرتے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلٰكِنَّنَا اَهْلُ الْحَفَائِظِ وَالنُّهٰى
اِذَا طَارَ اَرْوَاحُ الْكُمَاةِ مِنَ الرُّعْبِ

یاد رکھنا! ہم تو اُن میں سے ہیں کہ جب جوانوں کی روحیں رعب اور دبدبہ کی وجہ سے پرواز کرنے لگتی ہیں تب بھی ہم اپنے ہوش و حواس قائم رکھا کرتے ہیں۔[53*]

✡✡✡✡✡✡✡✡

قریش نے بنو ہاشم کا مقاطعہ کر دیا۔عربوں کی ہزار سالہ تاریخ میں بھی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس کو قریش کے اس عمل سے مشابہ قرار دیا جا سکے۔ وہ اپنے رسم و رواج اور تمام تر اعلیٰ اخلاقیات کو بھول چکے تھےاور اسلام دشمنی میں اپنے سماجی ڈھانچے تک کو تباہ کرنے پر تل گئے تھے۔

7 نبوی، رمضان.... 6 قبل ہجرت ... جون 616ء ... 617ء

شعب ابی طالب میں

بنو ہاشم اب حقیقت میں مشکلات میں گھر گئے تھے،شہر مکہ اُن سے روٹھ گیا تھا، در و دیوار تک اجنبی سے لگنے لگے تھے۔ کفارِ قریش بد اخلاقی اور بے مروتی کی تمام حدود پھلانگ گئے تھے۔ انھوں نے اپنے مخالفین کو اچھوت بنا کے رکھ دیا تھا۔ مسلمان تو ایک طرف وہ بنو ہاشم کے کسی فرد سے بات کرنے کو تیار نہ تھے، اُن کی آنکھیں اُس عداوت کا پتہ دیتی تھیں جو اُن کے دلوں سلگ رہی تھی ۔ وہ بہت سارے خاندان تھے اور دوسری طرف بنو ہاشم اور مسلمان تھے جن کا احساس تنہائی اب بڑھنے لگا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی لگن دل میں سجائے اپنی قوم کی بے حسی کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے مگر صرف اسی قدر کہتے کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ یہ مجھے نہیں جانتے۔ مگر قریش کی اس دشمنی کو مہمیز عطا کرنے والے بہت سے سر اس قدر متکبر تھے کہ انھیں ہدایت کی توفیق سے روک دیا گیا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ انھیں خاک و خون میں لپٹا دیکھنا چاہتا تھا اس لیے قوم قریش بدستور اپنی قساوتِ قلبی پہ نہ صرف قائم تھی بلکہ اُس پہ شرمندہ بھی نہ تھی۔

تب حضرت ابو طالب نے بنو ہاشم کے نوجوانوں کو اکٹھا کیا اور کہا:

دشمن ہم پہ وار کرنا چاہتا ہے اس لیے مستعد ہو جاؤ اور یکجا ہو کر محمد (ﷺ) کی حفاظت کرو۔

ازاں بعد محرم کے مہینے میں ہی حضرت ابو طالب اپنے سارے خاندان سمیت مکہ کی ایک گھاٹی شعب ابی طالب میں اٹھ آئے۔[*54]

تا کہ وہ یکجا رہیں اور نبی اکرم ﷺ ہر وقت اُن کی نظروں کے سامنے رہیں۔

یہاں پر بھی حضرت ابو طالب کو چین نہ تھا۔

وہ رات کو آنحضرت محمد ﷺ کو اُن کے بستر سے اٹھا دیتے اور اُن کی جگہ اپنے کسی بیٹے کو لٹا دیتے۔ بنو ہاشم جب شعب ابی طالب میں اُٹھ آئے تب نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک چھیالیس سال تھی۔ حضرت ابو طالب کی مہمیز پہ بنو ہاشم کا ہر فرد مکہ کی اُس گھاٹی میں منتقل ہو گیا تھا جو حضرت ابو طالب ہی کی ملکیت تھی۔ اِن میں وہ لوگ بھی تھے جو نبی اکرم ﷺ پہ ایمان لے آئے تھے اور وہ بھی تھے جو اپنے آبائی دین پہ قائم تھے مگر خاندان کی عصبیت کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کرنے میں پیش پیش تھے۔ بنو ہاشم کا صرف ایک فرد ایسا تھا جو اُن کے ساتھ نہ آیا تھا اور وہ ابولہب تھا کہ اُس نے اپنے خاندان کی بجائے اہل قریش کو چنا تھا ۔خاندانی عصبیت کی بنا پر بنو مطلب اور بنو نوفل کے کئی لوگ بھی بنو ہاشم کے ساتھ ہی اُٹھ آئے تھے۔

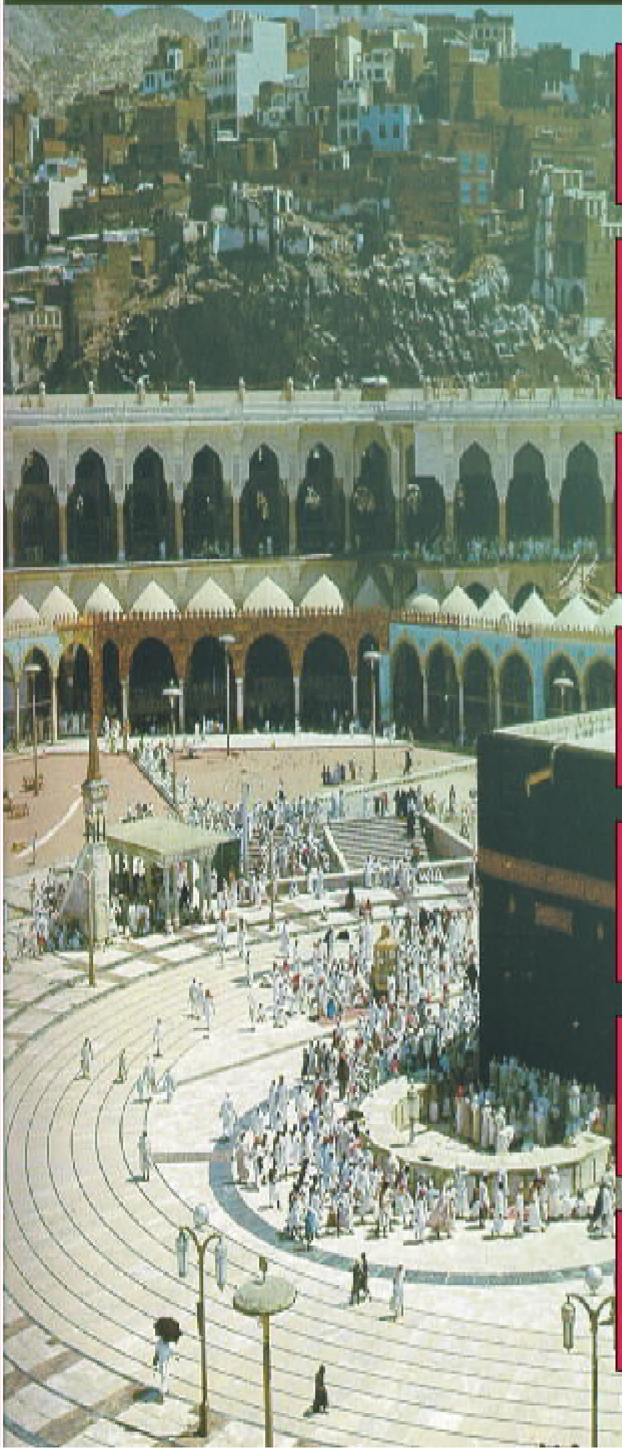
مورخین نے لکھا ہے کہ؛

بنو ہاشم تقریباً تین سال تک شعب ابی طالب میں ہی رہے۔ اور یہ بہت تکلیفوں اور اذیتوں کا وقت تھا۔ امام بخاری میں درج کی گئی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گھاٹی میں مسلمانوں پہ بہت سخت وقت گزرا تھا۔ قریش کے مقاطعہ کی وجہ سے بنو ہاشم کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ بچی تھی اور رات کے سکوت میں اُن کے بھوکے بچوں کے رونے کی آواز دور تک جایا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ بعض صحابہ نے بیان کیا ہے کہ ہم گھاس پھوس کھا کر گذارہ کرتے تھے۔ کبھی بیری کے پتے کھاتے اور کبھی کسی اور درخت کے پتے کھا کے گذارا کرتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں عجیب وغریب چیزیں کھانے کی وجہ سے ہماری یہ حالت ہو گئی تھی کہ جب ہم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لیے جاتا تو وہ بکریوں کی طرح مینگنیاں سی نکالتا۔ یونس نے سعد سے روایت کی ہے کہ ہمارے ہاتھ جو بھی ایسی چیز لگتی جسے چبایا جا سکتا ہوا سے ہم حلق سے نیچے اتار لیتے حتیٰ کہ ہم میں سے بعض چمڑے کے سخت ٹکڑوں کو بھگو کر نرم کر لیتے اور اسے نگل جاتے۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں ایک دفعہ رات کے اندھیرے میں کوئی نم چیز میرے پیر کے نیچے آئی اور میں بھوک

سے اتنا بے قرار تھا کہ مجھے ہر طرف دھواں دھواں سا نظر آتا تھا میں نے وہ نم سی چیز اٹھائی اور اسے کھا گیا اور مجھے آج تک اس بات کا علم نہیں کہ وہ کیا چیز تھی۔ شعب ابی طالب میں بنو ہاشم کی محصوری کا تصور ہی بڑا خوفناک ہے اس لیے کہ وہاں عورتیں بھی تھیں اور بچے بھی، بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی، نوعمر بھی تھے اور ادھیڑ عمر بھی، مگر حیرت تو اس بات پہ ہے کہ شکوے کا ایک لفظ بھی کسی زبان پہ نہیں آیا۔

❖ ❖ ❖

8 نبوی بمطابق رمضان 5 قبل ہجرت 1 جون 617ء



وحشتِ قریش

شعب کی ویرانی

بچوں کی سسکیاں

بنو ہاشم کے ساتھ بنو نوفل بھی

شعب والوں کی حالتِ زار

اوس وخزرج میں جنگ بعاث

مدینہ میں اسلام کی کرنیں

8 نبوی، رمضان.... 5 قبل ہجرت ... جون 617ء ... 618ء

محصورین کی حالت زار

بنی ہاشم اور مسلمانوں کو شعب میں پورا سال گزر گیا تھا، مورخین نے اس بارے میں مفصل معلومات فراہم نہیں کیں اس لیے محض تصور ہی کیا جا سکتا ہے کہ یہ روز و شب اُن پہ کیسے گزرے ہوں گے قریش اِس دوران کیا کرتے رہے. مورخین اس بارے میں بھی خاموش ہیں۔ محض خیال ہی کیا جا سکتا ہے کہ اُن کے دلوں میں بھی عداوت کے جلتے الاؤ مدھم نہ پڑے تھے۔ اس لیے کہ بعد کے ایام اسی امر کی تصدیق کرتے ہیں۔ جو چند روایات اس ضمن میں دستیاب ہیں وہ اِن سیاہ دنوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں، اس لیے کہ ایک پوری قوم کو جس شدت سے ہدف تعزیر بنایا گیا تھا اُس شدت کا اظہار اِن روایات میں مفقود نظر آتا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں اور بنو ہاشم کے صرف عزم و ثبات پر کئی ضخیم دفتر تیار کیے جا سکتے ہیں۔ مشکلات اور مصائب کے مقابل کھڑے ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں کہ انسانی تاریخ سے اس طرح کے سینکڑوں نظائر پیش کیے جا سکتے ہیں۔ مگر بنو ہاشم کی خاندانی عصبیت اور مسلمانوں کا اپنے دین پہ عزم راسخ اُن عمدہ اور ارفع مقاصد کا پتہ دیتا ہے جس کی بنا پر انسان بڑی سے بڑی مصیبت کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ قریش

مکہ کو اس بات کا ادراک حاصل تھا کہ اگر وہ بنو ہاشم سے جنگ کریں گے تو بنو نوفل اور بنو مطلب کے علاوہ اِن خاندانوں کے بہت حلیف قبائل بھی اس جنگ میں اُن کا ساتھ دیں گے اور مقابلے کے وقت قریش کا کون کون سا خاندان کتنے وقت کے لیے اُن کا ساتھ دیتا ہے یہ ابھی طے کرنا باقی تھا۔ چنانچہ مقاطعہ کی چال انھوں نے صرف اس لیے چلی تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح بنو ہاشم مسلمانوں سے الگ ہو جائیں تب وہ اس مختصر گروہ کو لمحوں میں کچل دیں گے۔

مگر پورا سال گزر گیا تھا اور اُن کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی تھی، بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کی پشت پر موجود تھے اور اُن کا عزم اس بات کو ظاہر کر رہا تھا کہ وہ بدستور اپنی خاندانی عصبیت کو قائم رکھیں گے۔ قریش مکہ کو اس ضمن میں عرب کے بدوی قبائل اور دیگر حلیف قبائل سے بھی خاطر خواہ حمایت حاصل نہ ہو سکی تھی اس لیے کہ عرب کہتے تھے بنو ہاشم بھی تو قریش ہیں بلکہ قریشوں کے سردار ہیں اور بیت اللہ کے اہم مناصب کے حامل ہیں اس لیے یہ جھگڑا قریش کا باہمی جھگڑا ہے جس کو قریش نے خود ہی حل کرنا ہے ہم کسی ایک فریق کا ساتھ دے کر دوسرے کو ناراض نہیں کر سکتے۔ چنانچہ قریش اور بنو ہاشم ایک دوسرے کے مقابل ڈٹے ہوئے تھے۔ ایک طرف طاقت کا اندھا غرور تھا تو دوسری طرف عزم و ثبات کے نعرے۔

بظاہر یوں لگتا تھا کہ بنو ہاشم شاید پسپا ہو جائیں اس لیے کہ اہل قریش نے اُن کی محصوری کے بعد بھی اپنی عداوت کو بڑھاوا دیا تھا۔ مسلمانوں اور بنو ہاشم کے لیے اُس گھاٹی میں زندگی کو اجیرن بنا دینے کے کئی اہتمام کیے تھے۔ اُن میں ایک نہایت ظالمانہ اور بھیانک اہتمام یہ تھا کہ اُن کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہ پہنچے اور وہ بھوکے پیاسے مر جائیں۔ شہر مکہ میں کھانے پینے کی ہر چیز باہر سے آیا کرتی تھی اس لیے کہ مقامی لوگوں کے پاس دودھ اور گوشت کے سوا کچھ نہ تھا جسے وہ کھا سکیں۔ چنانچہ جب شہر مکہ میں اجناس سے لدے قافلے اترتے تو شعب ابی طالب سے بھی لوگ اُن قافلوں تک پہنچتے تا کہ بھوک سے بلکتے اپنے بچوں کے لیے کھانے کو کچھ خرید سکیں۔ مگر ابو جہل اور ابولہب جیسے لوگ اُن کے آڑے آتے اور قافلہ والوں سے کہتے جو چیز تم اِن لوگوں کو ایک روپے کی دو گے ہم اسے دس روپے میں خریدنے کے لیے تیار ہیں۔ اہل مکہ نے تجارتی قافلوں کی اجناس اور دیگر اشیا کے نرخ اس قدر بڑھا دیئے تھے کہ اُن کے لیے اناج کا ایک دانا بھی خریدنا ممکن نہ رہا تھا۔ چنانچہ شعب ابی طالب کے مکینوں کا واحد ہتھیار صبر تھا جس کی اِن کے ہاں کوئی کمی نہ تھی۔ اسی لیے تو شدت غم کے تین سال اُن پہ گزر گئے مگر کسی کے ماتھے پہ بل نہ تھے

کسی کی زبان پہ شکوہ نہ تھا نہ کسی کے دامن میں پشیمانی تھی۔اگرچہ اہل مکہ میں شعب والوں کے بارے میں ایک شدت کی سختی پائی جاتی تھی تاہم اس بات کے شواہد بھی ملے ہیں کہ مکہ کے کچھ نیک سیرت لوگوں کو بنو ہاشم کی یہ اسیری کچھ زیادہ پسند نہ تھی۔اس لیے وہ رات کی تاریکیوں میں کچھ نہ کچھ گھاٹی میں پہنچاتے ہی رہتے تھے۔اِن میں ہشام بن عمرو العامری تھے جو غلے سے لدے اونٹ کو رات کے اندھیرے میں مکہ سے باہر شعب ابی طالب کی گھاٹی کی طرف لے جاتے اور اونٹ کو بنو ہاشم کے خیموں کی طرف ہانک کر دیتے اور چپکے سے واپس آجاتے۔

ایک بار قریش نے انھیں یہ حرکت کرتے دیکھ لیا اور اگلی صبح اُن کا خوب محاسبہ کیا گیا تاہم ابوسفیان نے بیچ میں پڑ کے بیچ بچاؤ کرادیا۔

اسی طرح ایک شام حکیم بن حزام ایک اونٹ پہ غلہ لیے گھاٹی کی طرف جا رہا تھا کہ ابوجہل نے اسے دیکھ لیا اور اس کا راستہ روک لیا حکیم بن حزام حضرت خدیجہؓ کے بھانجے تھے۔

تبھی وہاں ابوالبختری آ گئے اور انھوں نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے تم لوگ آپس میں کیوں الجھ رہے ہو۔

ابوجہل نے کہا: یہ بنو ہاشم کو کھانا دینے جا رہا تھا۔

مگر حکیم بن حزام نے کہا: میرے پاس میری پھوپھی کی کچھ امانتیں رکھی تھیں بس وہی اِن تک پہنچا رہا تھا۔

ابوالبختری نے کہا: یہ تو انصاف کی بات ہے۔

انھوں نے ابوجہل سے کہا' اسے جانے دو وہ اس کی پھوپھی ہیں۔

ابوجہل اکڑ گیا اور کہا خدا قسم! جب تک میں زندہ ہوں کوئی انھیں کھانا نہیں پہنچا سکتا۔

ابوالبختری نے بھی سختی سے کہا: انھیں جانے دو ورنہ میرے ہاتھوں سے تمھارا خون ہو جائے گا۔

ابوجہل ابوالبختری سے الجھ پڑا۔

ابوالبختری نے پاس پڑی ہوئی اونٹ کے جبڑے کی ایک ہڈی اٹھائی اور ابوجہل کے سر پہ دے ماری ابو جہل کے سر سے خون سے بہنے لگا۔

تاہم وہ اونٹ شعب ابی طالب میں داخل ہو گیا۔

اس منظر یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ شدت کے اُن دِنوں میں جب مسلمانوں اور بنو ہاشم کو کوئی پرسان حال نہ تھا تب بھی محبت کی ایک موہوم سی لہر اُن کی زندگیوں کو قائم رکھنے میں بڑی موثر ثابت ہو رہی تھی جو اہل

مکہ کے کئی دلوں میں موجود تھی۔

❖ ❖ ❖

8 نبوی، رمضان.... 5 قبل ہجرت ... جون 617ء ... 618ء

حضرت ابوبکرؓ کا یقین

حبشہ سے واپس آنے والے مسلمانوں کو قریش کے بدترین مظالم کا سامنا تھا اس لیے وہ ایک ایک دو دو کر کے پھر سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے تھے۔ اُدھر ابو موسیٰ اشعریؓ نے یمن سے مکہ کا رخ کیا مگر تیز ہواؤں نے اُن کے جہاز کا رخ حبشہ کی طرف کر دیا اور وہ بھی حبشہ پہنچ گئے۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے جو اُن سے پہلے حبشہ پہنچ چکے تھے انھوں نے اِن لوگوں کو بھی وہیں یعنی حبشہ میں ہی روک لیا کہ مکے میں حالات خراب تھے۔ اس کے بعد وہ لوگ اُس وقت رسول اکرم ﷺ کے پاس مدینہ پہنچے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ ادھر مکہ کے حالات بہت خراب تھے اور مسلمان قسم پرسی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ انھیں دنوں جب اہل مکہ نے مسلمانوں کو دستِ جبر کا نشانہ بنا رکھا تھا تب کسریٰ ایران کو قیصر روم کے خلاف پے در پے فتوحات حاصل ہو رہی تھیں۔

کفارِ مکہ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ؛

قیصر چونکہ اہل کتاب تھا اور اللہ پر یقین رکھنے والا عیسائی تھا اس لیے انھوں نے خود ہی قیصر کو

مسلمانوں کا حلیف بنا دیا اور کسریٰ چونکہ آگ پرست تھا اور ایک اللہ کا انکاری تھا اس لیے انھوں نے خود کو کسریٰ کا حلیف بنا لیا تھا اور کسریٰ کی فتح کو انھوں نے اپنے خیال میں ایک خدا کا انکار کرنے والوں کی ایک خدا کے ماننے والوں پر فتح قرار دے لیا تھا۔

مسلمان جن پر حالات پہلے ہی بے انتہا تنگ تھے اب قریش نے اُن کو گاہے بگاہے قیصر و کسریٰ کے حوالے سے بھی طعنے دینا شروع کر دیئے تھے۔ وہ کسریٰ کی فتح کو اپنی فتح قرار دینے لگے تھے اور قیصر کی شکست کو مسلمانوں کی شکست قرار دیتے تھے۔ مسلمان جب مکہ کی گلیوں سے گزرتے تو کفار اُن پر آوازے کستے اور اُن کو قیصر کی شکست کے طعنے دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اِس دکھ کو محسوس کیا اور سورۃ روم میں قرآن کی یہ آیات اتاریں۔

ارشادِ باریٰ تعالیٰ ہے کہ:

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ۝ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ۝ فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ ۬ؕ لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝ بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۝ وَعۡدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۝ یَعۡلَمُوۡنَ ظَاہِرًا مِّنَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚۖ وَ ہُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ غٰفِلُوۡنَ ۝ اَوَ لَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ۟ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآیِٔ رَبِّہِمۡ لَکٰفِرُوۡنَ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ روم ؛ آیات 8-1)

ترجمہ؛

''ال م اہل روم قریب کی سرزمین میں مغلوب ہوگئے ہیں مگر مغلوب ہونے کے بعد عنقریب وہ تین سال سے نو سال کے اندر اندر غالب آجائیں گے پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور بعد میں بھی۔ اُس روز مسلمان اللہ کی امداد پر خوش ہوں گے اور وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور وہ زبردست ہے اور رحیم ہے اللہ نے وعدہ کر لیا ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کیا

کرتا لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے اور یہ آخرت سے بے خبر لوگ ہیں یہ لوگ صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں کیا انھوں نے اپنے دلوں پر غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو اور اِن چیزوں کو کس حکمت سے ایک مقررہ معیاد کے لیے پیدا کیا ہے تاہم اکثر لوگ اپنے رب سے انکار کرنے والے ہیں"۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

قرآن حکیم کی یہ آیات حضرت ابوبکرؓ تک بھی پہنچیں اور جب ایک محفل میں انھوں نے دیکھا کہ کفار قریش نبی اکرم ﷺ پر اترنے والی اِن آیات کا مذاق اڑا رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس بات پر غصہ آ گیا اور انھوں نے کفار قریش کو للکارا اور کہا:

خدا کی قسم: ہم نے آج تک اُس بات کو غلط ہوتے نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہو اور ہمیں اُن پر نازل ہونے والے قرآن پر بھی پورا یقین ہے اس لیے جس کو اس بات میں شک ہو کہ عنقریب رومی غالب آنے والے ہیں وہ مجھ سے شرط باندھ لے۔

ابی بن حلف نے حضرت ابوبکرؓ کی شرط قبول کر لی۔

یوں اِن کے مابین دس دس اونٹوں کی شرط لگ گئی۔

جس کی شرائط یہ طے پائیں کہ اگر تین سال کے اندر رومی غالب آ گئے تو ابی بن حلف حضرت ابوبکرؓ کو دس اونٹ دیں گے۔ دوسری صورت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اونٹ دینا ہوں گے۔

یاد رہے کہ شعب میں صرف وہ مسلمان محصور ہوئے تھے جن کا تعلق بنو ہاشم کے ساتھ تھا یا پھر بنو ہاشم اور اُن کے حلیف قبائل کے لوگ تھے باقی مسلمان شہر مکہ میں ہی موجود تھے اور وہ شعب ابی طالب میں جاتے رہتے تھے۔ اس بات کا ثبوت بہت سی روایات میں ملتا ہے اس لیے کہ خود آنحضرت محمد ﷺ اور بنو ہاشم کے دیگر لوگ بھی شہر مکہ آتے جاتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس شعب میں تشریف لے گئے اور اس شرط کا ذکر آنحضرت محمد ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا شرط کو بدل ڈالو۔

کیونکہ قرآن میں تین سے نو سال کا ذکر آیا ہے اس لیے اونٹوں کی تعداد بھی بڑھا لو اور سالوں کی بھی۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ فوراً اُبی بن حلف کے پاس پہنچے اور کہا:

اس شرط میں تھوڑی تبدیلی کر لو کیونکہ ہمارے رسول نے ہمیں بتایا ہے کہ رومی نو سال کے اندر اندر ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے اس لیے اس شرط کی مدت نو سال ہو گی اور اونٹوں کی تعداد ایک سو ہو گی۔

ابی بن حلف نے کہا: اسے اس تبدیلی پر کوئی اعتراض نہیں۔

اس موقع پر قریش کے بہت سے لوگ موجود تھے جو اس شرط کے گواہ بنے اور یوں اس شرط کو عرب بھر میں شہرت حاصل ہو گئی۔

دوسری طرف کسریٰ ایران کی فتوحات تھیں کہ تھمنے میں نہ آتی تھیں۔ بظاہر رومیوں کے غالب آ جانے کا کوئی امکان دور دور تک نظر نہ آتا تھا اور مسلمانوں کو اِن پریشان کن خبروں سے تکلیف ہوتی تھی۔ خسرو پرویز کی فوجیں مسلسل فتوحات حاصل کر رہی تھیں اور اس کے حلیفوں میں وہ سب لوگ شامل تھے جنھیں قیصر سے بغض تھا۔ حتیٰ کہ اس کے لشکروں میں وہ لوگ بھی شامل ہو گئے تھے جو عیسائی تھے ان میں نسطوری اور یعقوبی فرقوں کے لوگ شامل تھے کیونکہ قیصر کی سلطنت میں اِن پر ظلم کیا جاتا رہا تھا اور قیصر رومن کیتھولک فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس سے قبل رومیوں نے یروشلم پر قبضہ کر کے یہودیوں کی حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا تھا اس لیے اب یہودیوں کے لیے بھی موقع تھا کہ وہ قیصر سے اُن مظالم کا حساب لے لیں اس لیے وہ بھی آگ پرستوں کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور خسرو پرویز کے ساتھ مل کر رومیوں سے نبرد آزما تھے اور خسرو پرویز کے ساتھ یہودیوں کا جو لشکر قیصر کے خلاف میدان جنگ میں اترا تھا مورخین نے اس کی تعداد چھبیس ہزار بتائی ہے۔

عربوں کے کئی قبائل بھی کسریٰ پرویز کے لشکروں میں شامل تھے اس لیے اُس کی فتوحات کا دائرہ بڑھ رہا تھا اور مسلمانوں کی پریشانیاں بھی اس لیے کہ کسریٰ کی ہر فتح پر کفار قریش کے طعنے بھی بڑھتے جا رہے تھے۔ پھر خسرو پرویز یروشلم میں داخل ہو گیا اور عیسائیوں کا بدترین قتل عام کیا۔ مورخین کے مطابق اُس کی افواج نے صرف ایک دن میں یروشلم کے نوے ہزار لوگوں کو قتل کر دیا تھا اور عیسائیوں

کے سب سے بڑے پادری جس کو وہ لاٹ پادری کہتے تھے گرفتار کر لیا اُس کا نام زکریا بیان کیا گیا ہے۔ وہ عیسائیوں کی وہ مقدس صلیب بھی اپنے ساتھ لے گیا جس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ اسی صلیب پر حضرت عیسیٰ مصلوب ہوئے تھے۔ اِن فتوحات نے خسرو پرویز کو انتہائی مغرور بنا دیا تھا۔ چنانچہ اُس نے قیصر کی طرف سے مصالحت کی پیشکش بھی ٹھکرا دی تھی۔

اُس کی رعونت کا اندازہ اُس خط سے کیا جاسکتا ہے جو اُس نے قیصر کو لکھا اور اس کا آغاز اس طرح کیا گیا تھا۔

''سب خداؤں سے بڑے تمام روئے زمین کے مالک خسرو پرویز کی طرف سے اس کے کمینہ اور بے شعور بندے ہرقل کے نام''

فلسطین کے بعد جزیرہ نما سینا اور مصر کے بعد ترپیولی اور شمالی افریقہ میں بھی کسریٰ پرویز کی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔ اُس نے رومیوں کے بہت سے مقبوضہ علاقے چھین لیے تھے۔ ادھر ایشیائے کوچک میں اڈیسا کی فتح کے بعد اب کسریٰ ایران کی فوجیں رومیوں کے دارالحکومت قسطنطنیہ کے دروازوں پر دستک دینے لگی تھیں۔ قیصر نے ایک بار پھر اُس سے صلح کی درخواست کی کہ وہ بہت زیادہ خوفزدہ ہو چکا تھا۔

مگر کسریٰ ایران کے تکبر نے ایک بار پھر اس پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔

اُس نے کہا: میں اُس وقت تک قیصر کو امان نہ دوں گا جب تک کہ اس کے پاؤں میں زنجیریں ڈال کر میرے سامنے پیش نہ کر دیا جائے۔ قسطنطنیہ مسلسل محاصرے میں تھا اور محصورین کے حوصلے جواب دینے والے تھے شہر کے اندر قحط کی صورت حال جنم لے چکی تھی ہرقل بہت خوفزدہ تھا اور کیتھولک چرچ عیسائیت کی بادشاہت کا اختتام دیکھ رہا تھا۔ ایران کی مسلسل فتوحات کی خبریں مکہ بھی پہنچ رہی تھیں جس سے قریش کے چہرے خوشی سے کھل اٹھتے اور مسلمانوں کے چہرے مرجھا جاتے۔ تاہم ایسی کوئی بات نہ تھی کہ مسلمانوں کو قرآن پر یقین نہ رہا ہو اُن کا پختہ ایمان اس بات کا گواہ تھا کہ قرآن کی پیش گوئی حرفِ آخر ہے اور کوئی اسے بدلنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور اس کے ساتھ ہی کسریٰ کا زوال شروع ہو گیا۔ سال ہجرت میں ہی ایران کو قسطنطنیہ کا محاصرہ چھوڑنا پڑا کہ اُن کے عقب سے اُن پر حملہ کر دیا گیا

تھا۔دوسری طرف قیصر مرجانے یا ماردینے کی قسم کھا کے نکلا تھا۔اس کے لیے اُس نے بھرپور تیاری بھی کی تھی۔کیتھولک چرچ نے اپنے خزانوں کے منہ ہرقل پر کھول دیئے تھے اور جب حضرت ابوبکرؓ اور ابی بن حلف کی شرط کو چھٹا سال تھا تب کسریٰ ایران کے خلاف قیصر روم کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ہرقل نے قسطنطنیہ کا رخ کیا ایراث سے صلح کر کے ایران پر شمال سے حملہ کر دیا۔اُس نے بہت سے ناراض قبیلوں کو بھی منالیا تھا اور بہت سی دوسری افواج بھی اُس کی پشت پر تھیں اس لیے وہ بجلی کی رفتار سے آگ کے پجاریوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

آرمینیا کے راستے سے وہ ایران کے اندر گھس گیا تھا۔

دوسال بعد وہ ایران کے قلب ارمیاہ کو برباد کر رہا تھا اور اُس نے آتش پرستوں کی سب سے بڑی آگ بھی بجھا دی تھی۔اُس نے ایرانیوں کے اس سب سے بڑے آتشکدے کی اینٹ سے اینٹ بجا کے رکھ دی تھی اور قرآن کی پیش گوئی کے مطابق نو سال ابھی پورے نہ ہوئے تھے جب رومی پھر سے ایرانیوں پر غالب آ چکے تھے۔مورخین نے لکھا ہے کہ جب رومیوں نے ایرانیوں کو آخری شکست سے دوچار کیا تو یہ وہی روزِ سعید تھا جب ایک طرف ایران کے صدیوں سے جلتے آتش کدے بجھ رہے تھے تو دوسری طرف عربوں کے رعونت بھرے سر صحابہ رسول کے پیروں میں پڑے تھے۔

کسریٰ ایران کا انت ہوا تو ابوجہل کا اختتام بھی اسی روز ہوا۔

قرآن کے مطابق جب مسلمانوں کو فتح کی خوشی حاصل ہوئی تو اس لمحے رومیوں نے بھی ایرانیوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا تھا۔صحابہ نے روایت کی ہے کہ روزِ بدر جب عرب کے بڑے بڑے فرعونوں کی لاشیں ہمارے پاؤں میں پڑی تھیں تب ہمیں یہ خبر پہنچی کہ قیصر روم نے کسریٰ ایران پر مکمل فتح حاصل کر لی ہے

ابی بن خلف جس کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے شرط لگائی تھی وہ اب زندہ نہیں رہا تھا تاہم اُس کے وارثوں نے شرط کے سو اونٹ حضرت ابوبکرؓ کے حوالے کر دیئے جن کو آنحضرت محمد ﷺ کی ہدایت کے مطابق صدقہ کر دیا گیا۔اس طرح قرآن کی ایک اور صداقت عربوں کے سامنے آئی مگر اب بھی اُن میں کافی لوگ تھے جو انکار پر تلے بیٹھے تھے سچ تو یہ ہے کہ ہدایت اُسی کے لیے ہے جس کے

متعلق آسمانوں پر فیصلہ ہو جائے۔

اللہ ہم کو بھی ہدایت سے نوازے: آمین

❖ ❖ ❖

مسلمانوں نے شدت حزن وغم کے ان سالوں میں جس ثابت قدمی اور عزیمت کا مظاہرہ کیا تھا اسی کے صدقے اسلام دنیا کے کونے کونے تک پھیل گیا اور آج ہمارے دامن اس دولت سے لبالب بھرے ہوئے اگرچہ ہمیں اس کا احساس کبھی کبھی ہی ہوتا ہے۔

8 نبوی، رمضان.... 5 قبل ہجرت ... جون 617ء ... 618ء

اسلام کی کرنیں مدینے میں

سارے مسلمان شعب ابی طالب میں محصور نہ تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یا تو اُن کے خاندان کے لوگ تھے چاہے وہ اسلام لائے چاہے نہ لائے کہ عرب دستور کے مطابق انھیں بنی ہاشم کی عظمت اور وقار کو قائم رکھنا تھا اور ہر صورت میں رسول اللہ ﷺ کی مدافعت کرنی تھی۔ شہر مکہ کے دیگر قبائل سے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے وہ بدستور شہر مکہ میں موجود تھے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس شعب ابی طالب میں آتے جاتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایسی کئی ملاقاتوں کا احوال مورخین نے اپنے ہاں محفوظ رکھا ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان گزرا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ابن بی خلف سے شرط لگانے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے مشاورت کے لیے شعب ابی طالب میں آئے۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ مکہ کی گھاٹیوں میں گھومتے رہتے اور مشکل ترین حالات کے باوجود آپ ﷺ نے دین اسلام کی دعوت کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ شہر سے باہر تشریف لے جاتے اور جو بھی اجنبی آپ ﷺ سے ملنا چاہے وہ کسی بھی قبیلے اور کسی بھی علاقے سے تعلق رکھتا ہو آپ ﷺ اس سے بات چیت

کرتے اس کو دین اسلام کی دعوت دیتے۔مکہ کی گھاٹیوں میں نبی اکرم ﷺ نے بہت سے لوگوں کو اسی طرح راہ ہدایت کی طرف بلایا اور وہ لوگ جنھوں نے آپ ﷺ کے لیے اپنے گھر کے دروازے کھولے پھر اپنے دل کے دروازے کھولے اُن سے بھی تو نبی اکرم ﷺ کی ملاقات مکہ کی انھی گھاٹیوں میں ہوئی تھی اور وہ اہل مدینہ تھے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اسلام کی جو ابتدائی کرنیں مدینے میں پہنچیں اُن میں سوید بن صامت تھے اور ایاس بن معاذ تھے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور اہل مدینہ کو اسلام سے متعارف کرایا۔بیان کیا گیا ہے کہ مکہ کی گھاٹیوں میں نبی اکرم ﷺ کی ملاقات سوید بن صامت سے ہوئی۔سوید بن صامت کا تعلق بنوعمرو بن عوف سے تھا۔وہ عمرہ کرنے کے لیے مکہ آیا تو اُس کی ملاقات نبی اکرم ﷺ سے ہوئی۔سوید بن صامت اپنے قبیلے کا اہم شخص تھا۔اس کے حسن و جمال ،شعروشاعری حسب نسب اور قدر و شرف کی وجہ سے اُس کی قوم نے اسے کامل کا لقب دے رکھا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے سوید کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنی کتاب اتاری ہے جس کا کلام نہایت عمدہ اور برتر ہے۔

سوید نے نبی اکرم ﷺ سے کہا:

میرے پاس بھی ایک کلام ہے جو صحیفہ لقمان سے ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

اگر چہ یہ کلام بھی عمدہ ہے جو تمھارے پاس مگر میرے اوپر اللہ نے جو کلام اتارا ہے وہ تمام کلاموں سے برتر ہے۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُس کے سامنے قرآن حکیم کی آیات کی تلاوت کی اور سوید بن صامت کو تسلیم کرنا پڑا کہ نبی اکرم ﷺ پر اترنے والا کلام دوسرے ہر کلام سے برتر ہے۔اس کے بعد وہ اپنے وطن مدینے واپس چلا گیا جہاں اُس نے دوسرے لوگوں سے نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ کیا۔اسلام کی تعریف کی اور کئی لوگوں کو اپنے اس راز میں بھی شامل کیا کہ خود اُس نے بھی اسلام قبول کرلیا ہے۔

کچھ عرصہ بعد بنوخزرج نے اسے قتل کردیا۔

اُس کی قوم کے بعض افراد کا دعویٰ ہے کہ مرتے وقت وہ مسلمان تھا۔

بنو اوس اور بنو خزرج میں مخاصمت اپنے پورے عروج پر تھی مگر شہر مدینہ کے یہ دونوں قبائل خود کو جنگ کے قابل نہ پاتے تھے اس لیے کہ سابقہ جنگوں نے اِن کی کمر توڑ کے رکھ دی تھی اور آپس کی اس مخاصمت نے ان کی نامور ہستیوں کو مٹا کے رکھ دیا تھا۔

ابن اسحاق نے لکھا کہ مدینہ سے چند نوجوان مکہ کی طرف آئے اور اُن کا سربراہ ایک کہنہ سال شخص تھا جس کا نام ابوالحیسر انس بن مالک تھا۔اُس کے ساتھ بنو عبدالاشہل کے کچھ جوان بھی تھے اور اِن کا مقصد اپنے مخالف قبائل کے خلاف قریش کی حمایت حاصل کرنا تھا۔اہل مدینہ کے اس وفد کی آمد کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کو بھی ہوئی اور آپ ﷺ اُن سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔

آپ ﷺ اُن کی مجلس میں پہنچے اور اُن سے فرمایا:

اگر میرے مہمان پسند کریں تو میں اُن پر وہ بات پیش کروں جو اس مقصد سے کہیں بلند تر ہے جو آپ کے دلوں میں ہے۔

اُن لوگوں نے آپ ﷺ کو جواب دیا آپ کہیے ہم سن رہے ہیں:

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اُن پر دین اسلام کو پیش کیا ہدایت کی طرف اُن کی رہنمائی کی اور اُن کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کل عالم کے لوگوں کے لیے رحمت بنا کے مبعوث کیا ہے تو کیا تم اس رحمت کے سائے میں آنا پسند کرو گے؟

نبی اکرم ﷺ نے اُن کے سامنے قرآنی آیات کی تلاوت فرمائی اور اُن میں سے کئی تھے جن کے دلوں پر قرآن نے اثر کیا۔

ایاس بن معاذ سے نہ رہا گیا اور وہ اپنے سردار ابوالحیسر سے کہہ اٹھا:

یقیناً یہ بات اُس سے بلند تر ہے جسے حاصل کرنے کے لیے ہم مکہ کی وادیٔ میں اترے ہیں۔تاہم ایاس بن معاذ چونکہ اُن سب میں کم سن تھے اس لیے اُن کے ہمراہیوں نے ایاس کی بات پر توجہ نہ کی۔ابوالحیسر نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور ایاس بن معاذ اور اُن کے ساتھیوں کی طرف پھینکی اور کہا:

یہاں سے چلو ہم کسی اور کام سے مکہ آئے ہیں۔

اُن کی بے رخی کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے۔جب یہ لوگ اپنے وطن کو لوٹ گئے تو اُن کو اپنے دشمن کے ساتھ ایک بڑی جنگ کا سامنا تھا۔لوگ اس جنگ کو جنگِ بعاث کے نام سے جانتے

ہیں جو اوس اور خزرج کے درمیان آٹھ نبوی [55*] کو واقع ہوئی۔اس جنگ میں اوس و خزرج کے دونوں قبائل کو بے پناہ جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا تھا۔اُن کے تمام نامور لوگ اس جنگ کی نظر ہو گئے تھے۔اس لیے جب اسلام کی کرنیں مدینہ میں پہنچیں تو اُس کی شدید مخالفت کرنے والے اوس و خزرج کے بہت سے سردار زمین کے دامن میں سموئے جا چکے تھے جس کے بعد اس سرزمین کو وہ تقدس حاصل ہونا تھا جس نے اس شہر کو مسلمانوں کے دل کا سکون بنا دینا تھا۔بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ایاس بن معاذ کی وفات جنگ بعاث کے موقعہ پر ہوئی۔مگر کئی مورخین کا خیال ہے کہ ایاس بن معاذ کی موت جنگ بعاث کے بعد ہوئی تھی اگر چہ وہ جوانی ہی میں انتقال کر گئے تھے۔جو لوگ اُن کی موت کے وقت اُن کے قریب تھے انھوں نے بیان کیا ہے کہ ایاس بن معاذ مسلسل اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مصروف رہا کرتے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کو اس طریقے سے بیان کرتے جس سے ہم آشنا نہ تھے۔اس لیے بہت سے مورخین نے ایاس بن معاذ ہی کو اہل مدینہ کا پہلا مسلمان قرار دیا ہے۔انھوں نے کہا کہ جب ایاس بن معاذ کا انتقال ہوا تب اسلام کا حیات بخش پیغام اُن کے دل میں جاگزیں ہو چکا تھا اس لیے وہ یقیناً مدینے کے پہلے مسلمان ہیں اگر چہ کئی مورخین نے یہ اعزاز سوید بن صامت کو بھی بخشا ہے جس کا ذکر ابھی اوپر گزرا ہے۔
واللہ واعلم

8 نبوی، رمضان.... 5 قبل ہجرت ... جون 617ء ... 618ء

جنگ بعاث

جنگ عربوں کے لیے کوئی اجنبی بات نہ تھی۔خون کا بہنا اس معاشرے کا عموم تھا متحارب قبائل کے مابین ذرا ذرا سی بات پر صدیوں تک عداوت کا سلسلہ قائم رہتا اور قبائل عرب کا خون بہتا رہتا۔عرب میں چونکہ کوئی مرکزی حکومت نہ تھی اس لیے وہاں عدل کا تصور نہایت مبہم تھا۔قبیلے کا سردار جو فیصلہ کردے اسے عدل قرار دے دیا جاتا چاہے عدل سے اس فیصلے کا دور دور تک کوئی تعلق نہ ہو۔سیرۃ المزمّل کی ابتدائی جلدوں میں کہیں ہم نے اہل عرب کی باہمی جنگوں کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔تاہم آٹھ نبوی کو ہونے والی عربوں کی اس جنگ کا تذکرہ یہاں اس لیے کیا جا رہا ہے کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا گہرا تعلق ہے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس جنگ کے بعد ہی مدینہ کے حالات اس قابل ہوئے تھے کہ شہر مدینہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے دامن میں جگہ دینے کے لیے تیار ہوا۔ورنہ اس سے قبل تو خطہ عرب کے دیگر شہروں کی طرح مدینہ کے سردار بھی رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو نگاہِ حقارت سے دیکھتے تھے اور اپنی قوم کو اسلام قبول کرنے سے اُسی طرح روکتے تھے جس طرح کہ شہر مکہ اور طائف کے

لوگ اپنے قبائل کو اسلام سے دور رہنے کی ہدایت کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو دوسروں کی حکمرانی ماننے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے اور تکبر و رعونت کے باعث اُن کی گردنیں اکڑ چکیں تھیں۔ اپنی طبیعت کی سختی کے باعث وہ اسلام قبول کرنے کو بھی آمادہ نہ تھے۔ ہر چند کہ آتے جاتے تجارتی قافلوں سے انھیں رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور اہل ایمان کے تذکرے ملتے رہتے تھے مگر وہ اپنی ہی لگائی ہوئی آگ میں جھلس رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے شہر مدینہ کو خالی کر کے خاک اوڑھنے والے تھے۔

چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک وہاں پہنچنے سے قبل ہی زمین کا تمام بوجھ زمین کے نیچے ڈال دیا گیا تھا۔ اس لیے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ جنگ بعاث میں جو مدینہ کے دو اہم اور بڑے قبائل اوس و خزرج کے مابین بپا ہوئی اس جنگ میں دونوں قبائل کے تمام قد آور سردار مارے گئے تھے اور صرف دو اہم لوگ بچے تھے جن میں ایک کا نام عبداللہ بن ابی سلول تھا جو بعد میں منافق اعظم کے نام سے مشہور ہوا اور دوسرا ابن ابی عامر راہب تھا جسے اسلام سے شدید دشمنی کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی عامر فاسق کا نام دیا تھا۔

چنانچہ جنگ بعاث کے بعد مدینہ کا پورا معاشرہ ابتر تھا۔ دونوں قبائل اپنے اہم سرداروں کے قتل کے بعد اپنے زخم چاٹ رہے تھے اور اس جنگ سے ہونے والی ہولناک تباہی کے اثرات کی زد میں تھے۔ ابو عامر راہب کو اہل مدینہ اپنا سردار بنانے کے لیے تیار نہ تھے اس لیے کہ مذہباً وہ ایک عیسائی تھا۔ باقی صرف عبداللہ بن ابی سلول بچا تھا جس کی سرداری کو اوس و خزرج نے متفقہ طور پر تسلیم کر لیا تھا۔ وہ اس بات پر رضامند ہو گئے تھے کہ آئندہ یہ دونوں قبائل آپس میں جنگ سے گریز کریں گے کیونکہ جنگ بعاث میں اوس خزرج کا شاید ہی کوئی گھرانہ ایسا ہو جس میں ماتم نہ ہوا ہو۔ اس لیے وہ اس باہمی جنگ سے اکتا چکے تھے جس کے نتیجے میں اُن کے کتنے ہی شہ سواروں اور کتنے ہی قابل سرداروں کو زمین نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔ چنانچہ اس سے قبل کہ اوس و خزرج ریاست مدینہ کا تاج عبداللہ بن ابی سلول کے سر پر رکھتے اُن کو اسلام کی دولت عطا کر دی گئی اور محض دو تین سالوں میں ہی سارا شہر مدینہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والوں سے بھر گیا۔ ایمان کی روشنی سے اُن کے دالانوں میں نور کی برسات ہونے لگی اور وہ بھول ہی گئے کہ انھوں نے عبداللہ بن ابی کو اپنا سردار چن لیا تھا اور جس کا تاج تیار ہو چکا تھا مگر کوئی اس تاج کو اٹھا کر عبداللہ بن ابی سلول کے سر پہ رکھنے کے لیے تیار نہ تھا۔ اس لیے کہ اب انھیں اُس کی نہ

چاہت تھی نہ ضرورت۔لوگ ایمان کی دولت ملنے سے مسرور تھے اور مکہ کی بدلتی ہوئی صورت حال پر گہری نظر رکھتے تھے وہ جانتے تھے کہ اسلام ایک سعادتِ عظمیٰ ہے جس کی بدولت اب اُن کے دن پھرنے والے تھے اور اُن کی خزاں بہار میں بدلنے والی تھی۔

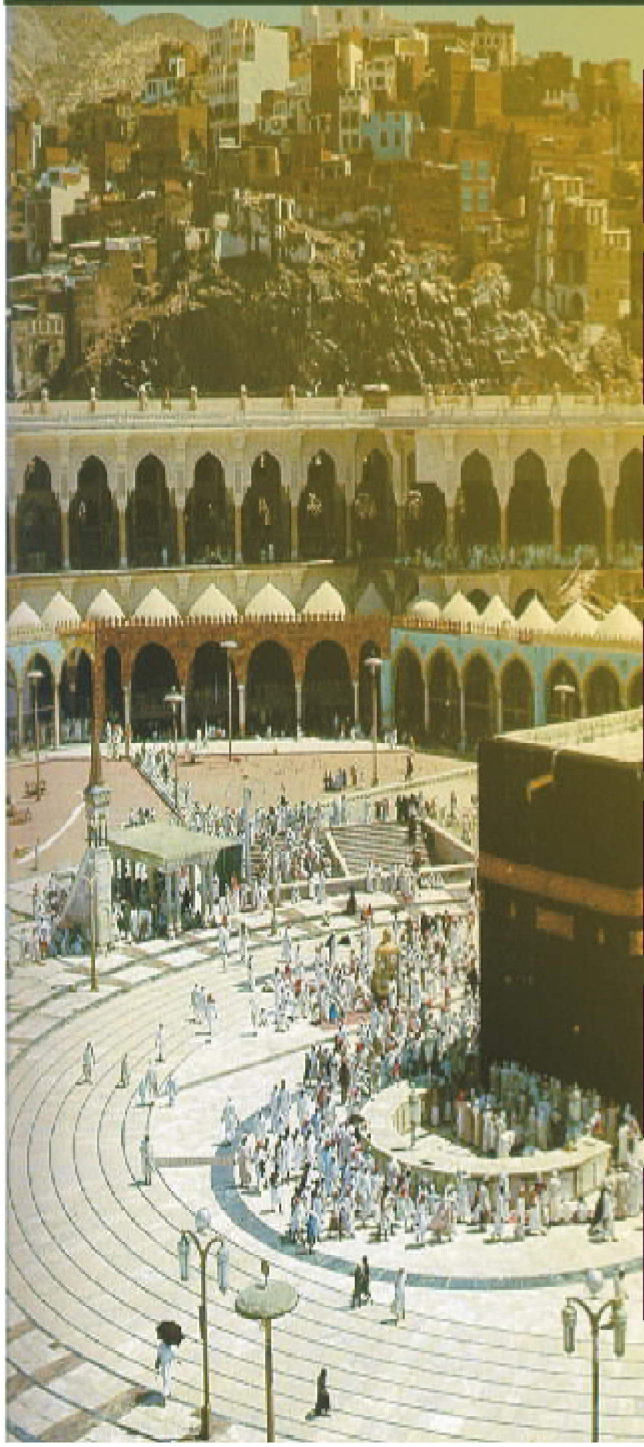
چنانچہ اب اُن کی نگائیں اُس آنے والے منظر پہ لگی تھیں کہ جب شاہ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں سے اُن کے آنگن میں وہ رونق، وہ آسودگی، وہ امن، وہ آشتی وہ دولت، وہ بے نیازی، وہ بہار، وہ حسن، وہ ایمان، وہ قرآن، وہ فرقاں، وہ یقین، وہ رنگ، وہ آہنگ، وہ بزم آرائی، وہ حسن طلب، وہ آتش عشق، وہ خرد، وہ دانش، وہ حکومت، وہ سیادت، وہ امانت، وہ دیانت، وہ صداقت، وہ بلاغت، وہ رفعت، وہ عظمت، وہ برسات، وہ برکات، وہ تبرکات، وہ احساسات، وہ جذبات، وہ تہینات، وہ التفات، وہ اتفاقات، وہ اشترقات، وہ مساوات، وہ دینیات، وہ اختیارات، وہ انقلابات، وہ القابات، وہ امتیازات، وہ مشرفات، وہ عدل، وہ میزان، وہ تفاخر، وہ مفاخر، وہ ثمر، وہ صبر، وہ قمر، وہ خورشید، وہ شرفِ طحاء، وہ وجہ کائنات، وہ سرور عالم، وہ حسن بے مثل، وہ علم بے مثل، وہ نفس بے مثل، وہ فصیح بے مثل، وہ فاتح بے مثل، وہ خلائق بے مثل، وہ ادائے بے مثل، وہ دعائے بے مثل، وہ شفائے بے مثل، وہ عطائے بے مثل، وہ صدائے بے مثل، وہ نوائے بے مثل، وہ آقائے بے مثل اُن کی گلیوں کی رونق بنیں گے۔چنانچہ اب جبکہ انھیں اپنا سردار مل چکا تھا تو انھیں کسی ایسے تاج کی کیوں کر پرواہ ہوگی جو کسی صراف کے ہاں راکھ میں دبا میں پڑا ہو۔مگر عبداللہ بن ابی سلول کو اس کی پرواہ تھی اس لیے کہ وہ اس کے سر پہ رکھنے کے لیے بنا تھا مگر اُس کی قوم اُسے بھول چکی تھی۔

چنانچہ یہی دکھ اُس کی روح کا روگ بن گیا اور پھر دس سال تک اُس نے رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کی انتہا کر دی تھی اور اپنے لیے اس دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب کا سودا کر لیا۔عبداللہ بن ابی سلول کا یہودی قبائل سے گہرا تعلق تھا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اُس نے مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف زیر زمین ایک محاذ کھول لیا۔ظاہری طور پر تو اُس نے اسلام قبول کر لیا تھا کہ اُس کی ساری قوم نے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔چنانچہ وہ اس بات پہ مجبور ہوا کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا اظہار کر دے۔مگر اس کے دل میں کس قدر خباثت تھی اس کی اصل صورت تو اُس وقت سامنے آئے گی جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مدنی زندگی کے واقعات بیان کریں گے۔سر دست صرف اتنا جان لیں کہ قوم اس بد

بجنت کو منافق اعظم کے نام سے جانتی ہے۔

❖ ❖ ❖

9 نبوی بمطابق رمضان 4 قبل ہجرت 20 مئی 618ء



بنو ہاشم میں کوئی دراڑ نہ تھی

قریش کے شرفاء دبک گئے

قریش کے اشرار غالب تھے

شعب میں بھوک تھی

قدیمی روایات سے انحراف

قریش مراد نہ پا سکے

بنو ہاشم ہی سرخرو رہے

9 نبوی، رمضان.... 4 قبل ہجرت ... مئی 618ء ... 619ء

شعب والے

شہر مکہ سے چند میل باہر اس پہاڑی درے میں جس کو شعب ابی طالب کہا جاتا تھا میں بنو ہاشم کسمپرسی کی حالت میں پڑے تھے۔ اُن کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا، اُن کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ ایک ویرانی اور دھوپ تھی جو اُن کی ساتھی تھی اور خاندانی عصبیت تھی جو اُن کی متاعِ فخر تھی۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ قریش سے محفوظ و مامون تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اگرچہ قریش کو اسلام کی دعوت دینا چھوڑ دی تھی کہ وہ اُن کی بات سننے کو تیار نہ تھے مگر اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ اپنے فریضہ رسالت سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہ ہوئے تھے۔ وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے ہمراہ گھاٹی سے نکل جاتے اور راہ میں ملنے والے ہر انسان کو اللہ کی واحدنیت کی دعوت دیتے۔

بنو ہاشم نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لیے جو اہتمام کیا تھا اور جو مصیبتیں سہی تھیں اُن کو بیان کرنا مشکل ہے۔ مورخین نے شعب والوں کی حالت زار کے بارے میں زیادہ معلومات فراہم نہیں کیں

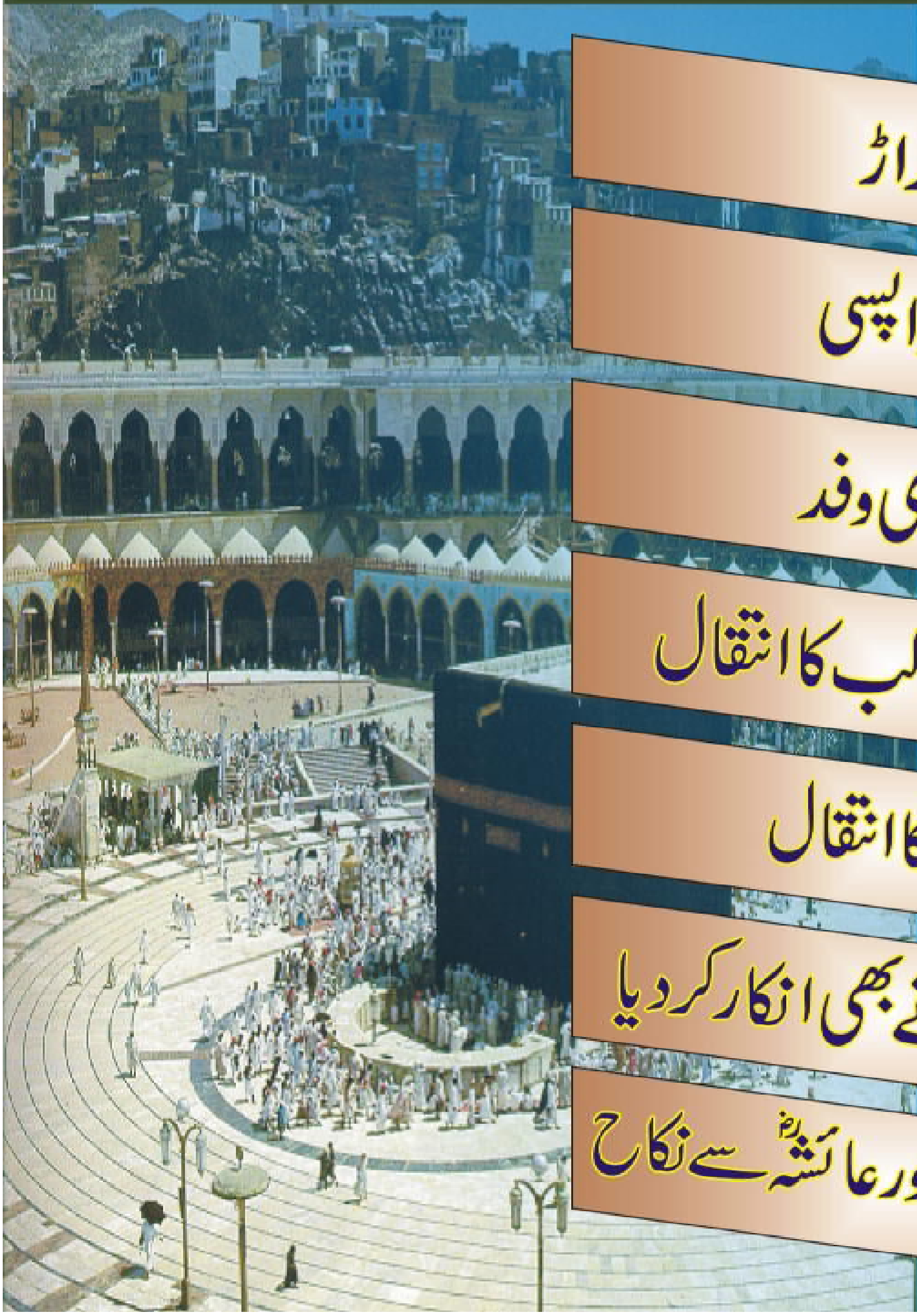
تاہم اس قدر ضرور معلوم ہوا ہے کہ درے کے قریب سے گزرنے والے لوگوں کو درے کے اندر سے عورتوں کے نوحے اور بھوک سے بلکتے بچوں کی چیخیں سنائی دیتی تھیں۔

یہ بات اگرچہ عرب روایات کے خلاف تھی کہ دشمن کو اس قدر اذیت میں مبتلا کیا جائے مگر اس کے باوجود یہ سب ہوا اور اہل عرب کے ہاتھوں سے ہی ہوا۔ مورخین نے اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابو جہل اور عقبہ بن معیط جیسے کچھ سیاہ بخت اہل مکہ میں اہم حیثیت اختیار کر چکے تھے جس کی وجہ سے شہر مکہ کے شرفاء کی رائے دب کر رہ گئی تھی۔ شہر مکہ میں اِن دِنوں انھی شیطانوں کو غلبہ حاصل تھا اور وہ اپنے لوگوں سے کہتے تھے کہ ہم بنی ہاشم سے اُس وقت تک کوئی بات کرنے کو تیار نہیں جب تک وہ محمد رسول اللہ ﷺ کو ہمارے حوالے نہ کر دیں تا کہ ہم انھیں اطمینان سے قتل کر سکیں۔

مگر بنو ہاشم کے عزم و ثبات میں کوئی دراڑ نہ تھی وہ چٹانوں کی سختی سے اپنے موقف پر قائم تھے اور رسول اللہ ﷺ کی مدافعت آخری دم تک کرنے کے عزم پر قائم تھے۔ بنو ہاشم کو اس بات کی کوئی پرواہ نہ تھی کہ وہ بھوک سے مرتے ہیں یا حالات کی شدت اُن کی جان لے لیتی ہے۔ اُن کو بہر حال اپنی خاندانی عصبیت اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی اور اُن کی شان تھی اور یہی بلند عزم تھا جس کی بدولت بالآخر نہ صرف اہل مکہ کو سر جھکانا پڑا بلکہ اسلام کا پرچم کُل عالم میں بلند ہوا۔

❖ ❖ ❖

10 نبوی بمطابق رمضان 3 قبل ہجرت 10ئی 619ء



- قریش میں دراڑ
- شعب سے واپسی
- قریش کا آخری وفد
- حضرت ابوطالب کا انتقال
- حضرت خدیجہؓ کا انتقال
- اہل طائف نے بھی انکار کردیا
- حضرت سعودہؓ اور عائشہؓ سے نکاح

10 نبوی، رمضان.... 3 قبل ہجرت ... مئی 619ء ... 620ء

شعب سے واپسی

شرفائے مکہ اب کے اشرار مکہ پر غالب رہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل نرم کر دیئے۔ تب اُن میں سے بعض نے بنو ہاشم کے بارے میں سوچا اور اُن کے دلوں نے اس بات کی گواہی دی کہ اُن کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔ چنانچہ شہر مکہ میں ایک ایسی لہر نے جنم لیا جس نے ابو جہل ملعون کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور خاندان بنو ہاشم اور اُن کے ساتھ محصور مسلمان ایک بار پھر شہر مکہ کی آزاد فضاؤں میں سانس لینے لگے۔ شعب ابی طالب سے بنو ہاشم اور مسلمانوں کے متعلق مورخین نے جو تفصیلات فراہم کی ہیں اُن میں بیان کیا گیا کہ آخر اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم سے وہ وقت بھی گذار ہی دیا اور اُن کے دشمنوں میں سے ہی ایسے لوگ پیدا کر دیئے جنھوں نے آگے بڑھ کے اُس معاہدے کو چاک کر دیا جس کی بنا پہ قریش بنو ہاشم کا مقاطعہ کیے ہوئے تھے۔ اذیت کے یہ روز و شب ختم ہونے والے ہیں اس بات کی خبر سب سے پہلے آنحضرت محمد ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کو دی اور فرمایا:

چچا! قریش نے بنو ہاشم کے خلاف جو معاہدہ تحریر کیا تھا میرے اللہ نے اُس پہ ایک کیڑا مسلط کر دیا ہے جس نے اُس معائدے کو کھا لیا ہے۔

حضرت ابو طالبؓ حیرت زدہ رہ گئے۔

تاہم انھوں نے آنحضرت محمدﷺ سے یہ سوال ضرور کیا کہ آپﷺ کو اس امر کی خبر کیسے ہوئی آپ تو بہت کم یہاں سے باہر جاتے ہیں۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا: مجھے میرے اللہ نے بتایا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو طالبؓ بنو ہاشم کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر قریش کی طرف آئے اور اُن کے ساتھ بنی مطلب کے کچھ لوگ بھی تھے انھوں نے قریش سے کہا: اس کے باوجود کہ تم لوگ باہم مروّت اور رشتہ داری کے حقوق بھول چکے ہو میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں کہ تم نے جو تحریر بنو ہاشم کے خلاف مرتب کی تھی وہ اب نہیں رہی تو پھر اس مقاطعہ کا کیا مطلب؟

قریش نے کہا: وہ تحریر تو بیت اللہ میں موجود ہے۔

حضرت ابو طالب نے بخدا اب وہ تحریر ختم ہو چکی اور اس امر کی اطلاع میرے بھتیجے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچا دی گئی ہے۔

قریش نے کہا: اگر وہ تحریر موجود ہوئی تو کیا تم محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالے کر دو گے۔

یقیناً! حضرت ابو طالب نے کہا: اور اگر میرا بھتیجا سچا ہوا تب کیا کرو گے۔

ہم اُن پہ ایمان لے آئیں گے۔

قریش نے دعویٰ کیا۔

تب وہ تحریر لائی گئی اور سب لوگوں نے دیکھا کہ اللہ کے نام کے سوا تمام تحریر کو دیمک نے چاٹ لیا تھا ۔بجائے اس کے کہ قریش اپنے عہد کو پورا کرتے اُن کی بدسلوکی میں اضافہ ہو گیا اور اُن کا بغض اُن کو جینے نہ دیتا تھا۔

تب انھی میں سے چند افراد نے اس بے عدلی کو محسوس کیا اور اس کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے ہشام بن عمرو آگے بڑھا اور اس معاملے میں کوشش کی۔ وہ زہیر بن ابی امیہ کے پاس گیا اور کہا: اے زہیر! کیا تم اس بات پہ خوش ہو کہ تم تو کھانے کھاؤ، عمدہ کپڑے پہنو عورتوں کو اپنے نکاح میں لاؤ مگر تمھارے ماموں اِن میں سے ہر ایک چیز کو ترسیں۔ خدا کی قسم؛ اگر گھاٹی میں ابو جہل کے ماموں اس حال میں ہوتے اور تم انھیں اُس بات کی طرف بلاتے جس کی طرف انھوں نے تمھیں راغب کیا

ہے تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔
ہشام کی بات سن کے زہیر کے خون میں ابال آیا اور اُس نے کہا:
ہشام میں اُن کی حالت جانتا ہوں مگر کیا کروں میں تو اکیلا ہوں۔
ہشام نے کہا: نہیں تم اکیلے نہیں بلکہ ہم دو ہیں کیونکہ میں بھی اس معاملے میں تمھارے ساتھ ہوں۔
زہیر نے کہا: پھر اس کام کے لیے ایک دو اور آدمی تیار کرو پھر ہم انھیں دیکھ لیں گے۔
اس کے بعد ہشام معطم بن عدی کے پاس پہنچا اور اُس سے کہا:
اے معطم! مجھے تمھاری دانش پہ حیرت ہے کہ بنو عبد مناف کے دو قبیلے تمھاری نظروں کے سامنے برباد ہونے کو آئے مگر تمھاری زبان سے ایک لفظ تک نہ نکلا۔
معطم نے جواب دیا:
میں قریش کی اس حرکت پہ خوش نہیں ہوں مگر اس کے لیے بہتر یہ تھا کہ پہلے خود انھیں میں سے کوئی بولتا جیسے کہ تم۔ پھر میں اکیلا سارے قریش کے خلاف کیسے آواز اٹھاؤں۔
تم اکیلے کہاں ہو ہشام نے کہا:
میں بھی تو تمھارے ساتھ ہوں۔
پھر اس کے لیے کچھ اور لوگ تیار کرو۔
وہ بھی ہیں۔
کون! معطم نے حیرت سے پوچھا؟
زہیر ابن امیہ۔ ہشام نے کہا۔
اس کے بعد ہشام ابوالبختری کے پاس پہنچا اور اس سے کہا: قریش نے جو کچھ بنو ہاشم کے ساتھ کیا ہے کیا تم اس پہ مطمئن ہو۔
بالکل نہیں، ابوالبختری نے کہا: اگر میں اکیلا نہ ہوتا اور میرے ساتھ کچھ لوگ ہوتے تو میں اس معاہدے کو چاک کر دیتا جس کی وجہ سے ہمارے قرابت دار اذیت میں ہیں۔ ابوالبختری نے اپنا خیال ظاہر کیا۔
تم اکیلے کب ہو؟ ہشام نے کہا:

بلکہ میں یعنی ہشام بن عمرو، زہیر بن امیہ، معطم بن عدی جیسے لوگ تمھارے ساتھ ہیں۔

اس کے بعد ہشام زمعہ بن الاسود کے پاس گیا اور اس کو بھی اس بات پہ راضی کرلیا کہ بنو ہاشم کے خلاف مقاطعہ کے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی جائے گی اور قرابت کے رشتوں کو منقطع کرنے والے اُس معاہدے کو پھاڑ دیا جائے گا جس کی وجہ سے بنو ہاشم شعب ابی طالب محصور ہو کے رہ گئے ہیں۔

چنانچہ اگلی صبح جب قریش اپنی اپنی مجلسیں سجا چکے تو زہیر بن ابی امیہ عمدہ لباس زیب تن کیے ہوئے حرم میں آیا۔

اُس نے حرم کا طواف کیا اور فراغت کے بعد لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا:

اے مکہ والو! یہ انصاف کی بات نہیں ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ تو اچھا کھائیں اور اچھا پہنیں اور ہمیں میں سے کچھ لوگ جو بنو عبد مناف سے ہیں ہر چیز سے اس چیز کو ترسیں جو زندہ رہنے کے لیے ضروری ہو۔

خدا کی قسم: میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ اُس منحوس نوشتہ کو چاک نہ کرلوں جس نے قرابت کے رشتوں کو منقطع کر رکھا ہے۔

ابو جہل نے یہ سب سنا تو بھڑک کے اٹھا اور کہا:

تو جھوٹا ہے واللہ اُس معاہدے کو چاک نہیں کیا جائے گا۔

تبھی زمعہ بن اسود اٹھا اور زہیر کی حمایت میں بولا:

واللہ تو سب سے زیادہ جھوٹا ہے اس لیے کہ جب یہ معاہدہ تحریر کیا گیا ہم سے مشاورت نہ کی گئ تھی اس لیے جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے ہم اس سے انکار کرتے ہیں۔

اب ابو البختری اٹھا اور اُس نے کہا: زمعہ نے سچ کہا ہے زہیر نے بھی سچ کہا ہے ہم نہ کل اس معاہدے پہ راضی تھے نہ آج اس پہ قائم رہنے پہ رضا مند ہیں۔

معطم بن عدی اٹھا اور اُس نے کہا:

یہ لوگ جو بات کہہ رہے ہیں وہی سچ ہے اور جو اس کے خلاف بات کرے وہ جھوٹا ہے۔

اب ابو جہل جان گیا کہ یہ سب ایک سازش ہے۔

وہ چیخ اٹھا ہم سے دھوکا ہوا ہے یہ سب کچھ مشاورت کے بعد کیا گیا ہے۔

مگر تب تک مقاطعہ کے اس معاہدے کے خلاف آوازیں بلند ہوچکیں تھیں اور وہ لوگ غالب آ گئے تھے جو اس معاہدے کے خلاف تھے۔ چنانچہ اس معائدے کو چاک کر گیا گیا اور بنو ہاشم اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے مقصد کو ہر حال میں پیش نظر رکھا چاہے وہ شعب ابی طالب میں ہوں یا مکہ کی آزاد فضاؤں میں۔

تب حضرت ابو طالبؓ نے اُن لوگوں کی مدح میں ایک قصیدہ کہا جنھوں نے اس معاہدے کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔

اس قصیدے سے کچھ اشعار پیش کیے جا رہے ہیں۔

اَلَا هَلْ اَتٰی تَجْرِیَّنَا صُنْعُ رَبِّنَا
عَلٰی نَأْ یِهِمْ وَا للّٰہُ بِالنَّاسِ اَرْوَدُ

کیا سمند پار کے مسافروں کو ہمارے پروردگار کی کارسازی کا علم ہے کہ اللہ دور دراز کے لوگوں پہ بھی مہربان رہتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

فَیُخْبِرَا هُمْ اَنَّ الصَّحِیْفَۃَ مُزِّقَتْ
وَاَنْ کُلُّ مَا لَمْ یَرْضَہُ اللّٰہُ مُفْسِدٌ

جو اِن لوگوں کو اس بات کی خبر دے کہ وہ نوشتہ چاک کر دیا گیا ہے جس میں اللہ کی رضامندی نہیں تھی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تَرَاوَ حَهَا اِفْکٌ وَسَحْرٌ مُجَمَّعٌ
وَلَمْ یُلْفَ سِحْرًا خِرَالدَّھْرِ یَصْعَدُ

اس نوشتے کو بہتان اور جان بوجھ کر جھوٹ نے قوت دی تھی اور کوئی جھوٹ کبھی ترقی کرتا ہوا نہیں پایا گیا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تَدَاعَیَ لَهَا مَنْ لَیْسَ فِیْهَا بِقَرْقَرٍ
فَطَا ئِرَهَا فِیْ رَاُسِهَا یَتَرَدَّدُ

اس نوشتے کے معاملے میں وہ لوگ بھی جمع ہو گئے جو اس بات سے مطمئن نہ تھے اس لیے اِن کی قسمت کے پرندان کے سر پہ پھڑ پھڑا رہے تھے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَکَانَتْ کِفَاءً وَقْعَةٌ بِاَثْیمَةٍ
لِیَقْطَعَ مِنْهَا سَاعِدٌ وَمُقَلَّدُ

یہ اتنا بڑا گناہ تھا کہ اس کے عوض اگر ہاتھ اور گردن کاٹی جاتی تب بھی یہ سزاوار نہ تھا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَیَظْعَنُ اَهْلُ الْمَکَّتَیْنِ فَیَهْرَبُوْا
فَرَائِضُهُمْ مِنْ خَشْیَةِ الشَّرِّ تُرْعَدُ

مکہ کے نیچے اور اوپر کے حصے میں لوگ اس خوف سے بھاگ رہے ہیں اور اِن کے شانے برائی کے خوف سے کانپ رہے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَيَنْزِلُ حَرَّاثٌ يُقَلِّبُ اَمْرَهٗ
اَيُتْهِمُ فِيهَا عِندَ ذَاكَ وَيُنْجِدُ

اور کمانے والا شخص چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ سرزمین حجاز کی پست زمین تہامہ میں جائے یا نجد میں اپنے معاملے کی تدبیر کرے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَتَصْعَدُ بَيْنَ الْاَ خْشَبَيْنِ كَتِيْبَةٌ
لَهَا حُدُجٌ سَهْمٌ وَ قَوْسٌ وَمِرْهَدُ

اور اخشبین کے پہاڑوں سے ایسا لشکر چڑھ آئے جس کے کڑوے اور کثیر التعداد پھل جنگی ہتھیار ہوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَمَنْ يَنْشَ مِنْ حُضَّارِ مَكَّةَ عِزُّهٗ
فَعِزَّتُنَا فِے بَطْنِ مَكَّةَ اَتْلَدُ

پس کوئی ایسا شخص جس کو مکہ نے عزت بخشی ہو جان لو کہ ہم تو مکہ کے قدیمی باشندے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

نَشَاْنَا بِهَا وَالنَّاسُ فِيهَا قَلَا ئِلٌ
فَلَمْ نَنْفَكِ نَزْدَادُ خَيْرًا وَنَحْمَدُ

ہم تو مکہ میں اس وقت سے ہیں جب یہاں تھوڑے سے لوگ تھے لہذا ہماری عزت اور بھلائی ہمیشہ بڑھتی رہی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَنُطْعِمُ حَتّٰی یَتْرُلَ النَّاس فَضْلَہُمْ
اِذَا جَعَلَتْ اَیْدِیُ الْمُفِیْضِیْنَ تَرْعَدُ

ہم کھانا کھلاتے ہیں کہ لوگ اپنی فضیلت اور بڑائی چھوڑ دیتے ہیں اور جوئے کے تیر نکالنے والے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

جَزَیْ اللّٰہُ رَھْطًا بِا لْحُجُوْنِ تَتَابَعُوْا
عَلٰی مَلَاٍ یَھْدِیْ لِحَزْمٍ وَیُرْشِدُ

اس جماعت کو اللہ جزاء دے جس کے افراد ایک کے بعد ایک مجلس حجون میں پہنچے جو عقل کی باتوں میں راہنمائی کرتے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

قُعُوْدًا لدی حَطِمُ الْحَجُوْنَ کَاَنَّھُمْ
مَقَا دِلَۃٌ بَلْ ھُمْ اَعَزُّ وَ اَمْجَدُ

وہ مقام حطیم کے پاس ایسے بیٹھے تھے گویا وہ رؤسا ہیں سچ تو یہ ہے کہ وہ بڑی شان والے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَعَانَ عَلَیْھَا کُلُّ صَقْرٍ کَاَنَّہٗ
اِذَا مَا مَشَیَ فِیْ رَفْرَفِ الدَّرْعِ اَحْرَدُ

اس معاملے میں جنھوں نے مدد کی اِن کا ہر فرد گویا شہباز ہے وہ اپنی لمبی زرہوں میں وقار کے ساتھ چلتے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

جَرِیْ ءٍ عَلٰی حُلی ّ الْمَخْطُوْبِ کَاَنَّہٗ

شِھَا بٌ بِکَفَّی قَأبِسٌ یَتَوْقَدُ

وہ بڑے بڑے اور اہم معاملات میں جرأت والا ہے گویا وہ ایک چنگاری ہے جو آگ لینے والے کے ہاتھ پہ بھڑک رہی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

مِنَ الْاَ کْرَمِیْنَ مِنْ لُؤیِّ بِنْ غَالِبٍ

اِذَا سِیْمَ خَسْفًا وَجْھُہٗ یَتَرَبَّہٗ

وہ اِن شریفوں میں سے ہیں جو لوی بن غالب کی اولاد ہیں اور جب اِن سے ذلت کا برتاؤ کیا جائے تو اِن کے چہرے متغیر ہو جاتے ہیں۔[*56]

۞۞۞۞۞۞۞۞

10 نبوی، رمضان.... 3 قبل ہجرت ... مئی 619ء ... 620ء

قریش کا آخری وفد

شہر مکہ کی رونقیں واپس آ چکی تھیں۔ بنو ہاشم بھی اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے اور مسلمان بھی دوسرے لوگوں سے مل کے بہت خوش تھے۔ انھوں نے جس صبر و استقامت سے یہ ایام گزارے تھے اُس کی جتنی بھی تحسین کی جائے وہ کم ہے۔ ابوجہل ملعون اگرچہ وقتی طور پر شرفائے قریش سے مغلوب ہو گیا تھا مگر اُس کی اسلام دشمنی میں کوئی فرق نہ پڑا تھا۔ اس لیے شعب سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ سر عام صحن حرم میں لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلاتے تو اُس کے سینے پر سانپ لوٹتے تھے۔ چنانچہ چند ہی روز بعد مسلمانوں اور اہل قریش میں پھر سے تو تقرار شروع ہو گئی تھی۔ اسی بیچ حضرت ابوطالب اپنی طویل عمری کے باجود شعب کی سختی برداشت کرتے رہے تھے شہر مکہ کی آسائش میں آتے ہی بیمار ہو گئے ہر چند کہ اُن کا ہر ممکن علاج کیا گیا مگر آئے روز اُن کی صحت گرتی ہی چلی گئی۔ اہل قریش کو اس بات کا علم تھا کہ بنو ہاشم کا سردار صحن مکہ میں دکھائی نہیں دیتا تو وہ یقیناً سخت بیمار تھا۔ چنانچہ وہ حضرت ابوطالب کی عیادت کو گئے اور انھوں نے جانا کہ حضرت ابوطالب اب چند روز کے مہمان ہیں۔ تب انھوں نے مشاورت کی اور قریش کا ایک بڑا وفد

حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا۔

امام حلبی نے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ یہ سب سے بڑا وفد تھا جو ابوطالب کے ہاں اترا اس میں قریش کے ستر کے قریب اہم لوگ شامل ہوئے تھے۔ جن میں ابو جہل، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور ابوسفیان سمیت قریش کے اکثر اہم لوگ حاضر تھے۔

انھوں نے حضرت ابوطالب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

ہمیں آپ کی صحت کی طرف سے تشویش ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اب شاید آپ ہمیں چھوڑ نے والے ہیں تو ہم اس خواہش کو لے کر حاضر ہوئے کہ آپ اپنی قوم اور اپنے بھتیجے کے بارے میں کوئی فیصلہ کر کے رخصت ہوں تا کہ دس سال سے چلی آئی اس چپقلش کا خاتمہ ہو سکے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے آباء کو جاہل کہنا چھوڑ دیں اور ہمیں اپنے عقائد کے مطابق بت پرستی سے نہ روکیں بدلے میں ہم انھیں کوئی تکلیف نہ پہنچائیں گے۔

حضرت ابوطالب نے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کیا اور کہا:

بھتیجے اس ضمن میں تم کیا کہتے ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوطالب کو جواب دینے کے بجائے سیدھا ابو جہل کو مخاطب کیا اور فرمایا:

اے میری قوم کے لوگو: کیا میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جس پر عمل کرنے کی صورت میں تم نہ صرف تمام عربوں پر حاکم ہو جاؤ گے بلکہ اہل عجم بھی تمھارے ہی حکم کے تحت ہوں گے۔

ابو جہل فوراً بول اٹھا:

اس کے لیے تو میں دس باتیں ماننے کے لیے بھی تیار ہوں۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہو اللہ ایک ہے اور اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

ابو جہل تڑپ اٹھا:

اُس نے اپنے لوگوں سے کہا: اٹھو یہاں سے نکلو

ہمیں یقین آ گیا ہے کہ یہ لوگ ہماری کوئی بات نہ مانیں گے۔ چنانچہ سارے قریشی سردار شور مچاتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئے۔

حضرت ابو طالب چونکہ کافی علیل تھے اس لیے لیٹے ہوئے تھے تاہم جب قریش چلے گئے تو انھوں نے نبی اکرمﷺ سے کہا: بھتیجے میں نہیں سمجھتا کہ تم نے اُن سے کوئی بے عدلی کی بات کی ہے۔

اس کے بعد حضرت ابو طالب کی بیماری بڑھ گئی اور چند دنوں کے بعد انھوں نے انتقال فرمایا۔ ساتھ ہی قریش کی رعونت بھی بڑھ گئی اور حالات اس قدر تیزی سے تبدیل ہوئے کہ رسول اللہﷺ مکہ میں دعوت اسلام کو پیش نظر مشکلات کی وجہ سے طائف کی طرف نکل گئے۔

❖ ❖ ❖

قریش اپنی جہالت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے بدترین دشمن ثابت ہوئے تھے۔ دوسری طرف نبوت کا دسواں سال اپنے دامن میں رسول اللہ ﷺ کے لیے نئی مشکلات لے کر طلوع ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی غم خوار بیوی حضرت خدیجہ اور پشت پناہ حضرت ابوطالب یکے بعد دیگرے وفات پا گئے جس سے رسول پاک بہت آزردہ تھے۔

10 نبوی، رمضان.... 3 قبل ہجرت ... مئی 619ء ... 620ء

اور آزمائش بڑھ گئی

نبی اکرم ﷺ پہ پہلی وحی اترے دس سال ہونے کو آئے تھے اور یہ طویل عرصہ آپ ﷺ نے لوگوں کو دین حق کی طرف بلاتے ہوئے گذارا۔ اِن دس سالوں میں اگر چہ بہت سے لوگوں نے آپ ﷺ کے پیغام کو قبول کیا، آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی مگر من حیث القوم قریش نے آپ ﷺ کا نہ صرف انکار کیا تھا بلکہ وہ آپ ﷺ کے بدترین دشمن بھی ثابت ہوئے تھے۔ تاہم اگر اہل قریش اپنی دشمنی اور بغض میں پختہ تھے تو بنو ہاشم بھی نبی اکرم ﷺ کی حفاظت و دست گیری میں اُن سے بڑھے ہوئے تھے اس لیے قریش باوجود شدید بغض کے اُن سے کتراتے تھے۔ شعب ابی طالب میں شدید سختی کے تین سال بسر کرنے کے بعد بنو ہاشم ابھی مکہ میں اترے ہی تھے کہ حضرت ابو طالب کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ انہوں نے جس شدتِ نگاہ سے نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کی تھی اب وہ اس پہ قاصر رہے تھے اس لیے پریشان رہتے تھے۔ اپنے لوگوں کو آنحضرت محمد ﷺ کی اعانت پہ اکساتے رہتے تھے۔ یہ دس نبوی کے ایام تھے جب قریش نے جانا کہ ابو طالب اس جہانِ رنگ و بو سے رخصت ہونے والے ہیں۔ قریش کا وفد حضرت ابو طالبؓ کے گھر سے رخصت ہوا تو اُن کی طبیعت بگڑ چکی تھی۔ تاہم اگلے روز اُن کی طبیعت کچھ بہتر تھی اس لیے

انھوں نے اپنی قوم کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا جب وہ اکٹھا ہو گئے تو انھوں نے اپنی قوم سے آخری خطاب فرمایا:

”اے معشر قریش!

اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی مخلوق میں سے منتخب کر لیا ہے تم سارے عرب کا دل ہو، اچھی طرح جان لو کہ تم نے تمام اچھی صفات اپنے اندر جمع کر لی ہیں۔ شرف وعزت کے تمام مدارج تم نے حاصل کر لیے ہیں اور انھی گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے تمہیں دوسری قوموں پہ برتری حاصل ہوئی ہے۔ میں تمہیں اس مکان (بیت اللہ) کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اسی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور اسی پہ تمہاری معاش کا دارومدار ہے اور اسی سے تمہارا دبدبہ قائم ہے۔ قریبی رشتے داروں سے صلہ رحمی کرنا قطع رحمی سے باز رہنا کیونکہ صلہ رحمی سے زندگی طویل ہوتی ہے اور دوستوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ بغاوت وسرکشی کو ترک کر دینا کیونکہ اسی وجہ سے سابقہ قومیں ہلاک ہوئیں۔ جو دعوت دے اس کی دعوت قبول کر لینا اور سائل کو خالی مت لوٹانا کیونکہ اسی میں زندگی اور موت کی عزت ہے۔ سچ بولنا اور امانت میں خیانت مت کرنا اِن خوبیوں کی وجہ سے خواص کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور عوام کے دلوں میں عزت مستحکم ہوتی ہے۔ میں تمہیں محمد (ﷺ) کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اُن سے بھلائی کرنا کہ سارا قبیلہ اُن کو صادق اور امین کے نام سے جانتا ہے۔ جن خصائص کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے محمد (ﷺ) کی شخصیت اُن کی جامع ہے۔ خدا کی قسم! میں وہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے مفلسوں اور ناداروں نے دور دراز علاقوں کے مکینوں نے کمزور اور ضعیف لوگوں نے اِن کی دعوت قبول کر لی اِن کے دین کی تعظیم کو گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اُن کی برکت سے وہ لوگ قریش کے سردار بن گئے ہیں اور قریش کے سردار اُن سے پیچھے رہ گئے ہیں اُن کے محلات غیر آباد ہو گئے ہیں۔ عرب کے سارے لوگ محمد (ﷺ) کے ساتھ محبت کرنے لگے ہیں اور اپنے دلوں کو انھوں نے اِن کی محبت کے لیے مخصوص کر لیا ہے اور اپنی زمام قیادت اُن کے ہاتھ میں دے دی ہے۔

پس اے گروہ قریش:

اپنے باپ کے بیٹے کے مددگار اور دوست بن جاؤ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔جنگوں میں اِن کے حامی اور ناصر بن جاؤ۔خدا کی قسم جو شخص اُن کی راہ پہ چلے گا ہدایت پائے گا اور جو اُن کے دین کو قبول کر لے گا وہ نیک بخت ہو جائے گا۔اگر میری زندگی میں گنجائش ہوتی اور میری موت میں کچھ تاخیر ہوتی تو میں ساری جنگوں میں اُن کی مدد کرتا اور مصائب و آلام سے اُن کا دفاع کرتا'' [57*]

❖❖❖❖❖❖❖❖

اس کے بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اور وہ ایک قلعہ تھے جس کے سائے میں نبی اکرم ﷺ نے بغیر کسی دکھ کے دین اسلام کی تبلیغ کا کام جاری رکھا ہوا تھا اور اب وہ قلعہ مسمار ہو چکا تھا۔آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کرنے والا وہ شخص اب نہیں رہا تھا جس کی ہیبت سے قریش لرزتے تھے اور جس کے ثبات نے رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کے دانت کھٹے کر رکھے تھے۔

حضرت ابو طالب کی وفات کے چند دن بعد جب آنحضرت محمد ﷺ ایک گلی سے گذر رہے تھے تو ایک بد بخت نے نبی اکرم ﷺ کے سر مبارک پہ خاک ڈال دی تب آپ ﷺ نے فرمایا:

آج مجھے محسوس ہو گیا ہے کہ ابو طالب وفات پا گئے۔

آپ ﷺ اسی حالت میں اپنے گھر میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کی بیٹیوں نے رونا شروع کر دیا وہ آپ ﷺ کا سر دھوتیں اور ساتھ ساتھ روتی جاتیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب تک ابو طالب زندہ تھے قریش مجھ سے وہ سلوک نہ کر سکے جسے میں پسند نہ کرتا مگر آج وہ مجھ سے بد سلوکی پہ اتر آئے ہیں۔یاد رہے کہ عقبہ بن ابی محیط کا آپ ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈال کے مروڑنا یا آپ ﷺ کے ساتھ دیگر دست درازیاں اُسی عہد میں کی گئیں جب حضرت ابو طالب کا پر شفقت سایہ آپ ﷺ کے سر سے ہٹ گیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے لیے یہ غم کا سال تھا کہ حضرت ابو طالب کے انتقال سے اٹھائیس دن بعد حضرت خدیجہؓ بھی اس دنیا سے رخصت ہوئیں[58*]۔

یہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا بہت بڑا دکھ تھا اس لیے کہ زندگی کے پچیس طویل سال آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کی وفاؤں کے سائے میں گذارے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنا سارا مال وزر نبی اکرم ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو آسانی اور آسودگی مہیا ہوگئی۔ آپ ﷺ پوری دلجوئی سے اُس مقدس کام کی طرف متوجہ ہوگئے جو آپ ﷺ کا اصل منصب تھا حضرت ابو طالبؓ کی وجہ سے آپ ﷺ کی پشت دشمن کے وار سے محفوظ تھی تو حضرت خدیجہؓ کی دولت سے آپ ﷺ کا وقت محفوظ ہوگیا ورنہ تو آپ ﷺ کا بہت سارا وقت تجارت میں گذرتا تھا جیسے کہ پہلے ذکر گذر چکا ہے۔

حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد بنو ہاشم نے ابولہب کو اپنا سردار چن لیا تھا۔

اور وہ پہلے ہی نبی اکرم ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔[59*]

تاہم نبی اکرم ﷺ کو اس بات پہ یقین تھا کہ اُن کے لیے اللہ کافی ہے اس لیے حضرت ابو طالب کی وفات اور حضرت خدیجہؓ کی جدائی اُن کے لیے غم کا باعث تو ضرور تھی مگر اس سے شانِ نبوت اور مقصدِ نبوت پہ کوئی فرق نہ پڑنے والا تھا۔ اس لیے اگرچہ آپ ﷺ اپنے محترم چچا اور محبوب بیوی کی وفات کی وجہ سے قدرے افسردہ تھے اور کئی دن تک گھر سے باہر بھی نہیں نکلے تھے مگر جونہی اس غم کا غلبہ کچھ کم ہوا تو آپ ﷺ نے پھر سے کفار قریش کو دین اسلام کی طرف بلانے کا فریضہ ادا کرنا شروع کردیا۔

مگر اب حالات پہلے سے نہ رہے تھے۔

قریش آپ ﷺ پہ غلبہ پانے والے تھے اور آپ ﷺ کی بات کا شدت سے انکار کرنے والے تھے اس لیے آپ ﷺ نے اپنا رخ اللہ کی زمین پہ بسنے والے دوسرے لوگوں کی طرف کرلیا۔

آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے کہ شاید وہ آپ ﷺ کی بات سنیں اور فلاح پائیں۔

اہل طائف بھی بدقسمت ثابت ہوئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید کو رد کر دیا۔ وہ غالباً روح زمین پر بسنے والے نہایت ہی برے لوگ تھے اس لیے کہ انھوں نے طائف کی گلیوں میں رسول اللہ ﷺ کو پتھر مار مار کے زخمی کر دیا اور اُن زخموں سے خون رستا تھا۔

10 نبوی، رمضان.... 3 قبل ہجرت ... مئی 619ء ... 620ء

حضرت ابوطالب کا ایمان

جب ہم اُن صبحوں اور شاموں کو دیکھتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ اہل مکہ کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں اور اہل مکہ اُن سے دشمنی پہ اتر آتے ہیں تو صرف ابوطالبؓ کی ذات ہے جو ایک سائے کی طرح رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتی نظر آتی ہے۔ وہ ایک قلعہ تھے جس میں رسول اللہ ﷺ اہل قریش کی یلغار کے وقت پناہ حاصل کرتے تھے۔ حضرت ابوطالبؓ کی ذات اُس برگد کی طرح تھی جس کے ٹھنڈے سائے تلے رسول اللہ ﷺ ستایا کرتے تھے۔ تاریخ کے ایوانوں میں عجیب تماشے ہیں اور عجب صدائیں ہیں جن کو سمجھنا دشوار ہے۔ حضرت ابوطالبؓ کے متعلق تاریخ دانوں میں اس بات پر اختلاف چلا آیا ہے کہ حضرت ابوطالبؓ نے زندگی کے آخری ایام میں اسلام قبول کر لیا تھا یا وہ اپنے آباء کے دین پہ ہی تھے جب انھوں نے انتقال کیا۔ صحابہ نے اس ضمن میں جو کچھ روایات کیا ہے اُس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انھوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ تاہم علماء کے ایک بہت بڑے طبقہ کا خیال ہے کہ اِن روایات میں کچھ نہیں اور حضرت ابوطالبؓ نے زندگی کے آخری حصے میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ حضرت عباسؓ جو

رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے وہ بھی اسلام لے آئے تھے مگر آٹھ ہجری تک انھوں نے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم یہی تھا کہ وہ مکہ میں رہیں اور اہل مکہ کی سرگرمیوں سے اُن کو آگاہ رکھیں اور اسی طرح ہوا۔ حضرت عباسؓ مکہ میں رہے اور اہل مکہ کی پل پل کی سرگرمیوں کی اطلاع رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی رہی حتیٰ کہ حضرت عباسؓ نے مکہ سے ہجرت کی اور وہ مکہ سے ہجرت کرنے والے آخری صحابی تھے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے لشکروں سمیت مکہ فتح کرنے نکل چکے تھے کہ مدینے کے قریب حضرت عباسؓ کی اُن سے ملاقات ہوئی۔ چنانچہ علماء کے ایک طبقے کا خیال ہے کہ حضرت ابوطالبؓ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا تاہم مصلحت کے پیشِ نظر انھوں نے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا تھا۔

یہاں ایک طرف مسلم اور بخاری کی وہ روایتیں ہیں جن میں حضرت ابوطالبؓ کو دین کفر پہ مرتے دکھایا گیا ہے تو دوسری طرف حضرت ابوطالبؓ کی زندگی کا ایک ایک پل اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ممکن ہی نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ پہ ایمان نہ لائے ہوں اس لیے کہ انھیں رسول اللہ ﷺ سے جو محبت تھی اُس کو بیان کرنا مشکل ہے اور پھر وہ بہت سے اجلے منظر ہیں جو ایک پل کے لیے بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرنے دیتے کہ حضرت ابوطالبؓ حالت کفر میں مرے ہوں گے۔ چند منظروں پہ نگاہ ڈالیں۔

وہ کون تھے جو بچپن میں رسول اللہ ﷺ کی انگلی تھامے میں انھیں مکہ کی گلیوں میں لیے پھرتے تھے؟

وہ حضرت ابوطالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جن کے دسترخوان پر اُن کے بیٹوں تک کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی جب تک کہ محمد ﷺ تشریف نہ لے آئیں؟

وہ حضرت ابوطالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جن سے لپٹ کر رسول اللہ ﷺ اپنے والدین کی خوشبو کو محسوس کیا کرتے تھے؟

وہ حضرت ابوطالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جن کے آنگن میں رسول اللہ ﷺ کا سارا بچپن گزرا؟

وہ حضرت ابوطالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جن کی شفقت نے رسول اللہ ﷺ کو والدین کا دکھ بھلا دیا تھا؟

وہ حضرت ابو طالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جن کے سایہ عاطفت میں رسول اللہ ﷺ کا بچپن، لڑکپن اور جوانی بسر ہوئی ؟

وہ حضرت ابو طالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے اپنے بیٹے سے کہا: محمد کی بات مان لو یہ کبھی تمھیں خیر کے سوا کسی اور چیز کی طرف نہ بلائیں گے؟

وہ حضرت ابو طالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے کہا: محمد ﷺ جو چاہو کرو بنو ہاشم کی ننگی تلواریں تم پہ ہمیشہ اپنا سایہ رکھیں گی ؟

وہ حضرت ابو طالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے کفار مکہ سے کہا رسول اللہ ﷺ کو کچھ نہ کہا جائے گا اور نہ تمھارے مطالبات مانے جائیں گے؟

وہ حضرت ابو طالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دین اسلام کی دعوت دینے پر اُن کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا تھا؟

وہ حضرت ابو طالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو قریش کے دستِ ستم سے محفوظ رکھا اور ہر پل اُن کی حفاظت کی؟

وہ حضرت ابو طالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے قریش سے کہا جب تک بنو ہاشم کا ایک بھی جوان اپنے پاؤں پہ کھڑا ہے تم محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک بال بھی نہیں اکھاڑ سکتے ؟

وہ حضرت ابو طالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے کہا: تم کہتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کو تمھارے حوالے کر دوں تا کہ تم انھیں قتل کر سکو خدا کی قسم میں تو تمھیں اُن کی اتری ہوئی قمیض بھی نہ دوں؟

وہ حضرت ابو طالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے معطم بن عدی سے کہا: سنو تم سے جو ہوتا ہے وہ کر لو ہم بھی دیکھیں گے تم کہاں

تک جاتے ہو؟

وہ حضرت ابوطالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے اپنے قبیلے سے کہا: یادرکھو محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت تم پر فرض کی گئی ہے ۔دیکھو اپنے اس فرض میں کوتاہی اور سستی مت کرنا؟

وہ حضرت ابوطالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جو خود اور اُن کے بچے اور اُن کا خاندان شعب کی ویرانی میں بھوکا پیاسا تڑپتا تھا مگر اُن کے لبوں پہ کوئی شکایت نہ تھی؟

وہ حضرت ابوطالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے شعب میں سالوں قید تنہائی کی اذیت بسر کی مگر رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کا فرض خوب ادا کیا؟

وہ حضرت ابوطالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے درختوں کے کڑوے پتے کھائے، چمڑے کو بھگو کر کھایا مگر رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے کے عزم پر قائم رہے؟

وہ حضرت ابوطالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جو آدھی رات کو اٹھتے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو بستر سے اٹھاتے اور رسول اللہ ﷺ کے بستر پر اپنے کسی بیٹے کو لٹاتے تا کہ اگر دشمن کامیاب ہو ہی جائے تو محمد ﷺ بچ جائیں چاہے اُس کے بدلے میں اُن کا اپنا بیٹا قتل ہو جائے؟

وہ حضرت ابوطالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے برسرعام اعلان کیا کہ اگر سارا عرب بھی ہمارے مقابلے پہ اتر آئے تب بھی ہم صبر واستقامت سے مقابلہ کریں گے حتیٰ کہ جب ہم سارے مرجائیں تب تم محمد تک پہنچو گے؟

وہ حضرت ابوطالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جن کی ہیبت وعظمت کی وجہ سے قریش سہمے رہتے اور رسول اللہ ﷺ پر دست درازی سے گریز کرتے؟

وہ حضرت ابو طالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے دشمن ابو جہل سے کہا: دیکھو اگر محمد ﷺ کو کچھ ہوا تو خدا کی قسم صحن حرم میں کبھی اتنا خون نہ بہا ہوگا جتنا خون تب بہے گا؟

وہ حضرت ابو طالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے بنو ہاشم کے نوجوانوں کے ہتھیار بند جتھے تیار کر رکھے تھے جو دور سے رسول اللہ ﷺ کی نگرانی کیا کرتے تا کہ اہل قریش رسول اللہ ﷺ کو تنہا جان کر اذیت پہنچانے کی کوشش نہ کریں؟

وہ حضرت ابو طالبؓ تھے۔

وہ کون تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: بنو ہاشم کبھی آپ کو دھوکا نہ دیں گے آپ بے فکر ہو کر لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیں؟

وہ حضرت ابو طالبؓ تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اہل عرب عام طور پہ اپنے لوگوں سے جب کوئی خاص بات کہتے تو شعر کے پیرائے میں کہتے چنانچہ ذیل میں ہم حضرت ابو طالبؓ کے اشعار سے کچھ انتخاب پیش کر رہے ہیں جو انھوں نے مختلف مواقع پر کہے۔ ابو طالبؓ کے اِن اشعار کو دیکھیں جن میں وہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا نہ صرف اثبات کر رہے ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دے رہے ہیں۔

اَلَا اَبْلِغَا عَنِّی عَلٰی ذَاتِ بَیْنِنَا
لُؤَیًّا وَخُصَّامِنْ لُؤَیٍّ بَنِیْ کَعْبِ

سن لو! ہمارے آپس کے تعلقات کی نسبت بنی لوئی کو میرا یہ پیغام پہنچا دو خاص کر بنو کعب کے کانوں میں یہ بات ڈال دو کہ۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا
نَبِيًّا كَمُوْسٰى خُطَّ فِيْ اَوَّلِ الْكُتُبِ

کیا تمھیں خبر نہیں کہ ہم نے محمد (ﷺ) کو ایسا نبی پایا ہے کہ موسیٰؑ کی طرح اُن کا حال اگلی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

بنو ہاشم پہ تمام عرب قبائل کا باؤ تھا کہ وہ آنحضرت محمد ﷺ کی پشت پناہی سے باز آ جائیں تا کہ وہ انھیں قتل کر سکیں۔ مگر حضرت ابو طالبؓ کی قیادت میں بنو ہاشم نہ صرف متحد تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں نہایت مستعد اور محتاط تھے۔ چنانچہ حضرت ابو طالبؓ نے بارہا قریش کو اس بارے میں بنو ہاشم کے موقف سے آگاہ کیا کہ ہم کسی صورت محمد ﷺ کی حفاظت و اعانت سے دستبردار نہ ہوں گے چاہے اُس کے لیے ہمیں کتنا بھی خون بہانا پڑے۔ حضرت ابو طالبؓ کے مندرجہ ذیل اشعار میں بھی اسی عزم کا عکس محسوس کیا جا سکتا ہے۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ نُبْزٰى مُحَمَّدًا
وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِل

خانہ کعبہ کی قسم! تمھاری یہ بات بھی جھوٹ ہے کہ ہم محمد ﷺ کی وجہ سے مغلوب ہو جائیں گے حالانکہ اُن کے تحفظ میں ہم نے نہ ابھی تلواریں نکالیں ہیں نہ نیزے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَنُسْلِمُهُ حَتَّى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ
وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم محمد ﷺ کو تمھارے حوالے کر دیں گے ہم اپنی جانیں اُن پہ قربان کر دیں گے اور اپنی بیویوں کو بھول جائیں گے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَيَنْهَضُ قَوْمٌ فِى الْحَدِيْدِ اِلَيْكُمُ
نُهُوْضَ الرَّوَايَا تَحْتَ ذَاتِ الصَّلَاصِلِ

تمھاری طرف ایک آہن پوش قوم اس طرح آئے گی جس طرح پانی لانے والی اونٹیاں آتی ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

حَتّٰى تَرٰى ذَا الضِّغْنِ يَرْكَبُ رَدْعَهُ
مِنَ الطَّعْنِ فِعْلَ الْاَنْكَبِ الْمُتَحَامِلِ

حتیٰ کہ تو دیکھے گا کہ ایک کینہ پرور شخص نیزہ کھا کے بھی نہ رکے گا اگرچہ وہ حاملہ اونٹنی کی طرح مشکل سے چل رہا ہوگا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَتَسْتَجْلِبُوْا حَرْبًا عَوَانًا وَرُبَّمَا
اَمَرَّ عَلٰى مَنْ ذَاقَهُ حَلَبُ الْحَرْبِ

لگاتار جنگ کے چکھنے کی آرزو نہ کرو کیونکہ جنگ کا مزہ جس شخص نے بھی چکھا اسے یہ ذائقہ کڑوا ہی لگا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَلَسْنَا وَرَبِّ الْبَيْتِ نُسْلِمُ اَحمَدً
لِعَزَّاءَ مِنْ عَضِّ الزَّمَانِ وَلَا كَرْبِ

بیت اللہ کے رب کی قسم! ہم زمانے کی سختی یا تکلیف سے ڈر کر احمد مجتبیٰ (ﷺ) کو تمھارے حوالے کرنے والے نہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلَمَّا تَبِنْ مِنَّا وَمِنْكُمْ سَوَالِفٌ
وَاَيْدٍ اُتِرَّتْ بِالْقُسَاسِيَّةِ الشُّهُبِ

نہ ابھی تک ہماری اور تمھاری گردنیں اور ہاتھ اس طرح عیاں ہوئے ہیں جو قساسی تلواروں سے کٹے ہوں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

اَلَيْسَ اَبُوْنَا هَاشِمٌ شَدَّ اَزْرَهٗ
وَاَوْصٰى بَنِيْهِ بِالطِّعَانِ وبِالضَّرْبِ

کیا ہمارا باپ ہاشم نہیں ہے جس نے تم کو قوی کیا اور اپنے بیٹوں کو شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی تلقین کی۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلَسْنَا نَمَلُّ الْحَرْبَ حَتّٰى تَمَلَّنَا
وَلَا نَشْتَكِيْ مَا قَدْ يَنُوْبُ مِنَ النَّكْبِ

اور ہم اُن میں سے نہیں جو جنگ سے اکتا جایا کرتے ہیں، ہم تو اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ تک نہیں کرتے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَلٰکِنَّنَا اَھْلُ الْحَفَائِظِ وَالنُّھٰی
اِذَا طَا رَاَرْوَاحُ الْکُمَاۃِ مِنَ الرُّعْبِ

یادرکھنا! ہم تو اُن میں سے ہیں کہ جب جوانوں کی روحیں رعب اور دبدبہ کی وجہ سے پرواز کرنے لگتی ہیں تب بھی ہم اپنے ہوش وحواس قائم رکھا کرتے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

جب قریش اس بات سے مایوس ہوگئے کہ بنو ہاشم محمد ﷺ کو کبھی اُن کے حوالے کریں گے تو انھوں نے بنی ہاشم سے ہر قسم کا تعلق توڑ لینے کی قسم کھائی اور ایک تحریر لکھ کر بیت اللہ شریف میں لٹکا دی۔ قریش کے اس بے ایمانہ عمل کے مقابلے میں بھی بنو ہاشم نے نہایت استقامت کا ثبوت دیا اور انھوں نے شہر مکہ چھوڑ دیا وہ شہر سے تین میل باہر ایک گھاٹی میں اُٹھ آئے جو حضرت ابو طالب کی ملکیت تھی۔ جب قوم قریش نے بنو ہاشم سے مقاطعہ کا فیصلہ کیا تو حضرت ابو طالبؓ نے اِن شعار میں اپنے عزم و اثبات کا اظہار کیا۔

وَ لَمَّا رَائتُ لَا وُدَّ فِیْھِمْ
وَقَدْ تَقَطَّعُوْا کُلَّ الْعُرٰی وَالْوَسَائِلِ

جب میں نے دیکھا کہ قوم کی باہمی محبت اور الفت ختم ہوگئی اور انھوں نے ہر رشتہ ناطہ توڑ لیا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَ قَدْ صَارَ حُوْنَا بِالْعَدَاوَۃِ
وَقَدْ طَاوَعُوَا اَمْرَالْعَدُوِّ الْمُزَایِلِ

انھوں نے ہم سے عداوت کی اور دشمنی کی بنا ڈالی اور وہ علیحدہ ہو جانے والے دشمن کا حکم بجا لائے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

صَبَرْتُ لَهُمْ نَفْسِیْ بِسَمْرَاءَ سَمْحَةٍ
وَ اَبْیَضَ عَضْبٍ مِنْ تُرَاثِ الْمَقَاوِلِ

میں لچکدار نیزے اور اس تلوار کو ہاتھ میں لے کر مقابلے کے لیے نکل آیا جو بادشاہوں سے ہمیں وراثت میں ملی تھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاَحْضَرْتُ عِنْدَ الْبَیْتِ رَهْطِیْ وَاِخْوَتِیْ
وَاَمْسَكْتُ مِنْ اَثْوَابِهٖ بِالْوَصَائِلِ

میں نے اپنے قبیلے اور بھائیوں کو بیت الحرام کے پاس جمع کیا اور بیت اللہ کی سرخ دھاری دار چادریں پکڑ لیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

كَذَبْتُمْ وَبَیْتِ اللّٰهِ نَتْرُكُ مَكَّةَ
وَنَظْعَنُ اِلَّا اَمْرُكُمْ فِیْ بَلَابِلِ

بیت اللہ کی قسم! تم نے یہ بات کر کے جھوٹ بولا ہے کہ ہم مکہ کو چھوڑ دیں گے یہ صرف تمھارے تصورات کی رنگینی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞



اس سے قبل کہ ہم اُن تاریخی روایات پہ نگاہ ڈالیں جن کی بناپہ حضرت ابو طالبؓ کے ایمان کو مشکوک قرار دیا گیا ہے پہلے ہم چند عقلی دلائل سے بحث کرنا چاہتے ہیں جن سے حضرت ابو طالبؓ کے ایمان کا یقین حاصل ہوتا ہے۔

📖 ۔حضرت ابو طالبؓ نے یقیناً اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اِس کو مصلحت کے تحت پوشیدہ رکھا۔اس لیے کہ اگر وہ اپنے ایمان کا اظہار کرتے تو بنو ہاشم ایک گروہ اور قریش دوسرا گروہ بن جاتے،اصل صورت حال یہ تھی کہ نہ صرف یہ کہ ابو طالبؓ نے اپنے ایمان کا اظہار نہ کیا تھا بلکہ بنو ہاشم سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں نے بھی اسلام قبول نہ کیا تھا اس لیے قریش جب ابو طالب کے پاس حاضر ہوتے تو کہتے کہ چونکہ آپ ہمارے دین پر ہیں اس لیے ہم آپ سے درخواست کرنے آئے ہیں کہ محمد ﷺ کو اس بات سے منع کریں کہ وہ ہمارے آباء کو جاہل کہتے ہیں اور ہمارے بتوں کی ہجو کرتے ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ تاریخ کی کسی کتاب اور محدثین کی کسی روایت میں اس بات کو بیان نہیں کیا گیا کہ حضرت ابو طالبؓ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ بلکہ دراصل وہ دین ابراہیم سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ شراب نہ پیتے تھے اور نہ جوا کھیلتے تھے اور نہ کبھی انھوں نے بتوں کے نام پہ جانور ذبح کیے تھے۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ برسوں اُن کے دسترخوان سے کھاتے رہے اور نبی اکرم ﷺ کے دہن مبارک کی اس بات سے حفاظت کی گئی کہ کوئی لقمہ حرام اُن کی گردن سے نیچے نہ اترے۔ اب اگر برسوں رسول اللہ ﷺ حضرت ابو طالبؓ کے دسترخوان سے کھاتے رہے اور عرب دستور کے مطابق حضرت ابو طالبؓ کے دستر خوان پہ گوشت کی موجودگی سے انکار نہیں جا سکتا تب یہ بات یقینی لگتی ہے کہ حضرت ابو طالبؓ کے گھر کبھی وہ گوشت نہ پکا ہوگا جس کو کسی بت کے نام پر ذبح کیا گیا ہو کیونکہ اس دسترخوان سے تو رسول اللہ ﷺ کھانا کھایا کرتے تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ رسول اللہ ﷺ جب جوان ہوئے تو حضرت ابو طالبؓ نے اُن کی شادی قریش کی سب سے بڑی رئیسہ حضرت خدیجہ کبریٰؓ سے کر دی۔ نکاح حضرت ابو طالبؓ نے پڑھایا اور خطبہ دیا۔

تمام تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے ہی سزاوار ہیں جس نے ہمیں ابراہیم کی اولاد اور حضرت اسماعیل کی نسل سے پیدا کیا اور ہمیں معد کا خزانہ اور مضر کی اصل سے نکالا۔ ہمیں اس مقدس گھر کا خادم بنایا۔ جس نے اپنے اس گھر کو لوگوں کا مرکز بنایا۔ جہاں ہمیشہ سے حج کیا جاتا ہے۔ ہم ہی ہیں جو اس گھر کے امین ہیں۔ اُس کا فضل یہ بھی ہے کہ اُس نے ہمیں اس گھر میں رہنے والوں کا حاکم بنایا اور اہل قریش کو دوسرے تمام عربوں پہ بلندی اور فضیلت عطا کی یہ میرے بھتیجے محمد (ﷺ) ابن عبداللہ ہیں کہ شرف و عزت و فضیلت و مرتبہ اور عقل و دانائی کے لحاظ سے دوسرا ہر شخص اِن سے کمتر ہے۔ اگرچہ اِن دِنوں اُن کے پاس مال و دولت کی کمی ہے مگر مال کا کیا ہے وہ تو ڈھلتا سایہ ہے ایک ایسی چیز ہے جو اکثر اوقات انسان کی خوبیوں میں رکاوٹ بنتی ہے۔ مال تو آنے جانے والی چیز ہے۔ اِن کا مقام یہ ہے کہ بہت جلد آنے

والے زمانے میں ایک عظیم خوشخبری اور زبردست خوش بختی اِن کی راہ دیکھ رہی۔ اللہ اِن کی شان نہایت ہی بلند کرنے والا ہے محمد (ﷺ) نے اپنی رضاء ورغبت اور خوشی کے ساتھ آپ کی پاکباز خاتون خدیجہ سے اپنا رشتہ استوار کرنا چاہا ہے۔ میں نے اِن کا مہر بیس جوان اونٹنیاں مقرر کی ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اس خطبہ کو یہاں تحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دیکھیں کہ حضرت ابو طالبؓ نے اپنی نسبت اللہ رب العزت کی طرف کی ہے اور خود کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی طرف منسوب کیا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت ابو طالبؓ عہد جاہلیت میں بھی بت پرست نہ تھے بلکہ مواحد تھے۔

📖۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت اپنے چچا سے التجا کی کہ آپ کلمہ پڑھ لیں تو حضرت عباسؓ نے فرمایا: اے بھتیجے میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جس کا تو نے اُن سے مطالبہ کیا تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی تو حضرت ابو طالبؓ اُن کے پشت پناہ بن گئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ خاندانی اور قبائلی تعصب تھا۔ اگر اُن کی بات مان لی جائے تب بھی کسی مورخ نے اس بات کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی کسی محدث نے اس بات کو روایت کیا کہ حضرت ابو طالبؓ نے رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین پر کبھی تنقید کی ہو اور یا انھوں نے کبھی تصور توحید کی مخالفت کی ہو کوئی ایک بھی ایسی روایت پیش نہیں کی جا سکتی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ نظریاتی ٹکراؤ میں ہمیشہ سے اس قدر شدت رہی ہے کہ باپ بیٹے کا اور بیٹا باپ کا دشمن بن جائے

۔اسلام آنے کے بعد اہل مکہ کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔چنانچہ جنگ بدر میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر ؓ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن اُن کے سامنے تھے ۔مگر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو طالبؓ کے رشتے کو دیکھیں تو حضرت ابو طالبؓ کی موت تک کوئی ایسی بات دیکھنے میں نہیں آئی جس سے یہ ظاہر ہو کہ دونوں کے عقائد و نظریات مختلف ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ بنو ہاشم تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے۔شہر مکہ میں اُن کا داخلہ بند کر دیا گیا تھا ۔تب کیا ابو طالبؓ نے اپنے بتوں کو چھوڑ دیا تھا حالانکہ مصیبت کے وقت تو انسان کو اپنا خدا زیادہ یاد آتا ہے۔تو کیا ابو طالبؓ اس دوران بتوں کو پوجتے رہے حالانکہ ایسی کوئی روایت نہیں ملتی اصل بات یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دین پہ ہی تھے صرف مصلحت کی بنا پر انھوں نے اسے چھپا رکھا تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ سوائے ایک آدھ روایت کے جو حضرت ابو طالبؓ کی زندگی کے آخری ایام کے متعلق ہیں ذخیرہ احادیث میں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چچا کو اسلام کی دعوت دیتے نظر آئے ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ ابو طالبؓ پہلے ہی اسلام پہ ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ الروض الانف میں امام سہیلی نے امام بخاری کی روایت پہ بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابو طالبؓ نے جب وفات پائی تو کہا کہ میں ملت عبدالمطلب پہ ہوں، تو اس سے مطلب اخذ کرنا کہ وہ دین جاہلیت پہ مرے قطعاً بعید از قیاس ہے اس لیے کہ روز حنین رسول اللہ ﷺ نے پکار کے فرمایا میں ابن عبدالمطلب ہوں تو اس کا یقینی مطلب یہ نکلتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب دین حق پہ تھے۔مورخین نے بتایا ہے کہ وہ لوگ جن کو رسول اللہ ﷺ کی دعوت نہیں پہنچی اور وہ حضرت ابراہیم کے دین پر تھے وہ حق پہ تصور کیے جائیں گے، دوسری بات یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ہمیشہ پاک صلب سے پاک

صلب میں منتقل کیا گیا ہوں۔اس حدیث کی رو سے بھی نہ صرف حضرت عبدالمطلب بلکہ حضرت ابو طالب بھی شرک کی نجاست کی تہمت سے پاس ہو جاتے ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔دیکھیں کہ حضرت ابو طالبؓ تقریباً پچاس سال تک اپنے باپ حضرت عبدالمطلب کے ساتھ رہے۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ انھیں اس بات کا علم ہی نہ تھا کہ اُن کے باپ کا مذہب کیا ہے۔کیا حضرت ابو طالبؓ کوئی مجذوب یا کم عقل تھے کہ انھیں اس بات کا احساس ہی نہ تھا کہ اُن کے باپ کا مذہب کیا ہے اور اُن کے بھتیجے کا مذہب کیا ہے۔بلکہ اس کے برعکس وہ ایک صاحب فراست اور مدبر انسان تھے جس کی گواہی اُن کی زندگی کے اعمال سے بخوبی دیکھی جا سکتی ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ابھی نبوت نہ اتاری گئی تھی اور آپ ﷺ ابھی سات آٹھ سال کے لڑکے ہوں گے جب حضرت ابو طالبؓ کی قوم اُن کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی۔جیسا کہ آپ جانتے ہیں خالص حضرت اسماعیل کی نسل سے صرف آپ ہی باقی بچے ہیں اور آپ کو قوم کی قحط سالی کا بھی علم ہے اس لیے ہم آپ سے درخواست کرنے آئے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں اور اللہ رب العزت سے دُعا کریں کہ وہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائے۔چنانچہ حضرت ابو طالبؓ نکلے اور آپ نے حسب عادت رسول اللہ ﷺ کو ساتھ ہی لگا رکھا تھا۔چنانچہ حضرت ابو طالبؓ حرم پاک میں آئے اور کعبہ کے پردے کو تھام کر اللہ رب العزت سے دُعا کی کہ وہ اُن کی قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائے تو دیکھتے ہی دیکھتے بادل آ گئے اور ہر طرف جل تھل ہو گیا یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت ابو طالبؓ حق پہ تھے، دین اسلام پہ تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

روایات کی روشنی میں

اس ضمن میں جو روایت سب سے زیادہ پیش کی جاتی ہے اور جس سے اس بات کا ثبوت فراہم کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو طالبؓ دین جاہلیت پہ فوت ہوئے اُسے ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔

''سعید بن میبّبؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہﷺ آپ کے پاس تشریف لے گئے۔ جبکہ ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ پہلے ہی اُن کے پاس موجود تھے نبی اکرمﷺ نے فرمایا: اے چچا لا الہ الا اللہ کہہ دیں میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات کی گواہی دوں گا۔ ابو جہل نے حضرت ابو طالب سے اپنے آباء کے دین پر قائم رہنے کی تلقین کی۔ تاہم جب حضرت ابو طالب نے انتقال فرمایا تو انھوں نے کہا میں ملت عبدالمطلب پہ ہوں۔ نبی اکرمﷺ نے یہ کلمہ سنا تو فرمایا اے میرے چچا میں تیرے لیے اُس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اس سے روک نہ دیا جائے۔''

(بخاری)

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاری۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ O

القرآن الحکیم (سورۃ توبہ 7/112)

ترجمہ:

''کہ نبی اور مومنوں کی شان کے لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ اُن کے لیے کتنے ہی قریبی کیوں نہ ہوں جبکہ انھیں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

اس روایت جو امر ظاہر ہو رہا ہے کہ جونہی حضرت ابو طالبؓ کی وفات ہوئی قرآن حکیم میں یہ آیت نازل ہوگئی اور نبی اکرم ﷺ کو اس بات سے روک دیا گیا کہ وہ اپنے چچا حضرت ابو طالبؓ کے لیے مغفرت کی دُعا کریں۔ حالانکہ یہ حقیقت نہیں ہے بلکہ اس ساری روایت میں کئی ایک کمزوریاں ہیں جن پہ اہل علم نے گرفت کی ہے انھی کی رہنمائی میں کچھ معروضات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

🕮۔ امام سیوطی نے لکھا ہے سورہ توبہ کا شمار اِن سورتوں میں ہوتا ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئیں یعنی کہ مدینہ میں نازل ہوئیں جب کہ حضرت ابو طالب کا انتقال دس نبوی میں ہجرت سے پہلے ہوا تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

🕮۔امام زرقانی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ سورہ توبہ کی کوئی آیت مکی ہے حقیقت یہ ہے کہ سورۃ توبہ کی تمام 129 آیات مدنی ہیں اور ان کا کوئی بھی تعلق حضرت ابو طالب کی وفات کے ساتھ جوڑنا امر محال ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ تفسیر کشاف میں اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ سورہ توبہ پوری کی پوری مدینہ میں تبوک کے بعد نازل ہوئی تو اس کا تعلق حضرت ابو طالب کی وفات کے ساتھ جوڑنا نامناسب ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ اس بات کو صاف کرنے کے بعد کہ امام بخاری نے اپنی روایت میں قرآن حکیم کی جو آیت اس طرح درج کر دی ہے کہ یوں بیان ہوتا ہے کہ ادھر ابو طالب نے وفات پائی ادھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے چچا پہ استغفار کرنے سے روک دیا اس کی کوئی اصل نہیں کہ یہ آیت سورۃ توبہ میں حضرت ابو طالب کی وفات سے کم از کم دس سال بعد غزوہ تبوک کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی تھی جب کہ حضرت ابو طالب کی وفات دس نبوی کو مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ حضرت ابو طالب کے بارے میں جو کئی روایتیں امام بخاری نے لی ہیں اُن کے راوی حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں، حضرت سعید بن میسّبؒ ہیں جن کا تعلق بنو مخزوم سے تھا اور اُن کے آخری راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں جن کا تعلق بنو دوس سے تھا۔

ॐ ❖❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جو روایت کی اُس میں انھوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے فلاں سے سنا بلکہ انھوں نے اس روایت کو خود سے منسوب کیا کہ ہم لوگ اُس وقت موقع پر موجود تھے جب حضرت ابو طالبؓ نے رسول اللہ ﷺ کی درخواست کے باوجود کلمہ نہ پڑھا۔ دیکھیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اُس وقت چار سال کے بچے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ شعب ابی طالب کے محصوری کے دور میں پیدا ہوئے اور حضرت ابو طالبؓ کی وفات کے وقت اُن کی عمر یہی کوئی سال دو سال رہی ہوگی تو دو سال کے بچے کی گواہی کوئی حیثیت نہیں رکھتی؟؟؟

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ دیکھیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا تو اس روایت سے اس لیے بھی کوئی تعلق نہیں بنتا کہ وہ تو اسلام ہی فتح خیبر کے بعد لائے تھے اس لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ حضرت ابو طالب کی وفات کے موقع پر وہاں موجود ہوں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ باقی رہے حضرت سعید بن مسیّب تو یاد رہے کہ وہ چھ ہجری کو بیت رضوان کے موقع پر اسلام لائے تھے اور جس وقت حضرت ابو طالب وفات پاتے ہیں تو بنو مخزوم اور بنو ہاشم میں مابین شدید دشمنی تھی اس لیے بنو مخزوم کے سعید بن مسیّب کی روایت کو معتبر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ حرف آخر یہ ہے کہ اگر ہم اس بحث میں الجھ گئے اور راویوں کے حالات میں مشغول ہو گئے تو اصل بات وہیں رہ جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ دل اس بات کو ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتا کہ حضرت ابو طالبؓ نے حالت کفر میں انتقال کیا ہوگا۔ ہم اس بات کو یہیں ختم کرتے ہیں کہ ہمارے خیالات امت کے اُن علماء سے متفق ہیں جنھوں نے نہ صرف حضرت ابو طالبؓ کے ایمان کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ تاریخی معاملات میں اس اصول کو ذہن میں رکھیں کہ اُس بابت پہلے تمام روایات کو جمع کیا جائے گا پھر اُن کی تحقیق کے بعد کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔ دو مختلف علما یا دو مختلف گروہوں کے مابین کسی ایک ہی نتیجے پر اتفاق ہو جانا کوئی ضروری نہیں۔ چنانچہ جو روایت پسند لوگ اس خیال کے حامی ہیں کہ حضرت ابو طالب کفر پہ رخصت ہوئے تو انھیں اس رائے کو اختیار کرنے کا پورا حق حاصل ہے ہم تو محض اپنا خیال ظاہر کیا ہے اور ہمارا اطمینان اس بات ہے کہ حضرت ابو طالب نے اسلام پہ وفات پائی۔ خاص اس موضوع پہ بہت سی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جہاں شرح و بست کے ساتھ حضرت ابو طالبؓ کے ایمان کی تفصیلات فراہم کی گئی ہیں جن کو تفصیلات درکار ہوں وہاں سے دیکھی جاسکتی ہیں۔

❖ ❖ ❖

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں کو اس قدر نہیں آزماتا جس قدر اپنے پیغمبروں کو آزماتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کی صداقت طائف کے بازاروں میں دیکھی جا سکتی ہے جب وقت کے سب سے اعلیٰ شخص کو چند اجڈ لہولہو کر رہے تھے۔

10 نبوی، رمضان.... 3 قبل ہجرت ... مئی 619ء ... 620ء

اہل طائف نے بھی انکار کردیا

مکہ میں مسلمانوں کا وقت مشکل سے گزر رہا تھا۔آنحضرت محمد ﷺ سے محبت کرنے والی بیوی اور حفاظت کرنے والے چچا رخصت ہو چکے تھے۔قریش مسلمانوں پہ ظلم وستم کرتے، انھیں طعنے دیتے۔اب اُن کا حوصلہ اتنا بڑھ چکا تھا کہ خود آنحضرت محمد ﷺ بھی اُن کے دستِ ستم سے محفوظ نہ تھے۔بنو ہاشم نے ابولہب کو اپنا سردار چن لیا تھا۔ابتدا میں ابولہب نے آپ ﷺ کا ساتھ دیا اور مورخین نے ایک دو مواقع ایسے بیان کئے ہیں جب ابولہب نے آپ کی پشت پناہی کا دم بھرا تھا۔اوپر گذر چکا ہے کہ ایک دن کسی بد بخت نے آپ ﷺ کے سر میں خاک ڈال دی تھی اس دن جب آپ ﷺ کی بیٹیاں آپ کا سر دھو رہی تھیں اور ساتھ ساتھ رو بھی رہی تھیں تب ابولہب آپ ﷺ کے گھر آیا اور کہا:

> محمد! تم جو کچھ بھی ابو طالب کے زمانے میں کرتے رہے ہو اب بھی کرتے رہو لات وعزیٰ کی قسم کوئی تم کو میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے گا۔

اُس سے چند دن بعد جب ایک بد بخت ابن عطیلہ نے آپ ﷺ کو سر عام گالیاں دینا شروع کی تو ابو

لہب وہاں آ گیا اُس نے اپنے بیٹوں سے کہا:

اسے پکڑلو اور مارو۔

ابولہب کے بیٹوں نے ابن عطیلہ کو پکڑ لیا اور مارنے لگے۔

ابن عطیلہ ابولہب کے بیٹوں سے مار کھا کے بھاگا اور حرم پاک میں جا پہنچا جہاں قریش اپنی مجالس سجائے بیٹھے تھے۔

اُس نے کہا اے اہل قریش میری بات سنو!

اہل قریش اُس کی طرف متوجہ ہوئے ابن عطیلہ نے کہا:

بخدا میں نے دیکھا کہ ابوعقبہ (یعنی ابولہب) بھی بے دین ہو گیا ہے۔

قریش کی مجلس میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

بہت سے قریشی ابولہب کے ہاں پہنچے اور اس سے کہا:

ہم نے سنا ہے کہ تو نے محمد ﷺ کا دین اختیار کر لیا ہے۔

ابولہب نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ میں نے اُن کا دین اختیار نہیں کیا:

تاہم یاد رہے کہ وہ میرا بھتیجا ہے۔

اور اہل قریش کے لیے ابولہب کا یہ روپ نیا تھا کہ اس میں بھی خاندانی عصبیت بیدار ہو گئی ہے ۔حالانکہ کچھ ہی عرصہ پہلے جب اُس کا پورا خاندان بنو ہاشم شعب ابی طالب کی گھاٹیوں میں دکھ اور اذیت کے دن گذار رہا تھا تب ابولہب قریش کے ساتھ مزے کر رہا تھا۔

مورخین نے لکھا کہ ابولہب بد دماغ، بدزبان تو تھا ہی وہ بے وقوف بھی تھا۔

چنانچہ قریش نے اُس کی بے قوفی کو ابھارا اور وہ نبی اکرم ﷺ کی پشت سے ہٹ گیا اور آپ ﷺ کو قریش کے جبر و ستم کے لیے تنہا چھوڑ دیا۔

قریش نے اس کے لیے یہ چال چلی تھی کہ انھوں نے عقبہ بن ابی محیط کو ابولہب کے پاس بھیجا عقبہ نے ابولہب سے کہا:

کیا تمہیں معلوم بھی ہے تمہارا بھتیجا تمہارے باپ عبدالمطلب کے بارے میں کیا کہہ رہا تھا؟

کیا کہہ رہا تھا! ابولہب نے پوچھا؟

وہ کہہ رہا تھا کہ عبدالمطلب تو آگ کا ایندھن ہیں![60*]

ابولہب بھڑک اٹھا اور عقبہ کے ساتھ ہی آنحضرت محمد ﷺ کی طرف چل پڑا۔

اُس نے آنحضرت محمد ﷺ سے سوال کیا؟

کیا آپ نے یہ کہا ہے کہ میرا باپ جہنمی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں نے کہا ہے جو بھی دین کفر پہ مرے گا وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔

اس کے بعد ابولہب نبی اکرم ﷺ سے شدید دشمنی پہ اتر آیا تھا۔اور قریش تو پہلے ہی سے اس موقع کی تلاش میں تھے۔اس لیے کہ اب اُن کو ڈرانے والا کوئی نہ تھا اور وہ دل کھول کے مسلمانوں پہ مظالم ڈھانے لگے تھے حتیٰ کہ اُن بدبختوں کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے گریبان تک بھی جا پہنچے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے وہ منظر دیکھا جو میرے باپ کی زندگی میں ممکن نہ تھا۔میں بیت اللہ میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ حرم پاک کے نزدیک بہت سے لوگوں نے آنحضرت محمد ﷺ کو پکڑ رکھا ہے کوئی اِن کے گریبان کو کھینچ رہا ہے تو کسی نے آپ ﷺ کے گلے میں کپڑا ڈال رکھا ہے اور اُسے کھینچ رہا ہے وہ زور زور سے آپ ﷺ کو مطعون کر رہے تھے۔آپ وہی ہیں جو ہمارے خداؤں کی توہین کرتے ہیں جو ہمارے آباء کو بیوقوف اور جہنمی کہتے ہیں۔اس سے قبل کہ میں اُن کے قریب پہنچتا حضرت ابوبکرؓ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔وہ کسی کافر کو دھکا دیتے اور کسی کافر کو مارتے ہوئے رسول اللہ ﷺ تک پہنچے اور انھیں اپنے بازوؤں میں لے کر اُن کے نرغے سے باہر نکلنے لگے اور تب میں بھی وہاں پہنچ گیا اور لوگ مجھ سے ڈرتے تھے اس لیے وہ تتر بتر ہو گئے۔

یہ وہ حالات تھے جن کا سامنا رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد کرنا پڑ رہا تھا۔

انھیں حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے آنحضرت محمد ﷺ نے فیصلہ کیا کہ وہ اللہ کی دعوت کو اللہ کی زمین پر پھیلانے کے لیے مکہ سے باہر نکلیں گے۔تب آپ ﷺ مکہ کے نزدیک عربوں کے ایک اور اہم شہر طائف کی طرف روانہ ہوئے تا کہ اہل طائف کو اللہ کے دین کی طرف بلائیں۔[61*]

طائف میں بنو ثقیف آباد تھے۔

قبیلہ ثقیف کے لوگ کئی صدیوں سے یہاں آباد تھے اور بہت خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے اور اُن کی خوشحالی کا سبب یہ تھا کہ اُن کے ہاں کاشت کاری ممکن تھی اور وہاں بڑے پیمانے پہ انگور کی کاشت کی

جاتی تھی اس لیے اہل طائف خوشحال اور آسودہ لوگ تھے۔قبیلے کے اہم آدمیوں میں عبد یالیل بن عمرو، مسعود بن عمرو، حبیب بن عمرو شامل تھے۔آپ ﷺ نے اِن لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا اور قرآن حکیم کی تلاوت سنائی مگر اِن لوگوں نے آپ ﷺ کا انکار کیا۔

بڑے بھائی نے کہا:

اگر آپ اللہ کے نبی ہوئے تو میں کعبہ کے پردے پھاڑ ڈالوں گا۔

دوسرے نے کہا:

اللہ کو آپ کے سوا نبوت کے لیے اور کوئی نہ ملا تھا۔

تیسرے بھائی نے کہا:

اے اجنبی! میں تیرے ساتھ بات نہیں کرنا چاہتا اس لیے کہ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ آپ کی توہین کروں اور اگر آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں اور جھوٹ بول رہے ہیں تب تو ویسے ہی آپ اس قابل نہ رہے کہ میں آپ سے کلام کروں۔

اُن کے جوابوں سے اُن کا انکار ظاہر تھا اس لیے نبی اکرم ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے۔مگر اُن بد بختوں نے اہل طائف کے آوارہ لونڈوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے آپ ﷺ کو پتھر مار مار کے زخمی کر دیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اہل طائف نے اپنی بد بختی کی انتہا کر دی تھی اُن کے آوارہ اور شکی القلب لوگوں نے آپ ﷺ کو اتنا زخمی کر دیا تھا کہ آپ ﷺ کے زخموں کا خون آپ کے جوتوں میں جمع ہونے لگا تھا۔

آپ ﷺ کے پاؤں بھی زخمی تھے۔

تب آپ ﷺ اُن کی بستی سے نکلے اور اہل طائف کے باغوں میں سے ایک باغ میں داخل ہوئے ۔وہ عتبہ اور شیبہ کا باغ تھا جو ربعیہ کے بیٹے تھے اور اہل مکہ میں سے ربعیہ آپ ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔

اس لیے آپ ﷺ نے چاہا کہ آپ اُن کے باغ نہ رکیں۔

مگر عتبہ اور شیبہ کے سامنے اہل طائف نے جو کچھ برا سلوک آپ ﷺ کے ساتھ کیا تھا وہ اس پہ

خائف تھے اس لیے انھوں نے اپنے غلام سے کہا:

صاف برتن لو اور انگور لے جاؤ اور اِن صاحب سے کہو کہ یہیں رکیں۔

اُن کے غلام کا نام عداس تھا۔

عداس نے ایک برتن میں انگور لیے اور آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیئے۔

آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھا اور انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا:

عداس نے جب آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سنے تو کہا:

اِن علاقوں کے لوگ تو یہ کلمات نہیں جانتے۔

ہاں! مگر میں جانتا ہوں! رسول اللہ ﷺ نے کہا:

پھر آپ ﷺ نے عداس کو دیکھا اور اُس سے پوچھا؟ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟

عداس نے کہا: میں نینوا کا رہنے والا ہوں اور ایک نصرانی ہوں۔

اچھا تو تم یونس بن متی کی بستی سے آئے ہو۔

آپ یونس بن متی کو کیسے جانتے ہیں، عداس نے سوال کیا؟

اس لیے کہ وہ میرا بھائی تھا وہ بھی اللہ کا نبی تھا اور میں بھی اللہ کا نبی ہوں۔

عداس آپ ﷺ کی سچائی کو جان گیا تھا۔

اس لیے عقیدت اور محبت کی بنا پہ وہ آپ ﷺ کے ہاتھ چومنے لگا۔

عتبہ اور شیبہ یہ سب دیکھ رہے تھے۔

انھوں نے ایک دوسرے سے کہا: لو بھائی تمہارا یہ غلام تو کام سے گیا۔

غالباً محمد ﷺ نے اس پہ بھی جادو کر دیا ہے۔

اتنے میں عداس اُن کے نزدیک پہنچ گیا تو انہوں اسے سرزنش کی۔

ہم نے تمھیں انگور دے کے بھیجا تھا اور تم اُن کے ہاتھ چومنے لگے۔

عتبہ اور شیبہ نے اپنے غلام سے کہا:

اُن کا غلام عداس بولا: خدا کی قسم! وہ سچے ہیں اس لیے کہ انھوں نے مجھے وہ بات بتائی ہے جسے ایک

نبی ہی جان سکتا ہے۔

تاہم عتبہ اور شیبہ نے عداس سے کہا:

خیال رکھنا کہیں اُن کی باتوں میں آ کر اپنا دین مت بدل لینا کیونکہ تمہارا دین اُس دین سے بہتر ہے جس کی طرف محمد (ﷺ) لوگوں کو بلاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انگور کھانے کے بعد اپنے زخموں کو پانی سے دھویا:

آپ ﷺ کو بنوثقیف نے بہت مایوس کیا تھا۔

تب آپ ﷺ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور آپ ﷺ نے اپنے رب سے اپنی عاجزی کا اظہار یوں فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْا اِلَیْکَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھُوَ اِنِیْ عَلَی النَّاسِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِیْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَاَنْتَ رَبِّی اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اَلٰی بَعِیْدٍ یَتَجَھَّمُنِیْ اَوْ اِلٰی عُدُوٍّ مَلَّکْتَہ ٗ اَمْرِی اِنْ لَمْ یَکُنْ بِکَ عَلَیَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِیْ وَلٰکِنَّ عَافِیَتَکَ اَوْ سَعُ لِی اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَہ ٗ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَیْہِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مِنَ اَنْ تُنْزِلَ بِیْ غَضَبَکَ اَوْ یُحِلَّ سُخْطَکَ لَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ ۔۔

اے میرے اللہ! میں اپنی طاقت کی کمزوری اور عمل کی قوت کی کمی اور لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے بسی کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے تو کمزوروں کا رب ہے اور تو میرا بھی رب ہے تو مجھے کس کس کے حوالے کرتا ہے؟ ایسے لوگوں کے حوالے کرتا ہے جو ترش روئی سے میرے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔ تو نے میری قسمت کا مالک کسی دشمن کو بنا دیا ہے؟ اگر تو مجھ پہ ناراض نہ ہو تو پھر مجھے ان تکلیفوں کی کوئی پرواہ نہیں پھر بھی تیری طرف سے عافیت اور سلامتی میرے لیے زیادہ دلکشا ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے نور کے ساتھ جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں دنیا اور آخرت کے کام سنور جاتے ہیں اور

اس سے قبل کہ تو مجھ پہ اپنا غضب نازل کرے اور مجھ پہ اپنی ناراضگی اتارے میں تیری رضا طلب کرتا رہوں گا حتیٰ کہ تُو مجھ سے راضی ہوجائے اور تیری ذات کے علاوہ میرے پاس اور کوئی طاقت اور قوت بھی تو نہیں ہے۔[62*]

❖ ❖ ❖

ملائکہ کی حاضری

رسول اللہ ﷺ جب اس دُعا سے فارغ ہوئے تو زخمی دل اور زخمی جسم لیے عتبہ اور شیبہ کے باغ سے نکلے اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر آپ ﷺ قرن ثعالب کے مقام پہ پہنچے اور قرن ثعالب مکہ سے ایک رات کے فاصلے پہ ایک بستی کا نام تھا۔آپ ﷺ نے یہاں قیام کیا بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہیں حضرت زید بن حارثہؓ آپ ﷺ سے آ ملے۔

مگر اس سے قبل جب آپ ﷺ اس بستی میں اترے تو آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو آپ ﷺ کو ایک بدلی نظر آئی جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کو پکارا:

یارسول اللہ ﷺ: اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ جو سلوک آپ ﷺ کی قوم نے آپ کے ساتھ کیا ہے اور جو باتیں انھوں نے آپ کے ساتھ کی ہیں انہیں ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ میرے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ بھی ہے آپ ﷺ اسے جو چاہیں حکم دے سکتے ہیں۔

اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کیا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے حکم دیجیے جس قوم نے آپ ﷺ کے ساتھ یہ برا سلوک کیا ہے میں انہیں اخشبین کے پہاڑوں کے بیچ میں کچل کے رکھ دوں۔ یا اگر آپ ﷺ کہیں تو میں انہیں زمین میں دھنسا دوں۔

نبی اکرم ﷺ دھیرے سے مسکرائے اور فرمایا:

نہیں، اس کی ضرورت نہیں مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کی اولادوں میں سے ایسے لوگ پیدا

فرمائے گا جو اللہ کی واحدنیت پہ یقین کریں گے اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔
پہاڑوں کا فرشتہ بے ساختہ بول اٹھا:
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نام دیا ہے آپ حقیقت میں اس قابل ہیں کہ آپ ﷺ کی تعریف کی جائے۔
اس کے بعد اللہ کے فرشتے آپ ﷺ سے رخصت ہو گئے۔ قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے اللہ کے رسول کی اس مروّت اور درگذر کو شعروں کا جامع پہنایا ہے

جهلت قومه عليه و حملنا

واخواق لحم دابته ا لاغضاء

آنخضرت محمد ﷺ کے ساتھ آپ کی قوم نے برا سلوک کیا اور آپ کو زبردست تکلیفیں پہنچائیں مگر رسول اللہ ﷺ نے اُن کے ساتھ نرمی اور محبت کا معاملہ فرمایا کیونکہ یہ ایک ایسی بامروت ہستی کی شان ہے جو انتقام کو ناپسند کرتی ہو اور نبی اکرم ﷺ تو سب سے بڑھ کے دشمن کی برائیوں کو نظر انداز کرنے والے تھے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وسع العالمين علما و حلما

فهو بحر لم تعيه ا لاغباء

اور حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا علم سب سے زیادہ ہے اور دنیا کے تمام علوم آپ ﷺ کے قدموں پہ ڈھیر کر دیئے گئے اِن کی مروّت سب سے بڑھ کے ہے چنانچہ آپ ﷺ کا علم اور حلم زیادہ اور پائیدار ہے جو کسی وقتی جذبے کے بوجھ کو محسوس نہیں کرتا۔[*63]

✡✡✡✡✡✡✡✡

جنوں کا قرآن سننا

تب آپ ﷺ قرن ثعلبہ سے روانہ ہوئے اور نخلہ کے مقام پہ قیام فرمایا اور نخلہ بھی مکہ اور طائف کے درمیان ایک منزل کا نام ہے۔ جہاں آپ ﷺ نے فجر کی نماز میں قرآن پڑھا تو اسے وہاں سے گذرتی ہوئی جنوں کی ایک جماعت نے سنا۔ قرآن سننے والے وہ جن تعداد میں نو تھے'' ۔[64*]

قرآن کی بلیغ آیات سن کے نصیبین کے جن قرآن سننے کے لیے رُک گئے۔ امام سہیلی نے اِن جنوں کے نام بھی لکھے ہیں۔

قرآن حکیم میں سورۃ احقاف میں جنوں کے قرآن سننے کا تذکرہ کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جن پہلے یہودی تھے، پھر قرآن کو سنا تو اِس کی صداقت پہ ایمان لے آئے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں پہ اسلام قبول کیا۔

پھر وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور اُن کو دین اسلام کی دعوت دی۔

انھوں نے اپنی قوم کو بتایا کہ اے ہماری قوم ہم نے آج ایک کتاب سنی ہے جو اتاری گئی ہے موسیٰ علیہ السلام کے بعد اور تصدیق کرنے والی ہے پہلی کتابوں کی اور راہنمائی کرتی ہے حق کی طرف اور راہ راست کی طرف۔[65*]

اے، ہم قوم جنوں۔ اللہ کی طرف بلانے والے اس کلام اور بھلائی کی طرف بلانے والے اس رسول پہ ایمان لے آؤ۔

امام حلبیؒ نے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے طائف میں ایک ماہ قیام فرمایا جب کہ واپسی پہ نخلہ میں بھی کئی روز تک قیام کیا۔طائف میں قیام کے دوران آپ ﷺ نے اُن کے ہر قابل ذکر آدمی تک اللہ کے پیغام کو پہنچایا اور اس کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کو بھی اللہ کے دین کی دعوت دی مگر اُن لوگوں نے ایمان قبول کرنے سے انکار کیا اور وہ اپنے کفر میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔

معطم بن عدی کی پناہ

نخلہ سے جب آپ ﷺ واپس ہوئے تو زید بن حارثہؓ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے مکہ سے باہر جبل نور پہ اپنی پرانی اقامت گاہ غارِ حرا میں قیام فرمایا۔ تب حضرت زیدؓ نے آپ ﷺ سے کہا کہ اہل مکہ آپ ﷺ کو نکال چکے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اب وہ مشکل ہی سے آپ ﷺ کو دوبارہ مکہ میں داخل ہونے دیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت زیدؓ کو جواب دیا زید میری بات سنو، ہر قسم کے برے حالات میں اللہ تعالیٰ ہی کشادگی اور آسانی پیدا فرمانے والا ہے وہی اپنے دین کا مددگار ہے اور وہی اپنے نبی کا بول بالا کرنے والا ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو حکم دیا کہ تم مکہ جاؤ اور اخنس بن شریک سے کہو کہ محمد ﷺ مکہ میں داخل ہونے کے لیے تمہاری پناہ طلب کرتے ہیں۔ اخنس بن شریک نے اس وقت تک اسلام قبول نہ کیا تھا تاہم بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ مگر اس وقت انھوں نے آنخضرت محمد ﷺ کو پناہ دینے سے انکار کر دیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ قریش کے ساتھ ایک معاہدے کا پابند تھا۔ چنانچہ اخنس بن شریک نے معذرت کر لی اور حضرت زید بن حارثہؓ سے کہا کہ محمد (ﷺ) کو بتانا کہ میں قریش کے ساتھ کئے گئے معاہدے کی وجہ سے مجبور ہوں۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہؓ غارِ حرا میں تشریف لائے اور آنخضرت محمد ﷺ تک اخنس بن شریک کا پیغام پہنچایا۔

تب آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ سے فرمایا: کہ تم سہیل بن عمرو کے پاس جاؤ اور اس سے

میرے لیے پناہ طلب کرو۔

چنانچہ حضرت زید بن حارثہؓ مکہ پہنچے اور عرب دستور کے مطابق سہیل بن عمرو تک آنحضرت محمد ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ سہیل بن عمرو بھی اس وقت تک اپنے آبائی دین پہ تھے تاہم انھوں نے بھی بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

سہیل بن عمرو نے کہا کہ زید تم تو جانتے ہو ہم بنی عامر سے ہیں اور بنی عامر کے لوگ بنو کعب (قریش) کے مقابل کسی کو پناہ نہیں دے سکتے۔ چنانچہ ایک بار پھر حضرت زیدؓ غارِ حرا میں پہنچے اور نبی اکرم ﷺ تک سہیل بن عمرو کا پیغام پہنچایا۔

آپ ﷺ نے زید سے فرمایا تم پھر مکہ جاؤ اور معطم بن عدی سے میرے لیے پناہ طلب کرو۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہؓ مکہ آئے اور معطم بن عدی تک آنحضرت محمد ﷺ کا پیغام پہنچایا۔

معطم بن عدی نے کہا محمد رسول اللہ ﷺ سے کہو بنا کسی خوف کے مکے میں داخل ہو جائیں میں نے انہیں پناہ دی۔ زید بن حارثہؓ خوشی خوشی غارِ حرا میں پہنچے اور آنحضرت محمد ﷺ تک معطم بن عدی کا پیغام پہنچایا۔

ادھر معطم بن عدی نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا:

ہتھیار لگا کے آؤ اور اپنے ساتھ قبیلے کے جوانوں کو بھی لے کے آؤ کیونکہ میں نے محمد بن عبداللہ (ﷺ) کو قریش کے خلاف پناہ دی ہے۔

خود معطم بن عدی کے اپنے سات بیٹے تھے۔[*66]

چنانچہ معطم بن عدی نے مکہ سے باہر آنحضرت محمد ﷺ کا استقبال کیا اور آپ ﷺ کو اپنی تلواروں کے سائے میں لیے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور وہاں با آواز بلند اس بات کا اعلان کیا کہ اے اہل قریش یاد رہے کہ میں نے محمد ﷺ کو پناہ دی ہے اب کوئی اُن سے تعرض نہ کرے۔ اگر کسی نے آپ ﷺ کو ایذا پہنچانے کی کوشش کی تو خدا کی قسم بنو عدی کی ساری تلواریں اُس کی طرف ایک ساتھ لپکیں گی۔

اس دوران آنحضرت محمد ﷺ اطمینان سے بیت اللہ کا طواف کرتے رہے۔

معطم بن عدی کے اس اعلان کے بعد ابو سفیان اٹھا اور اس نے کہا:

ہم معطم بن عدی کی پناہ کا احترام کریں گے۔

یاد رہے کہ جب آنخضرت محمد ﷺ دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں طائف تشریف لے گئے تو اُن کے پیچھے کفار قریش نے متفقہ فیصلہ کیا تھا کہ اب وہ آنخضرت محمد ﷺ کو کبھی مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ مگر معطم بن عدی کی پناہ کی وجہ سے وہ مجبور ہو گئے تھے۔

معطم بن عدی اگر چہ حالت کفر میں غزوہ بدر سے چھ ماہ قبل ہی وفات پا گیا تھا مگر آنخضرت محمد ﷺ نے شہر مکہ کے اس شخص کو ہمیشہ اچھے الفاظ میں یاد کیا۔

حتیٰ کہ روز بدر فرمایا کہ آج اگر معطم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے اِن قیدیوں کو مانگتا تو میں اُس کی بات نہ لوٹاتا۔ معطم کے بعض بیٹوں کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور جبیرؓ ابن معطم نے تو آنخضرت محمد ﷺ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔

❖ ❖ ❖

10 نبوی، رمضان.... 3 قبل ہجرت ... مئی 619ء ... 620ء

سعودہ بنت زمعہؓ سے نکاح

انھی دِنوں میں آنحضرت محمدﷺ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کیا۔حضرت سودہؓ کا پہلا نکاح اُن کے چچا کے بیٹے سکران سے ہوا تھا جس سے اِن کے ہاں ایک بیٹا تھا۔حضرت سودہؓ نے سکران کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کی معیت میں حبشہ کی طرف ہجرت کی۔تاہم جب وہاں سکران بیمار ہوئے تو وہ مکہ واپس چلے آئے۔مکہ واپس آنے کے بعد سکران کا انتقال ہو گیا اور جب حضرت سودہؓ کی عدت کے ایام گذرے تب آنخضرت محمدﷺ نے آپ سے نکاح کر لیا۔آپﷺ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کے لیے چار سو درہم حق مہر ادا کیا ۔حضرت سودہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب ابھی سکران زندہ ہی تھے تب میں نے خواب میں دیکھا کہ آنخضرت محمدﷺ میری گردن کے قریب ہیں۔میں نے یہ خواب اپنے شوہر سکران سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ میں جلد ہی مر جاؤں گا اور تیرا نکاح آنخضرت محمدﷺ سے کر دیا جائے گا''۔[67*]

حضرت سودہؓ کہتی ہے کہ کچھ دن گذرنے پہ میں ایک دن پھر خواب دیکھا کہ میں لیٹی ہوئی ہوں اور آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹ کے میرے اوپر آ گرا ہے۔میں نے یہ خواب بھی اپنے شوہر سے بیان کیا کہ وہ خواب کی تعبیر بتانا جانتا تھا۔

انہوں نے کہا کہ میں شاید اب جلد ہی انتقال کر جاؤں اور آنخضرت محمد ﷺ تجھ سے نکاح کر لیں اور حضرت سودہؓ کہتی ہیں کہ اسی شام سکران کا انتقال ہو گیا اور اُس کے بعد آنخضرت محمد ﷺ نے مجھ سے نکاح کر لیا۔

حضرت سودہؓ کی عمر اس نکاح کے وقت پچاس سال کے قریب تھی۔

❖ ❖ ❖

بعض روایت پسندوں کا خیال ہے کہ احادیث قرآن کے بعد کا درجہ رکھتی ہیں یہ ایک غلط استدلال ہے بھلا اللہ کے کلام کو کسی آدمی کے کلام سے کیا نسبت۔اللہ کا کلام ہر قسم کی غلطی اور تضاد سے پاک ہوتا ہے کہ جب احادیث محض ایک انسانی کوشش ہے۔اسوہ رسول کا تاریخی ریکارڈ ہے جو ہم تک پہنچا۔

10 نبوی، رمضان.... 3 قبل ہجرت ... مئی 619ء ... 620ء

حضرت عائشہؓ سے نکاح

اس کے بعد شوال کے مہینے میں ہی آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نکاح کیا جو حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے حضرت عائشہؓ کو بلند مقام حاصل ہے۔ وہ مفسر قرآن تھیں اور فقہ و اجتہاد میں انھیں بلند مقام حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو حضرت عائشہؓ سے بہت محبت تھی۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاہلیت میں مروج اکثر علوم حاصل کر کے رکھے تھے۔ چنانچہ وہ علم الانساب کی ماہر تھیں، علم شعر اور علم زمر میں بھی اُن کو مہارت حاصل تھی۔ حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے نکاح کی روایت حضرت خولہؓ بنت حکیم نے بیان کی ہے جو حضرت عثمان بن معظونؓ کی بیوی تھیں۔

انہوں نے کہا کہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد ایک دن آنحضرت محمد ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ! کیا اب آپ دوسری شادی نہ کریں گے۔

آپ ﷺ نے جواباً مجھ سے پوچھا! مگر کس سے؟

میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کسی کنواری لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں یا بیوہ سے؟

آپ ﷺ نے پوچھا؟

اچھا تم بتاؤ کہ کنواری لڑکی کون سی ہے اور بیوہ خاتون کون سی ہے؟

میں نے کہا:

اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ اس اعزاز کی حق دار تو ابو بکرؓ کی بیٹی عائشہؓ ہے۔

آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا، اور بیوہ کون ہے؟

میں نے جواب دیا۔ سودہؓ بنت زمعہ جو آپ پر اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین پہ ایمان لا چکی ہیں۔

آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اچھا تم میرے نکاح کے لیے اِن دونوں کے پاس پیغام پہنچا دو اور میں اس سعادت کے حاصل ہونے پہ خوش ہو گئی۔

چنانچہ میں سب سے پہلے حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے یہ بات کہی کہ خدا نے تمہارے لیے کس قدر خیر و برکت کا فیصلہ کیا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے تمہاری طرف نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔

اُنھوں نے کہا، مجھ میں اس سعادت سے انکار کرنے کی جرأت کہاں ہے تاہم بہتر بات یہی ہے کہ تم یہ پیغام میرے باپ تک پہنچاؤ۔

چنانچہ میں اُن کے والد کے پاس گئی جو اہل مکہ کا ایک معزز آدمی تھا۔

میں نے جاہلیت کے مطابق اُن کو سلام کیا۔

انہوں نے پوچھا؟ کون۔

میں نے کہا: میں خولہؓ بنت حکیم ہوں اور مجھے محمد بن عبد اللہ (ﷺ) نے آپ کے پاس حضرت سودہؓ کا رشتہ دے کے بھیجا ہے۔

حضرت سودہؓ کے والد نے کہا:

واللہ یہ بہت عمدہ رشتہ ہے تاہم پہلے تم سودہؓ کی رائے معلوم کرو۔

میں نے اُن سے کہا' میں نے اُن کی رائے جان لی ہے اُن کو کوئی اعتراض نہیں۔

انہوں نے کہا تم ایک بار اُسے بلاؤ تو سہی۔

چنانچہ میں نے حضرت سودہؓ کو آواز دی اور آ گئیں۔

اُن کے باپ نے اُن سے کہا: یہ خولہؓ تمہارے لیے محمد بن عبداللہ (ﷺ) کا رشتہ لے کے آئی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ مکہ میں اُن سے بڑھ کے شرف کا مالک اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔

حضرت سودہؓ نے کہا: آپ خوشی سے میرا نکاح محمد ﷺ کے ساتھ کر دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

حضرت سودہؓ کے والد نے کہا تم جاؤ اور محمد (ﷺ) کو یہیں بلالاؤ۔

چنانچہ میں وہاں سے خوشی خوشی اٹھی اور آنحضرت محمد ﷺ کے پاس پہنچی اور اُن کو بتایا کہ حضرت سودہؓ کے والد اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کرنے کے لیے تیار ہیں اس لیے انہوں نے آپ کو بلایا ہے ۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ خولہؓ بنت حکیم کے ساتھ حضرت سودہؓ کے ہاں پہنچے جہاں اُن کے باپ نے اپنی بیٹی کا نکاح آنحضرت محمد ﷺ سے کر دیا۔

حضرت سودہؓ کے بھائی کو اس نکاح کا علم ہو ا تو انہیں بہت دکھ ہوا اور وہ اپنے سر میں خاک ڈالنے لگا۔تاہم بعد میں اللہ نے اس کو اسلام کی دولت عطا کر دی۔

حضرت خولہؓ بنت حکیم نے بیان کیا کہ اس کے بعد میں حضرت ابوبکر صدیق کے گھر گئی اور اُن کی بیوی اُم رومانؓ تک آنحضرت محمد ﷺ کا پیغام پہنچایا۔

حضرت ابوبکرؓ کی بیوی حضرت اُم رومانؓ نے کہا؛

تھوڑی دیر ٹھہرو! ابوبکرؓ بس آتے ہی ہوں گے۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لے آئے تو میں آنحضرت محمد ﷺ کا پیغام اُن تک پہنچایا حضرت ابوبکرؓ نے کہا: مگر عائشہؓ تو اُن کے بھائی کی بیٹی ہیں۔

چنانچہ میں یہ سوال لے کر اسی وقت آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئی اور اُن کو بتایا کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ کہا ہے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا اُن سے جا کے کہو وہ میرے دینی بھائی ہیں نسبی بھائی نہیں اس لیے میں اُن کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہوں۔

چنانچہ میں نے یہ بات حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچادی۔

انہوں نے مجھ سے کہا:

تم کچھ دن ٹھہر جاؤ اس لیے کہ میں عائشہؓ کے لیے کسی سے وعدہ کر چکا ہوں اور تم جانتی ہوں کہ ہم لوگ وعدہ کے خلاف نہیں کرتے۔حضرت ابوبکرؓ سے معطم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لیے حضرت عائشہؓ کے رشتے کا وعدہ لیا ہوا تھا۔

چنانچہ اگلے روز حضرت ابوبکر صدیقؓ معطم بن عدی کے ہاں تشریف لے گئے۔

معطم بن عدی کے ساتھ اُس کی بیوی بھی بیٹھی ہوئی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ نے معطم سے سوال کیا تم نے اپنے بیٹے کی شادی کے بارے میں کیا سوچا ہے؟

اس سے پہلے کہ معطم کچھ کہتا اُس کی بیوی کی کہا:

تا کہ تم اُس کو بھی اپنی طرح بے دین بنا دو۔

حضرت ابوبکرؓ پھر معطم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

معطم تمہارا کیا خیال ہے۔

وہی جو میری بیوی کا ہے۔معطم نے کہا:

حضرت ابوبکرؓ خاموشی سے وہاں سے اٹھ آئے اور اب اُن کے دل سے اُس وعدے کا بوجھ بھی ہٹ چکا تھا جس کی وجہ سے آپ آنحضرت محمدﷺ کے رشتے کے بارے میں توقف فرما رہے تھے۔

گھر آ کر آپ نے اپنے کسی غلام کو خولہؓ بنت حکیم کو بلانے کے لیے بھیجا۔

جب حضرت خولہؓ بنت حکیم آئیں تو حضرت ابوبکرؓ نے اُن سے کہا:

جاؤ اور آنحضرت محمدﷺ کو یہیں بلا لاؤ تا کہ میں اُن کا نکاح عائشہؓ سے کر دو۔

اس طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نکاح آنحضرت محمدﷺ سے ہو گیا۔

حضرت عائشہؓ کی رخصتی مدینہ ہجرت کے بعد ہوئی۔تاہم حضرت سودہؓ مکہ ہی میں آپ ﷺ کے گھر تشریف لے آئیں تھیں اور آپ کے حرم کی رونق بنیں۔

❖ ❖ ❖

نکاح اور رخصتی کے وقت حضرت عائشہ کی عمر، ایک تحقیقی مطالعہ

10 نبوی، رمضان.... 3 قبل ہجرت ... مئی 619ء ... 620ء



تاریخ چاہے کسی بھی قوم کی ہو اُس میں دلچسپ و عجیب مناظر کی کوئی کمی نہیں ہوتی۔ تاریخ گزرتے زمانوں کے ارتقاء کی داستان پیش کرتی ہے اور انسانوں کے لیے عبرت کے اسباق وضع کرتی ہے۔ خطہ ارض پہ چونکہ انسانوں کے بہت سے گروہ بستے ہیں جو نظریات، عقائد، سماجیات، اخلاقی اقدار اور طورِ زیست میں متفرق ہیں اس لیے دلچسپ ہونے کے باوجود تاریخ کے تمام صفحات سے اقوام عالم کی دلچسپی معدوم ہے بلکہ جس طرح مختلف اقوام کے ہیروز مختلف ہیں اسی طرح تاریخی حوالے سے اُن کی دلچسپی کے مدار بھی مختلف ہیں۔ جیسا کہ مسلمانوں کے لیے اہل عرب کی تاریخ سب سے زیادہ اہم ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرب تھے اور اہل عرب کو ہی انھوں نے سب سے پہلے دین اسلام کی طرف بلایا۔ اسی طرح بنی اسرائیل کی تاریخ ہے جو کبھی دنیا کی ایک عظیم قوم تھی اور منصب سیادت پر فائز تھی۔ اُن کے لیے انبیائے بنی

اسرائیل کی تاریخ ہی دلچسپی اور تحقیق کا محور ہے۔نصرانیت آج دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے اُس کی تاریخ بھی بنی اسرائیل کی تاریخ سے منضبط ہے۔آج کی دنیا میں خالق کے وجود سے انکار کرنے والوں کی بھی کوئی کمی نہیں اُن کا بھی ایک تاریخی تسلسل ہے جس کو نظر میں رکھتے ہوئے وہ خالق کے انکار پہ مائل بہ ضد ہیں اور بغیر کسی دلیل کے ایک احمقانہ تصورِ زیست کو اپنائے ہوئے ہیں۔اسی طرح ہندوازم کا شمار بھی دنیا کے قدیم مذاہب میں کیا جاتا ہے اور اُن کی دیو مالائی تاریخ مدون حالت میں موجود ہے جس میں اُن لوگوں کی دلچسپی کے ہزار ہا پہلو آویزاں ہیں اگر چہ وہ ایک کھلی گمراہی کا شکار ہیں مگر یہ تو ہمارا خیال ہے اور انھیں ہمارے اس خیال سے کوئی سروکار نہیں۔

اسی طرح فرعونوں کی تاریخ ہے جن کے بہت سے تذکرے الہامی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔قوم فرعون اگر چہ اپنی تہذیب وتمدن اور عقائد واقدار سمیت فنا ہو چکے مگر اُن کا تذکرہ ہمیشہ تاریخ کی زینت رہے گا کہ اُسے قرآن حکیم میں بیان کیا گیا ہے جو ایک زندہ کتاب ہے اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ازاں بعد فلاسفہ یونان کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ انھوں نے ایک عقلی اور شعوری معیار قائم کرنے کی جو کوشش آج سے پانچ سات ہزار سال پہلے کی تھی اُسے نظر انداز کرنا کسی صورت ممکن نہیں کہ ارسطو،فلاطون اور سقراط کے تذکرے کے بغیر انسانی تاریخ کا تذکرہ ادھورا سا لگتا ہے۔

اگر چہ اہل یونان کی مذہبی دیو مالا کی آج کی جدید دنیا میں کوئی گنجائش نہیں بنتی اور نہ ہی اُس دیو مالا سے دلچسپی رکھنے والے لوگ باقی رہے۔مگر اُن کی مذہبی دیو مالا کی بہت سی تفصیلات آج تک تاریخ کی کتابوں کی زینت بنتی چلی آئی ہیں۔دوسری صدی عیسوی سے لے کر چوتھی صدی عیسوی تک تمام اہل یونان نے مذہب نصرانیت اختیار کر لیا تھا اس لیے اُن مذہبی تخیلات کی پیروی کرنے والا آج شاید کوئی فرد بھی باقی نہ ہو جس کی بنیاد پر قدیم یونانی مذاہب کی عمارت استوار کی گئی تھی۔تاریخ عالم میں بہت سے فاتحین کا پتہ چلتا ہے جنھوں نے زمین کے بیشتر حصے کو اپنے قدموں تلے روندا،تاریخ کے دریچوں سے مذہب اور فلسفہ کی بہت سی صدائیں ہم تک پہنچی ہیں،تاریخ کے ایوانوں میں انسانوں کی بے بسی ہے،طاقت کی بہیمت ہے،اقتدار کی ہوس ہے،ہیشگی کی چاہت ہے،مصلحین کے افکار ہیں،صالحین کے کردار ہیں،سازشوں کے جال ہیں،اقتدار کی غلام گردشوں میں بہتا خون ہے،ملک گیری کا جنون ہے،غلامی کا سیاہ دور ہے،کثیر انسانوں کا قلیل انسانوں کے ہاتھوں استحصال ہے،بھوک سے ستائے لوگوں کی یلغار ہے،تاتاریوں

کی للکار ہے، عباسیوں کی تلواروں کی جھنکار ہے، امویوں کا اقتدار کی شان ہے، مغربی اقوام کی مشرقی اقوام پہ یلغار ہے، سکندر کے تذکرے ہیں، ذوالقرنین کے قصے ہیں، داؤدؑ و، سلیمانؑ کی سلطنتوں کے احوال ہیں، نوحؑ وابراہیمؑ کی اقوام کا انکار ہے، سورج کے پجاریوں اور آگ پرستوں کے قصے کہانیاں ہیں، قوموں کے عروج زوال کے مظاہر ہیں، اللہ کے رسولوں کی دعوت ہے جس کا ہر دور میں انکار کیا گیا اور معدودے چند لوگ ہی اُن کو پہچان سکے۔ چنانچہ سرمایہ تاریخ سے جو صفحات سراسر مسلمانوں کی دلچسپی کا مدار ہیں وہی دراصل ہمارا ہدف ہیں کہ سیرۃ المزملﷺ میں ہم انھی شب و روز سے بحث کررہے ہیں جن کے مناظر ہمارے اندر لطف واحسان کا وہ احساس اجاگر کرتے ہیں جس کی بنا پر ہمیں دین حق پہ ہونے کا احساس تفاخر حاصل ہے۔

چنانچہ اس کتاب کے بدلتے منظروں میں ہم ہر دم اس کوشش میں رہے کہ رسول مقبول آنحضرت محمدﷺ کی ذات ہماری نظروں کے سامنے جلوہ افروز رہے۔ اسلام کی دیگر بہت سی اساسی خصوصیات کا ذکر اپنی متعین جگہ پر کردیا گیا ہے۔ یہاں ہم اس امر کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو دوسری اقوام سے اس معاملے میں امتیاز حاصل رہا ہے کہ انھوں نے اپنی تاریخ کو محفوظ کرنے کا بھرپور اہتمام کیا۔ چنانچہ سب سے پہلا درجہ تو قرآن حکیم کا ہے جو ایک محفوظ و مامون کتاب ہے جس سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور ہمیشہ کے لیے حاصل کی جاتی رہے گی۔ اس کے بعد تاریخ ہے جس میں مسلمانوں کی دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ انھوں نے تاریخ کی کئی تہیں وضع کیں جن میں اسلامی تاریخ کے تمام تر ادوار سے مفصل بحث کی گئی ہے۔

تاریخ کی پہلی تہ کھولیں تو شریعت مطہرہ کا وہ عظیم الشان کام ہمارے سامنے آتا ہے جو قرن اول کے مسلمان علماء کی شاندار جہد وسعی کا غماز ہے۔ مسلمان علماء نے قرآن، سنت اور اسوہ رسول کو نگاہ میں رکھتے ہوئے مسلمانوں کے لیے وہ قانون وضع کیا جسے اصطلاح میں شریعت کہا جاتا ہے۔ تاریخ کی دوسری تہہ کھولیں تو اقوال رسول کا ایک بہت بڑا حصہ محفوظ و مامون چلا آیا ہے جو ہمارے محدثین کی بے مثال محنت کا وہ ثمر ہے جس سے لوگ قیامت تک فائدہ اٹھاتے رہیں گے کہ جو بات بھی لب رسالت سے ادا ہوئی ہے اُس میں یقیناً خیر ہے، اسی کو حدیث کہا جاتا ہے۔ تاریخ کی تیسری تہہ کھولیں تو مغازی رسولﷺ کا احوال سامنے آتا ہے جو اگلی ایک دو صدیوں میں سیرت نگاری کا فن کہلایا۔ رسول اللہﷺ کی سیرت نگاری کے فن کو پندرہ سو سال سے مسلمان اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہیں اور ہر دور میں رسول اللہﷺ کی

سیرت پہ قلم اٹھانے والوں کی معقول تعداد ہمیشہ موجود رہی ہے کہ اسوہ رسولﷺ پر چلنے کا حکم قرآن نے دیا ہے اور اسوہ رسول پر چلنے کا علم فن سیرت نگاری سے اخذ کیا جا تا ہے۔اگر چہ اس میں حدیث اور تاریخ بھی شامل ہیں کہ بظاہر سیرت کا ماخذ یہی ہیں۔تاریخ کی چوتھی تہہ میں مسلمان فاتحین کی وہ قابل تحسین جہد وسعی ہے جو انھوں نے اسلام کے ابدی پیغام کو دنیا کے ہر شخص تک پہنچانے کے لیے کی۔تاریخ کے اِن تمام پہلوؤں پر بحث طویل ہو جائے گی اس لیے ہم صرف علم حدیث کو موضوع بحث بنائیں گے کیونکہ ایک غلط روایت کی وجہ سے ہی حضرت عائشہؓ عمر کا معاملہ اس قدر الجھ کر رہ گیا ہے کہ لوگ صدیوں سے اس معاملے پر بحث کرتے چلے آئے ہیں۔

❖ ❖ ❖

حجیت حدیث

قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ احادیث، رسول اللہ ﷺ کے لبِ مبارک سے نکلے وہ الفاظ ہیں جنھیں صحابہ نے محفوظ کرنے کا اہتمام کیا اور آنے والے لوگوں کے لیے راہ کو آسان بنایا۔ اس ضمن میں سب سے پہلے غور کرنے کی جو بات ہے وہ یہ فقرہ ہے جس میں امام بخاریؒ کی صحیح کو قرآن حکیم کے بعد سب سے اصح کتاب قرار دیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ قرآن اول نمبر کی کتاب ہے اور امام بخاریؒ کی صحیح بخاری کتاب نمبر دوم ہے۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی اور فکری مغالطہ ہے جس سے گریز کرنا از حد ضروری ہے۔ اس لیے کہ قرآن حکیم اور صحیح بخاری کا تقابل بجائے خود ایک احمقانہ بات ہے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے جس نے کُل کائنات کو پیدا کیا اور اس میں اپنے امر کو جاری کیا ۔کسی اور کتاب کو، کسی اور عبارت کو اللہ تعالیٰ کے کلام سے مناسبت دینا ہمارے نزدیک کھلی جاہلیت ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ ہو یا امام مسلمؒ یا حدیث کی کوئی اور کتاب ہو اُس کا موازنہ قرآن حکیم سے کرنا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی یہ کوئی قابل ستائش امر ہے جس پہ اصرار کیا جائے۔ قرآن حکیم میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ قیامت تک مستحکم رہنے والا ہے نہ اُس میں کوئی تبدیلی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کے کسی حکم کی تاویل کی جا سکتی ہے۔ قرآن مہر بند سچ ہے جس میں ذرا بھر ملاوٹ بھی ممکن نہیں۔ قرآن چونکہ خالق کا کلام ہے اس لیے غلطی تقرار اور تضاد سے پاک ہے۔ اس کے برعکس حدیث انسانی سعی ہے اور انسان خطا کا پتلا ہے اُس سے خطا ہونا عین ممکن ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہیں اس لیے اُس کا انکار کرنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ بات اس حد تک صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے احکامات سے انکار

کرنے میں کوئی خیر نہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ پہلے یہ ثابت تو ہو جائے کہ جو بات کہی جا رہی ہے وہ واقعتاً رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے ادا بھی ہوئی تھی یا محض افسانہ ہے۔ ہمیں حدیث اور علم حدیث پر نہ تو کوئی کلام ہے اور نہ ہی ہم حدیث اور حجیت حدیث کا انکار کرنے والوں میں شامل ہیں۔ ہم احادیث کی افادیت اور اہمیت سے بخوبی آگاہ ہیں اور ہم اس عظیم تر علمی جہد و سعی کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں جس کے تحت قرن اول کے علماء نے اس بات کو ذہن میں رکھا کہ آج تو قول رسول ﷺ موجود ہے لوگوں کے سینوں میں، لوگوں کے ذہنوں میں، بلکہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے وہ سب کچھ ہوا اور انھوں نے اسے دیکھا اور سنا اور آنے والوں کے لیے بیان کیا اور آنے والوں نے ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے روایات کے اس ذخیرے کو محفوظ کرنے تحریر کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک کرنے کا نہایت عمدہ اہتمام کیا کہ کل کو یہ بات معدوم ہو جائے گی۔

چنانچہ اس جہد و سعی کے نتیجے میں حدیث کی وہ عظیم الشان کتابیں سامنے آئیں جنھوں نے لوگوں کے لیے دین کی راہ کو آسان اور قابل عمل بنا دیا۔ مگر یہ بات بھی ایک حقیقت کے طور پہ سامنے آئی کہ حدیث پاک روایت کرنے کے ضمن میں کچھ لوگوں سے خطا ہوئی اور انھوں نے حدیث روایت کرنے کے معاملے میں احتیاط سے کام نہیں لیا۔ بلکہ دوسری صدی ہجری میں تو لوگوں نے موضوع احادیث انبار لگا دیا۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں پر رحمت فرمائے جنھوں وہ علوم وضع کیے جن کی بنا پر کسی روایت کو حدیث تسلیم کیا جاتا ہے۔ اِن علوم میں فن علل، فن جرح و تعدیل، علم راویہ، علم الدرایہ، علم الاسماء والصفات، علم المشتبہ، علم الکنی، علم الضعفاء، علم الثقات، علم الرجال جیسے علوم شامل ہیں۔ یاد رہے کہ اِن علوم پر بیسیوں کتابیں تحریر کی گئیں جنھوں نے روایت کے ضعف کو پکڑا، سچ کو جھوٹ سے الگ کیا اور انھی علوم کی سخت کسوٹی پر رکھ کے ہر روایت کو پرکھا گیا اس کے بعد کہیں ایک حدیث بیان کی گئی۔ جس کے بعد یقیناً اس بات کی گنجائش بہت کم ہو گئی کہ جھوٹ آگے جا سکتا ہے۔ تاہم یہاں اتنی بات ضرور ظاہر ہوتی ہے کہ اس بات کی گنجائش اگرچہ کم رہ گئی کہ جھوٹی حدیث آگے جائے مگر گنجائش بہرحال موجود رہی اور اسی گنجائش کے بہت سے رنگ آج ہم اپنے معاشروں میں دیکھتے ہیں، فرقہ روایت کی مسندوں سے بلند ہوتی صداؤں میں سنتے ہیں۔ نماز کی ایک ہی صف میں کوئی ناف پہ ہاتھ باندھے کھڑا ہے تو کوئی دوسرا سینے پر باندھے ہوئے ہے تو کوئی تیسرا سرے سے ہاتھ باندھنے کو ضروری ہی نہیں سمجھتا۔ یاد رہے کہ یہ سب مسلمان ہیں اور ایک

کتاب ایک رسول اور ایک خدا کو ماننے والے ہیں مگر روایت اپنی اپنی پسند کی؟؟؟اصول حدیث ہمارا موضوع بحث نہیں اصول حدیث نہایت مستحکم اور مدلل ہیں اور اسی کتاب میں ہم کہیں اِن کا تذکرہ کر آئے ہیں، یہاں ہم صرف اس قدر بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے جس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں۔احادیث کا روایت کرنا، اُن روایات کو جمع کرنا،جمع شدہ روایات کو اصول حدیث کے مستحکم اصولوں کی کسوٹی پر پرکھنا اور پھر کسی ایک حدیث کے بارے میں یہ فیصلہ کر لینا کہ یہ صحیح حدیث ہے انسانی کوشش ہے جس میں خطا کا امکان برابر موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین میں جو مقام قرآنی احکامات کو حاصل ہے اُس کے مقابل انسانی جہد وسعی کا کوئی مقام نہیں۔اگرچہ صحیح احادیث سے امت نے فائدہ بھی اٹھایا ہے، روایات کی روشنی اور قرآنی احکامات کی رہنمائی میں وقت کے اماموں نے قانون شریعت وضع کیا جس نے دین کو عملی بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔مگر بہرحال شریعت ہو یا کوئی روایت، تاریخ ہو یا سیرت نگاری کا فن اِن تمام کے درجے کا تقابل قرآن حکیم سے کرنا مناسب نہیں کہ یہ تمام علوم انسانوں نے اپنی آسانی کے لیے وضع کیے جبکہ قرآن حکیم خالق کا کلام ہے جو سچ کی آخری حد ہے۔

چنانچہ احادیث کی تمام کتابوں پہ تو خیر کیا بحث کرنی ہم صرف مسلم اور بخاری کے متعلق بیان کر دینا چاہتے ہیں کہ اِن کتابوں میں بھی ہر طرح کی احادیث پائی جاتی ہیں جن میں صحیح احادیث بھی موجود ہیں اور موضوعات بھی شامل ہیں۔مگر ہم اسے امام بخاریؒ یا امام مسلمؒ کا اجتہاد کہیں گے کہ ایک روایت اُن کے سامنے آئی انھوں نے معلوم انسانی ذرائع سے اُس روایت کے متعلق رائے قائم کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔مگر وہ اپنی اس کوشش میں اس اجتہاد میں کامیاب نہ ہوئے اور اور وہ روایت آگے چلی گئی۔ چنانچہ اُن لوگوں نے ظن غالب کی بنا پہ بھی بہت سی احادیث کو درست جانتے ہوئے تحریر کر دیا مگر اُن میں سے بعض تو اصول روایت کے مطابق ہی غلط ثابت ہوئیں اور بعض کی غلطی کو اصول درایت نے واضح کر دیا ۔دورِ اول کے علماء کو دیکھیں تو وہ بخاری اور مسلم کی احادیث پر بھی اُسی طرح تنقید و جرح کرتے تھے جس طرح کہ احادیث کی دوسری کتابوں پر، اس لیے کہ اُن کے پیش نظر روایت کو چاہے جسے کسی نے پیش کیا ہو اُن کے نزدیک اس بات کی کوئی اہمیت نہ تھی۔اگر کسی بات کی اہمیت تھی تو وہ یہ بات تھی کہ آیا وہ روایت کہیں کسی قرآنی حکم کے خلاف تو نہیں جا رہی، کہیں یہ روایت عام معروف سے برعکس تو بیان نہیں کی گئی ۔چنانچہ اُن میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہ تھا کہ بخاری و مسلم کی ہر روایت پر ایمان لانا ضروریاتِ

دین میں شامل ہے اور اُن کی کسی روایت پہ جرح وتنقید کرنا گناہ عظیم ہے جیسا کہ آج کل کچھ حلقوں میں سمجھا جا رہا ہے۔ یاد رہے کہ یہ بات محدثین کے نزدیک مسلمات میں سے ہے کہ کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا ایک اجتہادی امر ہے اور کسی ایک مجتہد کا اجتہاد کسی دوسرے مجتہد کے لیے حجت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہر مجتہد اپنے علم و دانش اور حاضر وسائل کی بنا پر ہی یہ فیصلہ کرے گا کہ یہ جو روایت اُس کے سامنے ہے وہ اسے قول رسول کہتا ہے یا اُس کا انکار کر دیتا ہے۔

اُس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ پہلے مجتہد کی رائے کا بغور جائزہ لینے کے بعد اُسے احسن قرار دے یا پھر دوسری صورت میں وہ اس روایت کا انکار کرے مگر اس پر معقول دلائل پیش کرے اور اُس کے پیش کیے جانے والے دلائل اور قرائن ہی اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ پہلے محدث پر کی گئی جرح وتعدیل میں سچ کو تلاش کرنے کا حق ادا کیا گیا ہے یا نہیں؟ لہٰذا دوسری صدی ہجری میں جب روایات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا تو تمام محدثین نے روایات کی کڑی جان پرکھ کی اور حق جانتے ہوئے ہی کسی روایت کو اپنی کتاب میں تحریر کیا جس سے احادیث کا ایک بڑا مجموعہ وضع ہوا۔ چنانچہ امام مسلمؒ، امام بخاریؒ، امام ابن خزیمہؒ، امام ابوعوانہؒ، امام ابن حبانؒ، امام ابن السکنؒ اور امام حاکمؒ نے اپنی کتابوں میں جو روایات لکھیں اُن کے یقین کے مطابق انھوں نے صحیح روایات کا ہی انتخاب کیا۔

اگر چہ فی الواقع وہ صحیح بھی تھیں اور موضوع بھی۔

ایک محدث اپنی کسی روایت کو زیادہ سے زیادہ اُن کی سند کے اعتبار سے صحیح کہہ سکتا ہے لیکن ممکن ہے کہ اُس روایت میں کوئی ایسی مخفی علت موجود ہو جو پہلے محدث کی نگاہ سے اوجھل رہی ہو۔ چنانچہ ایسا بارہا ہوا ہے کہ ایک محدث نے اپنے سے پہلے محدث کی کسی روایت پر عدم صحت کا اظہار کرتے ہوئے اُسے لینے سے انکار کر دیا ہو۔ چنانچہ باجود اس بات کے کہ ہم محدثین کا بہت احترام کرتے ہیں، ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ انسان تھے اور اُن سے روایات لینے میں سہو بھی ہوا ہے۔ لہٰذا کسی کا اپنی کتاب کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ وہ صحیح ہے اس دعویٰ کو کسی صورت حرفِ آخر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ زیادہ سے زیادہ اس ضمن میں جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ فلاں محدث کے نزدیک فلاں روایت صحیح تھی مگر اس سے امت کے محققین کا حق تحقیق ساقط نہیں ہوتا۔ جبکہ روایات کا یہ عالم ہو کہ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت ہے۔

''خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر کا جزیہ معاف کر دیا اور اُن کے لیے معافی کی دستاویز تحریر کرائی''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اب اس روایت پہ عالم تو جو جرح کریں گے وہ کریں گے ہی مجھ جیسا کم علم بھی جانتا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس لیے کہ قرائن چیخ چیخ کر اسی امر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ یہ روایت اگرچہ سند کے حوالے سے عمدہ ہے اس لیے ذخیرہ حدیث میں جگہ بھی پا گئی مگر حیرت ہے کہ اس روایت کو تحریر کرنے والے محدث کی نظر سے مندرجہ ذیل پہلو کیوں اوجھل رہے ہر چند کہ وہ قریبی زمانے سے تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

1۔

وہ دستاویز جسے اہل خیبر کے لیے معافی نامہ کہا گیا ہے اُس میں حضرت سعد بن معاذؓ کو بطور گواہ رکھا گیا ہے؟

حالانکہ حضرت سعد بن معاذؓ تو بنو قریظہ کو سزائے موت سنانے کے بعد پانچ ہجری میں وفات پا گئے تھے۔ دوران جنگ یعنی غزوہ احزاب میں انھیں کاری زخم لگے تھے جس کی وجہ سے غزوہ احزاب کے پانچ روز بعد انھوں نے وفات پائی ؟؟؟

❖❖❖❖❖❖❖❖

2۔

اسی دستاویز میں دوسرے گواہ کا نام ابوسفیان لکھا گیا ہے؟

حالانکہ حضرت ابوسفیانؓ تو فتح مکہ کے موقع پر آٹھ ہجری میں اسلام لائے جبکہ خیبر سات ہجری کے پہلے مہینوں میں فتح ہوا تھا؟؟؟

❖❖❖❖❖❖❖❖

3۔

اسی دستاویز میں کاتب کی جگہ پر حضرت امیر معاویہؓ کا نام لکھا ہوا ہے؟

حالانکہ حضرت امیر معاویہؓ بھی اُس وقت تک اسلام نہ لائے تھے اگرچہ وہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے مگر فتح خیبر میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نہ تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

4۔

رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر کا جزیہ معاف کر دیا تھا؟

خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عمرہ قضاۃ ادا کیا، اس کے بعد جب اہل مکہ نے معاہدہ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی تب رسول اللہ ﷺ نے مکہ پر فوج کشی کی۔ اہل مکہ نے عسکری کمزوری کی بنا پر مقابلہ نہ کیا اور شہر مکہ فتح ہو گیا۔ اس کے بعد آٹھ ہجری میں ہی بنو ہوازن کے خلاف شدید معرکہ غزوہ حنین کے بعد اہل عرب کے بدویوں کو بھی مغلوب کر لیا گیا۔ ازاں بعد رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تاہم چند ماہ بعد اہل طائف بغیر کسی جنگ کے ایمان لے آئے۔ نو ہجری میں رسول اللہ ﷺ سلطنت رومہ کے خلاف تبوک کو نکلے اور غزوہ تبوک سے فراغت کے بعد واپسی کے سفر میں جزیہ کے متعلق آیات نازل ہوئیں اس لیے اہل خیبر کو جزیہ معاف کر دینے والی بات بھی افسانہ ظاہر ہو گئی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

5۔

اہل رواۃ کے ہاں اس ضمن میں جو دستاویز جسے وہ اہل خیبر کے لیے معافی نامہ کہتے ہیں اُس میں لکھا گیا ہے کہ اہل خیبر سے بیگار نہ لی جائے گی؟

یہ بھی طرفہ تماشا ہے اس لیے کہ اہل عرب تو اس لفظ سے بھی نا آشنا تھے اور نہ ہی اُن کے ہاں بیگار لینے کا کوئی تصور تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

6۔

اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ مدینہ اور خیبر کے یہودی اسلام کے بدترین دشمن ثابت ہوئے

تھے اس لیے بھی یہ بات خارج از امکان ہے کہ اُن کا جزیہ معاف کر دیا جاتا۔ اگر اُن کا جزیہ ہی معاف کرنا ہوتا تو چند سال بعد خیبر کے یہودی قبائل کو حجاز سے باہر کیوں نکال دیا گیا تھا؟؟؟

یہ ایک روایت تھی جس کی کمزوریوں پر جرح کی گئی اور یہ کوئی اجنبی بات نہیں ہے کہ کسی روایت پر جرح کی گئی ہو اس لیے کہ قبل ازیں مسلمان علماء کا یہ عمل معروف ہے کہ وہ روایت پر جرح و تعدیل میں مشغول رہے ہیں۔ چنانچہ دیکھیں کہ محقق ابن الہمام نے اپنی کتاب میں مسلم کے راویوں پر مسلسل جرح کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ امام مسلمؒ کے روای جرح کے عیوب سے مبرا نہیں ہیں۔ اسی طرح امام بخاریؒ کے راویوں کی ایک پوری جماعت ہے جس کو لوگوں نے ہدف تنقید بنایا ہے۔

اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ حضرات سلف میں یہ روایت موجود تھی کہ وہ مشہور محدثین کے روایوں کو قابل جرح جانتے تھے اور اُس سے ذرا بھی نہ کتراتے تھے۔ چنانچہ علامہ ابوالفتاح دمشقی اپنی کتاب " **اصول الجرح و التعدیل** " میں لکھتے ہیں کہ میں نے امام مسلمؒ اور امام بخاریؒ کے روایوں پر جو تنقید کی ہے اُس سے دوسو سے زائد احادیث مشکوک ہو جاتی ہیں۔ دارقطنی نے اپنی کتاب "**الاستدرکات**" میں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی دوسو سے زائد احادیث کو تنقید کا ہدف بنایا ہے۔ علاوہ ازیں دیکھئے کہ علامہ حافظ ابن حجر عراقیؒ امام بخاریؒ کی اس حدیث پہ بحث کرتے ہیں جو انھوں نے حضرت انسؓ سے معراج کے متعلق لی۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تمام قرائن کے خلاف ہے ۔روایت ذیل میں تحریر کی جاتی ہے۔

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج پر لے جایا گیا ہر چند کہ ابھی آپ کو معبوث بھی نہ کیا گیا تھا اور اسی دوران آپ کا سینہ بھی چاک کیا گیا تھا"۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اب اسی روایت سے ٹکراتی درجنوں روایتیں ہیں جو امام بخاریؒ و امام مسلمؒ دونوں نے لی ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ معراج کا واقعہ رجب گیارہ ہجری کو ہجرت سے اٹھارہ ماہ قبل پیش آیا تھا۔ اس طرح

روایات کا تضاد سامنے آیا۔اسی تضاد کو ذیل کی روایت میں بھی محسوس کیا جاسکتا ہے جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں جگہ دی ہے۔

’’حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہﷺ قربانی کے روز مکہ تشریف لے گئے اور طواف اضافہ کیا پھر مکہ ہی میں ظہر کی نماز پڑھی پھر منیٰ کو لوٹ آئے‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

انھی روایوں کی دوسری روایت جو صحیح مسلم میں ہی موجود ہے میں کہا گیا۔

’’کہ رسول اللہﷺ منیٰ سے مکہ آئے قربانی والے روز طواف اضافہ کیا پھر منیٰ کو لوٹ گئے اور ظہر کی نماز وہیں ادا کی‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اب وہی راوی رسول اللہﷺ کو ظہر کی نماز کبھی مکہ میں ادا کرتے ہوئے دکھاتے ہیں تو کبھی منیٰ میں ؟چنانچہ یہاں پہنچ کر ہمارے زمانوں کے لوگ دو نتائج تک پہنچتے ہیں کہ چونکہ علم حدیث میں امام مسلمؒ کا نام بہت بلند مقام پر لکھا ہے اس لیے تاویل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس بات سے گریز کیا جاتا ہے اور جرأت نہیں کی جاتی کہ کہا جائے کہ امام مسلمؒ سے سہو ہوسکتا ہے۔حالانکہ سلف میں یہ طریقہ رائج تھا کہ متقدمین کی غلطیوں کو درست کیا جائے۔چنانچہ اوپر پیش کی گئی روایتوں کے متعلق ابن حزمؒ نے کہا کہ ظاہر ہے اِن دونوں روایات میں سے ایک ہی درست ہوسکتی ہے اور ایک یقیناً غلط ہے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ رسول اللہﷺ نے ظہر کی نماز کو کبھی دو بار پڑھا ہو؟؟؟

❖❖❖❖❖❖❖❖

اب ہم چند معروضات اصول درایت کے متعلق بیان کرنا چاہتے ہے۔اصول درایت کا حکم قرآن حکیم سے اخذ کیا جاتا ہے۔بیان کیا گیا کہ سورہ نور کی یہ آیت اصول درایت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

ارشادباری تعالیٰ ہے کہ!

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ O

القرآن الحکیم (سورۃ نور 16/24)

ترجمہ:

”کیوں نہ تم نے یہ بات سنتے ہی کہہ دیا کہ ہمارے لیے یہ بات کہنا مناسب نہیں آپ کی ذات تو اس امر سے پاک ہے اور یہ تو بہت ہی بڑا بہتان ہے“۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

دراصل یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ عام طور پہ معروف اصولِ حدیث کے مطابق تو کسی بھی واقعے کے بیان کرنے والے راوی کے ثقہ ہونے اُس کے ایمان سچائی اور تقویٰ کو علامت بنایا جاتا ہے۔مگر یہاں قرآن حکیم کی اس آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ وہ بات چاہے کیسے ہی متقی لوگوں نے کی مگر کیا تمھارے دل اس بات کی گواہی نہیں دے رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ جیسی معصوم خاتون پر یہ الزام سراسر بہتان ہے مگر تم نے اپنے دل کی آواز کو پس پشت ڈالا اور لوگوں کی طرف نگاہ کی۔حالانکہ تمھیں چاہیے تھا کہ اس بات کو قبول ہی نہ کرتے اور کہتے یہ تو سراسر بہتان ہے۔

چنانچہ اس سے یہ اصول منضبط ہوا کہ اگر کوئی خلاف عقل وقیاس بات کو بیان کر رہا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ جھوٹی بات ہے اور جھوٹی بات کے راویوں کی چھان بین کی قطعی کوئی ضرورت نہیں۔اسی اندازِ فکر کو درایت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔یادرہے کہ جس طرح فن روایت کی ابتداء دور صحابہ سے ہوئی تھی اسی طرح فن درایت کی ابتداء کا ثبوت بھی عہد صحابہ میں ہی ملتا ہے۔غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ

کے پردہ فرمانے کے فوراً بعد کا واقعہ ہے کہ کچھ لوگوں کو یہ اشتباہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک روز یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بیان کی تو انھوں نے کہا: آپ کو اشتباہ لگا ہے اس لیے کہ اس طرح تو گرم پانی سے وضو کرنے سے وضو ہی نہ ہوگا حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کئی صحابہ گرم پانی سے وضو کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے کبھی کسی کو منع نہ فرمایا تھا۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت چونکہ خلاف عقل واقع ہوئی تھی اس لیے صحابہ نے اصول درایت کی روشنی میں اس کو قابل اعتناء نہیں جانا ہر چند کہ وہ حضرت ابو ہریرہؓ کو جھوٹا نہ جانتے تھے۔

چنانچہ اسی باعث جب تدوین حدیث کا دور آیا تو آئمہ محققین نے جہاں روایت کے اصول وضع کیے وہیں درایت کے اصول بھی وضع کیے۔ امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ جس روایت کو دیکھو کہ وہ عقل کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے تو جان لو کہ وہ موضوع ہے۔ اس کی نسبت اس بحث کی کوئی ضرورت نہیں کہ اُس روایت کے رواۃ معتبر ہیں یا غیر معتبر۔

اسی طرح وہ احادیث بھی قابل اعتبار نہیں جو محسوسات اور مشاہدات کے خلاف ہوں اور تاویل کی گنجائش نہ رکھتی ہوں، یا وہ حدیث جس میں ذرا سی بات پہ سخت عذاب کی دھمکی ہو جیسا کہ یہ روایت۔

"جس نے بیری کا درخت کاٹا اُسے الٹے منہ جہنم میں جھونکا جائے گا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وہ روایت بھی موضوع ہوگی جس میں لغویت پائی جاتی ہو جیسے کہ یہ روایت۔

"کدو کو ذبح کیے بغیر نہ کھایا جائے"۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وہ روایت جس میں ذرا سے کام کے بدلے میں اجر عظیم کی بات کی گئی ہو جیسے کہ یہ روایت۔

’’جو دو رکعت نماز پڑھے گا اُس کے لیے ستر ہزار گھر ہیں، ہر گھر میں ستر ہزار کمرے ہیں اور ہر کمرے میں ستر ہزار تخت ہیں اور ہر تخت پر ستر ہزار کنیزیں ہیں‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

کتابیں اس طرح کی وضعی حدیثوں سے بھری پڑی ہیں جس کو اس امر میں کوئی شک ہو تو وہ ’’**غنیۃ الطالبین**‘‘ اور امام غزالی کی ’’**احیاء الاعلوم**‘‘ دیکھ لے۔

اصول درایت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا واقعہ بیان کرے جو اپنے وجود میں عجائب رکھتا ہو، اور اُس کے متعلق ہزاروں لوگوں کو علم ہونا چاہیے مگر اُسے صرف ایک شخص بیان کرے۔ جیسا کہ یہ روایت جس کو صرف اسماء بنت عمیس نے روایت کیا۔

’’کہ حضرت علیؓ کی نماز جاتی رہی تو سورج کو لوٹایا گیا‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

یا یہ کہ روایت رکیک المعنی ہو۔ جیسے کہ یہ روایت۔

’’بینگن ہر مرض کی دوا ہے‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اگرچہ اصول درایت پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے درایت کے گیارہ سنہری اصول بیان کیے ہیں۔ قبل ازیں امام ابن جوزیؒ، حافظ ابن قیمؒ، حافظ سخاویؒ اور امام جزریؒ وغیرہ نے بھی عمدہ اصول درایت بیان کیے تھے۔ تاہم علامہ ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب ’’**موضوعات کبیر**‘‘ میں درایت کے ننانوے اصول لکھے ہیں جن کو یہاں بیان کرنا مقصود نہیں۔ تاہم اس سے یہ بات کھل کے سامنے آجاتی ہے کہ جونہی روایت جمع کرنے کا کام شروع ہوا اسی دور میں جھوٹی روایت تیار کرنے کا کام

بھی زوروشور سے جاری تھا۔بیان کیا گیاہے کہ لوگ مختلف مقاصد کے تحت اس کام میں مشغول تھے ۔رہا یہ دعویٰ کہ ہر وہ راوی ثقہ ہوگا جس سے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے روایت لی ہے تو اس دعویٰ کی بھی اصلاً کوئی حقیقت نہیں اس لیے کہ بخاری و مسلم کی کتابوں کا دوسری کتابوں سے اصح ہونا مجموعی اوراجمالی حیثیت سے ہے کسی ایک یا چند حدیثوں کی بنا پہ نہیں۔دیکھیں کہ وہ رواۃ جن سے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں اور اُن کے نزدیک وہ ثقہ رواۃ ہیں ۔لیکن اس سے یہ بات ہرگز لازم نہیں آتی کہ دیگر آئمہ حدیث کے نزدیک بھی وہ راوی ثقہ ہوں جس کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے ثقہ قرار دیا ہے۔مثال کے طور پہ دیکھیں کہ عکرمہ مولی ابن عباس امام بخاریؒ کے راوی ہیں اور انھوں نے اُس سے روایت لی ہے مگر امام سعید المسیبؒ، امام محمد بن سرینؒ، امام ابن عونؒ، امام حماد بن زیدؒ، امام علی بن عبداللہ بن عباسؒ نے عکرمہ سے روایت لینے سے انکار کیا اور کہا کہ وہ اس قابل نہیں کہ اُس کی روایت کو حدیث کہا جائے۔امام مالکؒ نے تو اعلانیہ اُس کذاب کہا ہے۔

دوسری مثال میں دیکھیں کہ شریک بن عبداللہ مدنی سے امام مالکؒ نے بھی روایت لی اور امام بخاریؒ نے بھی اُس سے روایت لی ہے۔مگر امام مسلمؒ نے اُس کا انکار کیا ہے اور اُس کے متعلق کہا کہ اُس کا حافظہ خراب ہے وہ کبھی تو روایت میں کمی کر دیتا ہے تو کبھی زیادتی ،کبھی واقعے کو آگے بیان کرتا ہے تو کبھی پیچھے، چنانچہ اس سے یہ بات کھل کے سامنے آگئی کہ بڑے سے بڑا محدث بھی اگر کسی راوی سے روایت کرتا ہے تو اس سے یہ امر لازم نہیں آتا کہ وہ راوی تمام ماہرین فن کے نزدیک ثقہ ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اب کچھ بحث وضعین حدیث کے متعلق ہو جائے۔

واضعین حدیث کچھ کم نہیں گرزے اگر چہ اُن کے اغراض و مقاصد میں کوئی اشتراک نہ تھا۔جیسا کہ صوفی نوح بن ابن ابی صمعہ دوسری صدی ہجری کا ایک مشہور کذاب ہے جسے حدیثیں گھڑنے کا شوق تھا۔جب کچھ صاحب علم لوگوں نے نوح بن ابن ابی صمعہ کو پکڑا اور اُس سے حدیثوں کی سند کی بابت دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ میرا مقصد نیک ہے اور اسی مقصد کے تحت میں حدیثیں وضع کرتا ہوں کیونکہ میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن حکیم کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہؒ کی فقہ اور ابن اسحٰق کی تاریخ کی

طرف متوجہ ہیں تو میں نے قرآنی آیات کی فضلیت میں جھوٹی حدیثیں گھڑلیں تا کہ لوگ کہیں قرآن کو نہ چھوڑ دیں۔ حالانکہ اس کذاب کا یہ کہنا ''عذرِ گناہ بدتر از گناہ'' کے مترادف تھا کیونکہ فضائل قرآن میں تو صحیح احادیث بھی معقول تعداد میں موجود ہیں جو قرآن حکیم کی ترغیب دلانے کے لیے کافی تھیں۔لیکن کیا ہوا کہ انھی روایات کو جن کے متعلق نوح بن ابن ابی صمعہ نے اعتراف کیا کہ اُس نے یہ تمام روایتیں ازخود گھڑیں تھیں۔امام بیضاوی نے انھیں تفسیر بیضاوی میں اس قدر کثرت سے استعمال کیا کہ ہر سورہ کی فضلیت میں الگ سے ایک مضمون لکھا اور اس میں مذکورہ سورہ کے وہ فضائل بیان کیے گئے جس کا قول رسول سے کوئی تعلق نہ تھا۔اسی لیے تو ہمارے گھروں میں جب کسی شخص پر نزع کا عالم آتا ہے تو شور مچ جاتا ہے کہ سورہ یاسین لاؤ۔حالانکہ سورہ یاسین تو زندگی کی علامت ہے نہ کہ موت کی؟؟؟

ہم ذکر کر رہے تھے کہ بہت سے لوگ مختلف اغراض کی وجہ سے جھوٹی روایت کرتے تھے جیسا کہ غیاث بن میمون کی یہ روایت۔

''گھڑ دوڑ، تیراندازی، اونٹ دوڑانے اور پرندے اڑانے میں کوئی گناہ نہیں''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

حقیقت یہ ہے کہ راوی کا مقصد صرف خلیفہ مہدی عباسی کی خوشنودی حاصل کرنا تھا یہ امر دنیا حاصل کرنے کی اُس قبیح عادت سے متعلق ہے جس میں لوگ چند سکوں کے لیے دین کو بیچ دیتے ہیں۔یاد رہے کہ جب غیاث بن میمون خلیفہ کے ہاں پہنچا تو خلیفہ کبوتر بازی میں مشغول تھا۔تو غیاث بن میمون نے رسول اللہ ﷺ کی ایک صحیح حدیث پر اضافہ کر دیا تا کہ خلیفہ اُس سے خوش ہو جائے اور اُسے انعام واکرام سے نوازے۔صحیح روایت یہ ہے۔

''گھڑ دوڑ، تیراندازی اور اونٹ دوڑانے میں کوئی گناہ نہیں''۔

اس طرح کی روایات کا کوئی شمار نہیں جن کے ظاہر سے ہی جھوٹ چھلک جاتا ہے چنانچہ بیان کیا گیا

کہ!

راوی اگر ''روافض'' سے ہوگا تو صحابہ پر طعن کرے گا۔

راوی اگر ''ناصبی'' ہوگا تو اہل بیت پہ طعن کرے گا۔

راوی اگر ''معتزلہ'' سے ہوگا تو تقدیر کے خلاف روایت کرے گا۔

راوی اگر ''صوفیا'' میں سے ہوگا تو دین میں نئی بات بیان کرے گا۔

راوی اگر ''زیدی'' ہوگا تو صحابہ کے عمل سے بیزار نظر آئے گا۔

راوی اگر ''کرامیہ'' میں سے ہوگا تو عجیب وغریب روایت بیان کرے گا۔

راوی اگر ''ملامتیہ'' میں سے ہوگا تو اخلاقی طور پہ پست عمل کو روایت کرے گا۔

راوی اگر ''خارجی'' ہوگا تو عقیدہ وعمل کی سختی کو روایت کرے گا۔

راوی اگر ''زنادقہ'' میں سے ہوگا تو شریعت کو باطل جانے گا اور ایسی روایات وضع کرے گا جس میں دین کا مذاق اڑایا جائے۔علماء نے بیان کیا کہ محض زنادقہ سے چودہ ہزار احادیث شہرت عام حاصل کر چکی ہیں اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ صحیح اور غلط کے مابین تمیز کس قدر دشوار امر بن گیا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

موضوع حدیث کے ضمن میں اس امر کو بھی بیان کیا گیا کہ کچھ لوگوں نے جب دیکھا کہ امت نے محدثین کو نہایت عزت واحترام کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا ہے تو بعض کم فہموں نے جو علم سے خالی اور مکر سے بھرے ہوئے تھے خود کو محدث کہلوانا شروع کر دیا اور احادیث وضع کرنا شروع کر دیں۔مورخین نے اس قبیلے کے چند افراد کے نام لکھے ہیں مگر ظاہر ہے کہ نام کم ہیں اور اس عادت قبیح میں مشغول لوگوں کی تعداد زیادہ رہی ہوگی۔تاہم ابوالبختری،وہب بن القاص،سلیمان بن عمرو،حسین بن علوان اور اسحٰق بن نجیح کے نام اس ضمن میں خاص طور پہ شہرت کے حامل رہے ہیں ۔یہ وضعین ظاہر میں شب بیدار اور متقی لوگ تھے مگر باطن میں اس قدر سیاہ کہ حیرت ہوتی ہے؟؟؟

علاوہ ازیں لوگوں کا ایک اور طبقہ بھی وضعین حدیث میں شامل رہا کہ انھوں نے نیکی کی بابت آئمہ کرام سے کوئی بات سنی، صحت کے متعلق اطباء سے کوئی عمدہ بات سنی، کسی صاحب دانش سے حکمت کی کوئی بات پائی تو اپنے دل میں سوچا کہ اس عمدہ بات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف کیوں نہ منسوب کر دیا جائے۔ اس فرقہ کی کوئی حد و نہایت نہیں عام طور پہ عوام الناس اس بیماری میں مبتلا رہے ہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے جس کو ہماری بات کا یقین نہ ہو وہ مولانا الیاس قادری کی کتاب "**فیضان سنت**" پڑھ لے جس میں پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ کا ہے یا کسی ولی کی کرامت ہے۔ حدیث پاک کو بے سند اور دیو مالائی واقعات میں اس قدر غلط ملط کر دیا گیا ہے کہ حدیث کچھ کی کچھ بن کے رہ گئی ہے۔ ہر وہ بات جسے انھوں نے احسن جانا بغیر کسی سند کے بغیر کسی حوالے کے اور بغیر کسی ماخذ کی طرف اشارہ کیے قول رسول کہہ دیا گیا ہے۔ اس مضمون میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بطور نمونہ ہے ورنہ اِن مطالب کی شرح کے لیے تو کئی دفتر درکار ہیں۔ اس ساری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ الفاظ کا ہر وہ مجموعہ جس کے آغاز میں قال قال رسول اللہ ﷺ لکھ دیا جائے اُسے حدیث نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح وہ بہت سی روایات جن کو عقل و معروفت سے کوئی علاقہ نہیں اُن کے متعلق ضد کرنا کہ وہ قول رسول ہیں محض علمی کوتاہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی اہمیت اور فضیلت سے کسے انکار ہو سکتا ہے مگر اس بات کو محقق کرنا کہ یہ بات لب رسالت سے کوئی مناسبت بھی رکھتی ہے یا نہیں ایک علمی چاہت ہے نہ کہ انکارِ حدیث جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔

تاہم اگر اس رویہ کو کوئی انکارِ حدیث قرار دیتا ہے تو ہمیں اس کے نقطہ نظر کی چنداں کوئی پرواہ نہیں۔ اس لیے کہ قرآن حکیم نے بار ہا انسان کو عقل کے استعمال کی ترغیب دی ہے اور عقل کو استعمال کرنا ہی قرین مصلحت ہے ورنہ اس امت کی زبوں حالی کا دور طویل سے طویل تر ہوتا چلا جائے گا۔ ہمارا اصرار صرف اس حد تک محدود ہے کہ جس طرح قرآن کی ہر آیت میں سچ ہے اسی طرح ہر راوی کی ہر حدیث کو سچ قرار نہیں دیا جا سکتا ورنہ کلام اللہ اور انسانی کلام میں فرق ہی باقی کیا رہ جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہمیں سچ کی طرف لوٹنا ہے تو ہمیں اجتہاد کے دروازے کھلے رکھنے ہوں گے

،مروت اور احسان کو مدنظر رکھنا ہوگا، خود کو مومن اور دوسرے کو کافر کہنے سے رکنا ہوگا تبھی یہ قدم حق کی جانب اٹھیں گے۔تو پہلا قدم غور سے رکھیں کہ پہلے قدم کی منزل سے بہت پرانی نسبت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی اور مدد فرمائے۔آمین

❖ ❖ ❖

امام بخاری کی اُس روایت کا پوسٹ مارٹم جس نے سلیمان رشدی جیسے کتوں کو رسول اللہ ﷺ کے کردار پر طعن کرنے کی شہ دی۔ایک عقلی اور تحقیقی مطالعہ جس نے صدیوں سے الجھے ایک معاملے کو آئینہ کی طرح صاف و شفاف کر کے رکھ دیا ہے۔

10 نبوی، رمضان.... 3 قبل ہجرت ... مئی 619ء ... 620ء



یہ ضروری نہیں کہ تاریخ کی طویل راہداریوں کا ہر موڑ پوری طرح روشن ہو، اور نہ ہی زنجیر تاریخ کی ہر کڑی مربوط ہوتی ہے۔ بلکہ یہ محض مورخ کا کمالِ فن ہے کہ قاری کو یوں محسوس ہو کہ تاریخ اُس تسلسل کا نام ہے جس میں کوئی تعطل نہیں۔ اسلامی تاریخ اگرچہ اُس عہد سے متعلق ہے جب علم تاریخ نویسی کا رواج عام ہو چکا تھا۔ تاہم اسلامی تاریخ میں جب فن روایت نے جنم لیا تو روایت کو کئی حوالوں سے علم تاریخ سے متفرق ہونا پڑا اور اس فن کو متعدد شدائد کا سامنا کرنا پڑا کہ کسی نے صحیح روایت کی، کسی نے محض عقیدت کی بنا پر روایت کی، کسی نے عداوت کی بنا پہ روایت کی، کسی نے شہرت حاصل کرنے کے لیے روایت کی، کسی نے نیکی جان کے روایت کی، کسی نے خاندان و قبیلے کی عصبیت میں روایت کی، کسی نے محبت سے روایت کی، کسی نے نفرت سے روایت کی، کسی نے حسن نیت سے روایت کی، کسی نے بدیانتی سے روایت کی۔ اور یہیں سے محدثین کے اُس کمالِ فن کا آغاز ہوتا ہے جس میں انھوں نے بہت سے علوم وضع کیے اور روایت کے کھرا یا کھوٹا ہونے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ یہ امر انتہائی دشوار تھا مگر محدثین کم وبیش اس میں کامیاب رہے اور اکثر و بیشتر احادیث جو اگلی نسلوں کو منتقل ہوئیں اُن میں جھوٹ کی نسبت سچ کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔ اس

لیے حدیث پاک کی تقدیس کا عمومی تاثر ہمیشہ سے مسلمانوں کے دلوں میں راسخ چلا آیا ہے۔ تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ احادیث کو اس قدر استحکام حاصل ہو گیا ہو کہ انھیں کلام اللہ کے ہم پلا قرار دیا جا سکے۔ چنانچہ بہت سے ایسے معاملات ہیں جن میں روایات کی کثرت کی وجہ سے معاملہ الجھ کے رہ گیا ہے اور روایات کے اس ہجوم میں حقیقت کو کھوجنا قدرے دشوار نظر آتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو طالبؓ کے ایمان یا عدم ایمان کا معاملہ ہے یا حضرت عائشہؓ کی نکاح کے وقت عمر کا معاملہ ہے کہ مختلف اور متضاد روایات کی حامل احادیث سے یہ معاملات الجھ کے رہ گئے ہیں اور صدیوں سے اہل تحقیق کے لیے میدانِ تگ و دو سجاتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ ہم یہاں نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر سے متعلق کچھ معروضات پیش کرنا چاہتے ہیں تا کہ اس معاملے کی قدرے وضاحت ہو سکے۔

اوپر حجیت حدیث کے عنوان سے درج کیے گئے مباحث سے اس امر کو جان لینا اب چنداں دشوار نہیں رہا کہ روایات کے بارے میں معیارِ یقین کو آخری سچ قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ ہر دور میں علماء نے روایات کو تحقیق و جستجو کا محور بنایا ہے تا کہ اصل حقیقت کا کھوج لگایا جا سکے۔ چنانچہ علماء کے ایک طبقے کا خیال ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی نکاح و رخصتی کے بارے میں بیان کی گئی روایات قابل تحقیق ہیں اور اُن پہ کلام کیے بغیر کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا۔ اس لیے کہ یہی وہ روایات ہیں جنھوں نے اُس خلافِ عقل و شعور تصورِ اسلام کو اجاگر کیا جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ یہی وہ روایات ہیں جن کا سہارا لے کر مغرب کا مستشرق اپنی قوم کے سامنے اسلام کا وہ بھیانک تخیل پیش کرتا ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہی وہ روایات ہیں جن کے سہارے سلیمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے بد باطن اسلام کے اجلے بدن پر کیچڑ اچھالتے ہیں اور دنیا کو اسلام سے دور کرنے کا قبیح فعل سرانجام دیتے ہیں۔ نکاح و رخصتی کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر کے معاملے میں علماء کے مابین اختلاف بہت وسیع اور ہمہ پہلو نہیں ہے بلکہ صرف اس قدر ہے کہ بعض علماء کے نزدیک ہشام بن عروہ کی وہ روایت جسے بخاری نے اپنی صحیح میں جگہ دی ہے اور جس میں نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال اور رخصتی کے وقت نو سال تھی پہ اشکال ظاہر کیا ہے اور دیگر روایات کو اس روایات کے مقابل رکھ کے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ چھ سال کی عمر میں نکاح اور نو سال کی عمر میں رخصتی والی روایت موضوع ہے اور اُس پہ کلام کی ضرورت ہے۔ علماء نے اس روایت کے راویوں کو ہدف تنقید بنایا ہے اور دیگر دلائل سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نکاح کے وقت حضرت

عائشہؓ کی عمر چھ سال اور رخصتی کے وقت اُن کی عمر نو سال ہونا امر محال ہے۔اس کے برعکس علماء کے ایک طبقے نے اس بات کو حتمی قرار دیا ہے کہ نکاح ور خصتی کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر کے متعلق ہشام بن عروہ کی روایت درست ہے اور اس میں کسی ردوکد کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اس بحث سے روایت پسند اور جدت پسندوں کے دو گروہ ابھر کے سامنے آئے۔

ظاہر ہے سیرت المزمّل ﷺ جیسی مفصل کتاب لکھتے ہوئے ہم بھی اس بحث کی زد میں آگئے اور اب ہم نے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس موضوع کو چھیڑے بغیر مکھی پہ مکھی مارتے ہوئے خاموشی سے اس مقام سے گز جائیں اور نکاح ور خصتی کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر کے معاملے میں ہشام بن عروہ کے ہمنوا ہو جائیں یا اس معاملے کی کھوج کے لیے ایک بار پھر تاریخ کی تاریک راہداریوں میں اتر جائیں۔اور ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم تاریخ کی خاک چھانیں گے اور حقیقت کا کھوج لگائیں گے کہ سیرت المزمّل ﷺ کے طویل سفر میں ہم اس امر کے عادی ہو چکے تھے۔تاہم جب یہ سفر اپنے اختتام کو پہنچا تو ہم روایت پسندوں کے گروہ سے جدت پسندوں کے گروہ میں منتقل ہو چکے تھے۔ چنانچہ اب ہمیں اپنے اُس موقف کو پیش کرنا ہے جس کی بناپر ہم نے تاریخی طور پہ اس امر کو متعین کیا ہے کہ نکاح کے وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عمر سترہ سال اور رخصتی کے وقت اُن کی عمر اکیس سال تھی۔ یہ بات ہم نے اس لیے نہیں کہہ دی کہ ہمیں ہشام بن عروہ کی اُس روایت سے اختلاف ہے جس میں انھوں نے نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال اور رخصتی کی عمر نو سال لکھی ہے۔ بلکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کے بین ثبوت موجود ہیں جنھیں ہم یقیناً پیش کریں تاہم اس بحث کا آغاز ہم اُسی روایت سے کرنا چاہتے ہیں جو اس قضیئے کی بنیاد بنی۔

حَدَّثَنَا مُعَلَّى ابْنُ اَسَدٍ حَدَثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامِ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِ سِنِيْنَ وَبَنٰى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تَسْعِ سِنِيْنَ قَالَ هِشَامٌ وَاُنْبِئْتُ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَهٗ تِسْعَ سِنِيْنَ ۔

ہم سے معلّٰی بن اسد نے بیان کیا کہا ہم سے وہب نے انھوں نے ہشام بن عروہ سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے حضرت عائشہ سے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے جب مجھ سے نکاح

کیا تو اُس وقت میری عمر چھ سال تھی اور جب انھوں نے مجھ سے صحبت کی تو میری عمر نو سال تھی، ہشام نے کہا کہ مجھے یہ خبر دی گئی کہ حضرت عائشہؓ صرف نو سال آنحضرت محمد ﷺ کے پاس رہیں''۔

(بخاری کتاب النکاح جلد سوم ص ۹۴ پارہ ۲۱)

❖❖❖❖❖❖❖❖

روایت پسند اس روایت کو حرف آخر قرار دینے پر بضد ہیں حالانکہ امام بخاریؒ کو یہ حدیث ہشام بن عروہ سے پہنچی جو ستر سال تک مدینے میں رہا مگر مدینہ کے کسی صحابی کو اُس نے اس بات سے آگاہ نہ کیا اور کوفہ پہنچ کر اسے امام بخاری سے بیان کیا اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ ہشام بن عروہ کا ذہن کوفے میں پہنچ کر بدل چکا تھا اور اُس نے اہل بیت کے متعلق کئی ایسی روایات بیان کیں جس سے اہل بیت کی توہین کا پہلو نکلتا تھا۔ یاد رہے کہ ہشام کے سوا اسے کسی مدنی صحابی نے روایت نہیں کیا۔ اگرچہ دوسرے شہروں کے رہنے والے راوی موجود ہیں اور انھوں نے اس روایت کو کئی طریق سے بیان بھی کیا ہے جسے امام بخاری کے علاوہ امام مسلم اور معجم الکبیر میں بھی تحریر کیا گیا ہے۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا ہم اس روایت کے راویوں سے اس لیے بحث نہیں کرنا چاہتے کہ اصول درایت کے حوالے سے ہی ہمیں اس روایت کو رد کر دینے میں کوئی تعامل نہیں اس لیے کہ یہ بات خلاف عقل، خلاف شریعت، خلاف واقعہ اور خلاف گمان ہے بلکہ اس روایت کے سہارے رسول اللہ ﷺ کی ذات پر بہتان باندھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمارے پیش نظر تو اصل یہ بات ہے کہ مستحکم اصول احادیث کی رو سے اس روایت کو حدیث کہنا ممکن ہی نہیں زیادہ سے زیادہ اس روایت کو قول عائشہؓ قرار دیا جا سکتا ہے البتہ ہمیں اس پہ بھی اعتراض ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایسا کہا ہوگا کیونکہ بہت سے قرائن اس امر کی نفی کر رہے ہیں جنھیں ہم تدریجاً بیان کریں گے۔

سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ اصول احادیث کے اولین اصولوں میں اس امر کو طے کر دیا گیا ہے کہ جب کوئی حدیث حکم قرآن سے ٹکرائے تو اُس حدیث کا فوراً انکار کر دیا جائے گا چاہے اُس کے راوی کس قدر معتبر ہوں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نساء میں نکاح کی عمر کا تعین کر دیا

ہےاورفرمایاہے۔

وَابۡتَلُوا الۡيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ۔

القرآن الحکیم (سورۃ النساء 4/6)

ترجمہ:

’’اور یتیموں کے مال کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن حکیم نے اس آیت میں نکاح کے وقت کا تعین کر دیا ہے اور وہ حد مقرر کر دی ہے جو آج کی دنیا میں بھی معروف ہے اور اُس حد کو اِذَا بَلَغُوا کے لفظ سے واضح بھی کر دیا ہے کہ بلوغت عمر نکاح ہے۔اور بلوغت کیا ہے؟

مرد کو احتلام ہونا اور عورت کو حیض آنا۔

چنانچہ یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو چھ سال کی عمر میں تو حیض نہ آئے تھے۔اس لیے قرآن حکیم کے اس حکم کی رو سے وہ ابھی عمر نکاح کو پہنچی ہی نہ تھیں۔ ہماری اس بات سے امام بخاریؒ بھی متفق ہیں اور دیگر روایتوں میں اس امر کو بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی میں دیر اس لیے ہوئی تھی کہ وہ ابھی بالغ نہ ہوئیں تھیں۔

تو پھر کیا ہم یہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خالق کی منشا کے خلاف عمل کیا؟ یا یہ سمجھیں کہ اس روایت میں کوئی سقم ہے۔قرینے سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اِس بات سے یقیناً منزا ہے کہ وہ کوئی کام اللہ کی رضا کے خلاف کریں۔باقی رہ گئی ہشام بن عروہ کی یہ روایت تو یقیناً اسی میں سقم ہے ۔اس لیے کہ امام بخاریؒ کی ایک روایت کے مقابلے میں ہم رسول اللہ ﷺ کی ذات اور قرآن حکیم کے واضح حکم میں سقم تلاش کرنے سے تو رہے؟؟؟

❖❖❖❖❖❖❖❖

ہشام بن عروہ کی یہ روایت اپنے متن کے لحاظ سے بھی غلط ہے، پہلے متن پر ایک نگاہ ڈال لیں۔

''ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا کہا ہم سے وہب نے انھوں نے ہشام بن عروہ سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے حضرت عائشہ سے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے جب مجھ سے نکاح کیا تو اُس وقت میری عمر چھ سال تھی اور جب انھوں نے مجھ سے صحبت کی تو میری عمر نو سال تھی، ہشام نے کہا کہ مجھے یہ خبر دی گئی کہ حضرت عائشہؓ صرف نو سال آنحضرت محمد ﷺ کے پاس رہیں''۔

(بخاری کتاب النکاح جلد سوم ص ۹۴ پارہ ۲۱)

❖❖❖❖❖❖❖❖

اگر شوال دس نبوی کو حضرت عائشہؓ کا نکاح چھ سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ سے ہوا تو رخصتی امام بخاری کی ایک روایت کے مطابق شوال ایک ہجری کو ہوئی، دوسری روایت کے مطابق جنگ بدر کے بعد شوال دو ہجری میں ہوئی۔

اگر روایت اول کو لیا جائے جس کے مطابق رخصتی شوال ایک ہجری کو ہوئی تب حضرت عائشہؓ کی عمر دس سال ہوگی۔ دوسری مشہور روایت کے مطابق جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہجرت سے اٹھارہ ماہ بعد ہوئی۔ تب حضرت عائشہؓ کی عمر گیارہ سال ہوگی بلکہ وہ بارہویں سال میں ہوں گی۔ یہ نتیجہ امام بخاری ہی کی روایتوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ اگر اِن روایات کو درست مانا جائے تو ہشام بن عروہ کی روایت جس میں رخصتی نو سال کی عمر میں بیان کی گئی ہے اُسے چھوڑنا پڑے گا یا دوسری صورت میں امام بخاری یہ دونوں روایتیں غلط ثابت ہو جائیں گی؟؟؟

❖❖❖❖❖❖❖❖

اسی ضمن میں امام بخاری کی دیگر روایات پہ نگاہ ڈالیں۔ ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ

’’رسول اللہ ﷺ نے عائشہؓ بنت ابی بکر سے نکاح کیا اس کے ایک سال بعد ہجرت فرمائی‘‘۔

(صحیح بخاری از امام بخاری)

❖❖❖❖❖❖❖❖

دوسری روایت۔

’’رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے نبوت کے تیرہویں سال نکاح کیا‘‘۔

(صحیح بخاری از امام بخاری)

❖❖❖❖❖❖❖❖

تیسری روایت۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا نبوت کے دسویں سال‘‘۔

(صحیح بخاری از امام بخاری)

❖❖❖❖❖❖❖❖

چوتھی روایت۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا۔تب حضرت عائشہؓ کی عمر نو سال تھی‘‘۔

(طبقات ابن سعد از ابن سعد جلد 8 ص 41)

❖❖❖❖❖❖❖❖

پانچویں روایت۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا تو حضرت عائشہؓ کی عمر سات سال تھی‘‘۔

(طبقات ابن سعد از ابن سعد جلد 8 ص 42)

❖❖❖❖❖❖❖❖

پانچویں روایت۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا تو حضرت عائشہؓ کی عمر بارہ سال تھی‘‘۔

(کتاب اسد الغابہ)

❖❖❖❖❖❖❖❖

اِن روایات کو نگاہ میں رکھیں تو نہ چھ سال کی عمر میں نکاح والی کوئی بات سمجھ میں آتی ہے اور نہ نو سال کی عمر میں رخصتی والی کوئی بات بنتی دکھائی دیتی ہے؟؟؟

ہمارے استدلال کو مستحکم کرتی اِس روایت پہ نگاہ ڈالیں۔

’’حضرت ابوبکرؓ نے عہد جاہلیت میں دو نکاح کیے، ایک قتیلہ سے جس کے بطن سے عبداللہ اور اسما پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح اُم رومان سے کیا جن سے حضرت عائشہ اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے ۔ابوبکر کی ساری اولادیں زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئیں‘‘۔

محمد بن جعفر ابن جریر طبری (تاریخ الامم والملوک جلد چہارم، ص 50)

❖❖❖❖❖❖❖❖

اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ بعثت سے پہلے اس دنیا میں تشریف لا چکی تھیں۔ اگر ہشام بن عروہ والی روایت کو نگاہ میں رکھیں تو حضرت عائشہؓ کی پیدائش کا زمانہ چار یا پانچ نبوی بنتا ہے۔ اور اگر اس روایت کو نگاہ میں رکھیں تو نکاح کے وقت یعنی شوال دس نبوی کو حضرت عائشہؓ کی عمر تقریباً سترہ اٹھارہ سال ہونی چاہیے اور اس روایت کو کئی مورخین نے اختیار کیا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

سیرت ابن اسحٰق میں لکھا ہے کہ اولین اسلام لانے والوں میں حضرت ابوبکر کی بیوی اُم رومان اور اُن کی دونوں بیٹیاں حضرت اسما اور حضرت عائشہؓ بھی شامل ہیں۔ اگر چہ ابن اسحٰق نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ تب حضرت عائشہ کم سن تھیں۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے اگر وہ چار سال پانچ کی بھی ہوں تب بھی شوال دس ہجری کو وہ پندرہ سولہ سال کی ہوں گی چھ سال کی تو کسی صورت نہ ہوں گی؟؟؟

❖❖❖❖❖❖❖❖

اب روایت کو نگاہ میں رکھیں اور فیصلہ کریں جس کو شیخ ولی الدین رازی نے مشکواۃ میں، ابن عبدالبر نے کتاب الاستعیاب میں، امام بیہقی نے سنن الکبریٰ میں اور ابن عسا کر نے تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ:

’’ہجرت سے ایک سال پہلے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کی بیٹی اسما بنت ابوبکر کا نکاح حضرت زبیر بن عوام سے کیا اسماء کی عمر اُس وقت ستائیس سال تھی اور وہ حضرت عائشہ سے دس سال بڑی تھیں‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اس سے یہ بات تو صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت عائشہ کی عمر سترہ سال تھی کیونکہ وہ اپنی ستائیس سالہ بہن اسما سے دس سال چھوٹی تھیں۔ اور اس سے دوسری یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ چھ سال کی عمر میں نکاح اور نو سال کی عمر میں رخصتی والی روایت کو تسلیم کیا جانا ممکن نہیں۔

(شیخ ولی الدین رازی۔ الاکمال فی الاسماء الرجال)

(شیخ ولی الدین رازی۔ مشکواۃ شریف)

(علامہ ابن عبدالبر۔ کتاب الاستیعاب)

(امام بیہقی ۔ سنن الکبریٰ)

(ابن عساکر۔ تاریخ دمشق)

❖❖❖❖❖❖❖❖

اب امام بخاریؒ ہی کی اس روایت پہ غور کریں۔

''حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ پر جب مکہ میں سورہ قمر اتری تو میں لڑکی تھی اور بات کو سمجھتی تھی اسی لیے تو اُس کی آخری چند آئتیں مجھے یاد رہ گئی تھیں''۔

(امام بخاری۔سورہ قمر کی تفسیر)

❖❖❖❖❖❖❖❖

اس روایت پرغور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پانچ ہجری میں جب شق قمر والا واقعہ ہوا اور سورہ قمر اتاری گئی اور اس سے متصل ہی سورۃ نجم اتاری گئی کہ یہ دونوں واقعات پانچ نبوی کے ہیں تو اُس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر یقیناً سات یا آٹھ سال رہی ہوگی کہ اس سے کم عمر کی بچی کو آخری چند آیات کا یاد رہ جانا ممکن نہیں۔تو اگر ہشام بن عروہ والی روایت ہی کو صحیح مانا جائے تو امام بخاریؒ کی اس روایت کو کہاں رکھیں گے غلط کہیں گے یا کچھ اور۔کیونکہ ہشام بن عروہ والی روایت کو درست ماننے کی صورت میں تو حضرت عائشہؓ کو غالباً اسی سال پیدا ہونا تھا اور انھوں نے پیدا ہونے سے پہلے ہی سورہ قمر کی آیات سنیں یا پیدا ہونے کے پانچ سات سال بعد۔یقیناً دوسری بات ہی درست معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اُس وقت ہوش سنبھال رہی تھیں جب سورہ قمر کی یہ آیات اتریں اسی لیے تو انھیں اُس کی کچھ آئتیں یاد رہ گئیں ۔تب یقیناً اُن کی عمر سات اٹھ سال رہی ہوگی ۔جو ہجرت کے وقت تیرہ چودہ سال بن گئی ۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس روایت کو درست ماننے کی صورت میں چھ سال کی عمر میں نکاح اور نو سال کی عمر میں رخصتی والی روایت کا کیا کریں گے؟؟؟

❖❖❖❖❖❖❖❖

امام بخاریؒ ہی کی ایک اور روایت کا مطالعہ کرتے ہیں۔

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے ماں باپ کو دین اسلام پہ پایا۔ کوئی دن نہیں گرزتا تھا مگر رسول اللہ ﷺ ہر روز صبح شام ہمارے ہاں آیا کرتے تھے پھر مسلمانوں نے ہجرت کی اور میرے باپ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا اور وہ بھی حبشہ کی طرف نکلے تب میں یہ سب دیکھ رہی تھی اور بات کو سمجھتی تھی''۔

(صحیح بخاری از امام بخاری)

❖❖❖❖❖❖❖❖

مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ حضرت ابوبکر اُن کے ساتھ نہ گئے۔ بلکہ کچھ عرصے بعد غالباً پانچ یا چھ نبوی کو جب کفارِ قریش نے انھیں حد سے زیادہ تنگ کیا تو رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے انھوں نے بھی حبشہ کی طرف یا کہیں اور جانے کی غرض سے گھر چھوڑ دیا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں یہ سب دیکھ رہی تھی اور اُس مصیبت کو سمجھ بھی رہی تھی جو ہم پر آئی تھی۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ ایک سال کی بچی کا بیان ہوسکتا ہے۔ اگر ہشام بن عروہ کی اُسی روایت پہ اصرار کیا جائے تو حضرت ابوبکرؓ کی حبشہ کی طرف ہجرت کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر یہی کوئی سال بھر رہی ہوگی۔ مگر امام بخاریؒ ہی کی یہ روایت اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ یہ بات سات آٹھ سال سے کم عمر کی بچی نہیں کرسکتی۔ بلکہ شاید نو دس سال کی بچی کا عقل وفہم اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر اور والدین پہ اترتی ہوئی مصیبت کا ادراک کر سکے؟؟؟

❖❖❖❖❖❖❖❖

مندرجہ ذیل امور بھی غور طلب ہیں۔

📖۔ جب دس نبوی میں رسول اللہ ﷺ کو پے در پے دو صدموں کا سامنا کرنا پڑا کہ پہلے آپ

ﷺ کے محبوب چچا حضرت ابو طالبؓ وفات گئے اور تین روز بعد ہی آپ ﷺ کی زندگی بھر کی ساتھی حضرت خدیجہؓ بھی وفات پا گئیں تو نبی اکرم ﷺ یقیناً بہت غم زدہ تھے خود آپ ﷺ نے اس امر کا اظہار بھی کیا ہے اور اس سال کو عام الحزن کہہ کے پکارا ہے۔ تب آپ ﷺ کے صحابہ بھی آپ ﷺ کے دکھ میں شریک تھے اور جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں دو جوان بیٹیاں ہیں جو ماں کی رخصتی کے بعد اب تنہا رہ گئی ہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ کے محبوب صحابی حضرت عثمان بن معظونؓ کی بیوی حضرت خولہ بنت حکیمؓ نے رسول اللہ ﷺ کو نکاح ثانی کا مشورہ دیا۔

جسے نبی اکرم ﷺ قبول فرمالیا تو حضرت خولہ بنت حکیمؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا؟ یارسول اللہ ﷺ باکرہ سے نکاح کرنا پسند فرمائیں گے یا کسی بیوہ سے؟

نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: باکرہ کون ہے اور بیوہ کون؟

حضرت خولہ بنت حکیمؓ نے جواب دیا: باکرہ تو حضرت عائشہ بنت ابو بکرؓ ہیں اور بیوہ سعودہ بنت زمعہؓ ہیں آپ جس سے پسند فرمائیں اُس سے آپ کا نکاح ہوجائے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دونوں کو میری طرف سے نکاح کا پیغام دو اور جو بات ہو وہ مجھے بتا دینا۔

حضرت سعودہ بنت زمعہؓ نے تو فوراً اس پیغام کو قبول کر لیا اور یوں دس نبوی میں رسول اللہ ﷺ کا نکاح حضرت سودہؓ سے ہو گیا نکاح کے وقت حضرت سودہؓ رسول اللہ ﷺ کی ہم عمر ہی تھیں کسی نے سال دو سال کا فرق بھی لکھا ہے تاہم صحیح بات یہی ہے کہ اُس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر پچاس سال تھی اور حضرت سودہؓ کی عمر اکیاون سال تھی۔ نکاح کے بعد حضرت سودہ رسول اللہ ﷺ کے گھر تشریف لے آئیں اور آپ ﷺ کی بیٹوں کو سنبھال لیا جو اپنی ماں کے غم میں نڈھال تھیں۔

دوسری طرف حضرت خولہ بنت حکیمؓ جب آنحضرت محمد ﷺ کا پیغام لے کر حضرت ابو بکر صدّیقؓ کے پاس گئیں تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ تو میرے بھائی ہیں وہ اپنی بھتیجی سے کس طرح نکاح کر سکتے ہیں؟

حضرت خولہ بنت حکیمؓ الٹے پاؤں رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور حضرت ابو بکرؓ کا سوال آپ ﷺ کے سامنے رکھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اُن سے کہو کہ میں اُن کا دینی بھائی ہوں نسبی بھائی نہیں اس لیے یہ نکاح ممکن

ہے۔

حضرت خولہ بنت حکیمؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور اُن کو رسول اللہ ﷺ کا جواب پہنچایا۔

حضرت ابوبکرؓ نے اُن سے کہا:

دیکھو میں عائشہؓ کی منگنی کر چکا ہوں ۔ دراصل حضرت عائشہؓ کے رشتے کی بات بنو عدی کے مشہور سردار معطم بن عدی کے بیٹے جبیر بن معطم سے طے پا چکی تھی ۔ مگر پھر اسلام آ گیا اور شہر مکہ کے لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ایک وہ جو اسلام لے آئے تھے اور دوسرے وہ جو بدستور اپنے آبائی دین پر قائم تھے۔ معطم بن عدی بھی اپنے آبائی دین پر تھا اس لیے اُس کے بیٹے کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی طے شدی بات پوری نہ ہو سکی تھی۔ تاہم جب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حضرت عائشہؓ کے لیے پیغام آیا تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خولہ بنت حکیمؓ سے کہا کچھ روز توقف کرو اللہ تعالیٰ کوئی صورت پیدا کر دے گا۔ اس دوران حضرت سودہ بنت زمعہؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکاح کر کے رخصت ہو چکی تھیں۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق معطم بن عدی کے پاس پہنچے اور اُن سے کہا:

جو بات ہمارے مابین طے ہو چکی ہے اُس کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ معطم بن عدی کی بیوی نے کہا:

دیکھو ابوبکر اگر ہم اپنے بیٹے کی شادی تمھارے ہاں کرتے ہیں تو تم اُسے بھی بے دین کر دو گے اس لیے یہ رشتہ ختم ہی سمجھو۔

حضرت ابوبکر صدیق نے معطم بن عدی سے کہا:

اس بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟

وہی جو میری بیوی کا ہے۔ معطم نے جواب دیا۔

حضرت ابوبکر وہاں سے اُٹھ آئے۔ انھوں نے خولہ بنت حکیم کو بلایا اور کہا:

رسول اللہ ﷺ سے فرمائیں ادھر میرے گھر ہی تشریف لے آئیں تا کہ میں عائشہ کا نکاح اُن سے کر دوں۔

یوں نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق کے گھر تشریف لائے اور حضرت ابوبکر نے اپنی بیٹی عائشہ کا

نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا۔ یہ شوال دس نبوی ہی کا واقعہ ہے۔

یہ سارا واقعہ اور تمام باتیں تاریخی حقائق ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم اس سارے واقعہ پر غور کرنے سے چند باتیں واضح ہو کے سامنے آجاتی ہیں جن پہ توجہ کرنا ضروری ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ جب حضرت خولہ بنت حکیمؓ نے رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا کہ عائشہ بنت ابوبکر سے نکاح کر لیں تو وہ یقیناً جانتی تھیں کہ عائشہ بنت ابوبکر جوان ہیں اور نکاح کے قابل ہیں اسی لیے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی توجہ اس جانب مبذول کرائی۔ غور کریں کہ اگر حضرت عائشہ کی عمر چھ سال ہوتی تو حضرت خولہ بنت حکیم کو سارا شہر چھوڑ کے اُس چھ سالہ بچی کا ہی خیال آنا تھا۔ حالانکہ اُس بچی نے جس گھر میں رخصت ہو کے جانا تھا وہاں دو جوان بیٹیاں بھی اُس کی منتظر تھیں۔ اس لیے یہ بات قرین قیاس نہیں کہ دس نبوی میں حضرت عائشہ کی عمر چھ سال ہو ورنہ حضرت خولہ بنت حکیم رسول اللہ ﷺ کو اُن سے نکاح کا مشورہ ہی کیوں دیتیں؟؟؟

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ جب رسول اللہ ﷺ کا پیغام حضرت ابوبکر تک پہنچا تو وہ پریشان ہو گئے اس لیے کہ وہ تو اپنی بیٹی کی منگنی کر چکے تھے جس کو کئی سال ہونے کو آئے تھے۔ اب حضرت ابوبکر کے لیے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اور کوئی شخص محبوب نہ ہو سکتا تھا اس لیے اُن کی پریشانی بہت فطری معلوم ہوتی ہے۔ تاہم چونکہ عرب عہد کے بھی پکے ہوتے ہیں اور عہد نہ توڑنے کو پسند نہیں کرتے اس لیے انھوں نے معطم بن عدی سے رابطہ کیا جس کے نتیجے میں خود معطم بن عدی اس عہد سے پیچھے ہٹ گئے اور حضرت ابوبکر عہد شکنی سے بھی بچ گئے اور اُن کے دل کی خواہش بھی پوری ہو گئی۔ یہاں دو تین چیزوں پہ غور کریں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ جب حضرت خولہ بنت حکیمؓ نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام حضرت ابوبکر تک پہنچایا تو آپ نے حضرت عائشہ کی کم عمری کا کوئی جواز پیش نہیں کیا جس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ تب حضرت عائشہ یقیناً شادی کی عمر کو پہنچ چکی تھیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ اسی بات کے دوسرے پہلو پہ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حضرت ابوبکر معطم بن عدی کے پاس گئے اور اُن سے کہا: وہ عہد جو ہمارے مابین موجود ہیں اُسے پورا کرو یعنی دوسرے لفظوں میں اپنے بیٹے کی شادی کرو۔ تب معطم بن عدی نے یہ تو نہیں کہا کہ تمھاری بیٹی تو ابھی چھ سال کی ہے اُس کو کیسے رخصت کیا جاسکتا ہے بلکہ وہ جواب دیا جسے اوپر بیان کیا جاچکا ہے؟؟؟

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ اسی بات کو الٹ کے دیکھ لیں کہ کیا حضرت ابوبکر اپنی چھ سالہ بیٹی کی شادی معطم بن عدی کے بیٹے سے کرنا چاہ رہے تھے؟ آخر اُن کو اس قدر جلدی کیا تھی؟
حقیقت یہ ہے کہ عروہ بن ہشام والی وہ روایت جس میں چھ سال کی عمر میں نکاح اور نو سال کی عمر میں رخصتی والی بات ہے بالکل افسانہ ہے اور معطم بن عدی والا سارا واقعہ اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ اگر ہشام بن عروہ والی روایت درست ہے تو ابوبکر صدیق نے اپنی بیٹی کے پیدا ہوتے ہی اُس کی منگنی کر دی تھی آخر ایسی بھی کیا جلدی تھی؟

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

حقیقت یہ ہے کہ انھیں کوئی جلدی نہ تھی بلکہ جب بچی کی عمر شادی کی ہوئی تبھی انھوں نے حضرت

عائشہ کی منگنی کی تھی جو کئی سال برقرار رہی۔اس سے ہمارے اُس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ حضرت عائشہ نکاح کے وقت کم از کم سترہ سال اٹھارہ سال کی تھیں اور اُن کی رخصتی اکیس یا بائیس سال کی عمر میں ہوئی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

آیئے اسی ضمن میں ذخیرہ حدیث میں موجود چند مزید روایات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

''ہشام اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس تھی اور میں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی جو میری سہلیاں تھیں کبھی ایسا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آتے تو میری سہیلیاں اندر چھپ جاتیں تو رسول اللہ ﷺ انھیں نکال لاتے اور اُن سے کہتے عائشہ سے کھیلو''۔

(صحیح بخاری از امام بخاری ۔کتاب الادب)

❖❖❖❖❖❖❖❖

حیرت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی چھوٹی چھوٹی بچیوں سے کھیل رہی ہے اور رسول اللہ ﷺ اُس کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔دراصل تو راوی یہ بتانا چاہتا ہے کہ رخصتی کے بعد بھی حضرت عائشہ کی نہ تو کچھ عمر بڑھی اور نہ ہی سمجھ بوجھ؟؟؟

حیرت ہے!

❖❖❖❖❖❖❖❖

''ابوداؤد حضرت عائشہ سے روایت لائے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو میں اپنے گھر میں گڑیاں سجائے بیٹھی تھی اور اُن میں ایک پر دار گھوڑا تھا جو مجھے بہت پسند تھا''۔

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الادب)

❖❖❖❖❖❖❖❖

اِن دونوں روایت کو سامنے رکھ کر اِن سوالوں کے جواب کھوجیں؟

📖۔ جب سورہ قمر نازل ہوتی ہے تب بھی حضرت عائشہ سہیلیوں سے کھیل رہی ہوتی ہیں اور یہ پانچ نبوی کی بات ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔حضرت عائشہ جب رخصت ہو کر رسول اللہ ﷺ کے گھر تشریف لاتی ہیں تب بھی وہ گلی میں بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں کہ اُن کی ماں نے انھیں پکڑا اور رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا؟

(امام بخاری کتاب المناقب)

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔شادی کے بعد رسول اللہ ﷺ باہر انتہائی مصروف دن گزار کے آتے تو آپ کی بیوی کی سہیلیاں گھر میں ہی ہوتیں اور آپ کو دیکھ کر چھپ جاتیں؟

(صحیح بخاری از امام بخاری ۔ کتاب الادب)

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ حتیٰ کے رخصتی کے ٹھیک دس سال بعد جب آپ ﷺ تبوک سے واپس آئے تب بھی حضرت عائشہ گڑیوں سے ہی کھیل رہی تھیں۔

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الادب)

❖❖❖❖❖❖❖❖

کیا دنیا کے معروف دستور کے مطابق حضرت عائشہ کی عمر بڑھنا رُک چکی تھی؟؟؟

❖ ❖ ❖



سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نکاح اور رخصتی کے بیچ حضرت عائشہ کی عمر نہیں بڑھی؟

کیا رخصتی اور شادی کے بعد بھی حضرت عائشہ کی عمر نہیں بڑھی؟

کیا رخصتی کے دس سال بعد اور نکاح سے تیرہ سال بعد بھی حضرت عائشہ کی عمر نہیں بڑھی اور تبوک سے واپسی پر بھی وہ رسول اللہ ﷺ کو گڑیوں سے ہی کھیلتی ملیں تو کیا حضرت عائشہ ذہنی طور پہ معذور تھیں؟؟؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ تو وہ خاتون ہیں ملائکہ جن کا احترام کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ تو وہ خاتون ہیں جن کے بستر پر وحی اترتی ہے۔

حضرت عائشہ تو وہ خاتون ہیں جن کو فقہ کا امام اول کہا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ تو وہ خاتون ہیں جنھیں پہلا مفسر قرآن کہا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ تو وہ خاتون ہیں جنھیں قول رسول کی تشریح کا ماہر جانا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ تو وہ خاتون ہیں جن سے سینکڑوں روایتیں مروی ہیں۔

حضرت عائشہ کی وجہ سے امت کو تیمّم کی آسانی حاصل ہوئی۔

حضرت عائشہ کی معصومیت کی گواہی آسمانوں سے آئی۔

حضرت عائشہ تو وہ خاتون ہیں جن کو علم الانساب کا ماہر گنا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ تو وہ خاتون ہیں جنھیں علم زمر کا ماہر تصور کیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ تو وہ خاتون ہیں جنھیں علم شعر کا ماہر تصور کیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ تو وہ خاتون ہیں جنھیں عربوں کے سینکڑوں قصائد زبانی یاد تھے۔

حضرت عائشہ تو وہ خاتون ہیں جن کی حاضر جوابی سے اُن کی سوکنیں خائف رہتی تھیں۔

حضرت عائشہ اس قدر ذہین تھیں کہ جب انھوں نے حضرت جویریہ کو رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں داخل ہوتے دیکھا تو ساتھ بیٹھی خاتون سے کہا دیکھنا رسول اللہ ﷺ اس عورت سے نکاح کر لیں گے اور ایسا ہی ہوا۔

سینکڑوں باتیں اور شواہد ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ بہت ذہین و فطین خاتون تھیں اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ذہنی معذوری حضرت عائشہ کو نہ تھی بلکہ احادیث گھڑنے والے اُن راویوں کو تھی جن کی خواہش تھی کہ حضرت عائشہ کے علوم لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں اور وہ ہمیشہ گڑیوں سے ہی کھیلتی دکھائی دیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ کوفہ کے اِن راویوں کی خواہش پوری نہیں ہوئی اور لوگ اُم المومنین کو اُسی نگاہ تکریم سے دیکھتے ہیں جس نگاہ تکریم کی وہ حقدار ہیں۔ آیئے تاریخ کے دریچوں سے اُن راویوں کو دیکھتے ہیں جنھوں نے ایسی روایات وضع کیں جن سے معاملہ مشتبہ ہو جائے۔

حبیب الرحمٰن کاندھلوی نے اُن راویوں کے نام لکھے ہیں جن کو اصل میں حضرت عائشہ سے کوئی دشمنی نہ تھی بلکہ دراصل وہ حضرت ابو بکر سے بغض رکھتے تھے۔ حضرت عمر سے بغض رکھتے تھے۔ کیونکہ جب حضرت ابو بکر خلیفہ بنے لوگوں کا ایک قلیل گروہ وجود میں آ گیا تھا جن کے خیال میں حضرت علی کی حق تلفی ہوئی تھی اور وہ حضرت ابو بکر کی خلافت کے قائل نہ تھے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی زندگی میں اِن لوگوں کو جرأت نہ ہوئی کہ کھل کے اپنے بغض کا اظہار کریں تاہم جب اِن بزرگوں نے پردہ فرمایا تو حضرت عثمان غنی کے دور میں یہ لوگ کھل کے سامنے آ گئے۔ اس کے بعد حالات خراب ہوتے چلے گئے اور حضرت عثمان کی شہادت کے بعد اب اُس گروہ کو روکنے والا کوئی نہ تھا وہ

جیسی چاہے حدیث وضع کریں اور انھوں نے یہ قبیح کام کیا۔جس کی شہادت تاریخ کی کتابوں میں مذکور چلی آئی ہے۔وہ لوگ جو حسد و بغض میں مبتلا ہو چکے تھے اور جن کے ظاہر اُن کے باطن سے الگ تھے اُن میں سفیان بن ثوری سفیان بن عینیہ، علی بن مسہر، ابو معاویہ النصر، وکیع بن الجراح، یونس بن بکیر، ابوسلمہ، حماد بن زید اور عبدۃ بن سلیمان شامل ہیں اور یہ سب کے سب کوفی تھے۔اِن میں چند بصری تھے جو انھی کے ہم نوالہ ہم پیالہ تھے، جن میں حماد بن سلمہ، جعفر بن سلیمان، حماد بن سعید اور وہب بن خالد شامل ہیں۔یہ وہ نام ہیں جنھوں نے ایک خاص طریق کی روایات گھڑی ہیں جن سے بگاڑ کی صورت پیدا ہو اور ابوبکر و عمر کی تضحیک کی جائے۔

غور کریں کہ امام مالک مدینہ کے رہنے والے تھے اور مدتوں سے جمع روایت میں مشغول تھے۔اُن کے مجموعے میں اگر چہ ہشام کی کئی روایات موجود ہیں مگر وہ روایت جس میں حضرت عائشہ کا چھ سال کی عمر میں نکاح اور نو سال کی عمر میں رخصتی بیان کی گئی ہے اُس کا کوئی سراغ نہیں ملتا حالانکہ ہشام بھی مدینہ میں تھے اُن کے والد عروہ بھی مدینہ میں تھے اور امام مالک بھی مدینہ میں تھے جو روایات کو جمع کر رہے تھے۔مگر حیرت ہے کہ اکہتر سال تک مدینے میں رہنے کے باوجود ہشام نے یہ روایت کسی سے بیان نہیں کی اور خاموش رہے۔مگر جونہی وہ کوفہ پہنچے تو انھوں نے عراقیوں سے اس روایت کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ہمارا موقف یہ ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو امام بخاری سے اسے مدینہ کے لوگ روایت کرتے مگر اسے تو کوفہ کے وہ لوگ روایت کر رہے ہیں تاریخ میں جن لوگوں کا نام اُس گروہ میں شامل ہے جو اُس دور کے سیاسی فساد میں پیش پیش تھے۔

چنانچہ یہ حقائق اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ اور اسی قبیل کی دوسری کئی روایات عراقیوں نے اپنے مخصوص و مذموم مقاصد کے لیے ذخیرہ احادیث میں داخل کی تھیں۔دراصل وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عائشہ کا رتبہ گھٹانا چاہتے تھے اور کس کا رتبہ بڑھانا چاہتے تھے لوگ اس امر سے واقف ہیں اور یہ موضوع ہمارے عنوان سے قدرے بعید ہے اس لیے ہم آگے بڑھتے ہیں اور اس امر کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں کہ امام بخاری کے نزدیک تو دس ہجری تک حضرت عائشہ گڑیوں سے ہی کھیل رہی تھیں تب انھوں نے فقہ تفسیر اور روایت کے علوم کب حاصل کیے؟ عہد جاہلیت کے اکثر امور میں وہ ماہر تھیں اگر زندگی بھر وہ گڑیوں اور سہیلیوں سے ہی کھیلتی رہیں تو

انھوں نے یہ علوم کب سیکھے؟ باقی رہا نکاح کے وقت اُن کی عمر کا معاملہ تو پیش کی گئی درجنوں روایتوں نے اُس تضاد کو اُگل دیا ہے جو روایات میں باہم موجود ہے۔اس لیے یہ بات تو حتمی طور پہ کھل کے سامنے آ گئی ہے کہ ہشام بن عروہ کی روایت موضوع ہے اور یہی بات ہم نے حجیت حدیث میں بیان کی تھی کہ اگرچہ امام بخاری کی جہد وسعی کو امت نے ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے مگر پھر بھی یہ ایک انسانی کاوش ہے اور انسانی کاوش میں جو کمزوریاں ہوتی ہیں وہ اِن روایات نے کھول کے رکھ دی ہیں۔کوئی ایک روایت کسی دوسری روایت کی تائید نہیں کرتی۔ ہر روایت دوسری روایت کی نفی کرتی ہے،اس لیے اصول درایت کے تحت جو روایت عقل سے دور ہو اُسے چھوڑ دو اور جو عقل کے قریب ہو اُسے اختیار کر لو۔اسی لیے ہم نے اُن روایات کو اختیار کیا ہے جن کے مطابق نکاح و رخصتی کے وقت حضرت عائشہ کی عمر شادی کے قابل تھی اور وہ عاقل و بالغ تھیں جیسا کہ طبری، مشکواۃ، تاریخ دمشق بیہقی کی سنن الکبری اور علامہ ابن عبدالبر کی کتاب الاستیعاب والی روایات سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ نکاح کے وقت حضرت عائشہ کی عمر سترہ اٹھارہ سال اور رخصتی کے وقت اکیس بائیس سال رہی ہو گی اور یہی بات قرین قیاس ہے۔بہت سے سوالات ہیں جو اس معاملے میں سر اٹھاتے ہیں مگر لوگ اُن کا جواب دینے سے گریزاں ہیں اس لیے کہ وہ یہ بات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کہ امام بخاری سے روایت لیتے ہوئے سہو ہوا؟؟؟

❖❖❖❖❖❖❖❖

تو کیا امام بخاری خدا تھے؟؟؟نہیں

کیا امام بخاری معصوم عن الخطا تھے ؟؟؟ نہیں

کیا امام بخاری نبی یا رسول تھے ؟؟؟ نہیں

کیا امام بخاری کی ہر روایت غلطی سے پاک ہے؟؟؟ نہیں

❖❖❖❖❖❖❖❖

چھ سال کی عمر میں نکاح اور نو سال کی عمر میں رخصتی والی روایت میں خیر کا کوئی پہلو موجود ہے؟؟؟

نہیں

کیا ہمارے معاشرے میں لوگ کم عمری میں بچیوں کی شادی کو پسند کرتے ہیں؟؟؟نہیں

کیا دنیا کے دیگر معاشروں میں اس کا عمومی رواج ہے؟؟؟نہیں

کیا اہل عرب کے ہاں کم عمر بچیوں کی شادی کا رواج تھا یا اب ہے؟؟؟نہیں

کیا ہشام کی روایت عقلی طور پہ درست معلوم ہوتی ہے؟؟؟نہیں

کیا امام بخاری کی تمام روایات درست ہیں اور ان سے کوئی سہو نہیں ہوا؟؟؟نہیں

کیا الفاظ کا ہر وہ مجموعہ جس کے آغاز میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لگا دیا جائے حدیث بن جائے گا ؟؟؟نہیں

کیا رسول اللہ ﷺ کو جوان عورتوں کی کمی تھی کہ آپ نے ایک چھ سالہ بچی سے نکاح کیا اور تین سال تک اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ وہ بالغ ہو تو رخصتی کرائی جائے؟؟؟نہیں

منافقین جو رسول اللہ ﷺ کے ہر عمل پہ نگاہ رکھے ہوئے تھے انھوں نے کوئی افسانہ بنایا؟؟؟نہیں۔ اس لیے کہ یہ بات ہی غلط تھی۔

کیا ہشام بن عروہ کے علاوہ مکہ اور مدینہ کا اور کوئی صحابی اس امر سے آگاہ نہ تھا کہ اس کو روایت کرتا؟؟؟نہیں

کیا امام بخاری و مسلم کی ہر بات کو ماننے کا حکم قرآن میں اترا ہے؟؟؟نہیں

جنگ بدر کے موقع پر چودہ سالہ نوجوانوں کو واپس بھیج دیا گیا کہ وہ ابھی بچے ہیں اور نو سالہ عائشہ کو شامل کر لیا گیا کیا حضرت عائشہ کی عمر تب واقعہ ہی نو دس سال تھی؟؟؟

نہیں۔

فقہ و تفسیر کی ماہر اور قول رسول کی وضاحت میں مگن حضرت عائشہ گڑیوں سے کھیلتی اچھی لگتی ہیں؟؟؟نہیں

❖❖❖❖❖❖❖❖

ہم کسی پہ اپنی رائے مسلط کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی معاملے

میں کوئی بھی رائے قائم کر لے۔ تاہم جب رسول اللہ ﷺ کی عصمت پہ حرف آئے گا تو رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والا کوئی بھی شخص خاموش نہیں رہ سکتا۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ ایک چون سالہ شخص جس کے گھر میں دو جوان بیٹیاں ہوں اگر وہ کسی چھ سالہ بچی سے نکاح کرے گا تو کوئی بھی اُس کے اس عمل کو احسن نہ جانے گا۔ ایک عام آدمی کے لیے بھی یہ تصور اپنے اندر کراہت کے کئی پہلو لیے ہوئے ہے تو ہم اس بات کو رسول اللہ ﷺ سے کیسے منسوب کر سکتے ہیں کیا ہمیں رسول اللہ ﷺ کی عزت سے بڑھ کر بخاری کی روایت کی پرواہ کرنی چاہیے یا رسول اللہ ﷺ کی عصمت کی حفاظت کے لیے اس روایت کو جھوٹا جاننا چاہیے۔ یقیناً یہی عمل قابل فہم ہے کہ بخاری کی روایت غلط ہے اور رسول اللہ ﷺ سے ایسا عمل سرزد ہونا محال ہے جس کو ایک عام آدمی بھی پسند نہ کرتا ہو۔ چنانچہ احسن عمل یہ ہے کہ ہشام بن عروہ کی اس روایت پہ ایمان لانے والے پہلے اپنی عقل استعمال کر لیں ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو فرما دیا ہے کہ:

وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ○

القرآن الحکیم (سورۃ یونس 10/100)

ترجمہ:

''اور اللہ کا طریقہ تو یہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں وہ اُن پہ گندگی ڈال دیتا ہے''۔

❖ ❖ ❖

حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد قریش کے حوصلے بہت بڑھ چکے تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ ہر قسم کی زیادتی کو جائز سمجھنے لگے تھے۔ دوسری طرف اللہ قرآن حکیم اتار رہا تھا جس میں مسلمانوں کے لیے نصرت اور کفار کے لیے ذلت کی نشاندہی کی جارہی تھی۔

10 نبوی، رمضان.... 3 قبل ہجرت ... مئی 619ء ... 620ء

قرآن اور قریش

نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد سے ہی شہر مکہ کے حالات بتدریج تبدیل ہو رہے تھے۔ اہل مکہ خاص طور پہ قریش کی سر توڑ کوشش کے باوجود دین اسلام پہ ایمان لانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ قریش کو اس بات نے پریشان کر رکھا مگر اُن کو اس مسئلے کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اہل قریش یہ بات سمجھ چکے تھے کہ وہ اسلام کا راستہ نہیں روک سکتے۔ وہ جانتے تھے کہ قرآن حکیم کی تعلیمات لوگوں کو متاثر کر رہی ہیں اور لوگ تیزی سے اس کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ تاہم قریش کے بہت سے سردار اسلام سے ذاتی عناد کی وجہ سے بے جا ضد پہ اڑے ہوئے تھے۔ اُن کے صاحب دانش افراد کو یہ ادراک حاصل تھا یہ کہ کلام ایک عمدہ کلام ہے۔ ابو جہل ابو سفیان، ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ولید جان چکے تھے کہ وہ قرآن کا راستہ شاید نہ روک سکیں۔ عتبہ بن ولید نے تو خاص طور پہ قریشیوں سے کہہ دیا تھا کہ تم آنحضرت محمد ﷺ کو اُن کے حال پہ چھوڑ دو اس لیے کہ خدا کی قسم میں نے اُن کی زبان سے جو کلام سنا ہے اس کا بہت بڑا نتیجہ نکلنے والا ہے اور عتبہ کی اس بات کو بیس سال بھی نہ گزرے تھے کہ واقعتاً قرآن نے وہ انقلاب بپا کر دیا جس کی طرف عتبہ

نے اشارہ کیا تھا۔ بالآخر تمام عرب قرآن کی حقانیت کے سامنے سرنگوں ہو گیا اور اس کے بعد آج پندرہ سو سال گزرنے کو آئے قرآن کی حقانیت اور اس کی صداقت پہ آج تک کوئی انگلی نہیں اٹھا سکا۔ رہے عرب تو وہ صاحب زبان تھے، زبان کی عمدگی، اسلوب کی رفعت اور مطالب کی سچائی کی وجہ سے وہ دل ہی دل میں قرآن سے شکست کھا چکے تھے اسی لیے تو عربوں کے اُس شاعر سے جس کو سارے عرب نے سجدہ کیا تھا کسی نے پوچھا کہ وہ اب شعر کیوں نہیں کہتا تو اُس نے جواب دیا کیا قرآن اترنے کے بعد بھی اس کی کوئی گنجائش بچی ہے کہ میں شعر کہوں اور اُس شاعر کا نام ابن لبیدؓ تھا جو عربوں کا سب سے بڑا شاعر تھا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اپنی بدترین اسلام دشمنی کے باوجود قریش کے بعض سردار راتوں کو چھپ چھپ کر قرآن سنتے تھے۔ اور اُن میں ابو جہل تھا، اخنس بن شریک تھا اور ابو سفیان تھا۔ یہ لوگ دن کی روشنی میں اسلام کے بدترین دشمن تھے مگر رات کی تاریکی میں اِن کا دل کہتا کہ ہمیں ضرور اُس پیغام کو سننا چاہیے جو نبی اکرم ﷺ پہ اتر رہا ہے۔ چنانچہ رات کی تاریکی میں جب آنحضرت محمد ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ تینوں آپ ﷺ کے گھر کے قریب ہی کہیں چھپ کے بیٹھ جاتے اور قرآن سنتے رہتے حتیٰ کہ جب صبح ہونے لگتی تب یہ وہاں سے اٹھتے اور واپسی کی راہ لیتے۔ ایک رات جب وہ تینوں قرآن سن کے اٹھے تو اِن تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا اور ایک دوسرے پہ لعن طعن کرنے لگے کہ اگر عام لوگوں کو اس بات کی بھنک پڑ گئی تو وہ ہم سے مایوس ہو جائیں گے اور نبی اکرم ﷺ کا دامن تھام لیں گے۔ چنانچہ انھوں نے آپس میں عہد کیا کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا اور وہاں سے اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چل دیئے۔ وسرے دن جب رات آئی تب وہ پھر خود پہ قابو نہ رکھ سکے اور اپنے اپنے مقام پہ آ کے بیٹھ گئے تا کہ جب نبی اکرم ﷺ نماز میں قرآن پڑھیں تو وہ بھی سے سن سکیں اور زبان کے اُس حسن کی لذت کو محسوس کر سکیں جس کو وہ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے۔

وہ رات بھر قرآن سنتے رہے۔ مگر اُن کے دل میں یہ اشتیاق تھا کہ دیکھیں اُن کے باقی ساتھی بھی اُن کی طرح وعدہ خلافی کے مرتکب ہوئے ہیں یا وہ اکیلا ہی اس جرم میں ملوث ہے۔ اور انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور یہ جانا کہ وہ تینوں ہی قرآن سننے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایک دفعہ پھر ایک دوسرے کو مطعون کیا اور ایک بار پھر عہد کیا کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ مگر اس سے اگلی رات پھر وہی ہوا اور وہ تینوں اپنی اپنی جگہ قرآن سننے آ بیٹھے تھے۔

ایک بار پھر وہ آپس میں مل گئے اور اب کے اخنس بن شریک نے اُن سے کہا:
اگر کل تم میں سے کوئی آیا تو میں اُس کو قتل کر دوں گا۔
انھوں نے ایک بار پھر عہد کر لیا۔
اُس صبح اخنس بن شریک نے سوچا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم عہد کرتے ہیں مگر اُس کی پابندی نہیں کر سکتے کیا ہم قرآن کے اسیر ہو کے رہ گئے ہیں۔
وہ ابوسفیان کے گھر پہنچا تا کہ اس سے بات کر سکے۔
اخنس بن شریک نے ابوسفیان کے پاس جا کر کہا: اے ابوحنظلہ
مجھے ذرا یہ تو بتاؤ کہ تمھاری اس کلام کے بارے میں کیا رائے ہے جو محمد ﷺ پہ اترتا ہے۔
ابوسفیان کچھ دیر خاموش رہا پھر کہا: اے ابوثعلبہ بخدا!
میں نے اس میں بعض کلام تو وہ پایا ہے جس کو میں نے پالیا ہے اور اس کے مطلب کو بھی سمجھ لیا ہے مگر کچھ کلام ایسا ہے کہ جس کو میں نے سنا مگر اُس تک نہ پہنچ سکا۔
اخنس بن شریک نے کہا:
خدا کی قسم! میری بھی یہی کیفیت ہے۔
اس کے بعد اخنس ابوسفیان کے پاس سے اٹھا اور ابوجہل کے پاس جا پہنچا:
اُس نے ابوجہل سے کہا اے ابوالحکم:
تُو نے جو کلام سنا ہے اُس کے بارے میں کیا کہتا ہے۔
ابوجہل نے جواب دیا: اے ابوثعلبہ تو جانتا ہے کہ ہم نے یعنی بنوامیہ نے بنوعبدمناف سے ہر معاملے میں مسابقت کی ہے اور شرف میں کبھی وہ آگے رہے اور کبھی ہم۔ اس لیے اب جب وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں نبوت ہے تو شرف کے معاملے میں ہم اُن سے بہت پیچھے رہ گئے اس لیے بخدا میں تو جب تک زندہ ہوں گا اُن کا انکار ہی کروں گا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی دعوت کے ہر ہر مرحلے پہ قرآن اترتا رہا جس سے آنحضرت محمد ﷺ کو یک گونہ تسلی رہی۔ قریش نے جب بھی آپ ﷺ کو تنگ کیا آپ ﷺ سے ناروا مطالبات کیے یا آپ ﷺ کو لالچ دیئے تب ہر ہر مرحلے پہ قرآن اترتا رہا۔ چنانچہ ہم ذیل میں قرآن کی کچھ آیات اُن واقعات کے حوالے سے پیش کریں گے جو نبی اکرم

ﷺ کو دعوت کے مختلف مراحل میں پیش آتے رہے۔

📖۔ جب اہل قریش نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا کہ ہم آپ ﷺ پہ تب ایمان لائیں گے جب پہاڑ مکہ کے گردونواح سے ہٹا دیئے جائیں گے اور ہمارے ہاں عراق و شام کی طرح نہریں رواں کر دی جائیں گی اور ہمارے آباء کو ہمارے سامنے زندہ کیا جائے تا کہ ہم اُن سے آپ ﷺ کی تصدیق کر سکیں۔تب اہل قریش کے اِن احمقانہ مطالبات کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا۔چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ؛

وَلَوْ أَنَّ قُرْآناً سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَى بَل لِّلّهِ الْأَمْرُ جَمِيْعاً۔

القرآن الحکیم (سورۃ الرعد13 ؛آیات 31)

ترجمہ؛

”اور اگر کوئی ایسا قرآن اترتا جس کے ذریعے پہاڑ چلنے لگتے یا اس کے اثر سے پھٹ جاتی زمین یا مردوں سے اس کے ذریعے بات کی جا سکتی (اگرچہ یہ قدرت سے بعید نہ تھا) بلکہ سب کام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں“۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ جب قریش نے آنحضرت محمد ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ چلو ہمارے لیے نہیں تو کچھ اپنے لیے ہی مانگ لو اور وہ آپ ﷺ کو طعنہ دیتے کہ آپ کیسے پیغمبر ہیں جو زمین پہ چلتے پھرتے ہیں بازاروں میں خریداری کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے دائیں بائیں کوئی فرشتے بھی نہیں جو اس بات کی گواہی دیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں قرآن۔حکیم میں اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ اُن کے اس استدلال پہ تنقید کی ہے۔قرآن سے کچھ آیات پیش کی جاتی ہیں۔

وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيراً ○أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلاً مَّسْحُوراً ○انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلاً ○تَبَارَكَ الَّذِي إِن شَاء جَعَلَ لَكَ خَيْراً مِّن ذَلِكَ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَل لَّكَ قُصُوراً ○

القرآن الحکیم (سورۃ الفرقان25 ؛آیات 10-6)

ترجمہ؛

’’اور کفار بولے کیا ہوا ہے اس رسول کو کہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا پھرتا ہے بازاروں میں اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ اتارا جاتا اُس کی طرف کوئی فرشتہ اور وہ اس کے ساتھ مل کر لوگوں کو ڈراتا یا (ایسا کیوں نہ ہوا) کہ اتارا جاتا اس کی طرف ایک خزانہ یا (کم از کم) اس کا ایک باغ ہی ہوتا کھایا کرتا جس سے وہ (اس کی آمدنی) اور اِن ظالموں نے تو (یہاں تک) کہہ دیا کہ تم پیروی نہیں کر رہے مگر ایک ایسے شخص کی جس پہ جادو کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ وہ کیسے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ کے متعلق طرح طرح کی مثالیں سو وہ (بے ادبی کے باعث) گمراہ ہو چکے ہیں پس وہ راہ نہیں پا سکتے اور وہ بڑی خیر و برکت والا ہے اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو بنا دے آپ کے لیے اس سے بہتر (یعنی ایسے) باغات رواں ہوں جن کے نیچے نہریں ہوں اور وہ بنا دے آپ ﷺ کے لیے بڑے بڑے محلات‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اللہ رب العزت نے ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ؛

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيراً ○

ترجمہ؛

”اور نہیں بھیجے ہم نے آپ ﷺ سے پہلے رسول مگر وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں بھی چلا پھرا کرتے تھے اور ہم نے بنا دیا ہے تمھیں ایک دوسرے کے لیے آزمائش کیا تم (اس آزمائش میں) صبر کرو گے اور آپ ﷺ کا رب سب کچھ دیکھ رہا ہے میں نے تم میں سے بعض کو بعض کے لیے آزمائش بنایا ہے تا کہ تم صبر کرو اگر میں چاہتا کہ میں اپنے رسل و عظام کے ساتھ دنیا کر دیتا تو میں اس پہ قادر تھا“۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

عبداللہ بن امیہ نے جو کہا تو قرآن نے اُس کو اس طرح بیان کیا ہے۔

وَقَالُواْ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الأَرْضِ يَنبُوعاً ○أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الأَنْهَارَ خِلالَهَا تَفْجِيراً ○أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفاً أَوْ تَأْتِيَ بِاللّهِ وَالْمَلآئِكَةِ قَبِيلاً ○أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَاباً نَّقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إَلاَّ بَشَراً رَّسُولاً ○وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُواْ إِذْ جَاءهُمُ الْهُدَى إِلاَّ أَن قَالُواْ أَبَعَثَ اللّهُ بَشَراً رَّسُولاً ○قُل لَّوْ كَانَ فِي الأَرْضِ مَلآئِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكاً رَّسُولاً ○

القرآن الحکیم (سورۃ الاسراء107/ 90-95)

ترجمہ؛

اور کفار نے کہا! ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ ﷺ پر جب تک رواں نہ کر دیں آپ ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ یا (لگ کر) تیار ہو جائے آپ کے لیے باغ کھجوروں اور انگوروں کا پھر آپ جاری کریں ندیاں اس باغ میں (ہر طرف) بہہ رہی ہوں یا آپ گرا دیں آسمان کو جیسے آپ کا خیال ہے ہم پہ ٹکرے ٹکرے کر کے یا آپ اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو (بے

نقاب) کر کے ہمارے سامنے لے آئیں یا (تعمیر) ہو جائے آپ کے لیے ایک گھر سونے کا یا آپ ﷺ آسمان پہ چڑھ جائیں بلکہ ہم تو اس پہ بھی ایمان نہ لائیں گے کہ آپ آسمان پہ چڑھیں یہاں تک کہ اتار لائیں ہم پہ ایک کتاب جسے ہم پڑھیں آپ ﷺ (اِن سب خرافات کے جواب میں اتنا فرما دیں) کہ میرا رب (ہر عیب سے) پاک ہے اور میں کون ہوں مگر ایک آدمی اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا"۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ ابن اسحاق نے کہا کہ جب قریش نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ آپ کو رحمان نامی ایک شخص تعلیم دیتا ہے اس لیے ہم تو پہ کبھی ایمان لانے والے نہیں تب قرآن حکیم میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِىٓ أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَآ أُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ ٱلَّذِىٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِٱلرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّى لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ O

القرآن الحکیم (سورۃ الرعد13 ؛آیات 29)

ترجمہ:

"اسی طرح ہم نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ایک قوم میں جس سے پہلے گزر چکی ہیں کئی قومیں تاکہ آپ پڑھ کے سنائیں انھیں قرآن جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اور یہ کفار انکار کر رہے ہیں رحمان کا فرمایئے وہی میرا پروردگار ہے نہیں کوئی معبود بجز اس کے اور اسی پہ ہی میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور اسی کی جناب میں رجوع کیے ہوئے ہوں"۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ جب بدبخت ابوجہل نے آپ ﷺ کو حرم پاک میں نماز پڑھنے سے روکا تو قرآن حکیم میں یہ آیات اتاریں گئیں۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی O عَبْدًا اِذَا صَلّٰی O اَرَءَیْتَ اِنْ کَانَ عَلَی الْھُدٰٓی O اَوْ اَمَرَ
بِالتَّقْوٰی O اَرَءَیْتَ اِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی O اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی O کَلَّا لَئِنْ
لَّمْ یَنْتَہِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَۃِ O نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ O فَلْیَدْعُ نَا
دِیَہٗ O سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ O کَلَّا لَا تُطِعْہُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ O

القرآن الحکیم (سورۃ العلق96؛آیات 8-19)

ترجمہ؛

”(اے حبیب) آپ ﷺ نے اسے دیکھا جو منع کرتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے بھلا دیکھئے تو اگر وہ ہدایت پہ ہوتا یا پرہیز گاری کا حکم دیتا (تو اس کے لیے کتنا بہتر ہوتا) آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔کیا نہیں اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے؟ خبردار اگر وہ (اپنی روش سے) باز نہ آیا تو ہم ضرور اسے گھسیٹیں گے اس کے پیشانی کے بالوں سے وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے۔پس وہ بلالے اپنے ہم نشینوں کو (اپنی مدد کے لیے) ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلالیں گے ہاں! کسی کی ایک نہ سنئے اے حبیب سجدہ کیجئے اور ہم سے اور قریب ہو جائیے“۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ جب کفار نے آنخضرت محمد ﷺ کو مال و دولت اور دنیا کا لالچ دیا اور طرح طرح کی باتیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا جواب قرآن کی اِن آیات میں اتارا۔اِن آیات میں آنخضرت محمد ﷺ کے لیے تسلی ہے اور اللہ پہ بھروسہ کرنے کی ہدایت ہے۔

قُلْ مَا سَاَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَھُوَ لَکُمْ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

شَهِيْدٌ O

القرآن الحکیم (سورۃ سبا 34 ؛ 27)

ترجمہ؛

''فرمائیے! لوگو جو معاوضہ میں نے تم سے مانگا ہے وہ تم اپنے پاس ہی رکھو میری (دلسوزیوں) کا اجر تو میرے اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پہ گواہ ہے''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ایک دن جب ابوجہل نے حضور ﷺ کے حیات آفرین پیغام کا مذاق اڑاتے ہوئے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے گروہ قریش۔

سنو! محمد ﷺ کہتے ہیں کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کا جو لشکر تمھیں عذاب دے گا اُن کی تعداد محض انیس ہے۔اے میری قوم کے لوگو کیا تم انیس فرشتوں سے بھی نہیں نبٹ سکتے جبکہ تعداد میں تم اتنے زیادہ ہو۔تم میں ایک سو لوگ بھی ایک فرشتے کو نہیں سنبھال سکتے، اور اس طرح ابوجہل اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا اور طرح طرح کے بکواس کر رہا تھا۔قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ:

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ المدثر 74 ; آیت ؛ 31)

ترجمہ؛

''اور ہم نے نہیں مقرر کیے آگ کے دروغے مگر فرشتے اور نہیں بنایا ہم نے اِن کی تعداد مگر آزمائش اِن لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ ابوجہل اہل قریش کا تیرہ بخت شخص تھا۔اُس نے اسلام کا راستہ روکنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اسلام دین حق ہے اور حق کا راستہ کبھی بھی کسی بھی دور میں نہیں روکا جاسکا۔اس لیے اہل مکہ خاص طور

پہ قریش کی کوششیں بھی ناکام رہیں اور اسلام دن کی روشنی کی طرح پھیلتا رہا۔ابو جہل دن رات یہی سوچتا رہتا کہ کس طرح نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچائی جا سکے کس طرح اسلام کی راہ روکی جا سکے۔ ایک دن اُس نے اپنے لوگوں سے کہا جتنا ممکن ہو سکے اپنے کانوں کو اُس کلام سے بچاؤ جو محمد ﷺ پہ اترا ہے۔چنانچہ لوگ آنحضرت محمد ﷺ سے دور بھاگنے لگے تا کہ قرآن کی آواز اُن کے کانوں میں نہ جا سکے۔ابو جہل کی اس بد حرکت کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت محمد ﷺ کو اِن ہدایات سے نوازا۔

وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا وَ ابۡتَغِ بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيۡلًا ○

القرآن الحکیم (سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت 17؛ 110)

ترجمہ؛

''اور نہ تو بلند آواز سے نماز پڑھو اور نہ بالکل آہستہ پڑھو اسے تلاش کرو ان کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار کرو''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ اہل مکہ کی اکثریت اُن لوگوں پہ مشتمل تھی جو خود کوئی فیصلہ کرنے کے قابل نہ تھے اور نہ ابو جہل، ابوسفیان، ابولہب، عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث جیسے لوگ انھیں کوئی فیصلہ کرنے دیتے تھے۔یہ لوگ اسلام کے دشمن تھے اور نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچایا کرتے تھے۔اپنے حلقہ اثر میں اُن لوگوں نے آنحضرت محمد ﷺ اور دین اسلام کے متعلق بہت سی غلط باتیں مشہور کر رکھیں تھیں۔اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات میں آنحضرت محمد ﷺ کو اس بات کی خبر دی کہ ہم نے اِن لوگوں اور قرآن کے بیچ ایک پردہ حائل کر دیا ہے جس سے اُن لوگوں کو ہدایت ملنے کی امید نہیں ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت پہ یقین نہیں رکھتے اور آنحضرت محمد ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ۝ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ۝

القرآن الحکیم (سورۃ بنی اسرائیل- آیت 17؛ 46-45)

ترجمہ؛

''اور اے محبوب! جب آپ ﷺ پڑھتے ہیں قرآن کو ہم (حائل) کر دیتے ہیں آپ کے درمیان اور ان کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پوشیدہ پردہ۔ جو جب آپ ذکر کرتے ہیں صرف اپنے رب کا قرآن میں تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں اور نفرت کرتے ہیں''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔اہل قریش آخرت کا انکار کرتے تھے اور موت کے بعد کی زندگی کے منکر تھے۔ ابو جہل جیسے لوگ اس بات کا مذاق اڑاتے کہ جب ہم مر جائیں مٹ جائیں گے اور ہمارے جسموں کو زمین کھا جائے گی تب ہم پھر سے زندہ ہوں گے؟

یہ اور اس طرح کے بہت سے سوال تھے جو انھوں نے اٹھا رکھے تھے۔

وہ عام لوگوں کو اِن باتوں سے گمراہ کرتے۔ اور وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی تھے کہ لوگوں میں اُن کی باتیں مقبول تھیں مگر حیرت کا مقام تو یہ ہے کہ اُن میں سے جس نے بھی اسلام پہ غور کیا اور قرآن کی آیات کو سمجھنے کی کوشش کی وہ کفار کے اس واویلے سے متاثر نہ ہوتا۔ بلکہ وہ قرآن کا اسیر ہو جاتا اور محمد ﷺ کی اطاعت اختیار کر لیا کرتا۔ اور آخرت کا انکار وہ کسی دلیل کی بنا پہ نہ کرتے تھے بلکہ یونہی محض ایک ضد تھی اور اُن کی بے جا اَنا تھی۔ اُن کو نبی اکرم ﷺ کی مخالفت کے لیے کسی دلیل کی ضرورت بھی نہ تھی اس لیے کہ وہ پست اخلاقی رویوں کا شکار ہو چکے تھے۔ وہ حسد میں مبتلا تھے اور اُن کے دل آنحضرت محمد ﷺ کی مقبولیت کی وجہ سے جل کے سیاہ ہو چکے تھے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال کے بدلے میں اُن کے دلوں پہ مہر لگا دی تھی اس لیے وہ سنتے تھے مگر بات اُن کی

سمجھ میں نہیں آتی تھی وہ اللہ کی نشانیاں دیکھتے تھے مگر اللہ پہ ایمان لانے کو تیار نہ تھے۔ چنانچہ موت کے بعد کی زندگی سے اُن کے انکار پہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا O قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْحَدِيْدًا O اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ O

القرآن الحکیم (سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت 17؛ 49.50)

ترجمہ؛

''اور انھوں نے (ازراہِ انکار) کہا جب ہم (مرکر) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں اٹھایا جائے گا از سرِ نو پیدا کیا جائے گا۔ آپ ﷺ فرمادیں یقیناً ایسا ہی ہو گا خواہ تم پتھر بن جاؤ خواہ لوہا بن جاؤ یا ایسی مخلوق بن جاؤ جس کا از سرِ نو پیدا کرنا تمھارے نزدیک بہت مشکل ہے وہ کہیں گے ہمیں دوبارہ (کون زندہ کرکے) لوٹائے گا آپ فرمایئے وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا تھا پہلی مرتبہ۔ جس نے تمھیں پیدا کیا مٹی سے جسے تم جانتے ہو اور اسی مٹی سے تمھیں دوبارہ پیدا کرنا اُس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ ابولہب آنحضرت محمد ﷺ کا چچا تھا اور اُم جمیل اُس کی بیوی تھی جو ابوسفیان کی بہن اور حرب بن امیہ کی بیٹی تھی۔ یہ دونوں میاں بیوی آنحضرت محمد ﷺ کے بدترین دشمن تھے۔ اُن کی مذمت میں قرآن کی یہ سورۃ اتری۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ O مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ O سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ O وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ O فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ O

القرآن الحکیم (سورۃ اللہب 111 / آیت 1-5)

ترجمہ؛

’’ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی اور آخرت میں عنقریب وہ ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا وہ بھی اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے اور جب وہ دوزخ میں پہنچے گی تو اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ امیہ بن خلف کا تذکرہ بھی اس سے قبل گزر چکا ہے کہ وہ بھی آنحضرت محمد ﷺ اور اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ وہ تیرہ بخت جب بھی آنحضرت محمد ﷺ کو دیکھتا تو بکواس شروع کر دیتا۔ وہ ایک زبان دراز شخص تھا۔ اس کی مذمت میں قرآن کی یہ آیات اتریں۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ○ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ○ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ○ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ○ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ ○ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ○ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ○ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ○ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ○

القرآن الحکیم (سورۃ الھمزۃ104 / آیت1-9)

ترجمہ؛

’’ہلاکت ہے ہر اس شخص کے لیے جو (روبرو) طعنے دیتا ہے اور (پیٹھ پیچھے) عیب جوئی کرتا ہے جس نے مال جمع کیا ہے اور اسے گن گن کے رکھتا ہے۔ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کے مال نے اسے لافانی بنا دیا ہے۔ بلکہ ہرگز نہیں وہ یقیناً حطمہ میں پھینک دیا جائے گا اور تم کیا جانو کہ حطمہ کیا ہے۔ وہ اللہ کی آگ ہے جو خوب بھڑکائی ہوئی ہے اور جو دلوں تک جا پہنچے گی بے شک وہ آگ اِن پہ بند کر دی جائے گی‘‘۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ خباب بن الارتؓ نبی اکرم کے اُن صحابہ میں سے تھے جنھوں نے اول اول اسلام قبول کیا تھا اور قرآن میں اس گروہ کو سابقون الاولون کہا گیا اور اُن کو جنت میں بلند درجات کی بشارت دی گئی۔خباب بن ارتؓ مکہ میں رہتے تھے اور ہتھیار تیار کرتے تھے۔امیہ بن خلف نے اُن پہ بہت مظالم ڈھائے تھے۔حضرت ابو بکرؓ نے اُن کو اس اذیت سے رہائی دلائی تھی۔مورخین نے اُن کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ مسلمانوں کے ایک دشمن عاص بن وائل نے حضرت خباب بن الارتؓ سے کچھ تلواریں تیار کرائیں۔جب عاص بن وائل نے تلواریں حضرت خبابؓ سے حاصل کر لیں تو اُس کا معاوضہ دینے سے انکاری ہو گیا۔اور کئی اہل مکہ کا یہی دستور تھا کہ وہ مسلمانوں کو تنگ کرنے کے لیے اس طرح کی بے جا حرکتیں کرتے تھے۔چنانچہ جب حضرت خبابؓ نے عاص سے تلواروں کے معاوضے کا تقاضہ کیا تو عاص نے کہا:

خبابؓ تم محمد (ﷺ) کے دین پہ ہو۔

حضرت خبابؓ نے کہا: الحمدو للہ

عاص نے کہا پھر تو تم جنت میں جاؤ گے اور روز محشر مجھ سے ملاقات بھی کرو گے۔ہاں، اور اس دن یقیناً تم بہت بری حالت میں ہو گے۔

حضرت خبابؓ نے جواب دیا: تب پھر تم اُسی دن مجھ سے اِن تلواروں کے پیسے لے لینا۔عاص بن وائل کی اس بدتمیزی پہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ آیات اتاریں جو سورہ مریم سے پیش کی جاتی ہیں۔

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًاوَّ وَلَدًا ○ اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○ سَنُکْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ○ وَّنَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ وَ یَاْتِیْنَا فَرْدًا ○

القرآن الحکیم (سورۃ اللہب19 / آیت80-77)

ترجمہ؛

''کیا آپ نے دیکھا اس شخص کو جس نے انکار کیا ہماری آیتوں کا اور کہنے لگا کہ مجھے ضرور دیا جائے گا مال اور اولاد (اس لاف زنی کی وجہ کیا ہے) کیا وہ آگاہ ہوگیا ہے غیب پر یا لے لیا ہے اُس نے کوئی وعدہ رحمٰن ورحیم سے بلکہ ہرگز ایسا نہیں ہم لکھ لیں گے جو یہ کہہ رہا ہے اور لمبا کر دیں گے اس کے لیے عذاب کو اور خوب لمبا کرنا ہے اس کے عذاب کو کہ ہم ہی تو وارث ہیں''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ نضر بن حارث کا ذکر بھی اس سے قبل گزر چکا ہے کہ وہ بھی آنحضرت محمد ﷺ کا دشمن تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے اور اُن کو قرآن سناتے تو وہاں نضر بن حارث آجاتا اور لوگوں سے کہتا: محمد ﷺ کے پاس جو کلام ہے وہ نہ سنو بلکہ میری طرف آؤ میرے پاس اُن سے بہتر چیز ہے اور وہ لوگوں کو رستم، اسفندیار اور شہنشاہانِ فارس کے قصے سنایا کرتا اور لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کیا کرتا اس کی مذمت میں قرآن حکیم میں ارشاد کیا گیا کہ:

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا O قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا O

القرآن الحکیم (سورۃ الفرقان 25 / آیت 5-1)

ترجمہ؛

''اور کفار نے کہا! یہ افسانے ہیں پہلے لوگوں کے اس شخص نے لکھوا لیا ہے انھیں پھر یہ پڑھ کے سنائے جاتے ہیں ہر صبح وشام (تا کہ یہ ازبر ہو جائیں) آپ فرمایئے اتارا ہے اس کو اس خدا نے جو جانتا ہے آسمانوں کو اور زمین کے سارے رازوں کو اور وہ واقعی بہت بخشنے والا اور مہربان ہے''۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ نبی اکرم ﷺ کے دوسرے دشمنوں جیسے کہ ولید بن مغیرہ ابی بن خلف اور عقبہ بن معیط کی مذمت میں بھی قرآن کی آیات اترتی رہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار امیہ آپ ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کے گیا اور کہا! اے محمد اگر اس ہڈی کو ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دیا جائے۔ تب بھی تمھارا رب اس کو اکٹھا کر لے گا اُن سے متعلقہ کچھ آیات پیش کی جاتی ہیں۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۞ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۞ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۞

القرآن الحکیم (سورۃ الفرقان 25 / آیت 27-29)

ترجمہ؛

”جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبالے گا کہ ہائے کس طرح میں نے رسول اللہ کے ساتھ راہ لی ہوتی۔ وائے خرابی میری ہائے کسی طرح میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ بے شک اس نے مجھے بہکایا میرے پاس آئی ہوئی نصیحت سے اور شیطان آدمی کو یونہی بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے“۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

📖۔ ذیل میں پیش کی جانے والی آیات کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ یہ آیات بھی امیہ بن ابی خلف کے بارے میں ہی اتری تھیں۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۞ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۞ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۞

القرآن الحکیم (سورۃ یاسین 36/ آیت ؛ 78-80)

ترجمہ؛

’’اور ہمارے لیے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا ہے بولا کہ ایسا کون ہے جو ہڈیوں کو زندہ کرے جب کہ وہ بالکل گل گئی ہوں آپ فرمادیں کہ انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے جس نے تمھارے لیے ہر پیڑ میں سے آگ پیدا کی جبھی تم اس سے آگ سلگاتے ہو‘‘۔[*69]

10 نبوی، رمضان.... 3 قبل ہجرت ... مئی 619ء ... 620ء

حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ

وہ بھی مکہ میں باہر سے آیا تھا مکہ کی وادیٔ میں تمام عرب آتے تھے اس لیے کہ یہاں اللہ کا محترم گھر تھا اور مکہ کی وادیٔ میں دور دراز سے قافلے اترتے ہی رہتے تھے۔ اس میں کوئی نئی بات نہ تھی کئی ہزار سال سے عربوں کے اونٹوں کا رخ زیادہ تر مکہ ہی کی طرف ہوتا تھا اس لیے کہ یہاں اُن کی پیاسی روح کو سیراب کیا جاتا تھا۔ یہاں اُن کی روحانی تربیت کی جاتی تھی۔ یہاں اُن کے ایمان کو تازگی ملتی تھی اور یہاں وہ گھر تھا جس کو حضرت ابرہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ سے مل کے تعمیر کیا تھا اور حضرت اسماعیلؑ عربوں کے باپ تھے اس لیے تمام عرب بیت اللہ اور مکہ سے والہانہ محبت کرتے تھے اور دور دراز سے اونٹوں کے قافلے قطار اندر قطار ہر موسم میں اترا کرتے تھے اگرچہ حج کے موسم میں اُن کی تعداد بہت بڑھ جاتی تھی۔

اس شہر محترم کے جس مہمان کا تذکرہ یہاں مقصود ہے اُس کا تعلق قبیلہ دوس سے تھا اور اس کا نام طفیل بن عمرو تھا۔ یہ اُن دِنوں کی بات ہے جب نبی اکرمﷺ اور قریش میں ٹھن گئی تھی۔ قریش بری طرح

نبی اکرم ﷺ سے دشمنی پہ اتر آئے تھے اور دعوت اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے ہر ممکن تدبیر اختیار کر رہے تھے۔ انھوں نے اپنی باہمی مشاورت سے دین اسلام کی روشنی پہ بند باندھنے کے لیے جو منصوبہ بندی کی تھی اُس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اُن کے کچھ لوگ مکہ کے مختلف راستوں پہ متعین تھے جو شہر مکہ میں داخل ہونے والے ہر شخص کو روک لیتے اور اُن کو نبی اکرم ﷺ سے دور رہنے کی تلقین کرتے۔ اپنی دانست میں یہ کام وہ اسلام کی راہ روکنے کے لیے کر رہے تھے مگر اللہ کی قدرت کی وجہ سے الٹا وہ اسلام کی خدمت کر رہے تھے۔ اس لیے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے نا آشنا ہوتا اسے بھی قریش کے یہ لوگ آپ ﷺ سے متعارف کرا دیتے۔ یوں دور دور تک یہ بات پھیلتی چلی گئی کہ قریش میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور لوگوں کے اندر تجسس کا مادہ جاگ اٹھتا کہ دیکھیں قریش میں سے مبعوث ہونے والا اللہ کا یہ نبی لوگوں کو کس بات کی طرف بلاتا ہے۔

طفیل بن عمرو دوسی کا بھی یہی بیان ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ جب میں مکہ میں داخل ہوا تب میں نبی اکرم ﷺ کو نہیں جانتا تھا مگر قریش نے مجھ سے اُن کا ایسا تعارف کرایا کہ مجھے یوں لگتا کہ میں اُن کو اچھی طرح جانتا ہوں۔

انھوں نے مجھ سے کہا:

آپ اپنے قبیلے کے ایک باعزت آدمی ہیں اس لیے ہم آپ کو اس امر سے مطلع کرنے چلے آئے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے مگر در اصل وہ ایک جادوگر ہے جو میاں بیوی میں اور باپ بیٹے میں جدائی ڈال دیتا ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنی بھلائی کی خاطر اُس شخص سے دور رہیں۔

میں نے اُن سے وعدہ کر لیا کہ میں اُن سے دور رہوں گا۔

پھر میں مکہ چلا آیا۔ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور شہر مکہ میں گھومتا پھرا۔ میں نے محمد ﷺ کے کلام سے بچنے کے لیے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس رکھی تھی۔

اسی طرح کتنے ہی دن بیت گئے۔

میں مکہ میں اپنے جاننے والوں سے ملا اُن سے ہر طرح کی باتیں کیں اور میں نے یہ بات بھی محسوس

کی اُن میں سے ہر شخص نے مجھ سے نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ ضرور کیا ہے اور مجھے اُن سے محتاط رہنے کی ہدایت کی۔اُن میں سے کسی نے بھی نبی اکرم ﷺ کو اچھے الفاظ میں یاد نہ کیا تھا۔حقیقت میں مَیں اب اس بات سے اکتا چکا تھا کہ جس کے پاس بھی جاتا وہ محمد ﷺ کا تذکرہ لے بیٹھتا ہے۔مگر اللہ کی قدرت کہ تب بھی میرے اندر اُس تجسس نے سر نہ اٹھایا جو کہ ایک فطری عمل تھا۔پھر ایک دن جب میں حرم پاک میں بیٹھا تھا کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے۔

انھوں نے میرے قریب ہی نماز ادا کرنا شروع کر دی۔

میں اُن سے ناآشنا تھا۔

مگر میں ایک شاعر تھا اس لیے اُس کلام سے لطف لینے لگا جو آپ ﷺ پڑھ رہے تھے۔جوں جوں میں وہ کلام سنتا جارہا تھا میرا رواں رواں اس کلام کی برتری پہ دلیل پیش کر رہا تھا اور مجھے اس بات کا یقین آگیا کہ میں نے آج تک اس سے عمدہ کلام نہیں سنا۔

اس کے بعد جب وہ تشریف لے گئے تو میں نے کسی سے پوچھا؟

یہ کون شخص تھے اور انھوں نے کیا ہی عمدہ کلام پڑھا ہے۔

میں نے جس شخص سے سوال کیا تھا اُس نے حیرت سے میری طرف دیکھا اور کہا؟

حیرت ہے آپ محمد ﷺ کو نہیں جانتے۔

خدا کی قسم! یہ وہی ہیں جن سے دور رہنے کی آپ کو ہدایت کی جاتی رہی ہے اور جو کلام انھوں نے پڑھا ہے وہ اللہ کی طرف سے اُن پہ اترا ہے وہ اِس کو قرآنِ حکیم کہتے ہیں۔

تب میں نے اپنا سر پکڑ لیا اور خود پہ ملامت کرتے ہوئے سوچا۔

تیری ماں مرے کیا تیری مت ماری گئی ہے۔میں ایک عمدہ شاعر ہوں،

اپنے قبیلے کا سردار ہوں، جواں مرد ہوں اور عقل رکھتا ہوں۔

میں کیوں آج تک اُن سے ڈرتا رہا ہوں مجھے چاہیے تھا کہ آپ ﷺ سے ملتا اور آپ ﷺ کی بات سنتا اگر اُن کی بات مجھے پسند آتی تو اِن کی پیروی اختیار کر لیتا اور اگر پسند نہ آتی تو یونہی اٹھ کے چلا آتا۔

میں نے سوچا کہ شاید قوم کی قریش کی عقل ماری گئی ہے اور انھوں نے میری عقل بھی سلب کر لی ہے

۔اس لیے میں جلدی میں حرم سے نکلا اور نبی اکرم ﷺ کا تعاقب شروع کر دیا۔آپ ﷺ ایک گھر میں داخل ہوئے اور میں آپ ﷺ کے پیچھے اُس گھر میں داخل ہو گیا۔

آپ ﷺ نے میری تکریم کی اور مجھے عزت سے بٹھایا۔

میں اظہار شرمندگی کے طور پہ کہا:

میں بہت دِنوں سے مکہ میں ہوں مگر آپ ﷺ سے اس لیے نہ مل سکا کہ قریش نے مجھے آپ ﷺ سے اس بری طرح بدگمان کیا کہ میں آپ ﷺ کی طرف نہیں آسکا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' کوئی بات نہیں۔

طفیل بن عمرو دوسی نے کہا:

آج حرم میں آپ ﷺ کی زبان سے وہ کلام سنا تو مجھ سے رہا نہ گیا اگر آپ ﷺ مناسب جانیں مجھے اس کلام سے کچھ اور سنائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو مزید قرآن پڑھ کے سنایا۔

اور اُن کے دل میں روشنی ہوتی چلی گئی۔جب وہ اس مجلس سے اٹھے تو اُن کا دین، ایمان، دنیا اور آخرت ہر چیز بدل چکی تھی۔اگلے دِن قریش کو اُن کے اسلام کی خبر مل گئی اور اس خبر سے انھیں دکھ پہنچا اس لیے کہ طفیل بن عمرو دوسی کوئی معمولی آدمی نہ تھا اور وہ جانتے تھے کہ اُن کے قبول اسلام سے مسلمانوں کو کچھ مزید تقویت حاصل ہو گی۔

پھر وہ اپنے قبیلے میں لوٹ گئے۔

سب سے پہلے انھیں اُن کا باپ ملا۔

طفیلؓ نے اُن سے کہا:

ابا جان مجھ سے دور رہیں میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی اختیار کر لی ہے اس لیے اب آپ سے میرا کوئی رشتہ نہیں رہا۔

طفیل بن عمرو دوسی کا بوڑھا باپ پریشان ہو گیا اور اُس نے کہا:

بیٹا میں اس بڑھاپے میں کہاں سہارے تلاش کرتا پھروں گا جو تیرا دین ہے وہی میرا دین ہے۔

حضرت طفیل بن عمرو خوش ہو گئے اور انھوں نے اپنے باپ سے کہا:

آپ غسل کر کےاور پاک صاف کپڑے پہن کے آئیں تا کہ میں آپ کواسلام میں داخل کرسکوں۔

وہ غسل کرنے چلے گئے۔

اسکے بعد وہ اپنی بیوی کے پاس گئے جب اُن کی طرف بڑھی تو طفیل نے کہا: خبردار مجھ سے دور رہو میرا تمھارا کوئی تعلق نہیں۔

وہ حیران رہ گئی اور کہا: میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہوں یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

طفیل بن عمرو دوسی نے کہا:

اسلام نے میرے اور تمھارے درمیان تفریق ڈال دی ہے میں نے محمدﷺ کا دین اختیار کرلیا ہے اس لیے اب تم میری بیوی نہیں رہی۔

اور اگر میں بھی وہی دین اختیار کرلوں جسے آپ نے اختیار کیا ہے تب کیا ہوگا؟

اُن کی بیوی نے سوال کیا؟

تب تم میری بیوی رہو گی۔

پھر میں آپ کے دین میں آ گئی۔طفیل بن عمرو دوسی کی بیوی نے کہا:

پہلے جاؤ اور ذوالشریٰ سے ملحق پہاڑ سے گرنے والے چشمے پہ غسل کر کے آؤ اور پاک صاف کپڑے پہن کے آنا پھر تمہیں اسلام میں داخل کرلوں گا۔

ذوالشریٰ تو میرے بچوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

طفیل بن عمرو دوسیؓ کی بیوی نے اپنے دل میں اٹھتے خدشے کو زبان دی۔

نہیں خدا کی قسم! پتھر کا وہ بت اب ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

طفیل بن عمرو دوسیؓ نے اپنی بیوی اور باپ کو اسلام میں داخل کرنے کے بعد اپنے قبیلے کا رخ کیا۔

اُس نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور کہا:

تم مجھے جانتے ہو میں تمھارا سردار ہوں اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں نے آج تک تمھاری بھلائی ہی سوچی ہے اس لیے میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر محمد رسول اللہﷺ کا دین اختیار کرلیا ہے اور میری خواہش یہ ہے کہ تم بھی اسی دین کو اختیار کرلو'۔

کچھ لوگوں نے اُن کی بات مان لی مگر اکثر نے انکار کیا۔

پھر رفتہ رفتہ انھوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔سات ہجری کو قبیلہ دوس نے مکمل طور پہ اسلام قبول کیا۔ نبی اکرم ﷺ جب یہودیوں کے قلعے خیبر کو فتح کرنے سے فارغ ہوئے تو قبیلہ دوس نے وہاں پہنچ کر اسلام قبول کیا۔یاد رہے کہ حضرت ابو ہریرہ کا تعلق بھی قبیلہ دوس سے ہی تھا اور انھوں نے بھی سات ہجری کو ہی اسلام قبول کیا تھا۔

❖ ❖ ❖

ماخذ ومصادر ومراجع

*1

امام سہیلیؒ کے علاوہ دیگر مورخین نے بھی لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ کو نبی اکرم ﷺ سے بہت محبت تھی۔

الروض الانف جلد دوم

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*2

حضرت صفیہؓ کی یہ بات درست ہے کہ تب بہت سے لوگ جانتے تھے کہ بنوعبدالمطلب میں کسی پہ نبوت اترنے والی ہے

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد دوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*3

قصیدہ ہمزیہ کے یہ اشعار ہم نے علامہ برہان الدین حلبیؒ کی سیرت حلبیہ سے درج کئے ہیں۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد دوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*4

اکثر مورخین نے حضرت سمیعہ کو اسلام کی پہلی شہید قرار دیا ہے مگر حقیقت وہی ہے جو ہم نے تحریر کی ہے۔درست روایات اسی بات کی تائید کرتی ہیں۔

مولانا شبلی نعمانیؒ

سیرۃ النبی جلد اول

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*5

بہت سے مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قریش کو بتوں سے زیادہ یہ احساس ستارہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی پیروی اختیار کرنے سے اُن کی حکومت وسیادت بھی چلی جائے گی۔

ابن ھشام

از سیرت ابن ھشام (جلد اول)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*6

مورخین نے نبی اکرم ﷺ کے بدترین دشمنوں کے جو نام تحریر کئے ہیں اِن میں اہم یہی ہیں جن کا نام یہاں درج کیا گیا ہے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ۔

سیرۃ حلبیہ (جلد دوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*7

یہ اشعار ہم نے قارئین کے لیے سیرت حلبیہ سے درج کئے دراصل یہ قصیدہ ہمزیہ کے اشعار ہے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد اول دوم ؛356)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*8

بعض مورخین نے جن میں امام حلبی بھی شامل ہیں لکھا ہے کہ حضرت بلال امیہ بن خلف کے غلام نہ تھے بلکہ وہ عبداللہ بن جدعان کے سوغلاموں میں سے تھے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلددوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*9

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ام انمار نے حضرت خباب بن ارت کو عکاظ کے میلے سے خریدا تھا۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلددوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*10

معصب بن عمیر کا والد عمیر عرب کے کامیاب تاجروں میں شمار ہوتا تھا اس لیے حضرت معصب نے اسلام قبول کرنے سے قبل شہزادوں کی سی زندگی بسر کی تھی۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلددوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*11

کلید کعبہ کا منصب عربوں کے باپ قصی کے وقت سے بنو عبدالدار کے ہاتھ میں تھا اور جب حضرت معصب بن عمیر نے اسلام قبول کیا تب بیت اللہ کی چابی عثمان بن طلحہ کے پاس ہوتی تھی جو حضرت معصب کا چچا تھا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلددوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*12

حضرت ابوبکر نے زنیرہ سمیت بہت سے غلام اور لونڈیوں کو اپنی دولت خرچ کر کے آزاد کرایا تھا۔

الروض الانف (جلد دوم)

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*13

عربوں کا ایک میلہ تھا جو طائف اور مکہ کے درمیانی رستے پہ لگا کرتا تھا جہاں اہل عرب اکٹھا ہوتے تھے۔

الروض الانف جلددوم

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*14

عتیق حضرت ابوبکر کا لقب تھا جو آپ کو نبی اکرم ﷺ نے عطا فرمایا تھا اُس کی تفصیل اسی کتاب میں کہیں تحریر کی گئی ہے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلددوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*15

اُم جمیل جو ابولہب کی بیوی تھی وہ امیہ بن حرب کی بیٹی اور ابوسفیان کی بہن تھی اس لیے وہ ابو سفیان کے پاس نبی اکرم ﷺ کی شکایت کرنے گئی تھی تفصیلات کے سیرت حلبیہ دیکھے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلددوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*16

یہاں اگرچہ ابولہب کے ایک ہی بیٹے کا ذکر ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اُس بد بخت کے دو بیٹوں نے نبی اکرم ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دی تھی۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد دوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*17

اگرچہ مورخین نے بتصریح لکھا ہے کہ نہ وہ علاقہ شیروں کا تھا اور نہ ہی عرب میں کہیں اور شیر پائے جاتے تھے اس لیے وہ ایک خاص امر تھا معجزہ رسول تھا رسول کی بدُ عا تھی۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد دوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*18

عبداللہ بن مسعود کی اس روایت کو امام سہیلی کے علاوہ دیگر مورخین نے بھی تحریر کیا ہے جس میں

قریش کے اس قحط کا تذکرہ ہے امام بخاری نے بھی اس کی تائید فرمائی ہے۔

الروض الانف جلد دوم

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*19

یہ روایت امام عبداللہ بن محمد بخاری نے صحیح بخاری میں ایسے ہی درج کی ہے اور ہم نے بھی اسے صحیح بخاری سے درج کیا ہے۔

امام عبداللہ بن محمد بخاریؒ

صحیح بخاری جلد دوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*20

نبی اکرم ﷺ کی ذات کی مدح میں اعشیٰ نے جو اشعار کہے تھے وہ ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے۔

الروض الانف جلددوم (ص : 266)

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*21

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ واقعہ مدینہ میں پیش آیا تھا تاہم اکثر مورخین نے یہی لکھا ہے کہ اعشیٰ مکہ میں آیا تھا۔

الروض الانف جلددوم (ص : 266)

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*22

بعض مورخین نے حضرت سعید بن العاص کی بیوی کا نام امینہ کی بجائے ہمینہ بنت حلف بھی لکھا ہے۔

ابن ھشام

از سیرت ابن ھشام (جلد اول ص ؛ 357)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*23

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ قیس بن عبداللہ کی بیوی برکتہ ایک لونڈی تھیں جنہیں ابوسفیان بن حرب نے آزاد کیا تھا۔

ابن ھشام

از سیرت ابن ھشام (جلد اول ؛ 357)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*24

ابن اسحٰق نے معقیب ابن ابی فاطمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اُن کا تعلق قبیلہ بنی دوس سے تھا۔

ابن ھشام

از سیرت ابن ھشام (جلد اول ؛ 357)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*25

ابن ہشام کہتے ہیں اسے کہ حبیشہ بن سلول بھی کہا جاتا ہے۔

الروض الانف جلد دوم(ص ؛ 158)

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*26

یہ قصیدہ حضرت عبداللہ بن حارث نے حبشہ میں لکھا ہم نے اسے آپ کے لیے الروض الانف جلد دوم سے درج کیا۔

الروض الانف جلد دوم(ص ؛ 163)

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*27

بعض مورخین نے کہا ہے کہ عبداللہ بن عمرو اور العاص بن عمرو کے ساتھ عمارۃ بن ولید تھا قریش کی اس سفارت میں شامل تھا جو حبشہ گئی تھی۔

علامہ علی ابن برهان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد دوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*28

حضرت ابو طالب سے قصیدے سے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے درج کئے ہیں۔

الروض الانف جلددوم

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*29

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یعغوث نے کوئی نمکین مچھلی کھالی تھی جس کی وجہ سے اُس کی پیاس نہ بجھتی تھی اور سیرت حلبیہ میں بھی اس کی پیاس ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ علی ابن برهان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد دوم ص ؛343)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*30

عاص بن وائل بھی نبی اکرم ﷺ کے بدترین دشمنوں میں شامل تھا جبرائیل نے آپ ﷺ کو
اُس سے نجات دلائی وہ پیر میں کانٹا چبھنے سے مرا تھا۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد دوم ص ؛343)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

31*

قصیدہ ہمزیہ اشعار اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں حلبیہ نے حضرت جبرائیل سے متعلق جو
روایت تحریر کی ہے وہ درست ہے اشعار سیرت حلبیہ سے درج کئے گئے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد دوم ص ؛345)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

32*

قریش کے اِن لغو مطالبات میں سے اکثر کا جواب وحی کے ذریعے اتارا گیا اور ساتھ ہی اُن
کی پست ذہنی کیفیت پہ تنقید بھی کی گئی۔

ابن ھشام

از سیرت ابن ھشام (جلد اول)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

33*

قصیٰ بن کلاب کا تفصیلی ذکر پچھلی جلد میں گذر چکا ہے انھیں عربوں میں بہت تکریم حاصل تھی
اور وہ نبی اکرم ﷺ کے تیسرے دادا تھے۔

الروض الانف جلد اول

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*34

بیان کیا گیا ہے کہ اُن کے اس مطالبے پہ حضرت جبرائیل آپ ﷺ سے مشاورت کے لیے تشریف لائے تھے اور کہا تھا کہ یہ پہاڑ سونے کے بنا دیئے جائیں گے مگر اس کے بعد اُن سے توبہ کی توفیق چھین لی جائے گی اور اگر تب انھوں نے آپ ﷺ کا انکار کیا تو اس کے بعد اُن پہ اللہ کا عذاب اتر آئے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے جبرائیل سے فرمایا؛

پھر انھیں اسی حالت میں رہنے دو۔

یعنی اِن پہ توبہ کا دروازہ کھلا رکھو شاید اللہ تعالیٰ اِن کی اولادوں کو ہدایت بخشے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد اول ص ؛256)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*35

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عبداللہ ابن مخزوم نے جو آپ ﷺ کا پھوپھی زاد تھا بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

الروض الانف جلد دوم

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*36

نبی اکرم ﷺ پہ قریش کی طرف سے جو لغو مطالبات پیش کئے قصیدہ ہمزیہ میں اس تذکرہ موجود ہے ہم نے یہ اشعار سیرت حلبیہ سے پیش کئے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد دوم ص ؛317)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*37

نضر بن الحارث کا نام بعض مورخین نے نصر بن حارث بھی لکھا ہے اگرچہ اکثر مورخین نے نضر ہی لکھا ہے اور یہ آنحضرت محمد ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔

الروض الانف جلددوم

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*38

عقبہ بن ابی محیط نبی اکرم ﷺ کا بدترین دشمن تھا وہ قریشی اور قصیٰ کی اولاد تھا جنگ بدر میں قید ہوا اور آنحضرت محمد ﷺ کے حکم پہ قتل کیا گیا۔

الروض الانف جلدسوم

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*39

سورۃ کہف کی اِن آیات کا ترجمہ ہم نے سیّد ابولاعلی مودودیؒ کی شہرہ آفاق تفسیر تفہیم القرآن سے درج کیا ہے۔

سیّد ابو الاعلی مودودیؒ

تفہیم القرآن (جلد سوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*40

یہ وادیٔ مکہ کے دو پہاڑوں کے نام ہیں۔

ابن ھشام

از سیرت ابن ھشام (جلد اول)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*41

ابوکشبہ ایک عرب تھا جس نے پہلے پہل بت پرستی سے انکار کیا وہ شعری ستارے کی پوجا کرتا تھا بیان کیا گیا ہے کہ وہ آنحضرت محمد ﷺ کے آباء میں سے تھا۔

الروض الانف جلددوم

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*42

قصیدہ ہمزیہ عربوں کا ایک مشہور قصیدہ ہے جو دراصل رسول اللہ ﷺ کی منظوم سیرت ہے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد دوم ص ؛308)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*43

قصیدہ ہمزیہ کی طرح علامہ سبکی کا قصیدہ بھی بہت اہمیت کا حامل ہے یہ شعر اسی قصیدے سے ہے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد دوم ص ؛308)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*44

اسلام قبول کرنے کے بعد حمزہ نے جو اشعار کہے وہ ہم نے الروض الانف جلددوم سے تحریر کئے ہیں۔

الروض الانف (جلد دوم ص؛ 85)

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*45

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے بہنوئی حضرت سعید بن زید اُن لوگوں میں شامل ہیں جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلددوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*46

حضرت عمر بہت عمدہ شاعر تھے اور اسلام لانے کی خوشی میں بھی انہوں نے عمدہ اشعار کہے تھے جنہیں ہم نے الروض الانف سے تحریر کیا ہے۔

الروض الانف جلددوم (ص ؛ 197)

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*47

عرب کے ہاں یہ دستور پایا جاتا تھا کہ کسی کا نسب بیان کرتے ہوئے اگر اُس کے باپ کی نسبت اُس کا دادا یا دادے کا بھائی زیادہ شہرت کا حامل ہوتا تو وہ اس کو نسبت دیتے۔

سیرت ابن ہشام جلد اول (ص ؛302)

از ابن ہشام

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*48

قیس بن ابو سلت کا یہ قصیدہ ہم نے سیرت ابن ہشام سے درج کیا ہے جس میں اُس نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی ہے۔

سیرت ابن ہشام جلد اول (ص ؛307)

از ابن ہشام

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*49

حبشہ سے واپس آنے والے اصحاب کے نام ہم نے امام عبداللہ سہیلی کی کتاب الروض الانف سے تحریر کئے گئے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلددوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*50

کتاب الاصابہ میں لکھا ہے کہ عاقل کا نام پہلے غافل تھا مگر نبی اکرم ﷺ نے اُن کا نام بدل کر عاقل رکھ دیا۔

کتاب الاصابہ (جلد ۸ ۔ص۸۹)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*51

حضرت ابو طالب کا یہ مشہور قصیدہ جسے قصیدہ لامیہ کہا جاتا ہے۔اسے ہم نے قارئین کے لیے علامہ عبداللہ سہیلی کی کتاب الروض الانف سے تحریر کیا ہے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلددوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*52

بیان کیا گیا ہے جس نے مسلمانوں اور بنو ہاشم کے خلاف یہ معاہدہ لکھا اُس کا ہاتھ بیکار ہو گیا تھا اور اس کے بعد وہ ساری زندگی میں کوئی حرف نہ لکھ سکا۔تاہم مورخین اس بارے میں متفرق ہیں کہ وہ کون تھا جس نے یہ لکھا۔اس ضمن میں منصور بن عکرمہ بن ہاشم، بغیض بن عامر، نضر بن حارث، ہشام بن عمرو بن حرث عامری، طلحہ ابن ابی طلحہ عبدری اور منصور بن عبد

شرجیل بن ہاشم کے نام لیے جاتے ہیں۔

سنین النبوۃ ۔ مولانا محمد ھاشم ٹھٹھوی

ترجمہ؛ مفتی علیم الدین نقشبندی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*53

قریش مکہ کی رشتہ داریوں کے بارے میں برے رویے اور قطعہ رحمی کے بارے حضرت ابو طالب کے قصیدے کے یہ اشعار سیرت ابن ہشام سے پیش کئے گئے۔

سیرت ابن ھشام (جلد اول)

ازابن ھشام

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*54

یہ ایک پہاڑی گھاٹی تھی جو حضرت ابو طالب کو ورثے میں ملی تھی اس لیے اس کو شعب ابی طالب کہا جاتا تھا۔

سیرت ابن ھشام (جلد اول)

ازابن ھشام

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*55

السنین النبوۃ میں لکھا ہے کہ جنگ بعاث آٹھ نبوی کو ہوئی تھی۔ دیگر مورخین نے وقت کا تعین نہیں کے

مولانا محمد ھاشم ٹھٹھوی

سنین النبوۃ

ترجمہ؛ مفتی علیم الدین نقشبندی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*56

حضرت ابو طالب نے یہ قصیدہ اُن لوگوں کی مدح میں لکھا تھا جنہوں نے وہ نوشتہ چاک کرنے کی کوششوں میں حصہ لیا تھا جو قریش نے بنو ہاشم کے خلاف تحریر کیا تھا۔

سیرت ابن ہشام (جلد اول)

از ابن ہشام

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*57

حضرت ابو طالب کا آخری خطبہ ہم الروض الانف سے درج کیا ہے اگرچہ دیگر مورخین نے بھی اسے اپنے ہاں جگہ دی ہے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*58

بعض مورخین نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کا انتقال حضرت ابو طالب سے پہلے ہوا تھا مگر درست وہی ہے جو ہم نے تحریر کیا ہے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*59

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت طالب کی وفات کے بعد ابولہب نے آپ ﷺ کی پشت پناہی کی مگر یہ غلط ہے وہ تو اسلام کا بدترین دشمن تھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*60

حضرت عبدالمطلب کے بارے اس روایت کو بہت سے مورخین نے رد کیا ہے اس لیے کہ حضرت عبدالمطلب کولوگوں نے عہد فترت میں شامل کیا ہے۔

علامہ برهان الدین حلبیؒ

سیرت حلبیہ جلد دوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*61

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ جب طائف تشریف لے گئے تو حضرت زید بن حارثہ بھی اُن کے ہمراہ تھے مگر اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ اکیلے ہی گئے تھے۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد اول دوم ؛ 338

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*62

اہل طائف کے متعلق اس دعا کا متن ہم نے سیرت حلبیہ سے درج کیا ہے۔

علامہ برهان الدین حلبیؒ

سیرت حلبیہ جلد دوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*63

قصیدہ ہمزیہ کے یہ اشعار ہم نے برہان الدین حلبی کی سیرت حلبیہ سے درج کئے ہیں۔

علامہ برهان الدین حلبیؒ

سیرت حلبیہ جلد دوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*64

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب جنوں نے آپ ﷺ سے کلام پاک سنا تب آپ عشا کی نماز پڑھ رہے تھے مگر درست وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے۔

سیرت حلبیہ امام برہان الدین حلبی ؒ

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*65

جنوں سے نبی اکرم ﷺ کی کئی ملاقاتیں ثابت ہیں اور اُن کے متعلق روایات تواتر کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*66

معطم بن عدی نے نبی اکرم ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے پہ پناہ دی معطم کے اس عمل کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ اس کی بہت تکریم کرتے تھے۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*67

ام المومنین حضرت سودہؓ کے یہ خواب ہم نے امام برہان الدین حلبی کی سیرت حلبیہ سے درج کئے ہیں۔

علامہ برھان الدین حلبی ؒ

سیرت حلبیہ جلد دوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*68

حضرت سلمہ اور اُن کے شوہر کی ہجرت کے یہ واقعات ہم نے امام سہیلی کی کتاب الروض الانف سے درج کئے ہیں۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد دوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*69

قرآن حکیم نے جا بجا اہل قریش کے پست اخلاقی رویے اُن کی بے انصافی پہ مذمت کی ہے انھیں میں سے کچھ آیات اس مضمون میں پیش کی گئیں۔

الروض الانف جلد اول

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

ماخذ و مصادر و مراجع

القرآن الحکیم

سیرة النبی ﷺ ***** مولانا شبلی نعمانیؒ

سنن ابی داؤد ***** امام ابی داؤدؒ

موطا امام مالک ***** امام محمد مالکؒ

مشکوٰۃ شریف ***** امام محمد رازیؒ

صحیح مسلم شریف ***** امام مسلمؒ

جامع ترمذی	*****	امام ترمذیؒ
تاریخ ابن خلدون	*****	علامہ ابن خلدونؒ
تاریخ الامم والملوک	*****	امام ابن جریر طبریؒ
تاریخ اسلام	*****	اکبر شاہ نجیب آبادیؒ
تاریخ اسلام	*****	معین الدین شاہ ندویؒ
انسان کامل	*****	محمد منیر قریشیؒ
مسلمان امتیں	*****	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
سیرت ابن ہشام	*****	ابن ہشامؒ
نقوش (رسول نمبر)	*****	ادارہ
مجموعہ مضامین	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر

اسلام اور عصر حاضر	*****	مولانا وحید الدین خانؒ
ضیاالقرآن	*****	جسٹس محمد کرم شاہؒ
تفہیم القرآن	*****	سیّد ابوالاعلی مودودیؒ
خلافت وملوکیت	*****	سیّد ابوالاعلی مودودیؒ
سنت کی آئینی حیثیت	*****	سیّد ابوالاعلی مودودیؒ
الجہاد فی الاسلام	*****	سیّد ابوالاعلی مودودیؒ
خطبات	*****	سیّد ابوالاعلی مودودیؒ
سیرت سرور کونین ﷺ	*****	سیّد ابوالاعلی مودودیؒ
پردہ	*****	سیّد ابوالاعلی مودودیؒ
اسلام کے بنیادی تصورات	*****	سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

پیغمبر اعظم و آخرؐ	*****	ڈاکٹر نصیر احمد ناصر
محمد عربی ﷺ	*****	مولانا وحید الدین
محسن انسانیتؐ	*****	نعیم صدیقی
تدبر قرآن	*****	مولانا امین احسن اصلاحیؒ
کشت زربار	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر
خطبات بہاولپوری	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
بلوغ الارب	*****	علامہ محمود شکری آلوسیؒ
العقد الفرید	*****	ابن عبدربہؒ
رویات تمدن قدیم	*****	سیّد علی عباس جلالپوری
الامینؐ	*****	محمد رفیق ڈوگر

سیرت الرسول ﷺ	*****	محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ
کائنات اور انسان	*****	علی عباس جلالپوریؒ
حجۃ البالغہ	*****	شاہ ولی اللہ دہلویؒ
تمدن ہند	*****	علی بلگرامیؒ
سیرت عائشہؓ	*****	سیّد سلمان ندویؒ
تحقیق ماللہند	*****	علامہ البیرونیؒ
کرم کی برسات	*****	ڈاکٹر محمد خالد عاربی
ابوسفیانؓ	*****	الطاف حسن گیلانی
تاریخ اسلام	*****	شیخ محمد رفیق
تاریخ مدینہ	*****	محمد صادق بہاولپوری

مقالات ***** سرسید احمد خان

تاریخ اسلام ***** حسن ابراہیم

جزیرۃ العرب ***** علامہ ہمدانی

تاریخ اسلام ***** ڈاکٹر حسن ابراہیم

المروج الذہب ***** المسودیؒ

تفصیل الازمنہ ***** یوسف بن عبدالملکؒ

العرب قبل از اسلام ***** علامہ جرجی زیدانؒ

الروض الانف ***** امام سہیلیؒ

شرح سنن ابی داؤد ***** امام خطابیؒ

قانون اسلام ***** سرسید احمد خانؒ

عہدنامہ قدیم

عہدنامہ جدید

احکام القرآن	*****	امام رازیؒ
الاحکام السطانیہ	*****	امام ماوردیؒ
کتاب المثالب	*****	ابن ہشام
اعلام النبوۃ	*****	امام ماوردیؒ
الطرق الحکمتیہ	*****	علامہ ابن قیمؒ
البیان والتبیان	*****	امام جاحظ
الکامل	*****	علامہ ابن کثیرؒ
کتاب البیان	*****	امام لیثیؒ

ضرب الامثال	*****	میدانیؒ
کتاب العمدہ	*****	علامہ ابن رشیقؒ
کتاب الاوائل	*****	اسماعیل بن عبداللہ موصلیؒ
الوفاء	*****	ابن جوزیؒ
مفردات القرآن	*****	علامہ راغب اصفہانیؒ
الجامع الصغیر	*****	امام سیوطیؒ
شرح المواہب اللدنیہ	*****	امام زرقانیؒ
البیان والتعریف	*****	ابراہیم بن محمد الحسینیؒ
الصحاح اللغتہ	*****	امام جوہریؒ
مقاتل الفرسان	*****	ابوعبیدہؒ

دیوان	*****	حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ
الشفاء	*****	قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ
طبقات الکبری	*****	ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ
سیرت حلبیہ	*****	امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ
مدارج النبوۃ	*****	محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
جمع الوسائل	*****	ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
المواہب اللدنیہ	*****	امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ
جواہر البحار	*****	امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ
السیرۃ النبویہ	*****	ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ
شعب الایمان	*****	امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

المعجم الصغیر	*****	امام طبرانیؒ
فتح الباری	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
اخبار مکہ	*****	امام فاکہیؒ
الکفایہ فی العلم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
التمہید	*****	ابن عبدالبرؒ
الثقات	*****	ابن حبانؒ
سبل الہدی والرشاد	*****	امام صالحیؒ
المصنف	*****	ابن ابی شیبہؒ
شرح مسلم	*****	امام نوویؒ
شمائل الرسول	*****	امام ابن کثیرؒ

صفوۃ الصفوۃ	*****	ابن جوزیؒ
امتاع الاسماع	*****	امام طبرانی
میزان الاعتدال	*****	امام ذہبیؒ
الاستیعا ب	*****	ابن عبدالبرؒ
التفسیر الکبیر	*****	امام رازیؒ
کتاب الزہد	*****	ابن مبارکؒ
السنن	*****	دارمیؒ
الآحادولمثانی	*****	امام شیبانیؒ
المسند	*****	ابن جعدؒ
السنن الکبریٰ	*****	امام نسائیؒ

تہذیب الکمال	*****	امام مزیؒ
المسند	*****	اسحاق بن راہویہؒ
تہذیب الاسماء	*****	امام نوویؒ
الاصابہ	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
الریاض النضرۃ	*****	امام زرقانیؒ
شرح المؤطا	*****	طبرانیؒ
معجم الاوسط	*****	عبدالرزاقؒ
الادب المفرد	*****	امام بخاریؒ
لسان المیزان	*****	ابن حجر عسقلانی ؒ
تذکرۃ الحفاظ	*****	امام ذہبیؒ

المسند	*****	ابو عوانہؒ
مسلمانوں کا ہزار سالہ اقتدار	*****	پروفیسر ارشد جاوید
رسول اکرمﷺ کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
قرآن اور جدید سائنس	*****	ڈاکٹر حشمت جاہؒ
رسول عربی اور عصر جدید	*****	سیّد محمد اسماعیلؒ
علم کی اسلامی تشکیل	*****	خورشید احمد ندیم
میزان	*****	جاوید احمد غامدی
شرح الشفا	*****	ملا علی قاریؒ
تاریخ الخمیس	*****	دیار بکریؒ
الایمان	*****	ابن مندہؒ

السنن	*****	ابن ماجہؒ
ترکۃ النبیؐ	*****	ابواسماعیل بغدادیؒ
الرسولؐ	*****	عبدالحلیم محمودؒ
روح المعانی	*****	علامہ محمود شکری آلوسیؒ
قیامت اور جدید سائنس	*****	ڈاکٹر حشمت جاہؒ
الدیباج	*****	امام سیوطیؒ
مکارم اخلاق	*****	ابن ابی الدنیاؒ
السنن الکبریٰ	*****	امام بیہقیؒ
الخصائص الکبریٰ	*****	امام سیوطیؒ
المسند	*****	امام احمد بن حنبلؒ

الطبقات	*****	ابن خیاطؒ
الجامع الصحیح	*****	امام ترمذی
السنن	*****	ابوداؤدؒ
شرح معنی الآثار	*****	امام طحاویؒ
مجمع الزوائد	*****	ہیثمیؒ
فیض القدیر	*****	مناویؒ
الترغیب والترہیب	*****	منذریؒ
مشکل الآثار	*****	امام طحاویؒ
اسلامی ریاست	*****	پروفیسر خورشید احمدؒ
کیمیائے سعادت	*****	امام غزالیؒ

البیان فی التفسیر القران	*****	ابن جریر طبریؒ
مشکوٰۃ المصابیح	*****	الخطیبؒ
الجوامع السیاسیہ	*****	امام ابن تیمیہؒ
بیان العلم وفضلہ	*****	ابن عبدالبرؒ
تاریخ السلامی السیاسی	*****	حسن ابراہیم الدکتورؒ
النظم الاسلامیہ	*****	حسن ابراہیم الدکتورؒ
کتاب الخراج	*****	الامام ابو یوسفؒ
تحفۃ الاشراف	*****	المزیؒ
حسن المحاضرۃ	*****	امام سیوطیؒ
مقائس اللغۃ	*****	ابن فارسؒ

اعلام الموقین	*****	ابن قیمؒ
سنن الدارمی	*****	الدارمیؒ
الزہد	*****	امام احمد بن حنبلؒ
تفسیر ابن کثیر	*****	از ابن کثیرؒ
تاریخ الکامل	*****	ابن اثیرؒ
فتوح البلدان	*****	امام بلازریؒ
المذاہب الاربعہ	*****	عبدالرحمانؒ
کتاب النوبیہ	*****	ابن ہشامؒ
عیون الاخبار	*****	ابن قتیبہؒ
شذرات الذہب	*****	ابن عمادؒ

الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
غریب الحدیث	*****	امام ابن اثیرؒ
وفا الوفا	*****	امام سمہودیؒ
کتاب الاصنام	*****	ابن قتیبہ
لسان العرب	*****	ابن منظورؒ
الرسول القائد	*****	خطاب محمود شیثؒ
البدر الطالع	*****	امام شوکانیؒ
الاداب	*****	امام بیہقیؒ
دلائل النبوۃ	*****	ابن ندیمؒ
الشمائل	*****	امام ترمذیؒ

المنار	*****	رضا رشیدؒ
علم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
السنۃ قبل التدوین	*****	خطیب العجاجؒ
الکشاف	*****	زمخشریؒ
مسند الفردوس	*****	دیلمیؒ
معجم الکبیر	*****	طبرانیؒ
تفسیر در منشور	*****	امام جلال الدین سیوطیؒ
المبسوط	*****	شمس النامہؒ
المراسیل	*****	سجستانیؒ
غریب الحدیث	*****	خطابیؒ

صحیح ابن حبان	*****	از ابن حبانؒ
عمل الیوم ولیلۃ	*****	للنسائیؒ
تاریخ الادب الجاہلی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
مفتاح الجنۃ	*****	امام سیوطیؒ
علوم الحدیث	*****	صبحی صالحیؒ
شرح معانی الاثار	*****	امام الطحاویؒ
تاریخ الادب الاسلامی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
شرح مسلم	*****	شبیر احمد عثمانیؒ
فلسفہ التشریخ فی الاسلم	*****	صبحی صالحیؒ
الاحدیث المھشرہ	*****	شمس الدین سخاویؒ

حدیث دفاع	*****	میجر جنرل اکبر خانؒ
اسلامی طریق جنگ	*****	میجر جنرل اکبر خانؒ
الفیض القدیر	*****	المناویؒ
الکامل فی الضعفاء	*****	ابن عدیؒ
محاسن التاویل	*****	قاسمی جمال الدینؒ
مسلمانوں کا نظم مملکت	*****	حسن ابراہیمؒ
سود	*****	سیّد مودودیؒ
حیات محمدؐ	*****	محمد حسنین ہیکلؒ
الوثائق الساسیہ	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
تجدید احیائے دین	*****	سیّد مودودیؒ

الاحکام القرآن ***** محمد بن احمد قرطبیؒ

مسلم نشاۃ ثانیہ ***** ڈاکٹر محمد امین

مسلمان اور سائنس کی تحقیق ***** حبیب احمد صدیقیؒ

نامور مسلمان سائنس دان ***** حمید عسکریؒ

نظام الحکومت نبویہ ***** شیخ عبدالحئیؒ

الاسلام والحضاوۃ العربیہ ***** کرد علیؒ

سائنس وطب میں مسلمانوں کا عروج ***** حفیظ الرحمٰن صدیقیؒ

فیض الباری ***** محمد انور شاہؒ

سو مسلم سائنس دان ***** رفیق انجمؒ

شاندار سائنسی کارنامے ***** زکریا ورقؒ

تخریج الحدیث	*****	مولانا محمد سعیدؒ
سنت کا تشریحی مقام	*****	محمد ادریس میرٹھیؒ
احادیث الموضوعہ	*****	ملا علی قاریؒ
ترجمان القرآن	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول عربیؐ	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
منصب امامت	*****	شاہ اسماعیل شہیدؒ
یورپ پر اسلام کے احسانات	*****	غلام جیلانی برقؒ
حسنت جمیع خصالہ	*****	طالب ہاشمیؒ
دعوت دین اور اس طریق کار	*****	امین احسن اصلاحیؒ

فی ظلال القرآن	*****	سیّد قطب شہید ؒ
احسن التفاسیر	*****	احمد حسن دہلوی ؒ
قصص الانبیاء	*****	محمد حفظ الرحمٰن ؒ
مدارج النبوہ	*****	معین فراحی ؒ
سیرت الرسول	*****	محمد بن عبدالواہاب ؒ
الرحیق المختوم	*****	صفی الرحمان مبارک پوری ؒ
محمد عربیؐ	*****	محمد احمد برانق ؒ
اسلامی ریاست	*****	امین احسن اصلاحی ؒ
ترجمان السنۃ	*****	بدر عالم میرٹھی ؒ
اسلام کا معاشرتی نظام	*****	خالد علوی ؒ

اسلام کا سیاسی نظام ***** محمد اسحٰق سندیلوی ؒ

تفہیمات ***** سیّد مودودیؒ

سیرت نبویؐ ***** ڈاکٹر مصطفیٰ صباحیؒ

پیغمبر انسانیت ***** شاہ محمد جعفر پھلواریؒ

سیرت رسول عربی ***** علامہ نور بخش توکلیؒ

خطبات مدارس ***** سید سلیمان ندویؒ

عہد نبوی نظام حکمرانی ***** ڈاکٹر حمید اللہؒ

سیرۃ المصطفیٰؐ ***** محمد ادریس کاندھلویؒ

تاجدار دو عالمؐ ***** عزائم عبد الرحمانؒ

اسلام کا اقتصادی نظام ***** حفظ الرحمٰنؒ

معجزات سرور کونین ***** طالب ہاشمیؒ

ارشادات دانائے کونین ***** طالب ہاشمیؒ

منصب امامت ***** طالب ہاشمیؒ

اخلاق پیغمبری ***** طالب ہاشمیؒ

معارف الحدیث ***** محمد منظور نعمانیؒ

فصاحت نبوی ***** ڈاکٹر ظہور احمد اظہرؒ

رہبر کامل ***** مولانا عبدالمجید خادمؒ

اسوہ رسول اکرمؐ ***** ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ

اخلاق نبوی ***** سیّد محمد اسحاقؒ

نبی رحمت ***** سیّد ابوالحسن ندویؒ

محمد رسول اللہ ؐ	*****	شیخ محمد رضا مصری ؒ
محمد رسول اللہ ﷺ	*****	توفیق الحکم ؒ
پیغمبر انقلاب	*****	مولانا وحید الدین خان ؒ
عقبریت محمد ؐ	*****	عباس محمود العقاد ؒ
نبی اکرم کی معاشی زندگی	*****	ڈاکٹر نور محمد غفاری ؒ
خاندان نبوت	*****	محمد ادریس ؒ
معرکہ اسلام اور جاہلیت	*****	صدر الدین اصلاحی ؒ
مغازی رسول ؐ	*****	حضرت عروہ بن زبیرؓ
تاریخ مکہ	*****	منظور احمد شاہ ؒ
منصب نبوت	*****	سیّد ابو الحسن ندوی ؒ

شمائل کبری	*****	عبدالحکیم خانؒ
سیرۃ اکبریٰ	*****	مولانا ابوالقاسمؒ
راہ عمل	*****	مولانا جلیل احسنؒ
زادراہ	*****	مولانا جلیل احسنؒ
وفود عرب	*****	طالب ہاشمیؒ
سیرت سیّدہ فاطمہؓ	*****	طالب ہاشمی
معارف القرآن	*****	مفتی محمد شفیعؒ
ترجمہ قرآن	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
البستان	*****	واثق باللہ
کتاب السماء ولغات	*****	امام نووی

محمد رسول اللہؐ	*****	محمد صادق ابراہیمؒ
رسول مبینؐ	*****	محمد احسان الحق سلیمانیؒ
سیرت محمدیؐ	*****	سر سید احمد خانؒ
سیرت سرور کونینؐ	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

WESTERN AUTHORS

Dalbeer...Mater ,Eather,Motion.

J.G.Freezer... Man God and Immortalilty.

S. Hussan Naser... Islamic Science.

J.Heksely... Religion Without Revolation.

Philps Hitty... History of Arabs.

Springler...Fall of west.

Carbin... EN Iranien Islam.

Sir jamees jeen...Modren Islimic Thought.

Johan Wellosan...Philosophy of Reilgion.

R.I.Gulick..Muhammad The educator.

Cob..Islamic Contribution to word culture.

Briffault...The making of Humanity.

Bosworth... The Lagacy of Islam.

S, Charles Darwen...Origion of Species.

Mont Watt...History of Islamic Spain.

B.Russal...The Conquest of Happiness

Michael H Hart... The 100

M,White...The limitaaions of Sciens

Ameer Ali... The Spirit of Islam.

Edendton...The age of analysis.

James jeans...The Mysterious Univers.

Hanes Berg...Modren scientefec thought.

W Back...Modern Science & natur Life.

Zohansicy...Gentic and origen of Species.

Karal Marx...Das Kapital.

Lebon...The Erab Civilazation.

Genetic Code .... Issaac Asimov.

Trawleing...History of Religion.

B, Russiall History of civiliazation.

Freud... Toam and Tabuos.

Freud....Pleasure thinking.

Robert Semith....Religion of Erabs.

well deurant...The age of faith.

Walteare...The History of China.

Freud...His Dream & Sex Theories.

Pierre Lecomde... Human Destiny.

Pro, Brian..New Horizons in Psychology.

P.Nik... Fondamentals of Politics.

Glance at Historical Materialism.ASpirken.

Pro, Hageel... Wonder Of Life

Dr. Hehoom... Human Understanding.

Fraied.... Totam and Taboos

Fried.....Pleasure Thinking

Robert Smith...Religion of the semites.

RussallBurtrand ...The Conquest of Happiness.

JOHAN WILLSON ...Philosophy and Religion

Tyndall...Matter and Motion.

MORTEN WHITE....The Limitations of Science.

ARUTHOR ENDEKTAN...The age of Analysis

Sir Jameus Jeens...Modren Scitefic Thought.

Dob Zohans..Genetic and The origin of species.

Raney Grew...Civilization of the east.

Sir Leonard Woolley...Abraham.

Freazer...The Golden Bough.

Edward Mc Nall.... Westren Civilization.

Breufalt.... The Making of Humanity.

Dr, Dedat ... The Ultimate Miracle.

A. Curte...Discover Behind The iron Curtain.

Dr,Harwey Day...The Hidden Power of vibration.

Russal...History of Westren Philosophy.

Jon Stevens... Secred Calligraphy of east.

Dr,simith... Divin Origin.

B Russal...History of Arebs.

Dr,Zafar, Towards understandin Qurran.

DR, mir Aneesudin... The Holly Quran.

Dr M Taqi... The Noble Quran.

Asimov... Exploring the earth and cosmos.

S,Hawhing...A Brief History of Time.

Al,Gore ... Erth in Balance.

J.Sylvester... The Gene Age.

R.Hill.... Physical Methalogy.

David Burine... Micro Life.

STephen Jay Gold... The Panda Thumb.

Rachel Carson... Silent Spring.

Mir,Steween... Geodetic Survey.

J.Parker ... Erth Sciences.

Aavagardo.... Water Realities.

Lyantan Keith...Between Two Words.

Allan Baratan...Recovery and Recycil.

Oliver Owen... Natural Conservations.

A.J.Longly....Environment of Technology.

Richard Wedford....Envionmetel Management

Robert Raymond...Out of Fiery.

P.R.Trevidi....Energy Resources.

Dr.Shafi Hader... Four Tools for a Musilm.

Dr.Shafi Hader... Scince in Quraan.

M.A.Qazi.... Quranic Concept.

A.Ryabchikov....Changing Face of earth.

Dr.Shafi Hader... Deep Thinking.

S.Manzoor...Scientific Significance in Quraan.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Miracle Life.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Fate of Cosmos.

Muhammad Shihabuddin nadvi... Cloning.

Syed Mubarak... Quranic Phlosephy.

Ellisow Hawks...Mysteries Of Science.

E.L.Abel... Moon Madnes.

Abdul Mobin Khan... Basic Immunology.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Life.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Universe.

Barnaby Rogerson... The Prophet Muhammad

Ingird Mattson.... The Study of Qurran.

Dr, Mohammad Rana... History of Islam.

Adrinne Jansen... Asian Face Of Islam.

Thomos C,... Years of Innovation.

Erich.V, ... Miracles Of God.

I.A. Ibrahim... Understanding Islam.

Dr,Kazmi ...Guinness Concept.

Dr.Shafi Hader..Quraan and Quality Concepts

Judit Bower...Enviromental Systems.

Syed Mubarak...Quranic Therapy.

Shah Manzoor... Quranic Verses.

B.Person...History of Prophet Mohammad.